نور الأنوار

فی تذکرة الأئمة الأطهار

(تراث اہل سنت میں ائمہ اطہار کا مفصل تذکرہ)

مرتبہ
خسرو قاسم

نام کتاب: نور الأنوار فی تذکرة الأئمة الأطهار
مرتبہ: خسرو قاسم
تعداد صفحات: ٦٨٤
سنہ اشاعت: جون ۲۰۲۰ء
قیمت: ۱۰۰۰/روپے
ملنے کا پتہ: علی اکیڈمی، سرسید نگر، علی گڑھ

فہرست مضامین

امامان ہدایت اور جوانان اہل جنت کے سردار

حسن اور حسین علیہما السلام

اہل بیت کے چوتھے امام
زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام

اہل بیت کے پانچویں امام

محمد بن علی الباقر علیہ السلام

اہل بیت کے چھٹے امام

جعفر بن محمد علیہ السلام

فصل ششم ۳۸۳

اہل بیت کے ساتویں امام
کاظم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

فصل ہفتم

اہل بیت کے آٹھویں امام
رضا علی بن موسیٰ علیہ السلام

اہل بیت کے نویں امام
جواد محمد بن علی علیہ السلام

اہل بیت کے گیارہویں امام
عسکری حسن بن علی علیہ السلام

ان کبار علمائے اہل سنت کے اقوال جو محمد بن حسن کی ولادت کے قائل ہیں اور ان کو ہی مہدی منتظر علیہ السلام سمجھتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تمام حمد وثنا اس اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنہار ہے اور درود وسلام نازل ہو محمدﷺ اور آپ کی تمام پاکیزہ اور طاہر آل پر۔

حمد وصلوۃ کے بعد: حقیقت ہی وہ سب سے بلند مقصد ہے جس کی خواہش ہر آزاد انسان کرتا ہے، وہی وہ گم شدہ میراث ہے جس کی طرف عقل مند حضرات لپکتے ہیں، اور اس تک پہنچنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، حقیقت کی معرفت کی طرف انہماک اور توجہ ایک فطری چیز ہے، اسی فطرت پر لوگ پیدا کیے گئے ہیں اور سارے انسان اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ بلکہ یہی ان کا ایک ایسا معشوق بن جاتا ہے جس پر لوگ پل پڑتے ہیں اور اس کو حاصل کے لیے اس کی راہ میں بیش قیمت اور عمدہ چیزیں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

حقیقت میں باوجود اس کے کہ واضح روشنی ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی وہ چھپی رہتی ہے اور اس پر سیاہ بادل چھائے رہتے ہیں جس سے اس کی چمک دار روشنی ظاہر نہیں ہو پاتی۔ لیکن یہ بادل خواہ کتنے ہی سیاہ اور گہرے کیوں نہ ہوں، لیکن حقیقت کو ہمیشہ کے لیے چھپایا نہیں جاسکتا اور نہ اس کی علامتیں مٹائی جاسکتی ہیں، اس کی بعض چنگاریاں اور شعلے جہاں تہاں سے تلاش کرنے والوں کو دکھائی دے ہی جاتے ہیں اور چھپی ہوئی حقیقت تک ان کی رسائی آسان ہوجاتی ہے۔

لیکن اس کے لیے وہ دل مطلوب ہیں جن کو اس حقیقت تک پہنچنے کا جنون لاحق ہو، جن اوہام نے اس حقیقت کو روپوش کررکھا ہے، ان سے ہٹ کر انصاف کے ساتھ حقیقت تک آگے بڑھنے کا جذبہ فراواں موجود ہو اور ان تاریکیوں کا پردہ چاک کرنے کی صلاحیت موجود ہو جنھوں نے سورج کی روشنی کو چھپا رکھا ہے۔ اسی طرح ضرورت ان

لوگوں کی ہے جو جمی ہوئی گرد کی تہوں کو جھاڑ سکیں تا کہ اس کی روشنی کی چمک سامنے آ سکے اور پہلے کی طرح ہو جائے جو دیکھنے والوں کو خوشیاں عطا کر سکے۔

ہماری اسلامی تاریخ میں حق کی موجیں باطل سے بارہا ٹکراتی رہی ہیں، فتنے عام ہوتے رہے ہیں، تصادم بڑا سخت رہا ہے، حقائق کو مسخ کرنے کے لیے بہت سے ہاتھ آگے آئے ہیں، واقعات وضع کیے گئے ہیں، اذہان وقلوب کو گمراہ کیا جاتا رہا ہے تا کہ مقاصد اور شخصی مصلحتوں کے حصول میں آسانیاں پیدا ہوں، اسی وجہ سے بہت سے حقائق نگاہوں سے پوشیدہ رہ گئے اور صحیح تصویر سامنے نہیں آسکی۔

سب سے بڑی حقیقت جسے غائب بھی کیا گیا اور جسے نگاہوں سے چھپایا بھی گیا، وہ تھی اہل بیت کی مرکزیت، ان کی مرجعیت اور ان کی قدر و منزلت۔ ان کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی گئیں، جنگ کے شعلے بھڑکائے گئے، اسلامی معاشرے کو ان سے الگ تھلگ کرنے کے جتن کیے گئے اور ان کو اسلامی معاشرے سے دور رکھنے کی کوششیں کی گئیں۔

مناوی حدیث رسول: ''**إنّكم ستبتلون في أهل بيتي من بعدي** ''(تم میرے بعد میرے اہل بیت کے معاملے میں آزمائش میں ڈالے جاؤ گے) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی اکرمﷺ کے معجزات میں سے ایک ہے، کیوں کہ اس میں غیب کی ایک ایسی خبر دی گئی ہے جس کا بعد میں ظہور ہوا۔ آپ کے اہل بیت پر آپ کے بعد جو آزمائشیں آئیں، وہ معروف ومشہور ہیں، حالانکہ جن حضرات نے یہ بلائیں اور مصیبتیں پیدا کیں، وہ خود ان کے لیے بدبختی اور شقاوت کا سبب بن گئیں۔(**فيض القدير شرح الجامع الصغير** 2: 701)

اہل بیت علیہم السلام کو جس ظلم وستم، قید وبند اور جلاوطنی کی اذیتوں سے گزرنا پڑا، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اور ہر شخص اس سے واقف ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے اہل بیت کے حق میں کوئی وصیت نہیں کی اور نہ ان کی عظمت اور قدر ومنزلت سے آگاہ فرمایا جب کہ حدیث ثقلین میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ کتاب اللہ اور

عترت کومضبوطی سے تھامے رکھنا۔اس کے ساتھ اگر ہم بہت سی وہ قرآنی آیات اوراحادیث جوڑ دیں جو اہل بیت کی عظمت کی دلیل ہیں اور ان کی پیروی کو واجب قرار دیتی ہیں،تو صورت حال صاف نظر آتی ہے،لیکن جو ضمیر مردہ ہو چکے تھے،انھوں نے مختلف وسائل اور حیلوں سے حقائق کو چھپانے اور ان کو غائب کرنے کا ہی کام کیا۔مزید براں اہل بیت کے افراد قتل کیے گئے،ان کو جلاوطن کیا گیا اور اہل بیت کی عداوت میں بہت سے ایسے قلم بھی اٹھے جنھوں نے اہل بیت کے معاندین اور مخالفین کے فضائل میں روایات وضع کیں اور دانستہ طور پر ان روایات کو ضعیف قرار دیا جو اہل بیت کے فضائل سے تعلق رکھتی تھیں۔

غائب کرنے اور نظر انداز کرنے کے اس اعلانیہ نے جو آج تک جاری ہے،مسلمانوں کے ذہنوں میں سخت تشویش پیدا کی ہے اور انھیں اسلام کی اصل لائن سے دور کیا ہے۔اہل سنت کے تعلیم یافتہ طبقے میں بھی آج تک یہ صورت حال برقرار ہے،وہ نہیں جانتا کہ امام جعفر صادق اور امام باقر وغیرہ ائمۂ اہل بیت کون تھے کیوں کہ اس نے اپنے علماء کی زبان سے ان مبارک شخصیات میں سے کسی ایک کی مدح وتوصیف نہیں سنی ہے،وہ ان کی قدر ومنزلت سے واقف نہیں اور نہ اسے یہ معلوم ہے کہ عالم اسلام میں ان کی مرکزیت کیا ہے۔

غائب کی گئی اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لیے ہم نے ایک ایسی کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کے صفحات میں اہل سنت کی کتابوں سے ایسی باتیں درج کریں گے جن سے اہل بیت کی قدر ومنزلت واضح ہوجائے گی اور ان کے عظیم مقام کا بھی پتا چل جائے گا۔کیوں کہ کبار علمائے اہل سنت کے بہت سے اقوال اور کلمات ہیں جو اہل بیت کے مقام کی بلندی بیان کرتے ہیں لیکن وہ کتابوں کے صفحات میں چھپے ہوئے ہیں اور روشنی دکھائی نہیں دیتی ہے۔بلکہ سنی قارئین ان کی معرفت بھی نہیں رکھتے بلکہ ان کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ کسی دن انھیں اپنے علماء اور اکابرین کے ان کلمات کو دیکھنے کا موقع ملے گا۔ان کے علاوہ قارئین اس کتاب میں بہت سی قرآنی آیات اوراحادیث بھی ملاحظہ فرمائیں گے جو اہل بیت علیہم السلام کے مقام کو واضح کرتی ہیں۔

میری یہ کتاب دعوت دیتی ہے اور متوجہ کرتی ہے برادران اہل سنت کو خاص طور پر اس کے تعلیم یافتہ طبقے جیسے اساتذہ، طلبہ، ادباء، شعراء وغیرہ کو کہ وہ آنکھیں کھول کر اہل بیت کا مقام عالی دیکھیں اور پھر آزاد ضمیر جس طرف انھیں لے جائے، اس کے مطابق فیصلہ کریں۔

زیر مطالعہ کتاب گیارہ فصلوں، ایک خاتمہ اور ایک ملحق پر مشتمل ہے:

☆فصل اول میں جو امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نام منسوب ہے، بعض قرآنی آیات اور احادیث ہیں جو عام اہل بیت کے سلسلے میں منقول ہیں، جن میں علی بن ابی طالب علیہم السلام بھی شامل ہیں، یا خاص طور پر وہ علی علیہ السلام کے لیے خاص ہیں، ان آیات اور احادیث کی دلالت کا بھی اس فصل میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس فصل میں ہم نے کبار علمائے اہل سنت کے کلمات ذکر نہیں کیے ہیں کیوں کہ وہ واضح ہیں، کسی سے مخفی نہیں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی آیات اور روایات ان کلمات اور اقوال سے ہمیں بے نیاز کرتی ہیں اور یہ خود مقصد کے حصول کے لیے کافی ہیں۔ لیکن اس میں بعض کلمات علمائے اہل سنت کے یہ بتانے کے لیے ذکر کیے گئے ہیں کہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ فضائل علی علیہ السلام کے مروی ہیں۔

☆فصل دوم میں جو حسن اور حسین علیہما السلام کے نام سے ہیں، فصل اول کی طرح اس میں بھی بعض قرآنی آیات اور روایات کو درج کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے جو عام اہل بیت کے فضائل میں منقول ہیں جن میں حسن اور حسین علیہما السلام لازمی طور پر شامل ہیں یا وہ آیات اور احادیث دونوں کے لیے ہی مخصوص ہیں، اس فصل میں علمائے اہل سنت کے کلمات اور اقوال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔

ان دونوں فصلوں میں ہمارا طریقۂ کار یہ رہا ہے کہ ہم نے صرف وہ روایات نقل کی ہیں جو علمائے اہل سنت کے نزدیک صحیح ہیں، ضعیف روایات سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، ہاں شواہد اور متابع کی نوعیت کے طور پر بعض ضعیف روایات کو قبول کرلیا گیا ہے۔

☆فصل سوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، نہم اور دہم میں علی بن حسین سے لے کر حسن

عسکری تک ہم نے ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے تمام اماموں کا ذکر کیا ہے۔ان تمام فصلوں میں ہم نے مختلف صدیوں کے کبار علمائے اہل سنت کے کلمات اوراقوال ذکر کیے ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کے مقام،ان کی عظمت اور قدرومنزلت کو واضح کرتے ہیں،جن حضرات کے کلمات پیش کیے گئے ہیں،وہ بڑے بڑے علماء،فقہاءاور جلیل القدر لوگ ہیں۔

☆فصل یازدہم جو کتاب کی آخری فصل ہے،وہ امام مہدی علیہ السلام سے متعلق ہے۔ہم نے فصل کی ابتدا میں پہلے مختصر طور پر فکر اسلامی میں عقیدۂ مہدویت پر روشنی ڈالی ہے،اس کے بعد محمد بن حسن علیہما السلام کی ولادت کے مسئلہ پر گفتگو کی ہے اور کبار علمائے اہل سنت کے دونوں گروہوں کے اقوال ذکر کیے ہیں۔

☆ کتاب کی تمام فصلوں میں ہم نے پہلے ان امام علیہ السلام کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کی ہیں جن کے نام سے وہ فصل معنون ہے تاکہ امام علیہ السلام کی معرفت کی وہ تمہید بن جائے۔

☆خاتمہ میں ہم نے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں،جن کا تعلق ائمۂ اہل بیت علیہم السلام سے علمائے اہل سنت کے تمسک کے مسئلہ سے ہے۔

☆ملحق میں ہم نے کبار علمائے اہل سنت میں سے اکثر شخصیات کا ترجمہ(حیات اور شخصیت کا اجمالی تعارف)دیا ہے جو امام محمد بن حسن کی ولادت یا ان کی مہدویت کے قائل ہیں۔

☆ یہ اجمالی خاکہ ہے ان باتوں کا جن کا ذکر ہم نے اس کتاب میں کیا ہے،لیکن یہاں چند باتوں کی طرف مزید اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

اول: ہم نے کتاب میں جن کلمات اوراقوال کا ذکر کیا ہے،وہ اہل سنت کے کسی ایک خاص فرقہ کے نہیں ہیں،ہم نے یہاں اشاعرہ،معتزلہ،سلفیہ اور صوفیہ کے کلمات نقل کیے ہیں بغیر اس بات کی طرف اشارہ کیے کہ ان کا عقیدہ کیا تھا کیوں کہ یہ تمام گروہ اہل سنت ہی میں شمار کیے جاتے ہیں۔

دوم: پوری کتاب میں اختصار پیش نظر رہا ہے خواہ وہ روایات کی بات ہو یا علماء کے اقوال کی ، ایسا کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ قارئین کرام بآسانی اسے پڑھ سکیں اور ان کے سامنے نورِ حقیقت کھل کر آجائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کو شرف قبول عطا فرمائے اور قارئین سے درخواست ہے کہ وہ میرے والدین کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کے حق میں ان کی اولاد کی نیکیوں اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

دعاؤں کا طالب

خسرو قاسم

فصل اول

اہل بیت کے پہلے امام
امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

یہاں ایسا کوئی نہیں سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ناواقف ہو، وہ علی جو متقیوں کے مولی، مومنوں کے امیر، علوم انبیاء کے وارث، رب العالمین کے رسول کے خلیفہ، فضائل کا منبع وسرچشمہ، مکارم اخلاق میں کامل، اوصاف وکمالات کی اتنی بلند چوٹی پر فائز کہ سیلاب اسے چھو نہ سکے اور کسی پرندے کی پرواز جہاں تک ہو نہ سکے۔

قلم میں تاب کہاں کہ ان کی صفات حیطۂ تحریر میں لاسکے، اور ان کے کمالات کو قلم بند کرسکے، سیدنا علی کے بلند وبالا فضائل جن سے مشرق ومغرب معمور ہیں اور جن کے مکارم اخلاق کی وسعت کونین کو اپنے دائرے میں لیے ہوئے ہے، ان کو دیکھ دیکھ کر عقلیں حیران ہیں اور دماغ دم بخود ہے۔

ان کی فضیلت اور مقام بلند کی گواہی دوست سے پہلے دشمن دیتے ہیں، کیوں کہ نور ہمیشہ تاریکی سے قوی ہوتا ہے اور حقیقت کی چمک کو چھپایا نہیں جاسکتا خواہ دھواں کتنا ہی گھنا اور گہرا کیوں نہ، یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی کا نور ایسا چمکا جس نے بشریت کی دنیا کو خیرہ کردیا، اور اس کا رشتہ دائمی رسالت محمدیہ سے جوڑ دیا۔ مصنفین نے ایک دوسرے سے سبقت دکھائی ہے کہ اس عظیم شخصیت اور اس کی عظمت پر خامہ فرسائی کرکے شرف وعزت سے ہم کنار ہوں۔

امام آجری لکھتے ہیں:

شرّفه الله الكريم بأعلى الشرف، سوابقه بالخير عظيمة، ومناقبه كثيرة، وفضله عظيم، وخطره جليل، وقدره نبيل، أخو الرسول صلّى الله عليه (وآله) وسلّم)، وابن عمّه، وزوج فاطمة، وأبو الحسن والحسين، وفارس المسلمين، ومفرّج الكرب عن رسول الله (صلّى الله عليه (وآله

) وسلّم)، وقاتل الأقران، الإمام العادل، الزاهد فی الدنیا، الراغب فی الآخرة، المتّبع للحقّ، المتأخّر عن الباطل، المتعلّق بکلّ خُلُق شریف، الله عزّ وجل ورسوله له مُحِبَّان، وھو لله والرسول محبّ، الذی لا یحبّه إلاّ مؤمن تقی، ولا یبغضه إلاّ منافق شقی، معدن العقل والعلم،والحلم والأدب، رضی الله عنه. (محقق آل زہوی نے امام نسائی کی کتاب ''خصائص علی'' پر اپنے مقدمہ میں یہ عبارت ''الشریعۃ [الشریعة3/119] کے حوالے سے لکھی ہے)

''اللہ کریم نے سیدنا علی کو سب سے اعلیٰ شرف سے مشرف فرمایا ہے، خیر و بھلائی کے کاموں میں ان کی بڑی سبقت رہی ہے، ان کے مناقب بہت ہیں، ان کا فضل بھی عظیم ہے، ان کا مرتبہ عالی شان ہے، ان کی قدرومنزلت بڑی اونچی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں، آپ کے چچا کے بیٹے ہیں، سیدہ فاطمہ کے شوہر ہیں، حسن اور حسین کے والد ہیں، مسلمانوں کے شہسوار ہیں، رسول اللہ ﷺ سے ہر کرب کو دور کرنے والے ہیں، اسلام دشمنوں سے قتال کرنے والے ہیں، امام عادل ہیں، دنیا میں زاہدانہ زندگی گزارنے والے ہیں، آخرت کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں، حق کے متبع ہیں، باطل سے دور ہیں، ہر اچھی عادت سے مزین ہیں، اللہ اور اس کے رسول ان سے محبت کرنے والے ہیں، وہ خود اللہ اور رسول سے محبت فرماتے ہیں، ان سے محبت ایک متقی مومن ہی کرتا ہے، ان سے بغض ایک بد بخت منافق ہی رکھتا ہے، عقل، علم، حلم اور ادب کا خزانہ ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو''۔

چوں کہ سیدنا علی علیہ السلام کے فضائل عظیم اور مشہور ہیں اور شیعہ سنی دونوں کتابوں میں ان فضائل کا تذکرہ ہے لہذا ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ علمائے اہل سنت کے کلمات اور اقوال یہاں تفصیل سے درج کریں، جیسا کہ آگے اس کی طرف اشارہ آرہا ہے لیکن اس سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام علیہ السلام کے بارے میں چند باتیں عرض کردی جائیں:

وہ ہیں امام علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب علیہ السلام، ابوالحسن ہاشمی قرشی۔
ان کی والدہ کا نام ونسب یہ ہے: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف ہاشمیہ۔ وہ ابوطالب کے چچا کی بیٹی تھیں۔ مہاجر خواتین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔(تاریخ الإسلام للذهبی: حوادث وفیّات(40 -11ھ)عهد الخلفاء الراشدین621)
وہ پہلی ہاشمیہ خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک ہاشمی کی ولادت ہوئی۔
انھوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی فرمائی۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی128)
عہد رسالت میں ان کا شمار خاص لوگوں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ان کی وفات ہوئی، آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔(المستدرک علی الصحیحین 3⁄108)
انس بن مالک بیان کرتے ہیں:

لـمّا ماتت فاطمة بنت أسد بن هاشم، أُمّ علی، دخل علیها رسول الله صلّی الله علیه وسلّم، فجلس عند رأسها، فقال: رحمک الله یا أُمّی، کنتِ أُمّی بعد أُمّی، تجوعین وتُشبعینی، وتَعْرَیْن وتکسینی، وتمنعین نفسَک طیباً وتطعمینی، تُرِیْدِیْنَ بذلک وجْهَ الله والدار الآخرة.

’’جب سیدنا علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اے میری امی جان! اللہ آپ پر رحم فرمائے، میری والدہ کی وفات کے بعد آپ ہی میری ماں تھیں، خود بھوکی رہ کر مجھے کھلاتی تھیں، خود معمولی لباس میں رہ کر مجھے اچھے کپڑے پہناتی تھیں، خود کو عمدہ چیزوں سے روک کر مجھے لذیذ کھانے کھلاتی تھیں، اس سے ان کا مقصد صرف اللہ کی رضا کا حصول اور آخرت کی کامیابی تھی‘‘۔
پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انھیں تین بار غسل دیا جائے، جب کافور ملے ہوئے پانی سے غسل دینے کا نمبر آیا تو یہ پانی خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے انڈیلا، آپ

نے اپنی قمیص اتاری اور ان کو پہنا دیا،اس کے بعد آپ کے جسم اطہر پر جو چادر تھی، اسے کفن کے طور پر استعمال کرنے کو دیا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید،ابوایوب انصاری،عمر بن خطاب اور اسود نامی غلام کو بلایا،ان حضرات نے ان کی قبر کھودی، جب قبر کی کھدائی لحد تک پہنچی تو آگے رسول اللہ ﷺ نے کھدائی کا کام خود کیا،لحد کی مٹی اپنے ہاتھوں سے نکالی، جب قبر کھود کر فارغ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ لحد کے اندر داخل ہوئے اور اس میں لیٹ گئے اور یہ دعا فرمائی:

اللـه الذی یُحیی ویُمیت وھو حیّ لا یموت، اغفر لأُمّی فاطمة بنت أسـد ولَقِّنُهَا حُجَّتها، ووسّع علیها مَدْخَلَهَا، بحقّ نبیّک والأنبیاء الذین مِن قبلی، فإنّک أرحم الراحمین. (المعجم الکبیر للطبرانی351 /24)

''اللہ ہی کی وہ ذات ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے، جو ذات ہمیشہ زندہ رہے گی، جسے کبھی موت نہیں آسکتی،اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کے صدقے میں میری امی فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما،انھیں ان کی دلیل کی تلقین فرمااور ان کی قبر کو کشادہ فرمادے۔ بے شک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت مکہ میں بیت الحرام کے اندر ہوئی ۔ جمعہ کا دن تھااور رجب کی ۱۳/تاریخ تھی، عام الفیل کا تیسواں سال تھا۔(الإرشاد للمفید: 5/)

حاکم لکھتے ہیں اور ذہبی اس پر اپنی موافقت کا اظہار کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو کعبہ کے اندر جنم دیا۔(المستدرک علی الصحیحین وبھامشہ تلخیص المستدرک للذھبی 3/483)

امام علی علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ابوتراب کی کنیت

عطا فرمائی۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی128)

جب آپ نے دیکھا کہ سجدہ کرنے کی وجہ سے ان کا چہرہ مٹی سے اٹا ہوا ہے۔

ان کی بعض کنیتیں ابوالحسین، ابوالسبطین اور ابوالریحانتین بھی ہیں۔(إعلام الوری للطبرسی 1/307)

امام علی علیہ السلام کے القاب یہ ہیں:

امیرالمومنین۔(تاریخ الإسلام للذهبی حوادث (40 -11 هـ)عهد الخلفاء الراشدین621)

مرتضی۔

وصی۔(مطالب السؤول لمحمّد بن طلحة الشافعی 1/59)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ القاب عطا فرمائے:

سید المسلمین، إمام المتقین، قائد الغر المحجلین، وسید الاوصیاء ، وسید العرب.(إعلام الوری للطبرسی 1/307)

علی علیہ السلام مواخات کے رشتے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور سیدہ فاطمہ سیدۃ نساء العالمین علیہا السلام کے شوہر ہونے کے ناطے آپ ﷺ کے داماد تھے۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی128)

علی علیہ السلام شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے، وہ غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔(تاریخ الإسلام للذهبی حوادث (40-11هـ)عهد الخلفاء الراشدین622)

صحیحین میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن جہاد کا علم آپ کے ہاتھ میں دیا تھا اور یہ خبر بھی دی تھی کہ فتح علی علیہ السلام کے ہاتھوں ملے گی۔ جنگوں میں ان کی شجاعت اور بہادری کے واقعات اور آثار معروف ومشہور ہیں۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی128)

علی علیہ السلام کے مناقب وفضائل بہت مشہور ہیں ،ان کے تذکرے سے مشرق ومغرب بھرے پڑے ہیں،احمد بن حنبل وغیرہ نے صاف صاف یہ کہا کہ جتنی کثرت سے اور جس قدر صحیح سندوں سے علی علیہ السلام کے فضائل منقول ہیں،اس طرح کسی دوسرے صحابی کے نہیں ہیں۔تھوڑی دیر بعد اس سلسلے کی چند باتیں ہمارے سامنے ان شاء اللہ آئیں گی۔

علی علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ۳۹/سال حیات رہے اور یہ پوری زندگی آپ نے جہاد،اسلامی شریعت کے دفاع اور رسالت محمدی کی حفاظت میں گزاری۔

علی علیہ السلام ۲۱/رمضان سنہ ۴۰/ہجری کو شہید کردیے گئے۔اس وقت ان کی عمر ۶۳/سال کی تھی۔(أصول الکافی للکلینی 524/1 و إعلام الوری للطبرسی 1/309)

آپ کو قتل کرنے والا عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا،اللہ کی اس پر لعنت ہو۔

علی علیہ السلام ۱۹/رمضان کی رات نماز نماز کی صدا لگاتے ہوئے کوفہ میں مسجد اعظم میں نماز فجر پڑھنے کے لیے نکلے،قاتل نے ان کے بیچ سر میں تلوار سے کاری ضرب لگائی، اس کے لیے وہ شام سے ہی گھات لگائے بیٹھا تھا،اس کی تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی۔اس حملہ کے بعد علی علیہ السلام ۱۹/رمضان کے دن،۲۰/رمضان کی رات اور دن اور ۲۱/ رمضان کی تہائی رات تک زندگی اور موت سے جوجھتے رہے، پھر آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔(إعلام الوری للطبرسی 309/1)

نبی اکرم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی جو علی بن ابی طالب کا قاتل ہے، وہ تمام انسانوں میں انتہائی شقی اور بدبخت انسان ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں:

احمد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عمار بن یاسر سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا علی علیہ السلام سے فرمایا:

أشقی الناس رجلان، أُحَیمِر ثمود الذی عقر الناقة، والذی یضربک

يا علي على هذه -يعني قَرْنه -حتّى تبتلّ منه هذه من الدم -يعني لحيته -
(تاريخ الخلفاء للسيوطی134)

''انسانوں میں بدترین شقی صرف دو ہی ہوئے ہیں:ایک قوم ثمود کا احیمر جس نے اونٹنی کی کوچ کاٹ دی تھی اور دوسرے اے علی!وہ شخص جو تیری پیشانی پر کاری ضرب لگائے گا کہ وہاں سے خون نکلے گا اور تیری داڑھی تر ہو جائے گی''۔اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہےاور ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین وبهامشه تلخيص المستدرک للذهبی 3/141**)

اسی طرح اس حدیث کو البانی نے بھی صحیح کہا ہے۔(**صحيح الجامع الصغير 1/505**)

البانی نے اپنی ایک دوسری کتاب میں بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(**سلسلة الأحاديث الصحيحة 4/325-324، حديث رقم (1743)**

سیوطی کی تصحیح تو اوپر گزر ہی چکی ہے۔

امام علی علیہ السلام کو نجف اشرف میں دفن کیا گیا،ان کی جائے قبر معلوم ومشہور ہے ،ہزاروں ہزار لوگ اس قبر کی زیارت کرنے اور سیدنا علی کے وسیلے سے دعا مانگنے کے لیے وہاں آتے ہیں۔

اس کتاب میں ہمارا طریقۂ تالیف یہ ہے کہ ہم کبار علمائے اہل سنت کے اقوال اور کلمات ائمۂ اہل بیت کے سلسلے میں نقل کریں گےلیکن سیدنا علی اور حسنین کریمین کے سلسلے میں بطور خاص چوں کہ قرآن اور سنت نبویہ شریفہ میں بہ کثرت فضائل موجود ہیں،جن کے ساتھ ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ علمائے اہل سنت کے اقوال بھی ذکر کیے جائیں، اس لیے ابتدائی دو فصلوں میں ہم صرف ان فضائل کا ذکر کریں گے جو کتاب وسنت میں موجود ہیں۔لیکن چوں کہ کبار حفاظ اور علمائے اہل سنت نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام کے فضائل بہ کثرت منقول ہیں،ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے اسی قسم کے اقوال سے اپنی بحث کا آغاز کریں۔پھر آگے چل کر کتاب وسنت میں موجود ان

کے فضائل کا تذکرہ کریں گے۔ واللہ المستعان۔

علی علیہ السلام کے فضائل کی کثرت کے سلسلے میں چند اقوال

(۱)امام احمد بن حنبل(متوفی:241ھ)اسماعیل قاضی(متوفی:282ھ)،امام نسائی(متوفی:303ھ)اورابوعلی نیسابوری(متوفی:349ھ)فرماتے ہیں:

لـم يـرد في حقّ أحد من الصحابة بالأسانيد الجياد أكثر ممّا جاء في علي .

''صحابہ میں سے کسی صحابی کے بارے میں جید اسانید کے ساتھ اس کثرت سے احادیث منقول نہیں ہیں جس کثرت سے علی علیہ السلام کے بارے میں منقول ہیں''۔

تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ قول ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر جن حفاظ اورعلماء سے منقول ہے،ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب'' **الاستيعاب** ''[3/1115] میں،لیکن انھوں نے صرف تین حفاظ کی طرف اس قول کومنسوب کیا ہے،ابوعلی نیسابوری کا ذکرنہیں کیا۔

ابن حجرعسقلانی نے اپنی کتاب'' **فتح الباری** ''[7/91] میں،

ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب'' **الصواعق المحرقة** ''[ص:186] میں،

مبارکپوری نے اپنی کتاب'' **تحفة الأحوذی** ''[10/44] میں امام احمد کا قول مستقل حیثیت سے اور باقی تینوں کا قول ایک ساتھ'' **فتح الباری** '' کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح امام احمد کا قول تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ سند کے ساتھ مندرجہ ذیل حضرات نے نقل کیا ہے:

امام حاکم نے اپنی کتاب''**المستدرک علی الصحیحین** ''[3/107] میں،

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر'' **الکشف والبیان** ''[4/81] میں،

حاکم حسکانی نے اپنی کتاب'' **شواهد التنزيل** ''[1/18-19] میں،

ابن عساکر نے اپنی کتاب''**تاريخ دمشق**''[42/ 419] میں،

شمس الدین جزری نے اپنی کتاب'' **أسنى المطالب في مناقب سيّدنا علي بن أبي طالب** ''[ص:47] میں، جزری نے اپنی کتاب کے مقدمے میں یہ صراحت کر رکھی ہے کہ ان کی کتاب میں جو کچھ ہے، سب صحیح ہے۔

اسی طرح امام احمد کے اس قول کو ابن اثیر نے اپنی کتاب'' **الكامل** ''[3/339] میں ایک تسلیم شدہ حقیقت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ذہبی نے اپنی کتاب''**تاريخ الإسلام** ''[حوادث وفيات : 11-40ھ، ص: 638] میں، محمد بن منصور طوسی کے حوالے سے جو ان کی نظر میں ثقہ ہیں۔

اسی طرح امام احمد کے قول کو ابن حجر نے اپنی کتاب''**الإصابة**''[2/507] میں ایک مسلمہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

اسی طرح مناوی نے اپنی کتاب''**فتح القدير شرح الجامع الصغير** ''[4/468] میں امام احمد اور نیسابوری کے اقوال الگ الگ مسلمہ حقیقت کی حیثیت سے نقل کیا ہے۔

(2) ابن ابی حدید معتزلی (متوفی:655ھ) اپنی کتاب''شرح نہج البلاغۃ''میں لکھتے ہیں:

فأمّا فضائله(عليه السلام)،فإنّها قد بلغت من العِظَم والجلالة والانتشار والاشتهار مَبْلَغاً يسمج معه التعرّض لذكرها، والتصدّي لتفصيله .

''امام علی علیہ السلام کے فضائل عظمت وجلالت اور اپنے عام ہونے اور مشتہر ہونے کے اعتبار سے اس مقام پر ہیں کہ ان کا ذکر کرنا اور ان کی تفصیل میں جانا ان فضائل کی ایک حد تک تنقیص ہی کہلائے گی۔

آگے لکھتے ہیں:

وما أقول فی رجل أقرّ لہ أعداؤہ وخصومہ بالفضل، ولم یمکنھم جَحُد مناقبہ، ولا کتمان فضائلہ، فقد علمت أنّہ استولی بنو أمیّۃ علی سلطان الإسلام فی شرق الأرض وغربھا، واجتھدوا بکلّ حیلۃ فی إطفاء نورہ، والتحریض علیہ، ووضع المعایب والمثالب لہ، ولعنوہ علی جمیع المنابر، وتوعّدوا مادحیہ، بل حبسوھم وقتلوھم، ومنعوا من روایۃ حدیث یتضمّن لہ فضیلۃ، أو یرفع لہ ذکراً، حتّی حظروا أنْ یسمّی أحد باسمہ، فما زادہ ذلک إلاّ رفعۃ وسموّاً، وکان کالمسک کلّما سُتر انتشر عُرُفُہ، وکلّما کُتم تضوع نشرہ، وکالشمس لا تُستر بالراح، وکضوء النھار إنْ حُجبت عنہ عین واحدۃ، أدرکتُہ عیون کثیرۃ، وما أقول فی رجل تُعزی إلیہ کلُّ فضیلۃ، وتنتھی إلیہ کلُّ فرقۃ، وتتجاذبہ کلُّ طائفۃ، فھو رئیس الفضائل وینبوعھا، وأبو عذرھا، وسابق مضمارھا، ومجلی حلبتھا، کل من بزغ فیھا بعدہ فمنہ أخذ، ولہ اقتفی، وعلی مثالہ احتذی. (شرح نھج البلاغۃ 17/1)

”میں اس شخصیت کے بارے میں کیا کہوں جس کے دشمن اور مخالفین بھی جس کی فضیلت کا اقرار کرتے ہوں، ان کے مناقب مخفی رکھنے پر وہ قادر نہیں ہو سکے، نہ ان کے فضائل چھپا سکے، آپ کو معلوم ہے کہ بنوامیہ اسلامی سلطنت پر مشرق سے لے کر مغرب تک قابض تھے، انھوں نے پوری کوشش کر ڈالی کہ ان کا نور بجھا دیں، اس کی ترغیب بھی دوسروں کو دیتے تھے، ان کے لیے عیوب اور مثالب وضع کیے جاتے تھے، تمام منبروں سے ان کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تھا، ان کی مدح کرنے والوں کو دھمکیاں دی جاتی تھیں، بلکہ ایسے لوگوں کو قید کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا تھا، وہ قتل کر دیے جاتے تھے، انھیں ایسی احادیث بیان کرنے کی اجازت نہیں تھی جن میں ان کی کسی فضیلت کا ذکر ہو یا جس

سے ان کا مقام اونچا ہوتا نظر آتا ہو، یہاں تک کہ ان کے نام پر بچوں کے نام رکھنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی تھی، لیکن ان تمام کوششوں اور حرکتوں کے باوجود ان کی عظمت اور قدرومنزلت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ گویا کہ وہ ایک مشک کی طرح تھے جس کو چاہے جتنا چھپایا جائے، اس کی خوشبو پھیلتی ہی جاتی ہے، جس قدر اسے بند کیا جائے، اس کی مہک پھیلتی ہی جاتی ہے، وہ ایک سورج کی طرح تھے جس کی روشنی کو چھپایا نہیں جاسکتا، اور دن کی روشنی کی طرح تھے کہ اگر کسی ایک آنکھ سے اس کے چھپالیا جائے تو ساری آنکھوں کو بند نہیں کیا جاسکتا۔ میں کیا کہوں اس شخصیت کے بارے میں جس سے ہر قسم کی فضیلت منسوب کی جاتی ہے، ہر گروہ جس کو اپنا مرجع سمجھتا ہے، ہر جماعت جس کی طرف بے اختیار ہوکر کھنچتی چلی جاتی ہے، وہ تمام فضائل کے سرخیل اور سرچشمہ ہیں، ہر فضیلت جہاں سے کونپل نکالتی اور نشوونما پاتی ہے، ہر وہ شخص جو ان کے بعد کچھ بنا، اس نے انھیں سے حاصل کیا تھا، ان کے نقش قدم کی پیروی کی تھی اور انھیں کو اپنے لیے نمونہ بنا کر ان کی اتباع کی تھی''۔

(3) سمہودی (متوفی: 911ھ) اپنی کتاب'' **جواهر العِقدَین** ''میں لکھتے ہیں:

ومناقب علی -رضی الله عنه- جلیلة، عظیمة، شهیرة، کثیرة، حتّی قال الإمام أحمد بن حنبل (رحمه الله): ما جاء لأحد من أصحاب رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم ورضی الله عنهم من الفضائل ما جاء لعلی بن أبی طالب رضی الله عنه. (جواهر العقدین 251)

امام علی علیہ السلام کے مناقب جلیل القدر، عظیم، مشہور اور بہ کثرت ہیں۔ یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے فضائل احادیث میں اتنے نہیں آئے ہین، جتنے علی رضی اللہ عنہ کے آئے ہیں''۔

(4) ابن عماد حنبلی (متوفی: 1089ھ) اپنی کتاب'' **شذرات الذهب** ''میں

لکھتے ہیں:

و مناقبه لا تُعد، من أكبرها: تزويج البتول، ومؤاخاة الرسول، ودخوله في المباهلة والكساء، وحمله -في أكثر الحروب- اللواء، وقول النبي أَمَا ترضى أنُ تكون منّي بمنزلة هارون من موسى، وغير ذلك ممّا يطول ذكره ويَعزّ حَصُره. (شذرات الذهب 1/85)

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مناقب شمار نہیں کیے جا سکتے، ان کے بعض بڑے فضائل یہ ہیں: سیدہ بتول سے ان کی شادی، رسول ﷺ سے رشتۂ مواخات، مباہلہ میں اور اصحاب کساء میں ان کی شمولیت، اکثر غزوات میں جہاد کا علم ان کے ہاتھ میں ہونا، نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میری نظر میں تمھارا مقام وہی ہے جو موسی علیہ السلام کی نظر میں ہارون علیہ السلام کا تھا۔ ان کے علاوہ بھی ان کے بہت سے فضائل ہیں جن کو یہاں نہ ذکر کیا جا سکتا ہے اور نہ جن کو شمار کیا جا سکتا ہے''۔

(5) حافظ احمد بن صدیق مغربی (متوفی:1380ھ) اپنی کتاب '' **فَتُح المُلُک العَلِي** '' میں لکھتے ہیں:

فإنّ الأحاديث الصحيحة الواردة بفضل أمير المؤمنين علي بن أبي طالب (عليه السلام) عديدة متكاثرة، وشهيرة متواترة، حتّى قال جمعُ من الحفّاظ: إنّه لم يَرِد من الفضائل لأحد من الصحابة بالأسانيد الصحيحة الجياد ما ورد لعلي بن أبي طالب (عليه السلام) (فتح الملک العلي بصحّة حديث باب مدينة العلم علي: مقدّمة الكتاب)

''امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی فضیلت میں منقول صحیح احادیث بے شمار ہیں، مشہور اور متواتر ہیں یہاں تک کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت کہتی ہے کہ صحیح اسانید کے ساتھ کسی صحابی کے اتنے فضائل احادیث میں نہیں مذکور ہیں جتنے فضائل سیدنا علی علیہ السلام کے مذکور ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ تفصیل کے ساتھ کبار علمائے اہل سنت کے اقوال وکلمات سیدنا علی علیہ السلام کی مدح، فضیلت اور تعریف میں نقل کریں۔ ہم اس فصل میں ان کے صرف وہ فضائل ومناقب بیان کریں گے جو قرآن مجید میں اور حدیث نبوی شریف میں مذکور ہیں۔

قرآن مجید اور سنت نبویہ میں سیدنا علیؑ کے فضائل

بحث اول

قرآن کریم میں علیؑ کے بعض فضائل

☆ پہلی آیت: آیت تطہیر

﴿إنّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ ويُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾(الأحزاب:33)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔

چوں کہ یہ آیت کریمہ اہل بیت کی تکریم اوران کی ممتاز حیثیت کے سلسلے میں واضح ہے اوران کو ایک بلند مقام، اعلی اور جلیل القدر فضیلت ومنقبت کے لیے خاص کرتی ہے اور وہ ہے ان کو تمام آلائشوں سے پاک کر کے پاکیزہ ومطہر بنا دینا، اس لیے یہاں ہم صرف یہ گفتگو کریں گے کہ اس آیت کریمہ سے یہاں اہل بیت سے کون مراد ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے مروی بہ کثرت صحیح احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ اہل بیت سے صرف اہل کساء مراد ہیں اور وہ ہیں: رسول اللہ ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام۔

یہ بات صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جیسے ابن عباس، ابوسعید خدری، عمر بن ابی سلمہ،

واثلہ بن اسقع ، جابر بن عبداللہ انصاری، سعد بن ابی وقاص، زید بن ارقم، ام سلمہ، عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔اس سلسلے کی روایات کے چند ایک نمونے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)امام مسلم نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نقل کی ہے،وہ فرماتی ہیں:

خرج النبی صلّی الله علیه وسلّم غداة وعلیه مرط مرجل من شعر أسود، فجاء الحسن بن علی فأدخله، ثمّ جاء الحسین فدخل معه، ثمّ جاء ت فاطمة فأدخلها، ثمّ جاء علی فأدخله، ثمّ قال:﴿إنّما یُرِیدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أهْلَ البَیْتِ ویُطَهِّرَکُم تَطْهِیراً ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے کالے بالوں کی، اتنے میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا بعد اس کے فرمایا:﴿ إِنَّمَا یُرِیدُ اللَّهُ لِیُذْهِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًا ﴾ (۳۳:الأحزاب)یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو اے گھر والو!''۔

(صحیح مسلم،[130/7]باب فضائل أهل بیت النبی،رقم الحدیث: 2424، ابن أبی شیبة ،المصنف[501/7] الحاکم النیسابوری،المستدرک علی الصحیحین [147/3] وصحّحه)

(۲)امام ترمذی نے اپنی سند سے شہر بن حوشب کے واسطے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نقل کی ہے،وہ بیان کرتی ہیں:

إنّ النبی جلّل علی الحسن والحسین وعلی وفاطمة کساءً، ثمّ قال:

اللّهم هؤلاء أهل بيتي وحامّتي،أذهِب عنهم الرجس وطهّرهم تطهيراً، فقالت أُمّ سلمة:وأنا معهم يا رسول الله؟ قال:إنّكِ إلى خير.قال الترمذي:هذا حديث حسن صحيح، وهو أحسن شيء روي في هذا الباب.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ایک چادر سے ڈھانپ کر فرمایا: **اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا** (اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں،تو ان سے گندگی کو دور فرما دے، اور انہیں اچھی طرح سے پاک کردے)، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا بولیں: اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: تو (بھی) خیر پر ہے''۔امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں جو حدیثیں مروی ہیں ان میں سب سے اچھی ہے۔

(سنن الترمذي 5 / 361، ما جاء في فضل فاطمة رضي الله عنها،مسند أحمد ، 18/272 ، حديث رقم: 26476، محقق کتاب حمزہ احمد زین نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔**مسند أبي يعلى الموصلي 12/451 ، الذهبي،سير أعلام النبلاء 3 / 283 ، امام** ذہبی نے یہ حدیث امام حسین شہید کے ترجمے میں نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند جید ہے)

(۳) امام احمد نے اپنی مسند میں اپنی سند سے شہر بن حوشب کے واسطے سے ام سلمہ سے حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال لفاطمة:ائتني بزوجک وابنَيک، فجاءتْ بهم، فألقى عليهم كساءً فدكيّاً، قال:ثمّ وضع يده عليهم ثمّ قال:اللّهم إنّ هؤلاء آل محمّدٍ، فاجعل صلواتک وبركاتک على محمّدٍ وآل محمّدٍ إنّک حميد مجيد، قالت أُمّ سلمة:فرفعتُ الكساء لأدخل معهم فجذبه من يدي وقال:إنّکِ على خير.

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ سے کہا: اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو لے کر میرے پاس آؤ۔ جب وہ ان حضرات کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچیں تو آپ نے سب کے اوپر فدکی چادر ڈال دی، پھر ان کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے اللہ! یہ آل محمد ہیں، تو اپنی رحمتیں اور برکتیں محمد اور آل محمد پر نازل فرما، تو ستودہ صفات اور بزرگ ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں چادر اٹھائی تا کہ ان کے ساتھ میں بھی داخل ہو جاؤں، لیکن آپ ﷺ نے چادر میرے ہاتھ سے کھینچ لی اور فرمایا: تو نیکی پر ہے''۔

(مسند أحمد 18/314 ،حديث رقم: 26625 ،مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ مسند أبي يعلى الموصلي 12 / 344 ، حديث رقم: 6912،الطبراني،المعجم الكبير 3 / 53 ، حديث رقم: 2664)،ابن عساكر،تاريخ دمشق 13/203 ، السيوطي،الدر المنثور 5 / 198)

(۴) امام ترمذی نے اپنی سنن میں اپنی سند سے عطاء بن ابی رباح کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ کے ربیب عمر بن ابی سلمہ سے حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

لـمّا نزلت هذه الآية على النبى صلّى الله عليه وسلمّ: ﴿إنّما يُريدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ ويُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴾في بيت أُمّ سلمة، فدعا فاطمة وحسناً وحسيناً، فجلّلهم بكساء وعلى خلف ظهره، فجلّله بكساء،ثمّ قال:اللّهم هؤلاء أهل بيتى، فأذِهب عنهم الرجس، وطهّرهم تطهيراً، قالت أُمّ سلمة:وأنا معهم يا رسول الله؟ قال:أنتِ على مكانك وأنتِ إلى خير.

''جب آیت: (اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے)، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے فاطمہ وحسن حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور انہیں ایک چادر کے نیچے ڈھانپ دیا، علی رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے، آپ نے

انہیں بھی چادر کے نیچے کر لیا، پھر فرمایا: اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت، میرے گھر والے، ان سے ناپاکی دور کر دے اور انہیں ہر طرح کی آلائشوں سے پوری طرح پاک صاف کر دے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اور میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں، اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ہی ٹھیک ہو، تمھیں خیر ہی کا مقام و درجہ حاصل ہے''۔

(سنن الترمذی 5/328 ، کتاب تفسیر القرآن، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔صحیح سنن الترمذی 3/306 ، کتاب تفسیر القرآن،ابن جریر الطبری،جامع البیان: مجلد12، ج22، ص11،الطحاوی،مشکل الآثار 1/335)

(۵) ابن عساکر شافعی اپنی کتاب ''الأربعین فی مناقب أُمّھات المؤمنین'' میں اپنی سند سے ابوسعید خدری کے واسطے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں:

نزلت هذه الآية في بيتي: ﴿إنّما يُريدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ البَيْتِ ويُطَهِّرَكُمْ تَطْهيراً﴾، قلتُ يا رسول الله: ألستُ من أهل البيت؟ قال: إنّكِ إلى خير، إنّک من أزواج رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، قالت: وأهل البيت: رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، وعلى، وفاطمة، والحسن، والحسين، رضى الله عنهم أجمعين. قال ابن عساكر: هذا حديث صحيح)

''یہ آیت: میرے گھر میں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تو نیکی پر ہے، تمھارا تعلق رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے ہے۔انھوں نے بتایا کہ اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ابن عساکر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(الأربعین فی مناقب أُمّھات المؤمنین، ص: 106)

(۶) امام احمد اپنی مسند میں اپنی سند سے علی بن زید کے واسطے سے انس بن مالک کی حدیث نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی صلّی الله علیه وسلّم کان یمرّ ببیت فاطمة ستّة أشهر إذا خرج إلی الفجر فیقول: الصلاة یا أهل البیت ﴿إنّما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت ویطهّرکم تطهیراً﴾.

''نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوکر گزرتے رہے جب آپ نماز فجر کے لیے نکلتے تھے۔ گھر کے پاس پہنچ کر فرماتے: اے اہل بیت نماز، اللہ تعالیٰ جل جلالہ چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو اے گھر والو!''۔

(**مسند أحمد بن حنبل** 11، 257، **حدیث رقم:** 13663، 11 : 336، **حدیث رقم:** 13973 ، مسند احمد کے محقق حدیث کی ان دونوں سندوں کو حسن کہتے ہیں۔ **سنن الترمذی** : 5 31، **کتاب تفسیر القرآن**، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ **الحاکم النیسابوری، المستدرک** 3 : 158، **ذکر مناقب فاطمة**، امام حاکم لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، مسلم کی شرط پر ہے، اگرچہ دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ امام ذہبی نے امام حاکم کے اس حکم کی تائید کی ہے)

اس کے علاوہ اس باب میں بہت سی صحیح اور مشہور احادیث ہیں، جو وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے مراد صرف چار حضرات علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔ اسی لیے ہم نے صحیح حدیث میں پڑھا کہ جب ام سلمہؓ نے چادر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو آپ نے چادر کھینچ لی اور ان سے یہ کہہ دیا کہ تم نیکی پر ہو یا آپ نے ان کو ان افراد کے ساتھ داخل ہونے سے منع کردیا اور یہ کہہ دیا کہ تم اپنی جگہ پر رہو اور خیر پر ہو۔

اسی طرح ہم نے یہ بھی پڑھا کہ آپ چھ ماہ تک سیدہ فاطمہؓ کے گھر سے - جو سیدنا علی اور حسنین کریمین کا بھی گھر تھا - گزرتے رہے اور اہل اہل بیت! نماز کی صدا دیتے رہے اور قرآن کی یہی آیت تطہیر پڑھتے رہے۔ ہم نے یہ کہیں نہیں پڑھا اور نہ سنا کہ آپ اسی طرح ازواج مطہرات کے گھر سے ہوکر گزرے ہوں اور اس طرح کا کوئی کام کیا ہو۔

کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اہل بیت کا معنی و مفہوم اہل اسلام کے دلوں میں بٹھانا چاہتے ہیں۔ پھر خود آپ کا صرف ان چار کے اوپر ہی چادر کا ڈالنا اور یہ دعا کرنا کہ اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، صاف اور واضح قرینہ اس بات کا ہے کہ آپ کے زمانے میں اہل بیت کا اطلاق انھیں چاروں کے درمیان محصور تھا۔

اس سے وہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ آیت نبی اکرم ﷺ کی ازواج کو شامل ہے چہ جائے کہ وہ صرف ان کے لیے ہی خاص ہو کیوں کہ جس دلیل سے ازواج نبی کو اس میں شامل کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ قرآنی آیات کا سیاق وسباق ازواج نبی سے متعلق گفتگو پر مشتمل ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ظاہری طور ہر آیت کی مراد ازواج نبی سے ہے اور روایات کو ان کے ساتھ جوڑ دینے کے بعد یہ چاروں حضرات بھی اہل بیت نبی میں شامل ہو جاتے ہیں، نہ یہ کہ آیت میں بطور خاص یہی چاروں حضرات مراد ہیں۔

اس میں غور وفکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے:

آیات کے سیاق کی وحدت تسلیم کیے جانے کے بعد اور یہ کہ یہ مقطع آیت کے سیاق سے میل نہیں کھاتا کیوں کہ موجودہ قرآن نزول کی ترتیب پر ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ (کئی ایک روایات یہ واضح کرتی ہیں کہ یہ آیت الگ سے نازل ہوئی ہے، ام سلمہ کے گھر میں اس کا نزول ہوا ہے اور ازواج اس میں شامل نہیں ہیں)۔ میں کہتا ہوں کہ چلیے سیاق کی وحدت تسلیم کر لیتے ہیں لیکن اس کو اختیار کرنا موقوف ہے اس بات پر کہ اس کو واضح کرنے والی کوئی شرعی نص موجود نہ ہو لیکن چوں کہ نص موجود ہے اس لیے سیاق کی وحدت سے تمسک کرنا ممنوع قرار پائے گا۔

پھر اس بات کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بار بار اس بات کو بیان کیا ہے اور اس کی وضاحت کی ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ اہل بیت سے مراد یہی چاروں افراد ہیں۔

وحدت سیاق کے ساتھ تمسک کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ وحدت سیاق معنی مراد کے

ظاہری کلام کا فائدہ دیتا ہے،اس کے ساتھ نبی ﷺ کی وضاحت اس ظاہری کلام کے خلاف ہے خصوصاً اس صورت میں جب یہ دیکھا جائے کہ کس طرح نبی ﷺ نے ام سلمہ کو چادر میں داخل کرنے سے منع کر دیا۔ یہ بات ان لوگوں کے مراد کی جڑ کاٹ دیتی ہے جو آیت مذکورہ میں آپ کی ازواج کو داخل کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں نبی ﷺ کی ازواج داخل نہیں ہیں،اس کی مزید تاکید اس بات سے بھی ہو جاتی ہے کہ آپ کی ازواج میں سے کسی ایک نے بھی اس امتیاز اور خصوصیت کا دعوی کبھی نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سیدہ عائشہ نے اس وقت بھی اس کا دعوی نہیں کیا جب وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب سے قتال کرنے کے لیے باہر نکلی تھیں۔اگر وہ آیت میں داخل ہوتیں تو اپنی فوج تیار کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیتیں،اس کی آواز لگاتیں اور دنیا کو کھڑا کر لیتیں اور پھر وہ اس سے پیچھے نہیں ہٹتیں۔

اس کی مزید تائید صحیح کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ وہ آیت تطہیر میں داخل نہیں ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ما أنزل الله فينا شيئاً من القرآن، إلاّ أنّ الله أنزل عذری. (صحیح البخاری 6/42)

''اللہ نے ہمارے بارے میں قرآن میں کچھ نازل نہیں کیا سوائے اس عذر (براء ت) کے جو اس نے میرے بارے میں نازل فرمائی''۔

اگر آیت تطہیر میں وہ شامل ہوتیں تو سب سے پہلے اسی کا ذکر کرتیں نہ کہ کسی دوسری آیت کا۔روایت میں ان کے اپنے الفاظ ان آیات کو محصور کر دیتے ہیں جو ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ کے بارے میں کوئی آیت نہیں نازل کی سوائے اس آیت کے جو ان کی براءت میں نازل کی جب ان پر تہمت لگائی گئی تھی۔(یہاں جس آیت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے،وہ سورہ نور کی آیت (۱۱) یہ ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ

عُـصْبَةٌ مِـنْـكُـمْ لا تَـحْسَبُـوهُ شراً لَكُمْ بَلْ هو خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ ما اكْتَسَبَ مِنَ الإِثْمِ والّذِى تَوَلّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾)

اب جب کہ یہ قول ساقط ہوگیا کہ آیت تطہیر ازواج نبی کو بھی شامل ہے،تو اس سے وہ قول خود ساقط ہوگیا کہ یہ آیت صرف ازواج نبی کے لیے خاص ہے۔کوئی حرج نہیں کہ میں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ یہ قول ابن عباس کی سند سے عکرمہ خارجی کی طرف منسوب ہے۔عکرمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے:

مَن شاء باهلتُه، إنّها نزلتْ فی أزواج النبی.

''جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ آیت ازواج نبی کے بارے میں نازل ہوئی ہے''۔

آیت کے شان نزول کے سلسلے میں ان سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے کہا:

لیس بالذی تذهبون إلیه، إنّما هو نساء النبی. (الدرّ المنثور للسیوطی5: 198)

''آیت سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو بلکہ اس سے مراد ازواج نبی ہیں''۔

اس میں غور وفکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے:

اول: یہ بات نبی اکرم ﷺ سے منقول بہت سی ان صحیح احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ آیا ہے کہ یہ آیت اصحاب کساء کے ساتھ خاص ہے۔

دوم: یہ بات خود ابن عباس سے جو بات صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے،اس کے بھی خلاف ہے۔چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی أخذ ثوبه فوضعه علی علی، وفاطمة، وحسن، وحسین، وقال:إنّما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت ویطهّرکم تطهیراً .

''نبی اکرم ﷺ نے اپنا کپڑا اٹھایا اور اسے علی، فاطمہ،حسن اور حسین کے اوپر ڈال کر

فرمایا: اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ گندگی تم سے دور کردے اور تمھیں صاف اور پاکیزہ بنادے''۔

(ابن عباس کی مکمل روایت ملاحظہ فرمائیں: حاکم نے اپنی سند سے مستدرک میں عمرو بن میمون سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

إنی لجالس عند ابن عباس إذ أتاه تسعة رهط فقالوا: يا ابن عباس: إما أن تقوم معنا و إما أن تخلو بنا من بين هؤلاء قال: فقال ابن عباس بل أنا أقوم معكم قال و هو يومئذ صحيح قبل أن يعمى قال: فابتدؤوا فتحدثوا فلا ندری ما قالوا قال فجاء ينفض ثوبه و يقول أف و تف وقعوا فی رجل له بضع عشرة فضائل ليست لأحد غيره وقعوا فی رجل قال له النبی صلی الله عليه و سلم: لأبعثن رجلا لا يجزيه الله أبدا يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله فاستشرف لها مستشرف فقال: أين علی فقالوا: إنه فی الرحی يطحن قال و ما كان أحدهم ليطحن قال فجاء و هو أرمد لا يكاد أن يبصر قال فنفث فی عينيه ثم هز الراية ثلاثا فأعطاها إياه فجاء علی بصفية بنت حيی قال ابن عباس ثم بعث رسول الله صلی الله عليه و سلم فلانا بسورة التوبة فبعث عليا خلفه فأخذها منه و قال لا يذهب بها إلا رجل هو منی و أنا منه فقال ابن عباس و قال النبی صلی الله عليه و سلم لبنی عمه: أيكم يوالينی فی الدنيا و الآخرة قال و علی جالس معهم فقال رسول الله صلی الله عليه و سلم و أقبل علی رجل منهم فقال: أيكم يوالينی فی الدنيا و الآخرة فأبوا فقال لعلی أنت وليی فی الدنيا و الآخرة قال ابن عباس: و كان علی أول من آمن من الناس بعد خديجة رضی الله عنها قال و أخذ رسول الله صلی الله عليه و سلم ثوبه فوضعه علی علی و فاطمة و حسن و حسين و قال: إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت و يطهركم تطهيرا.

''عمر بن میمونؓ فرماتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں موجود تھا کہ ۹ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد ان کے پاس آیا، وہ کہنے لگے کہ یا تو آپ الگ ہوکر ہماری بات سن لیجئے یا

یہیں پر تخلیہ کروا لیجئے۔ آپؓ نے فرمایا (یہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر تخلیہ کرنا تو مناسب نہیں ہے البتہ) میں تنہائی میں تمہاری بات سن لیتا ہوں۔ (حضرت عمرو بن میمون) فرماتے ہیں: یہ ان کی بینائی زائل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (عمرو بن میمون) کہتے ہیں: پھر ان میں کچھ دیر بات چیت ہوتی رہی، مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ ان کے مابین کیا گفتگو ہوئی تاہم (اتنا ضرور ہے کہ آپ ان کے پاس سے) افسوس کرتے ہوئے، کپڑے جھاڑ کر اٹھے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے واپس آ گئے کہ یہ ایسی شخصیت کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتے ہیں، جو ایسی دس فضیلتوں کی مالک ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''اب میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جس کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرتا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس شرف کو حاصل کرنے کی خاطر بہت سارے لوگوں نے گردنیں اونچی کی لیکن آپ نے فرمایا: علیؓ کہاں ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بتایا کہ وہ چکی میں آٹا پیس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (یہ کام کسی اور کے ذمہ لگاؤ اور) ان کو میرے پاس بلاؤ، پھر حضرتؓ جب حاضر بارگاہ ہوئے تو آپ کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے آپ کچھ دیکھ نہ سکتے تھے، حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا، پھر آپ ﷺ نے جھنڈا تین مرتبہ لہرا کر ان کے سپرد کیا، چنانچہ (اس غزوہ خیبر میں) حضرت علیؓ، حضرت صفیہ بن حیی کو (قیدی بنا کر) لائے (جن کو آزاد کر کے رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو سورۃ توبہ (میں موجود احکام کا اعلان کرنے کے لئے مکہ کی جانب) بھیجا پھر حضرت علیؓ کو اس کے پیچھے بھیجا، آپ نے اس سے وہ (احکام والا صحیفہ) لے لیا اور فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): اس پیغام کو صرف وہی لے جانے کا حق رکھتا ہے جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے فرمایا تھا ''تم میں سے کون ہے جو دنیا اور آخرت میں میرا ساتھی بنے؟'' حضرت علیؓ بھی ان کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک

ایک کے پاس جا کر فرماتے ''تم میں سے کون ہے جو دنیا اور آخرت میں میرا ساتھی بنے؟ لیکن سب نے انکار کر دیا۔ پھر آپ نے (کود ہی) حضرت علیؑ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے ساتھی ہو۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ڈال کر فرمایا: **انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا.**

حاکم لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ذہبی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح لکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: **المستدرک علی الصحیحین[3/133-134]وبذیله تلخیص المستدرک للذهبی).**

اس حدیث کی تخریج احمد نے اپنی مسند [1/331] میں کی ہے۔ ہیثمی نے بھی اسے مجمع الزوائد [9/119]، میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کی روایت احمد نے اور طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں اختصار کے ساتھ کی ہے)۔

سوم: عکرمہ کا قول شاذ اور نادر ہے، کوئی مسلمان ان کے قول کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ان کے خلاف مسلمانوں کا اجماع ہے۔

چہارم: عکرمہ متہم بالکذب ہیں، مزید یہ کہ وہ خارجی بھی ہیں، علی بن ابی طالب علیہ السلام سے بغض رکھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آپ نے علی علیہ السلام سے فرمایا: ''**لا یحبّک إلاّ مؤمن و لا یبغضک إلاّ منافق** ''[صحیح مسلم 1/61] (تم سے محبت صرف ایک مومن کرے گا اور تم سے بغض صرف ایک مومن رکھے گا)۔ نبی کے اس فرمان کے مطابق عکرمہ منافق قرار پاتے ہیں، پھر دینی مسائل اور شریعت سید المرسلین کے بارے میں ان کی کسی بات پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(عکرمہ کے سلسلے میں علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(مصعب زبیری کہتے ہیں:

كان عكرمة يرى رأى الخوارج.

''عکرمہ خوارج کا نظریہ رکھتے تھے''۔ابوخلف خزار یحی بکاء سے روایت کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو نافع سے یہ کہتے سنا:

اتقِ الله ويحک يا نافع، ولا تكذب عليَّ كما كذب عكرمة على ابن عبّاس.

''نافع تیرا برا ہو،اللہ سے ڈرو،میری طرف اسی طرح جھوٹی بات منسوب نہ کیا کرو جس طرح عکرمہ ابن عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں''۔

جریر بن عبدالحمید، یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں:

دخلت على على بن عبد الله بن عبّاس وعكرمة مقيّد على باب الحش، قال: قلتُ ما لهذا؟ قال: إنّه يكذب على أبى.

''میں ایک بار علی بن عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ عکرمہ باب حش پر مقید ہیں۔میں نے پوچھا:ان کو کیا ہوگیا ہے؟انھوں نے جواب دیا:یہ مجھ سے منسوب کرکے جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں''۔

ہشام بن سعد روایت کرتے ہیں عطاء خراسانی سے،وہ بیان کرتے ہیں:

قلتُ لسعيد بن المسيّب: إنّ عكرمة يزعم أنّ رسول الله تزوّج ميمونة وهو محرم، فقال: كذب مخبثان (يعنى الخبيث).

''میں نے سعید بن مسیّب سے عرض کیا:عکرمہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے۔انھوں نے جواب دیا:خبیث نے جھوٹ کہا ہے''۔فطر بن خلیفہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے عرض کیا کہ عکرمہ کہتے ہیں:

سبق الكتاب، المسح على الخفّين، فقال: كذب عكرمة سمعت ابن عبّاس يقول: امسح على الخفّين وإنْ خرجت من الخلاء.

''خفین پر مسح کرنے کے حکم پر کتاب کا حکم سبقت لے گیا۔انھوں نے بتایا کہ عکرمہ نے جھوٹ بولا،میں نے ابن عباس سے یہ سنا ہے کہ خفین پر مسح کرلیا کرو خواہ تم بیت الخلاء سے باہر نکلے ہو''۔

اسرائیل روایت کرتے ہیں عبدالکریم جزری سے، وہ بیان کرتے ہیں عکرمہ سے، کہ وہ زمین کرایے پر دینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ میں نے یہ بات سعید بن جبیر کو بتائی تو انھوں نے فرمایا:

كذب عكرمة، سمعت ابن عبّاس يقول: إنّ أمثل ما أنتم صانعون استيجار الأرض البيضاء سنة بسنة.

'' عکرمہ نے جھوٹ کہا، میں نے ابن عباس کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مثالی کام ہے جو تم کرتے ہو کہ خالی زمین کو سال بہ سال کرائے پر دیتے ہو''۔

وہیب بن خالد سے روایت ہے کہ یحیی بن سعید انصاری عکرمہ کو کذاب کہتے تھے۔

ابراہیم بن منذر، معن بن عیسی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كان مالك لا يرى عكرمة ثقة، ويأمر أنْ لا يؤخذ عنه.

''امام مالک عکرمہ کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے اور یہ کہتے تے کہ ان سے کوئی روایت نہ لی جائے''۔

دوری، ابن معین کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

كان مالك يكره عكرمة.

''امام مالک عکرمہ کو ناپسند کرتے تھے''۔

ربیع امام شافعی کی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

وهو -يعني مالك بن أنس -سيّء الرأى في عكرمة، قال: لا أرى لأحد أنْ يقبل حديثه.

''اور وہ یعنی مالک بن انس، عکرمہ کے بارے میں بڑی بری رائے رکھتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میں کسی کے لیے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ عکرمہ کی حدیث قبول کرے''۔ آپ یہ تمام اقوال '' **تهذيب التهذيب** ''[5/634-635] میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

وأمّا مسلم فتجنّبه وروى له قليلاً مقروناً بغيره، وأعرض عنه مالك وتحايده، إلاّ في حديث أو حديثَين، وروى روايات في تضعيفه وأنّه كان يلعب النرد ويسمع

الغناء ويرى رأى الخوارج .(ميزان الاعتدال[3/93-97]

''رہا معاملہ امام مسلم کا تو انھوں نے عکرمہ سے پرہیز کیا ہے، بہت کم روایات ان سے بیان کی ہیں اور وہ بھی دوسروں کے ساتھ جوڑ کر، امام مالک سے ان سے اعراض کیا ہے سوائے ایک دو حدیثوں کے۔ انھوں نے عکرمہ کی تضعیف کے لیے کئی ایک روایات ذکر کی ہیں، وہ چوسر کھیلتے تھے، گانا سنتے تھے اور خوارج جیسا نظریہ رکھتے تھے''۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ عکرمہ متہم بالکذب تھے۔ اس تعلق سے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں)۔

پنجم: خود عکرمہ کا یہ کہنا کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں اور ان کا یہ کہنا کہ بات وہ نہیں ہے جو تم لوگ سمجھتے ہو، اس میں صاف اور واضح دلالت اس بات کی موجود ہے کہ عام مسلمانوں کی رائے عکرمہ کے خلاف تھی۔

اس سے واضح ہوگیا کہ آیت کریمہ خاص ہے اصحاب کساء کے لیے اور وہ ہیں: ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی بن ابی طالب، فاطمہ زہراء، حسن اور حسین علیہم جمیعاً سلام اللہ ورضوانہ۔ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مزید تاکید کے لیے ذیل میں ہم چند ایک علمائے اہل سنت کے اقوال ذکر کیے دیتے ہیں:

امام قرطبی اپنی کتاب'' المفهم ''میں لکھتے ہیں:

وقراءة النبی صلّى الله عليه وسلّم هذه الآية: إنّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ،دليل على أنّ أهل البيت المعنيّين في الآية: هم المغطَّون بذلك المرط فى ذلك الوقت. (المفهم لِمَا أُشكل من تلخيص كتاب مسلم6/302-303)

''نبی اکرم ﷺ کا قرآن کی اس آیت: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرا ﴾ کی تلاوت کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس آیت میں اہل بیت معین کر دیے گئے ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جو سنہری چادر کے نیچے

تھے''۔

یہی بات امام طحاوی نے اپنی کتاب'' مشکل الآثار ''[1/336-339] میں بھی لکھی ہے۔اوران سے اپنی موافقت کا اظہار قاضی القضاۃ ابوالمحاسن یوسف بن موسی حنفی نے اپنی کتاب'' المعتصر من المختصر من مشكل الآثار ''[2/267] میں کیا ہے۔'' المختصر من مشكل الآثار '' کے مصنف قاضی ابوالولید بن رشد ہیں۔ظاہر ہوتا ہے کہ ابوالولید نے بھی طحاوی سے اتفاق کیا ہے کیوں کہ ہم نہیں دیکھتے ہیں کہ ابوالمحاسن سے ذرا بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہو کہ وہ اس رائے سے اتفاق نہیں رکھتے جب کہ انھوں نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جہاں جہاں ابوالولید نے طحاوی سے اختلاف کیا ہے،اس پر میں تنبیہ کروں گا۔

اسی طرح کی بات ابن عساکر شافعی (متوفی:620ھ) نے بھی اپنی کتاب'' الأربعين في مناقب أُمّهات المؤمنين ''میں لکھی ہے۔(الأربعين في مناقب أُمّهات المؤمنين .106)

ان کے علاوہ کئی ایک علمائے اہل سنت ہیں جن کے اقوال سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

☆دوسری آیت: آیت مباہلہ

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(آل عمران 61)

''پس آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد جوشخص عیسٰی (علیہ السلام) کے معاملے میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ فرما دیں کہ آ جاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ

پر) بلا لیتے ہیں، پھر ہم مباہلہ (یعنی گڑگڑا کر دعا) کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں''۔

اس آیت پر اختصار کے ساتھ اپنی بحث ہم تین امور پر مرکوز رکھیں گے:

اول: مباہلہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے ساتھ ہی واقعہ مباہلہ کا مختصر تذکرہ۔

دوم: آیت مباہلہ سے کون کون سے مقصود ہیں۔

سوم: آیت مباہلہ کی عطایا اور اس کے نتائج

اول:

مباہلہ کہتے ہیں جیسا کہ لسان العرب میں ہے، کسی مسئلہ میں اختلاف ہونے کے بعد کسی گروہ کا جمع ہو کر یہ کہنا کہ اللہ کی لعنت ہو ہم میں سے اس پر جو ظالم ہے۔

ابتہال دعا میں خوب کوشش کرنے اور اللہ عزوجل کے لیے خوب اخلاص ظاہر کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الكاذِبِينَ﴾

یعنی ہم میں سے ہر ایک مخلصانہ طور پر خوب محنت سے دعا کرے اور ہم میں جو جھوٹا ہو اس پر لعنت بھیجے۔(لسان العرب 72/11)

آیت میں ''نَبْتَهِلْ'' سے مراد اللہ تعالیٰ سے اس بات کے لیے خوب محنت سے دعا کرنا ہے کہ وہ جھوٹوں پر لعنت برسائے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ نجران کے نصاریٰ سے مباہلہ کریں، جو عیسیٰ علیہ السلام کے قضیہ میں دشمنی رکھتے تھے، ان کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس بابت نبی اکرم ﷺ سے جھگڑا کرتے تھے، اختصار کے ساتھ ہم اس واقعہ کو فخر رازی کی تفسیر کے حوالے سے نیچے درج کر رہے ہیں:

رُوی أنّه(علیه السلام)لمّا أورد الدلائل علی نصاری نجران، ثمّ إنّهم أصرّوا علی جهلهم.فقال(علیه السلام):إنّ الله أمرنی إنْ لم تقبلوا الحجّة

أنْ أُباهلكم. فقالوا: يا أبا القاسم، بل نرجع فننظر فى أمرنا، ثمّ نأتيک، فلمّا رجعوا، قالوا للعاقب: وكان ذا رأيهم، يا عبد المسيح ما ترى؟ فقال: والله لقد عرفتم يا معشر النصارى أنّ محمّداً نبىّ مرسل، ولقد جاء كم بالكلام الحقّ فى أمر صاحبكم، والله، ما باهل قومٌ نبيّاً قط فعاش كبيرهم ولا نبت صغيرهم، ولئن فعلتم لكان الاستئصال، فإنْ أبيتم إلاّ الإصرار على دينكم والإقامة على ما أنتم عليه، فوادعوا الرجل وانصرفوا إلى بلادكم.

وكان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم خرج وعليه مرط من شعر أسود، وكان قد احتضن الحسين وأخذ بيد الحسن، وفاطمة تمشى خلفه، وعلى رضى الله عنه خلفها، وهو يقول: إذا دعوت فأمّنوا .

فقال أسقف نجران: يا معشر النصارى، إنّى لأرى وجوهاً لو سألوا الله أنْ يزيل جبلاً من مكانه لأزاله بها، فلا تباهلوا فتهلكوا، ولا يبقى على وجه الأرض نصرانى إلى يوم القيامة.

ثمّ قالوا: يا أبا القاسم: رأينا أنْ لا نباهلک وأنْ نقرّک على دينک.

فقال صلوات الله عليه: فإذا أبيتم المباهلة فأسلموا، يكن لكم ما للمسلمين)، فأبوا. فقال: فإنّى أناجزكم القتال.

فقالوا: ما لنا بحرب العرب طاقة، ولكن نصالحک على أنْ لا تغزونا ولا تردّنا عن ديننا على أنْ نؤدّى إليک فى كلّ عام ألفى حلّة: ألفاً فى صفر، وألفاً فى رجب، وثلاثين درعاً عادية من حديد.

فصالحهم على ذلک، وقال: والذى نفسى بيده، إنّ الهلاک قد تدلّى على أهل نجران، ولو لاعنوا لمسخوا قردة وخنازير، ولاضطرم عليهم الوادى ناراً، ولاستأصل الله نجران وأهله، حتّى الطير على رؤوس

الشجر ولَمَا حال الحول علی النصاری کلّهم حتّی یهلکوا . (تفسیر الفخر الرازی:مجلّد4، ج8، ص90-79،تفسیر الثعلبی 85/3)

''بیان کیا جاتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جب نجران کے نصاری کے خلاف دلائل دے دیے، پھر بھی انھوں نے اپنی جہالت پر اصرار کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم دلیل قبول نہ کرو تو میں تم سے مباہلہ کروں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابوالقاسم! بلکہ ہم ابھی واپس جاتے ہیں اور پھر اپنے معاملے میں غور کر کے دوبارہ آپ کے پاس آئیں گے۔ جب وہ لوگ اپنے علاقے میں واپس آ گئے تو انھوں نے عاقب سے جو سمجھ بوجھ رکھتا تھا اور صائب الرائے تھا، پوچھا: اے عبد مسیح! آپ کا کیا خیال ہے؟ عاقب نے جواب دیا: اے جماعت نصاری! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد ایک بھیجے ہوئے نبی ہیں، تمھارے نبی کے بارے میں وہ حق بات لے کر آئے ہیں، اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے نبی سے مباہلہ کیا ہو اور پھر اسکے بعد ان کے بڑے زندہ رہے ہوں اور ان کے چھوٹے پروان چڑھے ہوں، اگر تم نے مباہلہ کیا تو جڑ سے مٹ جاؤ گے۔ اگر تم اپنے دین پر مصر رہنا چاہتے ہو اور اپنے سابقہ معتقدات پر باقی رہنا چاہتے ہو تو اس آدمی چھوڑ دو اور اپنی بستیوں میں واپس آ جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلے، اس وقت آپ کے جسم اطہر پر بالوں کی ایک سنہری چادر تھی، آپ اس وقت حسین کو گود میں لیے ہوئے تھے، حسن کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے، سیدہ فاطمہ آپ کے پیچھے چل رہی تھیں اور سیدنا علی، سیدہ فاطمہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور یہ فرمارہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم اس پر آمین کہنا۔

نجران کے پادری نے کہا: اے جماعت نصاری! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے یہ درخواست کر دیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اللہ پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دے گا، تم مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور پھر قیامت تک اس زمین پر کسی نصرانی کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ پھر انھوں نے یہ کہا: اے ابوالقاسم! ہم نے یہ طے کیا

ہے کہ نہ آپ سے مباہلہ کریں گے اور نہ آپ کے دین کو تسلیم کریں گے۔

یہ سن کر نبی صلوات اللہ علیہ نے فرمایا: اگر مباہلہ سے انکار ہے تو پھر اسلام قبول کرلو تمھیں بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو عام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔لیکن انھوں نے اسلام لانے سے انکار کیا تو آپ نے فرمایا: پھر میں تم سے جنگ کروں گا۔

انھوں نے جواب دیا: عربوں سے جنگ کرنے کی ہمارے اندر طاقت نہیں، ہم آپ سے اس معاہدہ کے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہم سے جنگ نہیں کریں گے اور نہ ہمیں ہمارا دین چھوڑنے پر مجبور کریں گے، ہم آپ کو ہر سال دو ہزار جھول، صفر میں ایک ہزار اور رجب میں ایک ہزار، اور لوہے کی تیس عمومی قسم کی زرہ۔

آپ ﷺ نے ان شرائط پر ان سے مصالحت کرلی اور پھر فرمایا: اللہ کی قسم! ہلاکت اہل نجران کے سروں تک آ گئی تھی، اگر وہ ملاعنہ کر بیٹھتے تو بندر اور سور بن جاتے اور ان کی پوری وادی میں آگ بھڑک اٹھتی، اللہ نجران اور اس کے باشندوں کا صفایا کر دیتا یہاں تک کہ درختوں کے پرندے بھی اور سال بھی گزرنے نہ پاتا کہ سب کے سب ہلاکت کے گھاٹ اتر جاتے۔

فخرالدین رازی مزید لکھتے ہیں:

وروی أنّه(علیه السلام)لمّا جاء فی المرط الأسود، فجاء الحسن رضی الله عنه فأدخله، ثمّ جاء الحسین رضی الله عنه فأدخله ثمّ فاطمة، ثمّ علی رضی الله عنهما ثمّ قال: إنّما یُریدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أهْلَ البَیْتِ ویُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرا. واعلم أنّ هذه الروایة کالمتّفق علی صحّتها بین أهل التفسیر والحدیث. (تفسیر الفخر الرازی: مجلّد 4، ج8، ص.90)

''بیان کیا جاتا ہے کہ جب نبی علیہ السلام سیاہ سنہری چادر میں ملبوس ہوکر آئے تو تھوڑی دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ آ گئے، آپ نے چادر میں انھیں داخل کرلیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، انھیں بھی چادر میں لے لیا، پھر فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما آئے۔اس

وقت آپ نے قرآن کی یہ آیت: ﴿إنّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ ويُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرا ﴾ پڑھی۔ یاد رہے کہ یہ روایت مفسرین اور محدثین کے یہاں صحت کے اعتبار سے متفق علیہ ہے''۔

جن تین باتوں پر یہ بحث مرکوز ہے، ان میں سے پہلی بات کا خلاصہ یہی ہے۔

☆ دوم:

آیت مباہلہ سے کون کون سے مقصود ہیں، ان کا بیان۔

واقعہ مباہلہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیت سے مقصود وہ پانچ حضرات ہیں جن کو اصحاب کساء کہا جاتا ہے اور جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور وہ ہیں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام علی علیہ السلام، سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا، ان کے دونوں بیٹے امام ہمام حسن اور حسین علیہما السلام۔

اس موضوع پر روایات متواتر ہیں، ان متواتر روایات میں بہت سی صحیح ہیں اور ان سے یہی بات نکل کر آتی ہے۔

امام حاکم نیسابوری لکھتے ہیں:

وقد تواترت الأخبار في التفاسير عن عبد الله بن عبّاس وغيره أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أخذ يوم المباهلة بيد علي وحسن وحسين وجعلوا فاطمة وراء هم، ثمّ قال: هؤلاء أبناؤنا وأنفسنا ونساؤنا فهلمّوا أنفسكم وأبناء كم ونساء كم، ثمّ نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين. (معرفة علوم الحديث48)

''عبداللہ بن عباس وغیرہ سے کتب تفاسیر میں یہ روایت تواتر کے ساتھ آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مباہلہ کے دن علی، حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا اور انھوں نے اپنے پیچھے فاطمہ کو رکھا اور فرمایا: یہ ہیں ہمارے بیٹے، یہ ہیں ہمای جانیں، یہ ہیں ہماری خواتین، اب

تم بھی اپنی جانیں، اپنے بیٹے اور اپنی خواتین کو سامنے لاؤ پھر ہم اللہ عزوجل سے پورے اخلاص اور محنت سے یہ دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت بھیجے''۔

جصاص لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب'' **أحكام القرآن**'' میں لکھتے ہیں:

فنقل رواة السير -ونقلة الأثر لم يختلفوا فيه -أنّ النبى صلّى الله عليه وسلّم أخذ بيد الحسن والحسين وعلى وفاطمة -رضى الله عنهما - ثمّ دعا النصارى الذين حاجّوه إلى المباهلة. (أحكام القرآن 2/18)

''سیر ومغازی کے راویوں نے بیان کیا ہے-اور احادیث کے راویوں نے ان کی اس روایت سے اختلاف نہیں کیا ہے- کہ نبی ﷺ نے حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کا ہاتھ پکڑا، پھر ان نصاری کو بلایا جنھوں نے مباہلہ کی دعوت قبول کی تھی''۔

مزید یہ کہ احمد، مسلم، ترمذی، حاکم، ابن اثیر اور ابن حجر وغیرہ نے اپنی سند سے سعد بن ابی وقاص سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

وأنزلت هذه الآية: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وأَبْنَاءَكُمْ ونِسَاءَنَا ونِسَاءَكُمْ وأَنْفُسَنَا وأَنْفُسَكُمْ ،فدعا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عليّاً وفاطمة وحسناً وحسينا،فقال: اللّهم هؤلاء أهلي.

''جب قرآن کی آیت: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وأَبْنَاءَكُمْ ونِسَاءَنَا ونِسَاءَكُمْ وأَنْفُسَنَا وأَنْفُسَكُم﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں''۔

(صحيح مسلم 7/120، مسند أحمد 1/ 85 ،سنن الترمذى 293 /4 وقال عنه: هذا حديث حسن غريب صحيح ، مستدرك الحاكم 3/ 150، وصحّحه على شرط الشيخين ووافقه الذهبى، أُسد الغابة لابن الأثير 4/ 114، الإصابة لابن حجر 4/ 468)

امام قرطبی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جب کلمہ ''أَبْـنَـاءَ نَا'' پر پہنچتے ہیں تو لکھتے ہیں:

دلیـل عـلی أنّ أبناء البنات یُسمَّون أبناء ؛ وذلک أنّ النبی صلّی الله عـلیـه وسـلّـم جاء بالحسن والحسین وفاطمة تمشی خلفه وعلی خلفهما وهو یقول لهم: إنْ أنا دعوت فأمّنوا. (تفسیر القرطبی المسمّی الجامع لأحکام القرآن 4 / 104)

''یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بیٹی کے بیٹوں کو بیٹا کہا جاسکتا ہے اور ایسا اس طرح کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حسن اور حسین بھی تھے، فاطمہ آپ کے پیچھے تھیں اور علی ان دونوں سے پیچھے تھے اور آپ ان سے کہہ رہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم اس پر آمین کہنا''۔

قرطبی نے یہ روایت ایک مسلمہ کی حیثیت سے ذکر کی ہے۔

ابن مردویہ نے اپنی سند سے شعبی سے روایت نقل کی ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قـدم علی النبی العاقب والطیّب فدعاهما إلی الملاعنة فواعداه علی أنْ یـلاعـنـاه الـغـداة، قال: فغدا رسول الله صلّی الله علیه وسلّم فأخذ بید عـلی وفاطمة والحسن والحسین، ثمّ أرسل إلیهما فأبیا أنْ یجیبا، وأقرّا له بـالـخراج. قال: فقال رسول الله(صلّی الله علیه وآله وسلّم): والذی بعثنی بـالـحقّ لو قال :لا، لأمـطـر عـلیـهـم الـوادی ناراً. قال جابر: وفیهم نزلت (تَـعَـالَوْا نَدْ عُ أَبْنَاء نَا وأَبْنَاء کُمْ ونِسَاء نَا ونِسَاء کُمْ وأَنْفُسَنَا وأَنْفُسَکُمْ)قال جـابر: (وأَنْفُسَنَا وأَنْفُسَکُمْ)،رسول الله صلّی الله علیه وسلّم وعلی بن أبی طالب، و(أَبْنَاء نَا)الحسن والحسن، و(ونِسَاء نَا)فاطمة. (تفسیر ابن کثیر 1/ 350،أسباب النزول للواحدی 90)

''نبی اکرمﷺ کے پاس عاقب اور طیب آئے اور آپ کو ملاعنہ کی دعوت دی، آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ کل میں تم دونوں سے ملاعنہ کروں گا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی رسول اللہﷺ علی، فاطمہ، حسن اور حسین کا ہاتھ تھامے باہر آئے اور دونوں کی طرف بلاوا بھیجا لیکن دونوں نے آنے سے انکار کیا بلکہ خراج دینے پر رضامند ہوگئے۔ اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر وہ ملاعنہ کرتے تو ان کے اوپر وادی میں آگ برستی۔ جابر کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت: ﴿تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ﴾ ان کے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ ﴿وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ﴾ سے رسول اللہﷺ اور علی بن ابی طالب مراد ہیں، ﴿أَبْنَاءَنَا﴾ سے حسن اور حسین اور ﴿وَنِسَاءَنَا﴾ سے فاطمہ مراد ہیں''۔

یہ تفصیل بتاتی ہے کہ اب اس سلسلے میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ آیت سے مقصود ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام علی علیہ السلام، سیدہ فاطمہ زہراء اور حسن وحسین علیہما السلام ہیں جیسا کہ ابناء کے لفظ سے واضح ہے کہ اس سے مراد حسن اور حسین ہیں۔ کیوں کہ نبی اکرمﷺ ان کے بغیر نہیں آئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس آیت کے لحاظ سے رسول اللہﷺ کے بیٹے ہیں۔

فخر رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذه الآية دالة على أنّ الحسن والحسين عليهما السلام كانا ابنى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، وعد أنْ يدعو أبناء ه فدعا الحسن والحسين، فوجب أنْ يكونا ابنيه.

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حسن اور حسین علیہما السلام رسول اللہﷺ کے بیٹے تھے۔ آپ نے نجران کے عیسائیوں سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے بیٹوں کو بلاؤں گا تو آپ نے اس وعدہ کو اس طرح پورا فرمایا کہ حسن اور حسین کو بلا کر ساتھ لے گئے، لہذا لازمی طور پر وہ

دونوں آپ ﷺ کے بیٹے قرار پائیں گے''۔

(**تفسیر الفخر الرازی :مجلّد4، ج8، ص90،** قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہ تنبیہ کی ہے کہ بیٹی کی اولاد کو اولاد کہنا یہ صرف حسن اور حسین علیہما السلام کے لیے خاص ہے۔ملاحظہ فرمائیں: **تفسر القرطبی 4/105**)

اسی طرح اس آیت میں ''**النســـاء**'' سے مراد فاطمہ زہراء علیہا السلام ہیں، کیوں آپ ﷺ مباہلہ کے لیے ان کے بغیر نہیں آئے جب کہ اس وقت آپ کی زوجیت میں کئی ایک ازواج مطہرات تھیں۔اسی طرح آیت میں'' **النفس** '' سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کو ساتھ لیے بغیر ان کو مباہلہ کی دعوت نہیں دی ،آیت کی تفسیر ان کے اندر منحصر ہے،اس میں کسی طرح کی تاویل کا کوئی احتمال نہیں ہے۔پیچھے جابر کی روایت گزر چکی ہے جو اسی بات کی صراحت کرتی ہے۔

اسی طرح ہم دیکھ چکے ہیں کہ فخر رازی اپنی تفسیر میں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ آیت میں نفس سے مراد سیدنا علی بن ابی طالب ہیں۔(**تفسیر الفخر الرازی:مجلد 4، ج8، ص91**)

اسی مفہوم کی طرف اشارہ علی بن ابی طالب علیہ السلام نے شوری کے دن کیا تھا جب انھوں نے دوسروں پر حجت قائم کی تھی چنانچہ دارقطنی کی روایت میں ہے:

أنّ علیّاً یوم الشوری احتجّ علی أھلھا، فقال لھم:أنشدکم باللہ ھل فیکم أحد أقرب إلی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فی الرحم منّی، ومَن جعلہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نفسہ وأبناءَہ أبناءَہ، ونساءَہ نساءَہ غیری، قالوا اللّھم لا، الحدیث.(الصواعق المحرقة239)

''علی رضی اللہ عنہ نے شوری کے دن اراکین شوری پر حجت تمام کرتے ہوئے فرمایا تھا: میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا رحم کے لحاظ سے تم میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ سے مجھ سے زیادہ قریب ہے؟اور بھلا میرے علاوہ کون ہے جس کے نفس،جس

کے بیٹوں اور جس کی عورتوں کو نبی ﷺ نے اپنا نفس، اپنے بیٹے اور اپنی عورتیں قرار دیا ہو؟ اس کے جواب میں لوگوں نے یہی کہا کہ نہیں، آپ کے علاوہ یہ مقام کسی کا نہیں''۔

☆سوم: آیت مباہلہ کی عطایا اور اس کے نتائج

کسی سمجھ دار بلکہ کسی عام آدمی کو بھی اس بات میں شک نہیں ہوسکتا کہ اس آیت سے چاروں اصحاب کساء علیہم السلام کی فضیلت، منقبت اور عظمت کا پتا چلتا ہے، وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عام مسلمانوں میں سے منتخب کیے ہوئے، مغز اور سب سے زیادہ پسندہ حضرات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی سے اپنی امت کے درمیان سے ان کا انتخاب کیا تھا تا کہ ان کے ذریعے کفر اور نفاق سے مباہلہ کریں اور ان کے ذریعے حق کا اثبات فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں ایک بڑے قضیہ میں بلایا، ایک انتہائی خطرے والے کام کی طرف بلایا اور ایک ایسے مسئلے کے لیے بلایا جس سے کائنات پر لرزہ طاری ہوجائے اور وہ تھا اسلام دین برحق ہے، اس کو ثابت کرنے مسئلہ، یہ دعا اور ابتہال اظہار حق اور معاندین کو رسوا اور ذلیل کرنے کے لیے تھی۔

آپ کا کیا خیال ہے، بھلا وہ کون ہوسکتا ہے جس کی دعاؤں سے اور جس کے ہاتھوں سے حق کا غلبہ ہوسکتا ہے، وہ کون ہے جو خندق اول میں کھڑے ہوکر دعا کرتا اور اللہ سے ابتہال کرتا ہے کہ اسلام کا جھنڈا جھکنے نہ پائے بلکہ وہ سب پر بلند اور سب سے اونچا رہے۔

بلاشبہ رسول نے امت میں سب سے چیدہ اور بہترین لوگوں کو منتخب کیا ہوگا۔ ایسے دلوں کا انتخاب کیا ہوگا جن کی دعاؤں سے آسمانوں کے دروازے کھل جائیں، آپ نے ایسی پاک جانوں کا انتخاب کیا ہوگا جن کے اندرون میں صرف اللہ بستا ہے، چنانچہ منتخب اولاد جو اولاد نبی محمد ﷺ کی نمایندہ ہے، وہ حسن اور حسین ہیں، اگر کوئی دوسرا اس مقام پر

ہوتا تو آپ اسے بلاتے ،منتخب خواتین کی نمایندہ سیدہ فاطمہ زہراء ہیں ،اگران کے علاوہ کوئی دوسری عورت اس مقام کی حامل ہوتی تو آپ اسے بلاتے جب کہ اس وقت آپ کے حبالۂ عقد میں کئی ایک ازواج تھیں،اور نبی اکرمﷺ کا نفس اپنی تمام صفات کے ساتھ نفس علی علیہ السلام ہی تھا،اسی لیے آپ نے ان کو بلایا ،اگران کی طرح کوئی دوسرا ہوتا تو آپﷺ اسے بھی بلاتے ،اس طرح اللہ نے حکم دیا اوراس طرح اس کے رسول نے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔

تصویر صاف ہے اوراونچے مقام اورعظمت کا کہنا ہی کیا ہے،اوروہ وصیت جورسول اللہﷺ نے اپنی امت کوفرمائی ہے،وہ یہی منتخب افراد ہیں جن کوآپ نے چادر کے اندر لیا،یہی وہ چنیدہ افراد ہیں جن کو ساتھ لے کر آپ مباہلہ کے لیے نکلے ۔سبحان اللہ! کیا منظر ہے!دوچھوٹے چھوٹے بچے جن میں سےایک کا ہاتھ رسول اللہﷺ اپنے ایک ہاتھ میں اوردوسرے کا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں،ایک عورت جوان دونوں بچوں کے پیچھے آرہی ہے جونبوت اورامامت کے درمیان کی کڑی اورچکی کا ایک پاٹ ہے اورایک مرد جواس عورت کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے جو نبیﷺ کے بعداس عظیم خلافت کا نمایندہ ہے۔اس کیفیت کے ساتھ رسول مباہلہ کے لیے نکلے ۔یہ ایسا منظر تھا جسے دیکھ کر آسمان وزمین لرز اٹھے،نصاری پرخوف طاری ہوگیا ،ان کے جوڑوں میں کپکپی پیدا ہوگئی ،قریب تھا کہ وہ ہلاک ہوجائیں لیکن انھوں نے مباہلہ سے انکار کردیا اورمصالحت کرلی ،اگروہ مباہلہ کرلیتے تو قیامت تک کسی نصرانی کا کوئی ذکر باقی نہ رہتا۔

یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کی برابری کوئی فضیلت نہیں کرسکتی،ایک ایسا مقام ہے جس کے اوصاف بیان کرنے سے قلم عاجز ہے،اس سے انکارتو کوئی سرکش اوردشمن ہی کرسکتا ہے ۔اس وصف اور فضیلت کا اقرار دوستوں نے بھی کیا اورمخالفین نے بھی ۔زمخشری کو دیکھیں ،یہ اسی بات اصحاب کساء کی فضیلت کی سب سے قوی دلیل بتارہے ہیں چنانچہ وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفيـه دليـل لا شـيء أقـوى منه على فضل أصحاب الكساء (عليهم السلام). (تفسير الكشّاف1/370)

''اصحاب کساء کی فضیلت پر اس میں جو دلیل ہے،اس سے زیادہ قوی کوئی دلیل نہیں ہوسکتی''۔

اس آیت مبارکہ میں واضح دلیل ہے کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا مقام بہت عظیم اور نہایت بلند ہے۔اس آیت کی روشنی میں تو وہ نفس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔لیکن چوں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ حقیقت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن سکیں تو اس سے یہ طے ہوگیا کہ یہاں حقیقی نہیں مجازی معنی مراد ہیں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات اور مقامات میں مماثلت جوان صفات اور مقامات کے علاوہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہیں جیسے نبوت اور ساری مخلوق پر آپ کی افضلیت جس میں علی علیہ السلام بھی شامل ہیں۔اور ان کے جیسی دوسری خصوصیات جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ان کے علاوہ نبی ﷺ کی باقی صفات،علی علیہ السلام کے لیے ثابت ہیں،جیسے عصمت،تمام صحابہ سے ان کا افضل ہونا اور نبی اکرم ﷺ کے بعد ولایت کا استحقاق وغیرہ،دلیل یہی آیت کریمہ ہے۔

☆ تیسری آیت: آیات مودہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إِلاّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ (الشورى:23)

''فرمادیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت وقربت سے محبت (چاہتا ہوں)''۔

اس آیت پر گفتگو دو پہلوؤں پر ہوگی:

اول: آیت کی دلالت۔

دوم: قربیٰ (قرابت مندوں) سے مراد

☆اول:

آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے قرابت مندوں اور آپ کی عترت سے مودت ومحبت واجب ہے۔اس بات پر امامیہ شیعہ کا اجماع ہے،انھوں نے ان بہت سی روایات سے استناد کیا ہے جو اہل بیت کی عصمت اور طہارت کے سلسلے میں ہیں۔ان کی موافقت کبار علمائے اہل سنت کی ایک بڑی جماعت نے کی ہے۔

(یہاں یہ توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آل بیت سے محبت کرنے کا وجوب ایک دینی ضرورت ہے،مسلمانوں کے تمام مسالک اور طبقات میں یہ بات متفق علیہ ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ کیا یہ آیت ان دلائل میں سے کوئی دلیل ہے یا نہیں؟ شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت بھی ایک دلیل ہے،اسی طرح علمائے اہل سنت کی ایک جماعت بھی ان کے مسلک سے اتفاق رکھتی ہے)۔

ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: معناه إلاّ أنْ تودّوا قرابتي وعترتي وتحفظوني فيهم، وهو قول سعيد بن جبير وعمرو بن شعيب. (تفسير الثعلبی 310/ 8)

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے قرابت مندوں، میری عترت سے محبت کرو اور ان کے تعلق سے میرا خیال رکھو۔یہ قول سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب کا ہے''۔

ثعلبی اس آیت کی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

ہمارے مسلک اور نقطۂ نظر کی صحت کی دلیل جریر بن عبداللہ بجلی کی وہ حدیث ہے جو میری اپنی اس سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَن مات على حبّ آل محمّد مات شهيداً، ألاَ ومَن مات على حبّ آل محمّد مات مغفوراً له، ألاَ ومَن مات على حبّ آل محمّد مات تائباً، ألاَ ومَن مات على حبّ آل محمّد مات مؤمناً مستكمل الإيمان، ألاَ ومَن

مات على حبّ آل محمّد بشّره ملک الموت بالجنّة ثمّ منكر ونكير، أَلاَ ومَن مات على حبّ آل محمّد جعل الله زوّار قبره ملائكة الرحمان، أَلاَ ومَن مات على حبّ آل محمّد فتح له فى قبره بابان من الجنّة، أَلاَ ومَن مات على بغض آلِ محمّد جاء يوم القيامة مكتوباً بين عينيه آيس من رحمة الله، أَلاَ ومَن مات على بغض آل محمّد مات كافراً، أَلاَ ومَن مات على بغض آل محمّد لم يشم رائحة الجنّة .(تفسير الثعلبى 314/ 8)

''جس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا، وہ شہادت کی موت مرا،سنوجس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا،اس کی مغفرت ہوگئی،سنوجس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا،وہ تائب ہوکرفوت ہوا،سنوجس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا،وہ حالت ایمان میں کامل ایمان والا بن کرفوت ہوا،سنوجس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا،اس کوفرشتے نے جنت کی بشارت دی، پھر منکر اور نکیر نے بھی بشارت سنائی،سنوجس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا،اللہ اس کی قبر کے زائرین رحمان کے فرشتے مقرر کرے گا،سنوجس کا انتقال آل محمد کی محبت پر ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھولے گا،سنوجس کا انتقال آل محمد کے بغض پر ہوا ،قیامت کے دن اس کی پیشانی پر رحمت الٰہی سے مایوس لکھ دیا جائے گا،سنوجس کا انتقال آل محمد کے بغض پر ہوا،وہ کافر ہوکر مرا،سنوجس کا انتقال آل محمد کے بغض پر ہوا،اسے جنت کی خوشبونہیں ملے گی''۔

ثعلبی نے آیت کے سلسلے میں اپنی رائے کی صحت کی دلیل کے طور پر یہ حدیث نقل کی ہے،جس سے پتا چلاتا ہے کہ ان کی نظر میں یہ قابل اعتماد ہے۔

اسی طرح زمخشری نے اس روایت کو اپنی تفسیر میں ایک مسلمہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور روایت کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہہ کر ذکر کیا ہے جو ان کے اعتقاد اور یقین پر دلیل ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے سلسلے میں جو روایت نقل کرتے ہیں ،وہ صحیح ہے۔(تفسير الكشّاف للزمخشرى220/4،الجامع لأحكام القرآن للقرطبى22/16)

فخر رازی اس آیت سے نکلنے والے مسائل کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے تیسرے مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں:

آل محمّد هم الذين يؤول أمرهم إليه، فكلّ مَن كان أمرهم إليه أشد وأكمل كانوا هم الآل، ولا شكّ أنّ فاطمة وعليّاً والحسن والحسين كان التعلّق بينهم وبين رسول الله أشدّ التعلّقات وهذا كالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب أنْ يكونوا هم الآل، وأيضاً اختلف الناس في الآل فقيل هم الأقارب وقيل هم أمّته، فإنْ حملناه على الأمّة الذين قبلوا دعوته فهم أيضاً آل، فثبت أنّ على جميع التقديرات هم الآل، وأمّا غيرهم فهل يدخلون تحت لفظ الآل؟ فمختلف فيه.

’’آل محمد سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی طرف ان کا معاملہ پلٹتا ہے، پس جن کا معاملہ نبی ﷺ سے جس قدر مضبوط اور مکمل ہوگا، وہ آل ہوں گے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فاطمہ، علی، حسن اور حسین کے درمیان اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان تعلقات کافی گہرے تھے اور یہ بات نقل تواتر سے معلوم ہے تو واجب ہے کہ آل سے وہی مراد ہوں۔ نیز آل کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے آپ ﷺ کے اقارب مراد ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس سے آپ ﷺ کی امت مراد ہے۔ اگر ہم آل کو امت پر محمول کریں جنھوں نے آپ کی دعوت قبول کی ہے تو وہ بھی آل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام احتمالات کے باوجود وہ حضرات آل ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگ لفظ آل کے تحت داخل ہوں گے جس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے‘‘۔ (امر دوم میں آل کی تعیین کی بحث آرہی ہے)

صاحب کشاف روایت ذکر کرتے ہیں:

أنّه لمّا نزلت هذه الآية قيل يا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم مَن قرابتک هؤلاء الذين وجبتُ علينا مودّتهم؟فقال:علي وفاطمة وابناهما،

فثبت أنّ هؤلاء الأربعة أقارب النبی صلّی الله علیه وسلّم، وإذا ثبت هذا وجب أنْ یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم.

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے وہ قرابت مند کون ہیں جن سے محبت کرنا ہمارے اوپر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ہیں: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ چاروں حضرات نبی ﷺ کے قرابت مندوں میں سے ہیں۔اور جب یہ ثابت ہوگیا تو یہ حضرات خاص طور پر مزید تعظیم کے مستحق قرار پائیں گے''۔

اس کے دلائل کئی ایک ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**إلاّ المَوَدَّةَ فِی القُرْبَی**﴾ اس سے وجہ استدلال بیان کی جاچکی ہے۔

دوم: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ فاطمہ علیہا السلام سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''**فاطمة بضعة منّی یؤذینی ما یؤذیها**'' (فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے، اس سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے)۔نقل تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ علی، حسن اور حسین سے بہت محبت کرتے تھے۔اور جب یہ ثابت ہے تو پھر امت کے ہر فرد پر واجب ہے کہ ان سے محبت کرے۔اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**واتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ**﴾

''اور اتباع کرو نبی ﷺ کی تاکہ تمھیں ہدایت مل جائے''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**فَلْيَحْذَرِ الّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِه**﴾

''جو لوگ نبی کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں ڈرنا چاہئے''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فاتّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾

''اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ اللهَ أُسْوَةٌ حَسَنةٌ ﴾

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے''۔

سوم: آل کے لیے دعا ایک عظیم منصب ہے۔ اسی لیے اس دعا کو نماز میں تشہد کے ختم ہونے پر رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے: اللّهم صلّ على محمّد و آل محمّد وارحم محمّداً و آل محمّدْ. (اے اللہ درود نازل فرما محمد اور آل محمد پر اور رحم فرما محمد اور آل محمد پر)۔ اس طرح کی تعظیم غیر آل کے حق میں نہیں پائی جاتی۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ آل محمد کی محبت واجب ہے۔

شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يا راكِباً قِف بِالمُحَصَّبِ مِن مِنىً
وَاهتِف بِساكِنِ خَيفِها وَالناهِضِ

''اے سوار مسافر! ذرا منی کے وادی محصب میں ٹھہر جا اور آواز دے ان نفوس قدسیہ کو جو اس کی دونوں نشیب و فراز وادیوں میں رہا کرتے تھے''۔

سَحَراً إِذا فاضَ الحَجيجُ إِلى مِنىً
فَيضاً كَما نظم الفُراتِ الفائِضِ

''بہ وقت سحر جب حجاج کرام منی کی طرف کوچ کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ دریائے فرات کی موجیں اٹھ رہی ہوں''۔

إِنْ كانَ رَفضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشهَدِ الثقَلانِ أَنّى رافِضى

''اگر آل محمد سے محبت کرنا رافضیت ہے تو جن وانس اس بات کے گواہ بن جائیں کہ میں رافضی ہوں''۔

(تفسیر الفخر الرازی:مجلد14، ج27، ص167)

شیخ احمد رفاعی شافعی اپنی کتاب'' البرهان المؤيّد''میں لکھتے ہیں:

و نوّروا كلّ قلب من قلوبكم بمحبّة آله الكرام (عليهم السلام)، فهم أنوار الوجود اللامعة، وشموس السعود الطالعة .قال تعالى:قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إِلاّ المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى.وقال:الله الله في أهل بيتي .

مَنْ أراد الله به خيراً ألزمه وصيّة نبيّه في آله، فأحبّهم واعتنى بشأنهم وعظّمهم وحماهم وصان حماهم، وكان لهم مراعياً ولحقوق رسوله فيهم راعياً، المرء مع مَن أحبَّ، ومَن أحبَّ اللهَ أحبَّ رسولَ الله، ومَن أحبَّ رسولَ الله أحبَّ آلَ رسول الله، ومَن أحبَّهم كان معهم وهم مع أبيهم، قدَّموهم عليكم ولا تقْدِموهم، وأعينوهم وأكرموهم يعود خير ذلك عليكم.(البرهان المؤيّد1/25)

''تم سب اپنے دلوں کو نبی اکرم ﷺ کے آل کرام علیہ السلام کی محبت سے روشن کرو کیوں کہ وہی کائنات کے چمکتے انوار ہیں،سعادت مندی کی علامت طلوع ہوتے سورج ہیں،اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:''اے نبی ﷺ !فرمادیں کہ میں اس دعوت وتبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں طلب کرتا صرف قرابت مندوں کی محبت چاہتا ہوں''۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:اللہ اللہ! میرے اہل بیت کا خیال رکھنا۔اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے،اسے توفیق دیتا ہے کہ وہ آل نبی کے بارے میں اپنے نبی کی وصیت کو لازم پکڑے۔ ان سے محبت کرے،ان کی شان اور عظمت پہچانے ،ان کی حمایت اور نصرت میں سینہ سپر رہے،ان کی رعایت کرے اور اپنے رسول کے حقوق کی ان کے سلسلے میں نگہہ داشت کرے۔آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے، جو اللہ سے محبت کرتا

ہے ،وہ اللہ کے رسول کو بھی محبوب رکھے گا اور جو اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے ،وہ رسول اللہ کی آل کو بھی محبوب رکھے گا۔ جو ان سے محبت کرے گا،وہ انھیں کے ساتھ ہوگا اور وہ اپنے آباء واجداد کے ساتھ ہوں گے ،انھیں خود پر مقدم رکھو،ان سے آگے نہ بڑھو ،ان کی مدد کرو،تعظیم کرو،اس کی بھلائی خود تمھارے پاس لوٹ کر آئے گی''۔

شیخ حسن بن علی سقاف اپنی کتاب'' **صحيح شرح العقيدة الطحاوية**''میں لکھتے ہیں:

محبّة آل بيت رسول الله(صلّى الله عليه وآله وسلّم)فريضة عقائديّة من اللـه تعالى على كلّ مسلم ومؤمن، والدليل عليها من القرآن قوله تعالى:قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إلاّ المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى.وأشار في هامشة على هذه الآية إلى قضيّة حسّاسة جدّاً وهي إدخاله عدداً كبيراً من علماء أهل السنّة في دائرة النصب والبغض لآل البيت (عليهم السلام)فقال:و قد زعم النواصب أعداء النبي وآل بيته الأطهار أنّ المراد بلفظ(القربى) هو الطاعة التي هي بمعنى(القربة)ليحرُفوا الناس عن فَهْم القرآن باللغة التي أنزله اللـه تعالى به، بقصد صرف الناس عن محبّة آل البيت !!فلا تغفل عن هذا!(صحيح شرح العقيدة الطحاوية653)

''آل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ایک اعتقادی فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مسلمان اور ہر مومن پر عائد ہوتا ہے۔قرآن میں اس کی دلیل یہ آیت ہے:﴿**قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إلاّ المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى**﴾''۔

سقاف نے اس آیت پر حاشیہ لگاتے ہوئے ایک بڑے حساس مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔انھوں نے علمائے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد کو ناصبیت اور آل بیت علیہم السلام سے بغض رکھنے کے دائرے میں لے لیا ہے،چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

و قد زعم النواصب أعداء النبي وآل بيته الأطهار أنّ المراد

بـلـفـظ(القربى)هو الطاعة التى هى بمعنى(القربة)ليحرُفوا الناس عن فَهُم الـقـرآن بـالـلغة التى أنزله الله تعالى به، بقصد صرف الناس عن محبّة آل البيت !!فلا تغفل عن هذا!

''نواصب جو نبی اور آل بیت نبی اطہار کے دشمن ہیں، ان کا خیال ہے کہ لفظ قربی سے مراد اطاعت ہے جو قربت کے معنی میں ہے ۔انھوں نے ایسا صرف اس لیے کیا ہے تا کہ لوگوں کو فہم قرآن سے اس کی اس زبان میں سمجھنے سے دور کر دیں جس میں اللہ نے اسے نازل کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو آل بیت کی محبت سے پھیر دیا جائے ۔لہذا اس سے غافل نہ رہیں''۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات سے غافل نہ رہیں کہ سقاف ایک سنی عالم ہیں۔

☆ دوم: قربی سے مراد

گزشتہ تفصیلات سے پتا چلا کہ آیت زیر مطالعہ آل محمد کی محبت کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔یہی بات سعید بن جبیر، عمرو بن شعیب اور علمائے اہل سنت کی ایک جماعت کہتی ہے۔ بلکہ سقاف کا خیال تو یہ ہے کہ جو لوگ اس کے علاوہ کچھ اور کہتے ہیں، وہ آل بیت سے بغض رکھنے والے اور ان کے دشمن ہیں۔ان کا یہ بھی خیال ہے کہ جس لغت میں آیت نازل ہوئی ہے، وہ مطلب واضح کرنے میں صریح ہے۔

اب گفتگو صرف یہ باقی رہ گئی ہے کہ آل بیت علیہم السلام سے کون سے حضرات مراد ہیں۔ یہاں ہمارا بنیادی مقصد اس کلمہ کے شرعی معنی کی تشخیص ہے خواہ وہ لغوی معنی کے مطابق ہو یا پھر اس سے خاص ہو۔روایات شریفہ کا گہرا اور تفصیلی مطالعہ کرنے والا واضح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے لفظ آل، اہل، اور عترہ کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہے ۔اور وہ ہیں محمد اور آپ کی مخصوص آل کرام۔ چنانچہ مثال کے طور پر دیکھیں کہ آپ ﷺ اپنی وصیت میں فرماتے ہیں: ''**إنّـی تـارک فیـکـم مـا إنْ تـمسّکتم بـه لنْ**

تضلّوا بعدی ...کتاب الله حبل ممدود من السماء إلی الأرض، وعترتی أهــل بیتــی ''(میں تمھارے درمیان ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین کے درمیان ایک پھیلی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت)۔یہاں عترۃ سے مراد نبی اکرمﷺ کے اہل بیت ہیں۔اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اہل بیت سے مراد محمد،علی،فاطمہ،حسن اور حسین ہیں۔ہم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ آیت تطہیر انھیں کے لیے خاص ہے،اور یہی حضرات ہیں جو نجران کے نصاری سے مباہلہ کے لیے نکلے تھے۔آگے بعض علمائے اہل سنت کا بیان آرہا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ عترۃ سے مراد حدیث ثقلین میں وہی پانچ حضرات اصحاب کساء ہیں۔

اسی طرح روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت سے مراد نبی کی عترۃ ہے،جس طرح وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ آپ کی آل کرام ہے۔احادیث کساء کے ضمن میں یہ روایت گزر چکی ہے جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی سند سے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے،وہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ بیان فرماتی ہیں:

أنّ رسـول الـلـه صـلّـی الـله علیه وسلّم قال لفاطمة:ائتنی بزوجک وابـنَیک، فـجـاء ت بهـم فـألـقـی عـلـیهم کساء فدکیّاً، قال:ثمّ وضع یده عـلـیهـم ثـمّ قـال:اللّهم إنّ هؤلاء آل محمّد فاجعل صلواتک وبرکاتک عـلـی محمّد وعلی آل محمّد إنّک حمید مجید، قالت أمّ سلمة:فرفعتُ الـکسـاء لأدخـل معهـم فـجـذبـه مِن یدی وقال:إنّک علی خیر. (مسند أحمد 314/18، رقم 26625)

''رسول اللہﷺ نے فاطمہ سے کہا:اپنے شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر میرے پاس آؤ۔چنانچہ وہ انھیں لے کر حاضر ہوئیں۔آپ نے ان سب پر اپنی فدکی چادر ڈالی اور ان کے اوپر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی کہ اے اللہ!یہ آل محمد ہیں،اپنی رحمتیں اور برکتیں

محمد اور آل محمد پر نازل فرما، بلا شبہ تو ستودہ صفات اور بزرگی والا ہے۔ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے چادر اٹھائی تا کہ ان کے ساتھ داخل ہوجاؤں لیکن آپ نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی اور فرمایا: تم خیر و بھلائی پر ہو''۔

یہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ اصحاب کساء سے مراد محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔حاکم نیسابوری نے مستدرک میں واضح کیا ہے کہ آل اور اہل بیت ایک ہی ہیں اور پھر انھوں نے اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

لقيني كعب بن عجرة فقال: ألاَ أهدى لک هديّة سمعتها من النبى (صلّى الله عليه و آله وسلّم). قلت: بلى. قال: فأهدها إلىّ. قال: سألنا رسول الله كيف الصلاة عليكم أهل البيت. قال فقولوا: اللّهم صلِّ على محمّد وعلى آل محمّد كما صلّيت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنّک حميد مجيد، اللّهم بارک على محمّد وعلى آل محمّد كما باركتَ على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنّک حميد مجيد. (مستدرک الحاكم 3/ 148،صحيح البخارى 4/118)

''مجھ سے کعب بن عجرہ نے ملاقات کی اور کہا: کیا میں آپ کو وہ ہدیہ نہ دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے کہا: ضرور دیں، چنانچہ انھوں نے یہ ہدیہ مجھے عطا کیا اور وہ اس طرح ،فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ اہل بیت پر درود کس طرح بھیجا جائے۔آپ نے فرمایا: **اللّهم صلِّ على محمّد وعلى آل محمّد كما صلّيت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنّک حميد مجيد، اللّهم بارک على محمّد وعلى آل محمّد كما باركتَ على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنّک حميد مجيد** (اے اللہ! محمد اور آل محمد پر درود نازل فرما جس طرح تو نے درود نازل کیا ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو ستودہ صفات اور

بزرگی والا ہے۔اے اللہ! محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو ستودہ صفات اور بزرگی والا ہے)۔

یہاں سوال کیا گیا تھا کہ اہل بیت پر درود کس طرح بھیجا جائے اور جواب میں کہا گیا کہ اس طرح کہو:**اللّٰھم صلِّ علی محمّد وعلی آل محمّد.** سوال اہل کے بارے میں کیا گیا تھا اور جواب آل کے لفظ سے دیا گیا،اسی لیے حاکم نے اس مضمون پر تنبیہ کی ہے۔اور اسے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے،اس پر یہ کہتے ہوئے حاشیہ لگایا تاکہ قارئین کسی التباس کا شکار نہ ہوں، اس حدیث کو اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے موسی بن اسماعیل کی سند سے اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے۔میں نے یہاں اس کی تخریج یہ بتانے کے لیے کی ہے کہ اہل البیت اور آل دونوں ایک ہی ہیں۔(مستدرک الحاکم 3/148)

خلاصہ یہ سامنے آیا کہ آل،اہل اور عترۃ ایک ہی مصداق کے تین مختلف عناوین ہیں۔اور وہ ہیں:علی، فاطمہ،حسن اور حسین ۔ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت زیر بحث اس بات کی دلیل ہے کہ آل بیت سے محبت کرنا واجب ہے۔اس سے یہ بات بھی متعین ہوگئی کہ آیت میں قربی سے مراد وہی چاروں افراد ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ چادر کے اندر داخل کرلیا تھا۔

قسم ہے اللہ کی !اگر ہر محقق اپنی بحث میں انصاف سے کام لے تو بغیر کسی شک وتردد کے اسے معلوم ہوجائے گا کہ ان چاروں پر خصوصی عنایت ربانی ہے اور بے نظیر مقام الٰہی ہے۔غور وفکر کرنے والے کو کوئی شک نہیں ہوسکتا خاص طور پر اس وقت جب وہ آیات اور احادیث کو ایک ساتھ ملا کر دیکھے گا کہ یہی چاروں وہ محور ہیں جن کے سلسلے میں رسول کا ارادہ ہے کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں،ان کے منہج سے استفادہ کریں،نجات اور الٰہی سعادت مندی کی راہ ان سے محبت ،ان کے منہج سے تمسک اور ان کے طریقے کو اختیار کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، ورنہ پھر کیا مطلب رہ جائے گا آیت تطہیر کے نزول کا جوان کی

عصمت کا اعلان کرتی ہے، کیا مطلب رہ جائے گا صحابہ اور ازواج مطہرات کی موجودگی میں کفار سے مباہلہ کے لیے ان کو ساتھ لے کر نکلنے کا، کیا مطلب رہ جائے گا ان سے محبت کے وجوب کا، کیا مطلب رہ جائے گا ان کے اوپر درود بھیجنے کے وجوب کا، بلکہ کیا مطلب رہے گا حدیث ثقلین میں وارد حکم ان کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کا۔ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات اور احادیث ہیں جو اس قطعی نتیجے تک ہمیں پہنچاتی ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کی اتباع واجب ہے۔

اب خلاصہ سامنے یہ آیا کہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کے قربی سے مودت ومحبت واجب ہے اور وہ ہیں آپ کی آل بیت کے چار افراد اصحاب کساء۔اسی مفہوم کو کئی ایک روایات بھی واضح کرتی ہیں، ذیل میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد اور امام طبرانی وغیرہ نے اپنی اپنی سندوں سے روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس بیان کرتے ہیں:

لـمّـا نـزلـت: قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إِلاّ المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى، قالوا: يا رسول الله، مَن قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودّتهم؟ قال: علي وفاطمة وابناهما رضي الله عنهم. (فضائل الصحابة 669/2 ، والمعجم الكبير 351/11)

''جب قرآن کی آیت: ﴿**قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إِلاّ المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى**﴾ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کے وہ قرابت مند کون ہیں جن کی مودت ہمارے اوپر واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (رضی اللہ عنہم)''۔

اسی طرح محمد بن طلحہ شافعی نے بھی اپنی کتاب ''**مطالب السؤول في مناقب آل الرسول**'' میں روایت ذکر کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔(**مطالب السؤول** 38/1)

اس حدیث کو احمد بن عبداللہ طبری نے بھی اپنی کتاب ''**ذخائر العقبى**'' میں نقل کیا

ہے اور اسے اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ آیت سے مراد علی، فاطمہ، اوران کے دونوں بیٹے حسن اور حسین ہیں۔(ذخائر العقبی 25)

اس حدیث کو ابن حجر ہیثمی نے اپنی صواعق میں نقل کیا ہے اور اس کی سند پر مناقشہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ راوی ہے حالانکہ وہ صدوق ہے۔(الصواعق المحرِقة259)

وہ روایت کی جہت سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ راوی صدوق ہے۔

ایسی صورت میں بعض علمائے اہل سنت کی نظر میں یہ روایت معتبر ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے۔

خاص روایات میں سے وہ روایت بھی ہے جو اصحاب کساء کے چوتھے فرد سبط شہید حسن بن علی علیہ السلام سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، چنانچہ طبرانی نے اپنی سند سے ابوطفیل سے روایت نقل کی ہے، وہ اپنی اس روایت میں امام حسن کے اس خطبے کا ذکر کررہے ہیں جو آپ نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کے بعد دیا تھا۔اسی خطبے کا ایک حصہ یہ بھی ہے:

ثمّ أخذ في كتاب الله فقال: أنا ابن البشير، وأنا ابن النذير، وأنا ابن النبي، وأنا ابن الداعي إلى الله بإذنه، وأنا ابن السراج المنير، وأنا ابن الذي أُرسل رحمةً للعالمين، وأنا من أهل البيت الذين أذهب الله عنهم الرجس وطهّرهم تطهيراً، وأنا من أهل البيت الذين افترض الله عزّ وجل مودّتهم وولايتهم، فقال فيما أنزل الله على محمّد صلّى الله عليه وسلّم : قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إلاّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى. (المعجم الأوسط 2/337)

"پھر کتاب اللہ کے حوالے سے گفتگو شروع کی اور فرمایا: میں بشیر کا بیٹا ہوں، میں نذیر کا بیٹا ہوں، میں حکم الٰہی سے اس کی طرف دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں سراج منیر کا بیٹا ہوں، میں اس شخصیت کا بیٹا ہوں جسے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، میرا تعلق

اس اہل بیت سے ہے جس سے اللہ نے نجاست دور کردی ہے اور جسے خوب صاف ستھرا بنادیا ہے، میرا تعلق اس اہل بیت سے ہے جس کی مودت اور ولایت اللہ عزوجل نے فرض کیا ہے، چنانچہ اس قرآن میں جو اللہ نے محمدﷺ پر نازل کیا، اس میں فرمایا: ﴿قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرَاً إِلاّ المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى﴾.

اس حدیث کو ہیثمی نے اپنی کتاب ''مجمع الزوائد''میں نقل کیا ہے اور اس پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ امام طبرانی نے معجم اوسط اور معجم کبیر میں اسے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔اسی طرح ابویعلیٰ نے ،بزار نے اور احمد نے بہت ہی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔احمد کی سند، بزار کی بعض سندیں، اور طبرانی کی معجم کبیر کی سندیں حسن ہیں۔(مجمع الزوائد 9/146)

ابن حجر ہیتمی نے اپنی صواعق میں بھی اسے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کی تخریج بزار اور طبرانی نے حسن رضی اللہ عنہ سے کی ہے، اس کی بعض سندیں حسن ہیں۔(الصواعق المحرقة259)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث معتبر ہے۔اگر آیت مودة اصحاب کساء کے چاروں افراد کے لیے خاص نہ ہوتی اور اس میں بہت زیادہ لوگ شامل ہوتے تو پھر کہاں گنجائش تھی کہ امام حسن علیہ السلام اس پر فخر کا اظہار فرماتے۔

آیت مودة صرف چار افراد کے لیے خاص ہے، گزشتہ احادیث کے علاوہ ان کے بعض شواہد مندرجہ ذیل ہیں: امام حاکم نے اپنی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

نظر النبی(صلّى الله عليه وآله وسلّم)إلى علي وفاطمة و الحسن والحسين فقال:أنا حربٌ لِمَنْ حاربكم، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُم.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کی طرف دیکھ کر فرمایا: میری بھی اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور میری بھی اس سے صلح ہے جو تم سے

صلح کرے''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں ان کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحَین 3/149 ،مصنف ابن ابی شیبة : 7/512 ،مسند أحمد 2/ 442 ،صحیح ابن حبان 15/434 ، المعجم الکبیر للطبرانی 3/40)

حاکم نے اس حدیث کا بھی ایک شاہد نقل کرکے اس کی صحت کو مزید پختہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ زید بن ارقم کی حدیث اس کا شاہد ہے اور پھر اپنی سند سے زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین سے فرمایا:

أنا حرب لمَن حاربتم، وسلم لمن سالمتم.

''میری بھی اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور میری بھی اس سے صلح ہے جو تم سے صلح کرے''۔ ذہبی نے بھی اپنی تلخیص میں سے شاہد کے طور پر ذکر کیا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحَین 3/149)

پس رسول اللہ ﷺ نے ان چاروں کو خاص فرمایا اور ان سے جنگ کو اپنی ذات کے ساتھ جنگ سے جو اسلام کے خلاف جنگ ہے، اور ان سے صلح کو اپنی ذات کے ساتھ صلح جو اسلام کے ساتھ صلح ہے، سے تعبیر فرمایا۔ مزید اس حدیث کی بعض تفصیلات آگے آرہی ہیں۔ ہم نے جو نقطۂ نظر اپنا ہے ،اس کی تائید ان تمام روایات سے ہوتی ہے جو علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے سلسلے میں مروی ہیں اور وہ بہت ہیں اور مشہور بھی ہیں۔ آیندہ بحثوں میں ہم بعض پر گفتگو ان شاء اللہ کریں گے۔

☆ چوتھی آیت: آیت ولایت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴾(المائدة:55)

''بیشک تمہارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں''۔

☆ آیت کا سبب نزول

بعض صحابہ، تابعین، علماء، اہل تفسیر وحدیث کے اقوال اس بات پر دلیل ہیں کہ آیت زیر مطالعہ خاص قضیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس پر مشہور احادیث بھی تائید میں ہیں۔

ثعلبی اپنی تفسیر ''الکشف والبیان'' میں لکھتے ہیں:

قال ابن عبّاس، وقال السدی، وعتبة بن حکیم، وثابت بن عبد الله: إنّما یعنی بقوله: وَالذِینَ آمَنُوا الذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاۃَ، الآیة، علی بن أبی طالب، مرّ به سائل، وهو راکع فی المسجد وأعطاه خاتمه. (تفسیر الثعلبی 4/80، تفسیر آیة 50)

''ابن عباس، سدی، عتبہ بن حکیم، ثابت بن عبداللہ، اللہ کے ارشاد: ﴿وَالَّذِینَ آمَنُوا الذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاۃَ ﴾ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مراد لیتے ہیں، جب وہ مسجد میں حالت رکوع میں تھے تو ایک سائل ان کے پاس سے گزرا جسے انھوں نے اپنی انگوٹھی اتار کر دے دی''۔

ابن جوزی اپنی تفسیر ''زاد المسیر'' میں مسئلہ پر قول اول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی اور پھر کئی ایک روایات میں سے ایک روایت کا ذکر کرنے کے بعد جو اسی بات پر دلالت کرتی ہے، لکھتے ہیں:

و بـه قـال مـقـاتل، وقال مجاهد: نزلت في علي بن أبي طالب تصدّق وهو راكع. (زاد المسير 292/2)

''اور یہی قول ہے مقاتل کا، مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے حالت رکوع میں صدقہ دیا تھا''۔

ثعلبی اور ابن جوزی کے قول سے واضح ہوگیا کہ ابن عباس، سدی، عتبہ بن حکیم، ثابت بن عبداللہ، مقاتل، اور مجاہد سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ آیت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بعض علماء کا قول بھی یہی ہے۔

ابوجعفر اسکافی (متوفی: 240ھ) اپنی کتاب'' المعيار والموازنة ''میں لکھتے ہیں:

و فيـه نـزلـت: إنّـمَـا وَلِيُّـكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالذِينَ آمَنُوا الذِينَ يُقِيمُونَ الصَّـلاةَ ويُؤْتُونَ الزّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ، تصديقاً لقول رسول الله صلّى الله عـليه وسلّم: مَن كنتُ مولاه فعليٌّ مولاه، إذ قرن الله ولايته بولاية رسوله. (المعيار والموازنة.228)

''اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إنّـمَـا وَلِيُّـكُـمُ الـلـهُ وَرَسُولُهُ وَالذِينَ آمَنُوا الذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ ويُؤْتُونَ الـزّكَـاةَ وَهُمْ رَاكِعُون ﴾ (بیشک تمہارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں) اس سے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: ''مَـن كنتُ مولاه فعليٌّ مولاه'' کی تصدیق ہوتی ہے، جس میں اللہ نے ان کی ولایت کو اپنے رسول کی ولایت سے جوڑ کر ذکر کیا ہے''۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زمخشری نے سبب نزول کو صاف صاف بیان نہیں کیا ہے جس سے اس مسئلہ میں ان کی حیرت کا اندازہ ہوتا ہے، اسی لیے وہ قیل (کہا جاتا ہے) کہہ کر اس

بات کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر ''الکشّاف'' میں لکھتے ہیں:

و قيل ...وأنّها نزلت في عليّ كرّم الله وجهه حين سأله سائل، وهو راكع في صلاته فطرح له خاتمه كأنّه كان مرجاً ، في خنصره، فلم يتكلّف لخلعه كثير عمل تفسد بمثله صلاته.

''کہا جاتا ہے کہ یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب ایک سائل نے ان کے سامنے دست سوال دراز کیا اور وہ حالت رکوع میں تھے تو انھوں نے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی خنصر انگلی سے انگوٹھی اتار کر اس کی طرف اچھال دی ،انھوں نے انگوٹھی اتارنے میں اس قدر تکلف سے کام نہیں لیا کہ وہ عمل کثیر بن جائے جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

پھر انھوں نے ایک اشکال ظاہر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے: یہ آیت علی علیہ السلام کے سلسلے میں کیسے نازل ہوسکتی ہے جب کہ وہ مفرد ہیں اور آیت میں جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فقال:فإنْ قلتَ :كيف صحّ أنْ يكون لعلي رضي الله عنه واللفظ لفظ جماعة؟ قلت:جيء به على لفظ الجمع وإنْ كان السبب فيه رجلاً واحداً؛ ليرغب الناس في مثل فعله فينالوا مثل ثوابه، ولينبّه على أنّ سجيّة المؤمنين يجب أنْ تكون على هذه الغاية من الحرص على البرّ والإحسان وتفقّد الفقراء ، حتّى إنْ لزمهم أمر لا يقبل التأخير وهم في الصلاة لم يؤخّروه إلى الفراغ منها. (تفسير الكشّاف 1/649 ، تفسير الآية 55 من المائدة.)

''اگر تم کہو کہ یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ آیت میں علی رضی اللہ عنہ مراد ہوں جب کہ آیت میں جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ آیت میں اس واقعہ کو لفظ جمع سے بیان کیا گیا ہے ،اگرچہ نزول کا سبب ایک فرد واحد ہے،تاکہ لوگوں کے اندر

اس کے جیسا کام کرنے کی رغبت پیدا ہو اور وہ بھی اسی جیسا ثواب کما سکیں۔آیت میں اس بات پر تنبیہ بھی مقصود تھی کہ اہل ایمان کی خوبی یہ ہونی چاہئے کہ وہ نیکی اور بھلائی کا کام کرنے اور فقراء کی دست گیری کرنے میں پیش پیش رہیں یہاں تک کہ اگر نماز کی حالت میں بھی ایسی ضرورت پیش آجائے تو نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کیے بغیر وہ کام کردیں''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمخشر ی کے نزدیک اس قول کی ایک خوبصورت توجیہ ہے ،ورنہ اس قسم کا اشکال اس پر وارد ہی نہیں ہوتا ہے۔

جصاص اپنی کتاب ''أحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

و قوله تعالى: ويُؤْتُونَ الزّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون، يدلّ على أنّ صدقة التطوّع تسمّى زكاة؛ لأنّ عليّاً تصدّق بخاتمه تطوّعاً ...). (أحكام القرآن 2/558)

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ويُؤْتُونَ الزّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ نفلی صدقہ کو بھی زکوۃ کہا جاتا ہے کیوں کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی بطور نفل صدقہ میں دی تھی''۔

آلوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وغالب الإخباريّين على أنّها نزلت في عليّ كرّم الله وجهه. (تفسير روح المعاني 6/167)

''بیشتر اخباریوں کا خیال ہے کہ یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے''۔

ایک دوسری جگہ آلوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والآية عند معظم المحدّثين نزلت في عليّ كرّم الله وجهه. (تفسير روح المعاني 6/.186)

''اکثر محدثین کے نزدیک یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے''۔

اس موضوع پر مشہور روایات بہت سی ہیں، ذیل میں ہم قارئین کی ضیافت طبع کے لیے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں:

خطیب نے اپنی کتاب ''المتّفق'' میں ابن عباس کی روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں:

تصدّق عليٌّ بخاتمه وهو راكع، فقال النبى للسائل: مَن أعطاك هذا الخاتم؟ قال: ذاك الراكع، فأنزل الله: إنّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ . (الدر المنثور للسيوطى 3/104)

''علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں صدقہ میں دی تو نبی ﷺ نے سائل سے پوچھا: یہ انگوٹھی تمھیں کس نے دی تو اس نے جواب دیا وہ صاحب جو حالت رکوع میں ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت: ﴿إنّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُه﴾ نازل فرمائی''۔

حاکم نے اپنی سند سے علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

نزلت هذه الآية على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالذِينَ آمَنُوا الذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ ويُؤتُونَ الزّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ، فخرج رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ودخل المسجد والناس يصلّون بين راكع وقائم، فصلّى فإذا سائل، قال: يا سائل أعطاك أحدٌ شيئاً؟ فقال :لا، إلاّ هذا الراكع(لعلى)أعطانى خاتماً . (معرفة علوم الحديث102)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی یہ آیت: ﴿إنّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالذِينَ آمَنُوا الذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ ويُؤتُونَ الزّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون﴾ نازل

ہوئی،اس کے بعد رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے ،لوگ نمازیں پڑھ رہے تھے،کوئی رکوع میں تھا اور کوئی حالت قیام میں،آپ نے نماز پڑھی تو دیکھا کہ وہاں ایک سائل موجود ہے،آپ نے اس سے پوچھا:اے سائل! کیا کسی نے تجھے کچھ دیا؟اس نے جواب دیا:نہیں سوائے اس رکوع کی حالت والے شخص یعنی علی کے،انھون نے مجھے ایک انگوٹھی دی''۔

ابن مردویہ نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں:

کان علی بن أبی طالب قائماً یصلّی، فمرّ سائل وھو راکع فأعطاہ خاتمہ فنزلت:إنّمَا وَلِیُّکُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ ،الآیة . (تفسیر ابن کثیر 74/2)

''علی بن ابی طالب نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں وہاں سے ایک سائل گزرا،اس وقت وہ حالت رکوع میں تھے،انھوں نے سائل کو اپنی انگوٹھی اتار کر دے دی۔اس پر یہ آیت:﴿إنّمَا وَلِیُّکُمُ اللهُ وَرَسُولُه﴾ نازل ہوئی''۔

ابن ابی حاتم اپنی سند سے سلمہ بن کہیل سے روایت نقل کرتے ہیں،انھوں نے بیان کیا:

تصدّق علی بخاتمہ وھو راکع، فنزلت:إنّمَا وَلِیُّکُمُ اللہ،الآیة . (الدر المنثور للسیوطی 105/3)

''علی رضی اللہ عنہ نے حالت رکوع میں رہتے ہوئے اپنی انگوٹھی اتار کر صدقے میں دے دی تھی،جس پر یہ آیت:﴿إنّمَا وَلِیُّکُمُ الله﴾ نازل ہوئی''۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ اس سلسلے میں روایات بہت مشہور ہیں۔قابل ملاحظہ بات یہ ہے کہ ابن حجر نے زمخشری کی کشاف کی احادیث کی تخریج میں یہ روایت ابن ابی حاتم،ابن مردویہ اور حاکم کے حوالے سے بیان کی ہے لیکن دونوں کی سندوں پر کوئی جرح نہیں کی،جب کہ ان دونوں کے علاوہ سے یہی احادیث نقل کر کے انھوں نے ان کی سند پر قدح کی ہے،جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث انھیں بھی قبول ہے۔(تفسیر

الکشّاف 1/649)

بہرحال قصہ مختصر یہ کہ حالت رکوع میں سیدنا علی کی طرف سے انگوٹھی صدقہ دینے کی روایت کی بہت سی سندیں ہیں جو باہم ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں، اسی لیے سیوطی نے اپنی کتاب'' لباب النقول ''میں کئی ایک سندوں سے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

فهذه شواهد يقوّى بعضها بعض .(لباب النقول 81)

''یہ اس حدیث کے شواہد ہیں جو باہم ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں''۔

معلوم ہوا کہ یہ واقعہ صحیح ہے اور یہ ثابت ہے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی واقعہ کو پیش نظر رکھ کر یہ اشعار کہے تھے:

أبا حسنٍ تفديک نفسی ومُهجتی

وكلُّ بطیء فی الهدى ومُسارِعِ

''اے ابوالحسن! میری جان اور روح آپ پر قربان، اسی طرح ہر اس شخص کی جان قربان جو راہ ہدایت میں سست یا تیز گام ہے''۔

أَيَذْهَبُ مَدحی والمحبر ضائعاً

وما المدح فی جنب الإله بضائعِ

''کیا میری مدح وتوصیف اور آپ کی بڑائی اور بزرگی ضائع چلی جائے گی، جب کہ اللہ کے یہاں اس قسم کی مدح وتوصیف کبھی ضائع نہیں جاتی ہے''۔

وأنتَ الذی أعطيتَ إذْ كنتَ راكِعاً

زكاة فدتک النفس يا خيرَ راكعِ

''وہ آپ ہی ہیں جنھوں نے حالت رکوع میں صدقہ دیا تھا، میری جان آپ پر قربان، اے سارے لوگوں سے زیادہ بہتر رکوع کرنے والے''۔

فأنزل فیکَ الله خیرَ ولایةٍ
فبیَّنها فی نیّرات الشرائعِ

''اللہ نے آپ ہی کے بارے میں آیت نازل کی تھی کہ آپ بہترین ولی ہیں، اللہ نے اس بات کو شریعت کی روشن تعلیمات میں بیان کیا ہے''۔

(شواهد التنزیل للحاکم الحسکانی1، 236، نظم درر السمطین88)

بات زیادہ طویل نہ ہوجائے ،اس لیے ہم اسی پر توقف کرتے ہیں، ہم نے چند قرآنی آیات جو علی کو بھی شامل ہیں اور بعض آیات جو ان کے ساتھ خاص ہیں ، یہاں ذکر کی ہیں، مقصد تمام دلائل کا احاطہ کرنا نہیں ہے بلکہ قارئین کرام جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ، کتاب کا اہم مقصد ائمۂ اہل بیت کے سلسلے میں کبار علمائے اہل سنت کے اقوال اور کلمات کا پیش کرنا ہے لیکن چوں کہ سیدنا علی اور حسنین کریمین کے فضائل کے سلسلے میں قرآن کی کئی ایک آیات اور بہت سی احادیث موجود ہیں، اس لیے کتاب کی اولین دونوں فصلوں میں ہم نے صرف قرآنی آیات اور احادیث شریف پیش کی ہیں۔ ہم باقی آیات جیسے آیت بلاغ اور آیت اکمال وغیرہ کا ذکر طوالت کے خوف سے نہیں کررہے ہیں۔

اب ہم گفتگو کا رخ موڑ رہے ہیں سنت شریفہ کی طرف اور قارئین کے سامنے کئی ایک روایات ایسی پیش کررہے ہیں جو علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل میں مروی ہیں، بعض روایات میں سیدنا علی کی شمولیت ہے اور بعض ان کی فضیلت کے لیے خاص ہیں۔ اللہ ہی سے مدد کی توفیق طلب کرتا ہوں اور وہی درست بات کہنے کی طاقت اور ہمت عطا کرنے والا ہے۔

مبحث دوم

فضائل علی علیہ السلام سنت نبویہ شریفہ میں

سیدنا علی علیہ السلام کی فضیلت ،ان سے وابستہ رہنے اور ان کے دکھائے ہوئے

راستے پر چلنے سے متعلق جو احادیث بہ کثرت منقول ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں، یہاں اپنی اس بحث میں ہم ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کریں گے۔ آغاز ان احادیث سے کر رہے ہیں جو اہل بیت کے لیے عام ہیں جن میں لازمی طور پر سیدنا علی علیہ السلام شامل ہیں، اس کے بعد ان روایات کا ذکر کریں گے جن میں خاص طور پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل مذکور ہیں۔

(الف) عمومی احادیث

☆ پہلی حدیث: حدیث ثقلین

اہل بیت کے حق میں جو احادیث وارد ہیں، ان میں سب سے زیادہ معروف ومشہور حدیث، حدیث ثقلین ہے۔ یہ حدیث دونوں فریقوں: شیعہ اور اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے بلکہ امامیہ شیعوں کے یہاں وہ متواتر ہے جب کہ اہل سنت کے یہاں اس کی متعدد سندیں ہیں، جن کو ان کے علمائے اکابرین نے صحیح کہا ہے، البتہ حدیث کے الفاظ میں فرق ہے، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قارئین کے سامنے اس حدیث کے بیشتر الفاظ بیان کردیں، اس کے بعد حدیث کے حاصل اور اس کے نتائج اور استنباطات پر گفتگو کریں گے۔

(ا) حدیث ثقلین کے مختلف الفاظ اور صیغے

پہلا صیغہ:

امام مسلم نے اپنی صحیح میں '' باب فضائل علي بن أبي طالب '' کے تحت اپنی سند سے زید بن ارقم سے حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قام رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يوماً فينا خطيباً بماءٍ يدُعى خمّاً بين مكّة والمدينة، فحمد الله وأثنى عليه، ووعظ وذكّر. ثمّ قال: أمّا بعد،

أَلاَ أيّها النـاس فإنّـما أنا بشر يوشَک أنْ يأتی رسول ربّی فأُجيب، وأنا تـارک فيـکـم ثـقلين:أوّلهما کتاب الله فيه الهدی والنور، فخذوا بکتاب الـلـه واستـمسـکوا بـه .فـحثّ علی کتاب الله ورغّب فيه، ثمّ قال:وأهل بيتـی، أذکّرکم الله فی أهل بيتی، أذکّرکم الله فی أهل بيتی، أذکّرکم الله فی أهل بيتی ... (صحيح مسلم4/1873)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خطبہ سنانے کو کھڑے ہوئے ہم لوگوں میں ایک پانی پر جس کو خم کہتے تھے، مکہ اور مدینہ کے بیچ میں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور اس کی تعریف بیان کی اور وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا :بعد اس کے اے لوگو !میں آدمی ہوں، قریب ہے کہ میرے پروردگار کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) آئے اور میں قبول کروں، میں تم میں دو بڑی بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، پہلے تو اللہ کی کتاب اس میں ہدایت ہے اور نور ہے، تو اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو۔غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی اللہ کی کتاب کی طرف، پھر فرمایا: دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تم کو اپنے اہل بیت کے باب میں۔تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی''۔

دوسرا صیغہ:

امام ترمذی نے اپنی سند سے ابوسعید خدری اور زید بن ارقم دونوں سے روایت نقل کی ہے، دونوں حضرات بیان کرتے ہیں:

قـال رسـول الـلـه صـلّـی الـلـه عـلـيـه وسلّم:إنّی تارک فيکم ما إنْ تـمسّـکتـم بـه لـن تضلّوا بعدی، أحدهما أعظم من الآخر:کتاب الله حبل مـمـدود مـن السماء إلی الأرض، وعترتی أهل بيتی، ولن يفترقا حتّی يردا علیّ الحوض، فانظروا کيف تخلفونی فيهم.(سنن الترمذی5/329)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے : ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے اور وہ اللہ کی کتاب ہے گویا وہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے، اور دوسری میری عترت یعنی میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے، تو تم دیکھ لو کہ ان دونوں کے سلسلہ میں تم میری کیسی جانشینی کر رہے ہو“۔

سید حسن سقاف نے ” **صحیح شرح العقیدة الطحاویّة** “ [ص:654] میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔اسی طرح شیخ البانی نے ”**صحیح الجامع الصغیر** “ [1/482] میں بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

تیسرا صیغہ:

امام احمد نے اپنی سند سے زید بن ثابت سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم:إنّی تارک فیکم خلیفتَین : کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والأرض أو ما بین السماء إلی الأرض وعترتی أھل بیتی، وأنّھما لن یفترقا حتّی یردا علیّ الحوض.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمھارے درمیان اپنا دو جانشین چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک ہے اللہ کی کتاب جو آسمان اور زمین کے درمیان یا آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی اللہ کی رسی ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت ۔ یہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملنے سے پہلے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے“۔

حمزہ احمد زین ”**المسند**“ پر اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔(**مسند أحمد**16/28)

اس حدیث کو ہیثمی نے بھی ”**مجمع الزوائد** “میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو

احمد نے روایت کیا ہے اوراس کی سند جید ہے۔(**مجمع الزوائد**9/162)
شیخ البانی نے اس حدیث کوصحیح کہا ہے۔(**صحیح الجامع الصغیر**1/482)

چوتھا صیغہ:

امام طبرانی نے معجم کبیر میں اپنی سند سے زید بن ثابت کی حدیث نقل کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّی ترکتُ فیکم خلیفتَین: کتاب الله وأهل بیتی، وأنّهما لم یفترقا حتّی یردا علیّ الحوض. (**المعجم الکبیر**5/153)

''میں تمھارے درمیان دو جانشین چھوڑ رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت، یہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملنے سے پہلے کبھی جدا نہیں ہوں گے''۔

اس حدیث کو ہیثمی نے بھی ''**مجمع الزوائد** ''میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اوراس کے رجال ثقہ ہیں۔(**مجمع الزوائد** 1/170)

امام احمد نے اپنی مسند میں قریب قریب انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے،مزید انھوں نے اپنی سند سے زید بن ثابت سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّی تارک فیکم خلیفتَین: کتاب الله وأهل بیتی، وأنّهما لن یفترقا حتّی یردا علیّ الحوض جمیع.

''میں تمھارے درمیان دو جانشین چھوڑ رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت، یہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملنے سے پہلے کبھی جدا نہیں ہوں گے''۔

مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔(**مسند أحمد**16/50)

پانچواں صیغہ:

امام نسائی نے ''السنن الکبری ''میں اپنی سند سے زید بن ارقم سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

لمّا رجع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن حجّة الوداع ونزل غدير خم أمر بدوحات فقممن ، ثمّ قال: كأنّي قد دُعيت فأجبتُ، إنّي قد تركتُ فيكم الثقلَين أحدهما أكبر من الآخر: كتاب الله وعترتي أهل بيتي، فانظروا كيف تخلفوني فيهما، فإنّهما لن يتفرقا حتّى يردا عليّ الحوض، ثمّ قال: إنّ الله مولاي وأنا وليّ كلّ مؤمن، ثمّ أخذ بيد على فقال: مَن كنتُ وليّه فهذا وليّه، اللّهم والِ مَن والاه، وعادِ مَن عاداه. فقلت لزيد: سمعتُه من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم؟ فقال: ما كان في الدوحات أحد إلاّ رآه بعينيه وسمعه بأذنيه. (السنن الکبری 5/46)

''جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے تو آپ نے غدیر خم پر پڑاؤ کیا، آپ نے حکم دیا کہ بڑے بڑے پیڑوں کے نیچے جھاڑو لگا کر صفائی کر دی جائے، اس کے بعد آپ نے فرمایا: ایسا لگتا ہے کہ میرا بلاوا آنے والا ہے اور میں اس بلاوے پر لبیک کہوں، میں نے تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑی ہیں، ایک ان میں سے دوسری سی بڑی ہے: اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت، ذرا دیکھتے رہنا کہ تم میرے بعد ان میں کس طرح میری جانشینی کرتے ہو۔ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آ کر مجھ سے ملیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اللہ میرا مولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں۔ پھر آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں جس کا ولی ہوں علی بھی اس کے ولی ہیں۔ اے اللہ! تو دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور دشمنی کر اس سے جو علی سے دشمنی کرے۔ میں نے زید سے عرض کیا: کیا

یہ بات آپ نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے؟انھوں نے جواب دیا: میں ہی نہیں بلکہ اس وقت پیڑوں کے نیچے جو بھی موجود تھا،اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے''۔

اس حدیث کو امام حاکم نیسابوری نے''المستدرک''میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اسے تفصیل سے روایت نہیں کیا ہے۔(المستدرک علی الصحیحین 3/109)

اس حدیث کو ابن کثیر نے بھی'' البدایة والنهایة''میں سنن کے حوالے سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(البدایة والنهایة 5/228)

چھٹا صیغہ:

حافظ احمد بن ابی بکر اسماعیل بوصیری نے مسند اسحاق بن راہویہ کے حوالے سے ان کی سند سے نقل کیا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

أنّ النبی صلّی الله علیه وسلّم حضر الشجرة بخمٍّ. ثمّ خرج آخذاً بید علی فقال: ألستُم تشهدون أنّ الله ربّکم؟ قال: بلی، قال: ألستُم تشهدون أنّ الله ورسوله أولی بکم من أنفسکم، وأنّ الله ورسوله مولاکم؟ قالوا: بلی، قال: فمَن کان الله ورسولُه مولاه فإنّ هذا مولاه، وقد ترکتُ فیکم ما إنْ أخذتم به لن تضلّوا: کتاب الله سببه بیده وسببه بأیدیکم وأهل بیتی.

''نبی اکرم ﷺ خم میں پیڑ کے نیچے تشریف لائے اور پھر علی کا ہاتھ پکڑے باہر نکلے اور فرمایا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تمھارا رب ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں، آپ نے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول تمھاری جان سے بھی زیادہ تمھاری نظر میں اہمیت رکھتے ہیں؟ اور یہ کہ اللہ اور اس کے رسول تمھارے مولی

ہیں؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول جس کے مولی ہیں یہ یعنی علی بھی اس کے مولی ہیں۔ میں نے تمھارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے جس کو تم مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ اللہ کی کتاب، جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھ میں ہے اور میرے اہل بیت''۔

بوصیری (متوفی: 840ھ) اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اسحاق نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (**إتحاف الخيرة المهرة** 9/279، رقم: 8974)

اسی طرح ابن حجر نے اس حدیث کو ''**المطالب العالية**'' میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (**المطالب العالية** 4/65، رقم: 3972)

اسی طرح سخاوی نے اس حدیث کے آخری حصے کو ''**استجلاب ارتقاء الغرف**'' میں نقل کیا ہے، کتاب کے محقق نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (**استجلاب ارتقاء الغرف** 1/357)

علامہ البانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں، سوائے یزید بن کثیر کے، میں اس کو نہیں جانتا، پھر آگے چل کر انھوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ یہاں طباعت کی غلطی ہے، صحیح کثیر بن زید ہے، خاص طور پر اس لیے بھی کہ ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب ''**السنّة**'' میں اس روایت کو ذکر کیا ہے لیکن ان کی سند میں کثیر بن زید ہے، یزید بن کثیر نہیں۔ (**سلسلة الأحاديث الصحيحة** 4/357، رقم: 1761)

البانی ''**كتاب السنّة**'' پر اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں: کثیر بن زید کے متعلق کلام کیا گیا ہے تاہم ان کی حدیث حسن درجہ سے نیچے نہیں اترتی۔ (**السنة**: 345)

اس طرح یہ روایت اپنی سند کے ساتھ البانی کی نظر میں حسن ہے۔

امام حاکم اس روایت پر جس کی سند میں کثیر بن زید اور ابوعبداللہ قراظ ہیں، تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کثیر بن زید اور ابوعبداللہ قراظ دونوں مدنی ہیں، ہم ان کے

بارے میں صدق کے علاوہ کچھ نہیں جانتے ۔ یہ حدیث صحیح ہے ۔ ذہبی نے ان کے اس حکم کی موافقت کی ہے ۔(**المستدرک علی الصحیحین1/217**)

علامہ البانی ،امام حاکم کے اس تبصرے اور ذہبی کی اس موافقت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اس کی سند حسن ہے ۔ کثیر بن زید کے بارے میں حافظ کہتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں، غلطی کرتے ہیں ۔ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں لیکن ان میں کچھ کمزوری موجود ہے ۔(**سلسلة الأحاديث الصحيحة3/285،رقم:1296**)

اپنے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے، یہ فیصلہ بڑے حفاظ حدیث کا ہے، اس کی کم سے کم حیثیت حسن کی ہے جیسا کہ البانی نے لکھا ہے اور ہر حال میں وہ قابل حجت اور لائق استناد ہے ۔

اس حدیث کے بعض دوسرے صیغے بھی ہیں اور اس کی بہت سے سندیں بھی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم ان سے اغماض برت رہے ہیں، آپ نے دیکھا کہ اس حدیث کی جن سندوں کا ذکر ہوا، ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض جید ہیں اور بعض حسن ہیں ۔ اپنی انفرادی حیثیت میں یہ حدیث قابل حجت ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جاسکتا ہے بلکہ ایسا ہی کہنا چاہئے کہ حدیث ثقلین اہل سنت کے نزدیک متواتر ہے، اس کے ساتھ سندوں اور ان کی تصحیح کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔

شیخ ابوالمنذ ر سامی بن انور مصری شافعی کہتے ہیں:

فحديث العترة بعد ثبوته من أكثر من ثلاثين طريقاً وعن سبعة من صحابة سيّدنا رسول الله صلّى الله عليه وآله ورضى الله عنهم، وصحّته التى لا مجال للشكّ فيها يمكننا أنْ نقول أنّه بلغ حدّ التواتر. (**الزهرة العطرة فى حديث العترة70-69**)

''حدیث عترت تیس سندوں اور ہمارے رسول ﷺ کے سات صحابہ سے مروی ہونے کے ثبوت کے بعد اس کی صحت میں ذرا بھی شک کرنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے

بلکہ ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم کہیں کہ یہ حدیث حد تواتر کو پہنچ رہی ہے''۔

"**الزهرة**" کے مصنف نے جن سات صحابہ کرام سے حدیث ثقلین روایت کی ہے، ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(1) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

(2) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

(3) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔

(4) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(5) ابوذر رضی اللہ عنہ۔

(6) حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ۔

(7) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

(**الزهرة العطرة فی حديث العترة: 44**)

جیسا کہ بتایا گیا کہ حدیث ثقلین کی تیس سندیں ہیں اور صرف سات صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے، پھر بھی "**الزهرة**" کے مصنف نے اسے متواتر قرار دیا ہے، اگر روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد بیس سے زیادہ ہوجائے تو حدیث کی سندیں کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گی۔

پھر ہم اسے یقینی طور پر متواتر کیوں نہ کہیں گے؟" **الزهرة** " کے مصنف نے یہ نہیں کہا ہے کہ یہ حدیث صرف سات صحابہ سے مروی ہے بلکہ انھوں نے اپنی ذاتی تلاش وتحقیق کی بنیاد پر یہ بات کہی ہے جیسا کہ انھوں نے اپنے ان الفاظ میں اس بات کا ذکر کیا ہے:

وذلک علی حدّ علمنا. (**الزهرة العطرة فی حديث العترة67**)

"یہ معلومات میرے علم کی حد تک ہیں"۔

کئی ایک اہل علم نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کی

تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ سمہودی اپنی کتاب'' جواھر العقدَین ''میں لکھتے ہیں:

وفی الباب عن زیادة علی عشرین من الصحابة رضوان الله علیهم. (جواهر العقدین234)

''اس باب میں بیس سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی روایات موجود ہیں''۔

ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب'' الصواعق المحرقة ''میں لکھتے ہیں:

ثمّ اعلم أنّ لحدیث التمسّک بذلک طرقاً کثیرة وردت عن نیف وعشرین صحابیّاً ...(الصواعق المحرقة342)

''معلوم رہے کہ قرآن اور اہل بیت سے تمسک اختیار کرنے سے متعلق حدیث بہت سی سندوں سے منقول ہے اور اسے بیس سے زیادہ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے''۔

اس طرح حدیث ثقلین کی بہت زیادہ سندیں ہو جاتی ہیں، ان کے ساتھ ہم یقینی طور پر اسے ایک متواتر حدیث کہیں گے اور حدیث متواتر کے رجال پر گفتگو نہیں کی جاتی بلکہ اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کو اس کا بخوبی علم ہے۔ (مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں: أصول الحدیث للدکتور محمّد عجاج الخطیب 197، الباب الرابع)

(۲) حدیث ثقلین کی دلالتیں اور اس کی عطایا

پہلی دلالت:

حدیث ثقلین اہل بیت کی امامت، ان کے ساتھ تمسک کے وجوب اور ان سے علوم کی تحصیل پر دلالت کرتی ہے۔ یہ دلالت اس قدر واضح اور روشن ہے کہ مزید بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث کے الفاظ اس سلسلے میں صریح اور واضح ہیں۔

آپ غور کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ان الفاظ پر: ''**إنّی ترکتُ فیکم خلیفتَین**

''(میں تمھارے درمیان دو جانشین چھوڑ کر جا رہا ہوں)۔ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ عترت ہی رسول کے خلفاء ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے ان الفاظ: '' **وقد ترکتُ فیکم ما إنْ أخذتم به لنْ تضلّوا** ''(میں نے تمھارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے) پر غور کریں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے ان الفاظ: '' **إنّی تارک فیکم ما إنْ تمسّکتم به لن تضلّوا بعدی** ''(میں نے تمھارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو تھامے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے) پر غور کریں۔

عترہ کو مضبوطی سے تھامنا اور ان کے منہج کو اختیار کرنا گمراہی اور ہلاکت سے محفوظ رکھنے والا اور حقیقی ہدایت کا موجب ہے۔

حدیث کی اس دلالت کی صراحت علمائے اہل سنت کی ایک جماعت نے بھی کی ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والمراد بالأخذ بهم التمسّک بمحبّتهم، ومحافظة حرمتهم، والعمل بروایتهم، والاعتماد علی مقالتهم. (مرقاة المفاتیح 9/3974)

''عترۃ کو تھامنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے، ان کی حرمت کی حفاظت کی جائے، ان کی مرویات پر عمل کیا جائے اور ان کی باتوں پر اعتماد کیا جائے''۔

ملا علی قاری نے بعض علماء سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

ومعنی التمسّک بالعترة محبّتهم، والاهتداء بهدیهم وسیرتهم

(مرقاة المفاتیح 9/3974)

''عترۃ کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ ان سے محبت کی جائے، ان کے دکھائے ہوئے راستے پر چلا جائے اور ان کی سیرت اپنائی جائے''۔

مناوی اس حدیث پر ''**حتّی یَرِدَا علیَّ الحوض**'' کے جملے کے بعد اپنی تعلیق

میں لکھتے ہیں:

أی الکوثر یوم القیامة، زاد فی روایة، کهاتَین -وأشار بإصبعیه - وفی هذا مع قوله أوّلاً إنّی تارک فیکم، تلویح بل تصریح بأنّهما کتوأمین، خلّفهما ووصّی أمّته بحسن معاملتهما،وإیثار حقّهما علی أنفسهما، والاستمساک بهما فی الدین . (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر 3/20)

''یعنی قیامت کے دن حوض کوثر پر۔ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:آپ نے اپنی دوانگلیوں سے اشارہ کیا۔اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ کا پہلا جملہ ''میں تمھارے درمیان چھوڑ کر جارہا ہوں''،اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کتاب اللہ اور عترۃ توأم ہیں(یعنی جوڑواں ہیں)جن کو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور اپنی امت کو وصیت کی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرے،اوران کا حق اپنی ذات پر مقدم رکھے اور دین کے سلسلے میں ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھے''۔

معاصر سنی عالم سید حسن سقاف لکھتے ہیں:

والمراد بالأخذ بآل البیت والتمسّک بهم هو محبّتهم، والمحافظة علی حرمتهم، والتأدّب معهم، والاهتداء بهدْیهم وسیرتهم، والعمل بروایاتهم والاعتماد علی رأیهم ومقالتهم، واجتهادهم وتقدیمهم فی ذلک علی غیرهم. (صحیح شرح العقیدة الطحاویة653)

''آل بیت سے وابستہ رہنے اوران سے تمسک اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے،ان کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھا جائے،ان کے ساتھ ادب سے پیش آیا جائے،ان کی ہدایت اور سیرت کو اختیار کیا جائے،ان کی روایات پر عمل کیا جائے،ان کے اقوال،آراء اور اجتہاد پر اعتماد کیا جائے اور اس بابت ان کو تمام لوگوں پر مقدم رکھا جائے''۔

اس حدیث کی امامت پر دلالت مزید مضبوط ہوجاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض صحیح سندوں سے مروی احادیث میں ایک ہی سیاق میں اس کو معروف حدیث غدیر کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ میری مراد حدیث کے ان الفاظ سے ہے: ''**مَن کنتُ مولاہ فھذا علی مولاہ** ''۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دونوں حدیثوں سے مراد ایک ہی امر ہے اور وہ ہے اہل بیت کی خلافت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سب سے پہلے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو عترۃ کے سردار ہیں۔ حدیث میں منقول لفظ ''ثقلین'' بھی اہل بیت کی امامت کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے، علمائے اہل سنت کے اقوال پر جو غور وفکر کرے گا، آسانی سے اس کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے گی۔

ابن اثیر اپنی کتاب'' النھایۃ'' میں لکھتے ہیں:

سمّاھما ثقلین: لأنّ الأخُذ بھما والعمل بھما ثقیل، ویُقال لکلّ خطیر نفیس: ثَقَل، فسمّاھما ثقلین إعظاماً لقدرھما وتفخیماً لشأنھم. (النھایۃ فی غریب الحدیث 1/216)

''قرآن اور عترۃ کو ثقلین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کو پکڑنا اور دونوں پر عمل کرنا بہت بھاری ہے، ہر بڑی اور عمدہ چیز کو ثقل کہتے ہیں۔ دونوں کو ان کی عظمت، قدر ومنزلت اور ان کی شان کی بڑائی بیان کرنے کے لیے ان کو ثقلین کا نام دیا گیا ہے''۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

قال العلماء: سُمِّیا ثقلین لعظمھما وکبیر شأنھما، وقیل: لثقل العمل بھم . (صحیح مسلم بشرح النووی 15/180)

''علماء کہتے ہیں کہ دونوں کی عظمت اور بڑی شان کی وجہ سے ثقلین کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان پر عمل کرنا بھاری ہے، اس لیے ان کو ثقلین کہا جاتا ہے''۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی دیباج میں مذکورہ بالا قول سے ملتی جلتی بات لکھی ہے۔

(الديباج على مسلم 5/390)

زمخشری اپنی کتاب'' الفايق في غريب الحديث''میں لکھتے ہیں:

الثَقَل:المتاع المحمول على الدابة، وإنّما قيل للجن والأنس : الثقلان؛ لأنّهما قُطّانُ الأرض فكأنّهما أثقلاها، وقد شبّه بهما الكتاب والعترة في أنّ الدين يُستصلَحُ بهما ويعمّر كما عمرت الدنيا بالثقلين. (الفايق في غريب الحديث1/150)

''ثقل،اس سامان کو کہتے ہیں جو جانور پر لادا جاتا ہے،جنوں اور انسانوں کوثقلان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں اس کے اوپر آباد ہیں تو گویا کہ وہ اس کے بھاری بوجھ ہیں۔کتاب اورعترۃ کوبھی ثقلان سےتشبیہ دی گئی ہے کیوں کہ دین کی اصلاح اور درستگی انھیں دونوں سے ہوگی اور دین کوآباد یہ دونوں اسی طرح کریں گےجس طرح جن وانس دنیا کوآباد کیے ہوئے ہیں''۔

ان کے علاوہ بھی کئی ایک اقوال ہیں:

(تفصیل کے لیے دیکھیں:مرقاۃ المفاتیح[9/3976]،لسان العرب[11/88] وغیرہ)جواس بات کا فائدہ دیتے ہیں کہ عترۃ کے ساتھ تمسک ایک بھاری اورعظیم کام ہے،اور یہ ایک مہتم بالشان کام ہے،اسی سے دین کی درستگی ہوگی۔اب اس کے بعد بھی کوئی عقل منداس بات میں شک کرے گا کہ حدیث ثقلین امامت پر دلالت کرتی ہے اور اہل بیت کے ساتھ تمسک اختیارکرناواجب ہے۔

دوسری دلالت:

یہ حدیث اہل بیت علیہم السلام کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔اس کی توضیح دو بیانات سے کی جاسکے گی:

اول: نبی اکرمﷺ نے مطلق طور پرحکم دیا ہے کہ ہم اہل بیت کے ساتھ

تمسک اختیار کریں۔ایسی صورت میں یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ اہل بیت کے تمام اعمال واقوال شریعت مقدسہ کے مطابق ہوں، تاکہ ان سے تمسک کرکے ضلالت اور گمراہی سے نجات مل جائے، ورنہ اگر وہ غلطی کے مرتکب ہوتے تو نبی ﷺ ہمیں مطلق طور پر ان کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کا حکم کیوں دیتے۔اسی لیے علامہ قاری نے اپنی کتاب ''المرقاۃ'' میں یہ کہتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا ہے:

فی إطلاقه(أی عدم تقیید التمسّک بهم فی أمر دون آخر) إشعار بأنّ مَن یکون من عترته فی الحقیقة لا یکون هَدْیُهُ وسیرته إلاّ مطابقاً للشریعة والطریقة . (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 9/3974)

''اہل بیت سے تمسک اختیار کرنے کا حکم مطلق طور پر دینے میں یہ واضح کرنا ہے کہ جو بھی حقیقت میں اہل بیت سے تعلق رکھتا ہے،اس کا کردار وعمل شریعت وطریقت کے مطابق ہوتا ہے''۔

دوم: نبی اکرم ﷺ نے اہل بیت اور قرآن کو ایک ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے۔اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا ہے کہ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔قرآن کریم ہر غلطی سے معصوم اور محفوظ ہے،وہ ایسی کتاب ہے، باطل کا گزر نہ جس کے آگے سے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، پس جو قرآن کے ساتھ اس طرح لگا ہو کہ کبھی اس سے الگ نہ ہو، ضروری ہے کہ وہ بھی غلطی اور شریعت کی مخالفت سے معصوم اور محفوظ ہو، ورنہ قرآن سے وہ الگ ہوجائے گا۔اس کی تائید حاکم کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے انھوں نے مستدرک میں نقل کیا ہے اور ذہبی نے بھی اس کی تائید کی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

علی مع القرآن والقرآن مع علی، لنْ یفترقا حتّی یردا علیَّ الحوض
(المستدرک علی الصحیحَین وبهامشه تلخیص الذهبی 3/124)

''علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے، دونوں حوض کوثر پر مجھ سے آکر

ملنے سے پہلے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے''۔

امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تیسری دلالت:

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ امام اہل بیت ہر دور میں اور ہر زمانے میں موجود ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کا یہ جملہ ''**لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض** ''اس کی دلیل ہے۔

اہل بیت کے قرآن سے الگ نہ ہونے کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہر زمانے میں اہل بیت کے امام موجود ہوں گے جن کی اتباع ضروری ہے۔ٹھیک اسی طرح جس طرح قرآن قیامت تک ہر زمانے میں موجود ہوگا۔کئی ایک علمائے اہل سنت نے اسی کی وضاحت اور صراحت کی ہے۔

چنانچہ سمہودی لکھتے ہیں:

إنّ ذلک یُفهم وجود مَن یکون أهلاً للتمسّک به من أهل البیت والعترة الطاهرة، فی کلّ زمان وُجدوا فیه إلی قیام الساعة حتی یتوجّه الحث المذکور إلی التمسّک به، کما أنّ الکتاب العزیز کذلک، ولهذا کانوا -کما سیأتی -أماناً لأهل الأرض، فإذا ذهبوا ذهب أهل الأرض.(جواهر العقدَین244)

''اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اہل بیت عترہ وطاہرہ میں سے کوئی نہ کوئی امام ہر دور میں قیامت تک موجود رہے گا تا کہ تمسک کا یہ حکم اپنی عملی شکل اختیار کر سکے جیسا کہ قرآن قیامت تک ہر زمانے میں موجود رہے گا،اسی لیے جیسا کہ آگے آ رہا ہے،وہ زمین والوں کے لیے باعث امان ہیں،جب وہ نہیں ہوں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے''۔

سمہودی کی یہ عبارت اپنی تائید کے ساتھ مناوی نے بھی نقل کی ہے۔(**فیض القدیر شرح الجامع الصغیر** 3/19)

ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

وفی أحادیث الحثّ علی التمسّک بأهل البیت إشارة إلی عدم انقطاع متأهّل منهم للتمسّک به إلی یوم القیامة، کما أنّ الکتاب العزیز کذلک؛ ولهذا کانوا أماناً لأهل الأرض -کما یأتی -ویشهد لذلک الخبر السابق :فی کلّ خلف من أمتی عدول من أهل بیتی . (الصواعق المحرقة232)

''اہل بیت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کی ترغیب سے متعلق احادیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قیامت تک ایسے لوگوں کے وجود کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا جو اہل بیت کے ساتھ تمسک اختیار کرتے رہیں گے۔جیسا کہ قرآن پر عمل کرنے والوں کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا۔اسی لیے وہ اہل زمین کے لیے باعث امان ہیں جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے،اسی کی شہادت وہ حدیث بھی دیتی ہے جو گزر چکی ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں:(میری امت کے اخلاف میں میرے اہل بیت کے دین دار اور عادل افراد موجود رہیں گے)''۔

بعض علمائے اہل سنت نے وضاحت کی ہے کہ عترۃ میں جو تمسک کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

سمہودی لکھتے ہیں:

وأحقّ مَن یتمسّک به منهم إمامهم وعالمهم علی بن أبی طالب رضی الله عنه فی فضله ودقائق مستنبطاته وفهمه وحسن شیمه ورسوخ قدمه.(جواهر العقدَین245)

''ان میں تمسک کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ان کے امام اور عالم علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ ہیں کیوں کہ وہ فضیلت، دقائق استنباط،فہم وبصیرت ۔حسن اخلاق وکرداراور استقامت میں سب سے ممتاز ہیں''۔

ابن حجر مکی ہیتمی لکھتے ہیں:

ثـمّ أحـقّ مَـن يتمسّـک به منهم إمامهم وعالمهم على بن أبى طالب كـرّم الـلـه وجهه؛ لِمَا قدّمناه من مزيد علمه ودقائق مستنبطاته. (الصواعق المحرقة232)

''پھر ان میں تمسک کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ان کے امام اور عالم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں،اس وجہ سے جو میں نے ان کے علم اور دقائق استنباط سے متعلق ان کی صفت بیان کی ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ تمام حمد وثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں علی بن ابی طالب علیہ السلام سے تمسک اختیار کرنے والوں میں سے بنایا ہے۔

اب جب کہ ہم حدیث ثقلین کی بحث کے اختتام پر پہنچ رہے ہیں،ایک بات کی تنبیہ کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث میں جو یہ لفظ''**کتـاب الـلــه وسنّتی** ''آیا ہے ،لفظ'' **وعترتی** ''کے بدلے میں وہ کذب اور موضوع ہے۔

علامہ حسن سقاف معاصر سنی عام لکھتے ہیں:

وأمّا حديث:تركتُ فيكم ما إنْ تمسّكتم بهما لنْ تضلّوا بعدى أبداً، كتـاب الـلـه وسـنّتى،فحديث موضوع كما بيّنتُه فى كتابى:(صحيح صفة صـلاة النبى،ص 289) ، وذكـرتُ جـمـيـع طـرقه وهو مِن وضع النواصب أعـداء آل البيـت الـنبـوى؛ ليـصـرفـوا الأمّة عن اتّبـاع آل البيت واقتفـاء آثارهم، وليضعوا لهم ما شاء وا من الأحاديث المكذوبة ليقودونهم كيف ماشاء وا !!فانتبهوا لذلک. (صحيح شرح العقيدة الطحاويّة178)

''جہاں تک سوال اس حدیث:''**تـركـتُ فيـكـم مـا إنْ تـمسّـكتم بهما لنْ**

تضلّوا بعدی أبداً، کتاب الله و سنّتی ''کا ہےتو یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''**صحیح صفة صلاۃ النبی، ص 289)** ''میں بیان کیا ہے۔اس کتاب میں میں نے اس حدیث کے تمام طرق ذکر کیے ہیں،اس کو ان نواصب نے وضع کیا ہے جو اہل بیت کے دشمن ہیں،اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ امت کو اہل بیت کی اتباع اور ان کے نقوش کی پیروی کرنے سے دور کیا جائے اور پھر انھوں نے ان کے لیے جو مرضی میں آیا جھوٹی احادیث وضع کیں،تا کہ ان سے ہٹ کر جیسی چاہیں امت کی رہنمائی اور قیادت کریں،لہذا اس پر متنبہ رہیں''۔

اگر تنازعہ سے بچنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے ہم ''**وسنتی**'' والی حدیث کو صحیح تسلیم بھی کرلیں تب بھی دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا ہے کیوں کہ اللہ کے نبی ﷺ کی ایک سنت یہ ہے: ''**إنّی تارک فیکم الثقلین ... کتاب الله وعترتی** ''ایسی صورت میں حدیث'' ''اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث ''**وعترتی**'' کو لازم پکڑنا واجب ہے۔

☆ دوسری حدیث: بارہ خلفاء والی حدیث

یہ حدیث مختلف صیغوں کے ساتھ تقریباً ایک ہی جیسے الفاظ سے وارد ہے کہ نبی ﷺ کے بعد ہونے والے خلفاء کی تعداد بارہ ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب'' **الإمارۃ** ''میں باب'' **الناس تبع لقریش**'' کے تحت حصین سے روایت نقل کی ہے،وہ جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ مع أبی علی النبی صلّی الله علیه وسلّم فسمعتُه یقول: إنّ هذا الأمر لا ینقضی حتّی یمضی فیهم اثنا عشر خلیفة، قال: ثمّ تکلّم بکلام خفی علیّ، قال: فقلتُ لأبی ما قال؟ قال: کلّهم من قریش. (صحیح

مسلم6/3)

''میں ایک مرتبہ اپنے والد کے ساتھ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وقت میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: یہ معاملہ یعنی خلافت کا اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک ان میں بارہ خلیفہ نہیں ہوں گے۔راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے کوئی بات کہی جو میں سن نہیں سکا۔میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: آپ نے فرمایا تھا کہ وہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے''۔

امام مسلم نے ہی اپنی سند سے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں:

كتبتُ إلى جابر بن سمرة مع غلامي نافع أن أخبرني بشيء سمعته من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، قال:فكتب إليّ سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يوم الجمعة عشيّة رجم الأسلمي يقول:لا يزال الدين قائماً حتّى تقوم الساعة أو يكون عليكم اثنا عشر خليفة كلّهم من قريش. (صحيح مسلم6/4)

''میں نے جابر بن سمرہ کو ایک خط لکھا اور اپنے غلام نافع کو اسے ان تک پہنچانے کو کہا کہ مجھے رسول اللہﷺ کی کوئی ایسی حدیث بتائیں جو آپ نے نبی اکرمﷺ سے براہ راست سنی ہو۔جواب میں انھوں نے لکھا کہ میں نے جمعہ کے دن شام کو جب اسلمی کو رجم کیا گیا تھا، آپﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ یہ دین قیامت تک قائم رہے گا یا اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تمھارے درمیان بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں اور وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے''۔

امام بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الأحکام میں اپنی سند سے جابر بن سمرہ سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبیﷺ نے فرمایا:

يكون اثنا عشر أميراً، فقال كلمة لم أسمعها، فقال أبي:إنّه قال:

كلّهم من قريش.(صحيح البخاری8/127)

''بارہ امیر ہوں گے ۔اس کے بعد آپ نے کچھ کہا جسے میں سن نہیں سکا،بعد میں میرے والد نے بتایا کہ آپ نے کہا تھا کہ وہ بارہ امیر قریش سے ہوں گے''۔

امام احمد اپنی مسند میں مسروق سے روایت کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں:

كنّا جلوساً عند عبد الله بن مسعود وهو يُقرئنا القرآن، فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمان هل سألتم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم كم تملك هذه الأمّة من خليفة؟فقال عبد الله بن مسعود:ما سألني عنها أحد منذ قَدِمْتُ العراق قبلك، ثمّ قال:نعم، ولقد سألْنا رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم فقال:اثنا عشر، كعدّة نقباء بني إسرائيل.(مسند أحمد 1/398، 406)

''ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے،وہ ہمیں قرآن پڑھا رہے تھے ۔ایک شخص نے پوچھا:اے ابوعبدالرحمٰن!کیا کبھی آپ حضرات نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ اس امت میں کتنے خلیفہ ہوں گے یا کتنے خلیفہ تک یہ امت اقتدار میں رہے گی؟انھوں نے جواب دیا:جب سے میں عراق میں آیا ہوں ،تم سے پہلے کسی نے مجھ سے یہ سوال نہیں پوچھا۔پھر آپ نے جواب دیا:ہاں،ہم نے پوچھا تھا اور آپ نے جواب دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے نقباء کی طرح اس امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے''۔

اس حدیث کی تخریج ابویعلی نے اپنی مسند میں کی ہے۔(مسند أبی یعلی 8/444) و 9/222)

طبرانی نے معجم کبیر میں کی ہے، (المعجم الكبير10/158).

احمد محمد شاکر نے کہا:اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(مسند أحمد بتحقيق أحمد محمّد شاكر4/28 : 62، حديث 3781و 3859)

اس حدیث کو سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کر کے اسے حسن قرار دیا ہے۔(تاريخ الخلفاء 17)

بارہ خلفاء والی اس حدیث کی تخریج کبار ائمۂ حدیث نے کی ہے۔کتب احادیث اس حدیث کے ذکر سے بھری پڑی ہیں، یہ حدیث جب کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے ،ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ اس کے دیگر مصادر کا ذکر کیا جائے کیوں کہ حدیث کی صحت میں کوئی مناقشہ اور کوئی کلام نہیں ہے بلکہ یہ کہنا شاید صحیح ہوگا کہ اس کی صحت پر اجماع ہے کیوں کہ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور امام مسلم نے صراحت کی ہے کہ اس کتاب میں صرف وہی احادیث درج ہیں جن کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔

سیوطی اپنی کتاب ''تدریب الراوی''میں لکھتے ہیں:

وقال مسلم ليس كلّ شيء عندى صحيح وضعته ههنا، إنّما وضعتُ ما أجمعوا عليه. (تدريب الراوى 1/98)

''میں نے اس کتاب میں صرف وہ احادیث درج نہیں کی ہیں جو میرے نزدیک صحیح ہیں بلکہ وہ احادیث درج کی ہیں،جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے''۔

مختصر یہ کہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس کی دلالت کہ نبی کے خلفاء کی تعداد بارہ ہے، بالکل واضح ہے۔اہل بیت میں بارہ امام پائے جاتے ہیں،جن میں پہلے امام علی ہیں اور آخری امام مہدی ہیں۔

☆ تیسری حدیث: حدیث سفینہ

حدیث سفینہ سے مراد وہ حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ أهل بيتى مثل سفينة نوح مَن ركبها نجا، ومَن تخلّف عنها غَرِق.

''میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگیا ،وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا، وہ غرق ہوگیا''۔

یہ حدیث مندرجہ ذیل صحابہ سے مروی ہے:

(1)علی بن ابی طالب (علیہ السلام)

(2) ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ)

(3) ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ)

(4) ابن عباس (رضی اللہ عنہ)

(5) عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ)

(6) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ)

ان حضرات صحابہ کی طرف اس حدیث کونقل کرنے کی سندیں مشہور ہیں، ہمیں ان کے طبقات میں چھ مختلف سندیں ملتی ہیں اور بعض سندیں بعض طبقات میں ضم ہیں۔

(ملاحظہ ہو: فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل [2/785]، المصنف لابن أبی شيبة [7/503]، المعجم الكبير للطبرانی [3/44-45]، المعجم الأوسط [4/10][5/306-355][6/85]، المعجم الصغير [2/22]، المستدرک للحاكم [2/343][3/151]، تاريخ بغداد [12/91]، الحلية لأبی نعيم [4/306]، تاريخ الخلفاء للسيوطي ص: [209]، مجمع الزوائد للهيثمی [9/168])

ان سندوں کو باہم اک دوسرے سے ملانے کے بعد حدیث درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے، ہر ایک کے راویوں کو الگ الگ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اسی لیے حافظ سخاوی اپنی کتاب ''استجلاب ارتقاء الغرف'' میں حدیث کی مختلف سندوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وبعض هذه الطرق يقوّی بعضاً. (استجلاب ارتقاء الغرف بحبّ أقرباء الرسول وذوی الشرف 2/484)

''حدیث کی بعض سندیں بعض کو تقویت پہنچاتی ہیں''۔

ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب ''الصواعق المحرقة'' میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت سی سندوں کے ساتھ آئی ہے اور تمام سندیں باہم ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں: ایک روایت میں ہے: مَثَلُ أهل بيتی.

دوسری روایت میں ہے: إنّما مثل أهل بیتی.

تیسری روایت میں ہے:إنّ مَثَل أهل بیتی.

چوتھی روایت میں ہے:أَلا إنّ مَثَل أهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح فی قومه، مَن رکبها نجا، ومَن تخلّف عنها غَرِق.

پانچویں روایت میں ہے:مَن رکبها سلم، ومَن ترکها غَرِق، وأنّ مَثَل أهل بیتی فیکم مثل باب حطّة فی بنی إسرائیل، مَن دخله غُفِرَ له. (الصواعق المحرقة352)

سمہودی نے اپنی کتاب ''جواهر العقدین ''میں ایک عنوان اس طرح قائم کیا ہے: ذکر اس بات کا کہ اہل بیت علیہم السلام امت کے لیے باعث امان ہیں، وہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی کی طرح ہیں، جو اس میں سوار ہوگیا، نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا، وہ ڈوب گیا۔(جواهر العقدَین259)

اس کے بعد حدیث کی کئی ایک سندوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

وهذه الطرق یُقوّی بعضها بعضاً .(جواهر العقدَین261)

یہ سندیں باہم ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں''۔

معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے۔امام حاکم نے بھی مستدرک میں اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ شیعہ امامیہ سے تعلق رکھنے والے مصنف سید میلانی نے حدیث کی کئی ایک سندوں کو جمع کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اہل سنت کے اپنے اصولوں کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔(دراسات فی منهاج السنّة لمعرفة ابن تیمیة 299-303)

حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہل بیت سے تمسک اختیار کرنا واجب ہے اور جو ان سے پیچھے ہوگیا، وہ گمراہ اور ہلاک ہوگیا۔ یہ بات اس قدر واضح ہے کہ مزید بیان کی ضرورت نہیں۔حدیث اہل بیت کی امامت پر دلیل ہے، اسی طرح اس بات پر بھی

دلیل ہے کہ اہل بیت گمراہی سے معصوم ہیں، ورنہ اگر وہ مرتکب خطا ہوتے تو رسول ﷺ یہ کیوں فرماتے کہ جو ان کی کشتی میں سوار ہوگیا، وہ نجات پا گیا۔ کشتی میں سوار ہونے والے کی نجات اس بات کی دلیل ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے، ان کی تمام حرکات وسکنات میں شریعت مقدسہ کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی ہے۔ یہ حدیث بھی وہی مفہوم بیان کرتی ہے جو حدیث ثقلین اور حدیث اثنا عشر خلیفہ کا ہے جن کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ جس بات پر وہ دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں، اسی بات پر زیر بحث حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ لہذا غور کیجیے اور غنیمت سمجھئے۔

امیرالمومنین علیہ السلام ان حضرات میں شامل ہیں جن کی کشتی پر سوار ہونا واجب ہے کیوں کہ بغیر کسی اختلاف کے وہ عترت نبوی کے سردار ہیں۔

☆ چوتھی حدیث: نبی ﷺ کا ارشاد کہ ستارے آسمان والوں کے لیے اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے باعث امان ہیں

یہ حدیث بعض اضافوں کے ساتھ تقریباً ایک جیسے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جن صحابہ سے یہ حدیث منقول ہے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(1) علی بن ابی طالب (علیہ السلام)

(2) ابن عباس (رضی اللہ عنہ)

(3) سلمہ بن اکوع (رضی اللہ عنہ)

(4) جابر بن عبداللہ انصاری (رضی اللہ عنہ) وغیرہم۔

اس حدیث کی تخریج امام احمد نے "**فضائل الصحابة**" میں، (فضائل الصحابة 2/671)

امام طبرانی نے "**المعجم الكبير**"، (المعجم الكبير 22/7)

امام حاکم نے "**المستدرک**" [3/457][3/149][2/448] میں تین مقامات

پر،اورروپانی اپنی مسند(مسند الرویانی 258/2)میں کی ہے۔

اور سخاوی نے اسے مسدد،ابن ابی شیبہ اور ابی یعلی کی مسانید کی طرف کیا ہے۔(استجلاب ارتقاء الغرف للسخاوی 477/2)

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث کا اعتبار کیا ہے کیوں کہ اس کی سندیں ایک دوسرے کوتقویت دیتی ہیں اورجن حضرات نے اس حدیث کومعتبر گردانا ہے،ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)امام حاکم نے مستدرک میں اس کوصحیح کہا ہے۔(المستدرک علی الصحیحین [3/149][2/488])

(۲)ابن حجر ہیتمی نے اپنی صواعق میں صحیح کہا ہے۔(الصواعق المحرقة351)

(۳)امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کوحسن کہا ہے۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر 386/6)

(۴)مناوی نے فیض القدیر میں اس کے کثرت طرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر 386/6)

سخاوی نے اپنی کتاب'' استجلاب ارتقاء الغرف ''میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے:اہل بیت کی بقا میں امان ہے اور ان کی اقتداء میں نجات ہے۔(استجلاب ارتقاء الغرف 477/2)

سخاوی نے تقریباً اتنی ہی سندیں اس حدیث کی بھی ذکر کی ہیں جو اس سے پہلے حدیث کی کی ہیں،جو اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث ان کے نزدیک بھی معتبر ہے اور ثابت ہے۔

اسی طرح سمہودی نے بھی اپنی کتاب'' جواهر العقدین ''میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے:اس کا ذکر کہ اہل بیت امت کے لیے باعث امان ہیں اور وہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی کی طرح ہیں کہ جو اس میں سوار ہوگیا،نجات پا گیا اور جو اس

سے پیچھے رہ گیا، وہ غرق ہوگیا۔(جواھر العقدَین259)

انھوں نے اس باب کے تحت کئی ایک احادیث ذکر کی ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتی ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث مذکوران کی نظر میں معتبر ہے، خاص طور پر اس صورت میں جب وہ حدیث ثقلین پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے باعث امان ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں:

إنّ ذلک یفهم وجود مَن یکون أهلاً لـلتمسّک من أهل البیت والعترة الطاهرة فی کلّ زمان وجدوا فیه إلی قیام الساعة، حتّی یتوجّه الحثّ المذکور إلی التمسّک به، کما أنّ الکتاب العزیز کذلک، ولهذا کانوا -کما سیأتی -أماناً لأهل الأرض، فإذا ذهبوا ذهب أهل الأرض.(جواهر العقدَین244)

''اس سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اہل بیت میں سے ایسے افراد ہر زمانے میں قیامت تک موجود رہیں گے جن کے ساتھ تمسک کیا جا سکے جس طرح اللہ کی کتاب عزیز قیامت تک ہر زمانے میں موجود رہے گی۔اس طرح جیسا کہ آگے آرہا ہے، وہ اہل زمین کے لیے باعث امان ہوں گے، جب وہ ختم ہوجائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہوجاءئیں گے''۔

اس تفصیل سے پتا چلا کہ اہل بیت کے سلسلے میں وارد حدیث امان ایک معتبر حدیث ہے اور اس کی بہت سی سندیں ہیں۔

جہاں تک سوال اس حدیث کی اس دلالت کا ہے کہ اہل بیت کے ساتھ تمسک اختیار کرنا واجب ہے تو اس بابت کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔کیوں کہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اہل زمین کے لیے ان کے باعث امن رہنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔اور اس کے ساتھ ان کی مخالفت بھی جائز ہوجائے اور ان کے طریقے سے ہٹ کر چلنا بھی جائز ہوجائے۔

علامہ مناوی حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے فیض القدیر میں لکھتے ہیں:

شبَّههم بنجوم السماء وهی التی یقع بها الاهتداء وهی الطوالع والغوارب والسیارات والثابتات، فکذلک بهم الاقتداء وبهم الأمان من الهلاک. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر 386/6)

''نبی اکرم ﷺ نے انھیں آسمان کے ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے ،جن سے راستہ دیکھا جاتا ہے اور وہ ستارے طوالع ،غوارب، سیارات اور ثابتات سبھی ہیں ،ٹھیک اسی طرح ان کی اقتدا کرنا ہلاکت سے مامون رہنے کا باعث ہے''۔

اہل بیت کے ساتھ تمسک کے وجوب، ان کے منہج کے مطابق چلنا اور اہل زمین کے لیے ان کا باعث امان ہونا یہ واضح کر دیتا ہے کہ وہ معصوم ہیں اور ان سے شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کیوں کہ اگر غلطی اور شریعت کی مخالفت کا احتمال ہو تو ان کے ساتھ امان کا تصور متحقق نہین ہوسکتا۔

یہ حدیث مزید کئی ایک باتوں پر دلالت کرتی ہے جو کسی ذہین آدمی سے مخفی نہیں ہیں۔ یہ حدیث بھی حدیث سفینہ اور حدیث ثقلین ہی کے چشمے میں جا کر گرتی ہے۔

☆ پانچویں حدیث:

نبی ﷺ کا علی، فاطمہ، حسن اور حسین سے یہ کہنا کہ میری بھی اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور اس سے میری بھی صلح ہے جو تم سے صلح کرے

اس حدیث کی تخریج احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ کی سند سے کی ہے۔

(مسند أحمد 442/2)

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں زید بن ارقم کی سند سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

أنا سلمٌ لمَن سالمتم وحرب لمَن حاربتم . (سنن ابن ماجة 52/1)

''میری صلح ہے اس سے جو تم سے صلح کرے اور جنگ ہے اس سے جو تم سے جنگ کرے''۔

ترمذی نے یہ حدیث اپنی سنن مین ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

أنا حرب لِمَنْ حاربتم، وسلم لِمَنْ سالمتم. (سنن الترمذی 5/360)

''میری بھی اس سے جنگ ہے جوتم سے جنگ کرے اور اس سے صلح ہے جوتم سے صلح کرے''۔

اسی طرح اس حدیث کی تخریج مندرجہ ذیل حضرات نے کی ہے:

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں (**المصنف** 7/512)،

ابن حبان نے اپنی صحیح میں (**صحیح ابن حبّان** 15/434)،

طبرانی نے معجم کبیر میں (**المعجم الکبیر** 3/40,5/184، **رقم**: 2621-2619)،

طبرانی نے معجم اوسط میں (**المعجم الأوسط** 7/197,5/182,3/179)،

طبرانی نے معجم صغیر میں (**المعجم الصغیر** 2/3)،

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں (**تاریخ بغداد** 7/144)،

اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں،

(**تاریخ دمشق** 219-14/144,157-158,13/218)۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

اہل فن کے نزدیک یہ حدیث معتبر احادیث میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ حاکم نے ابو ہریرہ کی سند سے اس کی تخریج کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ انھون نے اس کا ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے۔ اور وہ وہی حدیث زید بن ارقم ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ ذہبی نے تلخیص میں اس حکم کی تائید کی ہے۔ جب کہ حدیث کی تحسین سے سکوت اختیار کیا ہے۔ زید بن ارقم کی حدیث کو شاہد کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ (**المستدرک علی الصحیحین وبھامشہ تلخیص الذھبی** 3/149)

اسی طرح اس حدیث کی تخریج ابن حبان نے بھی کی ہے جیسا کہ اوپر ذکر آیا اور ابن حبان کی صحیح کے مقدمہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح

احادیث کی تخریج کی ہے۔ یہ حدیث خطیب تبریزی کی کتاب ''مشکاۃ المصابیح ''میں بھی موجود ہے۔(مشکاۃ المصابیح: باب مناقب أهل بیت النبی، الفصل الثانی 3/1735)مشکاۃ میں یہ حدیث بغوی کی'' المصابیح'' کی تبعیت میں موجود ہے۔بغوی نے اپنی کتاب'' المصابیح ''پر جومقدمہ لکھا ہے،اس میں یہ ہے کہ اگر وہ کسی حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ نہیں کرتے ہین اور وہ سنن کی کتابوں میں موجود ہے،تو ان کی نظر میں حسن ہے۔

مزید برآں یہ حدیث ایک تیسری سند سے بھی قریب قریب انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے،اس میں حسنین کریمین کا تذکرہ نہیں ہے کیوں کہ اس وقت تک ان کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔چنانچہ حافظ عمر بن شاہین (متوفی:385ھ) اپنی کتاب''فضائل سیّدة النساء''میں اپنی سند سے ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں:

لـمّا دخل علی بفاطمة جاء النبی صلّی الله علیه وسلّم أربعین صباحاً إلی بابها فیقول:أنا حرب لمَن حاربتم، وسِلْمٌ لمَنْ سالمتم . (فضائل سیّدة النساء 29)

''جب علی رضی اللہ عنہ کی شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو نبی اکرم ﷺ چالیس دنوں تک صبح صبح ان کے دروازے پر آ کر یہ کہتے رہے:میری بھی اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور میری بھی اس سے صلح ہے جو تم سے صلح کرے''۔

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عبارت اس مقدس گھر کے لیے حسنین کی ولادت سے پہلے اوران کی ولادت کے بعد بھی بار بار دہراتے رہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس سے آپ کی کیا مراد تھی اور رسول ﷺ امت سے کیا کہنا چاہتے تھے؟

کسی کو شک نہیں ہوسکتا کہ یہ حدیث صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس گھر کے بیٹوں کا بڑا بلند مقام ہے اور ان کے درجات بہت اونچے ہیں،اس طرح کہ ان سے جنگ کرنے والا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے والا

ہے اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جو رسول اللہ سے جنگ کرتا ہے، وہ محمدی اسلام سے اور اللہ عزوجل سے جنگ کرتا ہے۔ رسول ﷺ نے انھیں مدار اور معیار بنایا ہے، اسی سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون اسلام سے جنگ کر رہا ہے اور کون آپ کے ساتھ صلح کرتا ہے بلکہ اسی سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کون اسلام کی راہ پر چل رہا ہے اور اس کا منہج اختیار کر رہا ہے کیوں کہ اہل بیت علیہم السلام نبی ﷺ کے بعد اسلام کے حقیقی نمایندے ہیں، وہی ثقل اصغر ہیں، قرآن کے مساوی ہیں، وہی سفینہ ہیں، وہی اس امت کے لیے باعث امان ہیں، ایسی صورت میں یہ ایک طبعی امر ہے، نبی کی تصریح کی حاجت نہیں کہ جو ان سے جنگ کرے گا وہ آپ ﷺ سے جنگ کرے گا کیوں کہ آپ ہی اسلام کے نمایندے ہیں، اس کا علم اٹھانے والے ہیں، آپ کے خلفاء اور آپ کا علم اٹھانے والوں سے جنگ خود آپ ﷺ سے اور آپ کی رسالت مقدسہ سے جنگ کے مترادف ہے۔ لیکن نبی ﷺ نے چاہا کہ ہر ایک پر حجت تمام کر دیں اور اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہ باقی رہنے دیں کہ کوئی کلمے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اس میں تحریف کی جراءت کر سکے۔ اس کے باوجود، ایسی وضاحت جس میں تاویل کی ذرا بھی گنجائش نہیں، کے باوجود آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یزید امیر المومنین ہے، (ان کی ناک خاک آلود ہو) جب کہ اس نے حسین علیہ السلام سے جنگ کے لیے لشکر بھیجے، اس کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کے بھی مذمتی اقوال اور کلمات صریح اور واضح ہیں۔ نئے سرے سے اس مسئلے پر نظر ڈالنا بھی ہمارے لیے ضروری ہے کہ تمام صحابہ کے لیے عدالت صحابہ کا نظریہ نبی اکرم ﷺ سے مروی صحیح تراث سے میل نہیں کھاتا۔ سیدہ عائشہ، طلحہ اور زبیر نے علی علیہ السلام سے جنگ کی ہے۔ معاویہ صحابی نے صفین میں علی سے جنگ کی اور حسن سے جنگ کرنے کے لیے لشکر بھیجے۔ کیا گزشتہ حدیث کے مطابق یہ جنگیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ نہیں تھیں بلکہ یہ کہنا کیوں ممکن نہیں کہ رسول ﷺ نے غیب کی خبر دیتے تھے اور مسلمانوں کو تنبیہ فرماتے تھے کہ جب فتنے سر اٹھائیں تو ان میں راہ حق کیا ہے۔

☆ چھٹی حدیث: اہل بیت پر درود

کسی مسلمان سے یہ بات مخفی نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی پر درود بھیجنے کے ساتھ ساتھ آپ کے اہل بیت طاہرین پر بھی درود بھیجنے کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں احادیث نبویہ صریح ہین اور علمائے اسلام ان کی صحت پر متفق ہیں۔اس کی تخریج اکابر علمائے حدیث نے کی ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں باب'' **باب الصلاة على النبى بعد التشهّد** ''کے تحت اپنی سند سے ابومسعود انصاری کی حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

أتانا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ونحن فى مجلس سعد بن عبادة، فقال له بشير بن سعد: أمرنا الله تعالى أنْ نصلّى عليك (يعنى بقوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وسَلِّمُوا تَسْلِيماً) **يا رسول الله فكيف نصلّى عليك؟ قال :فسكت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم حتّى تمنّينا أنّه لم يسأله، ثمّ قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: قولوا: اللّهم صلّ على محمّد وعلى آل محمّد، كما صلّيتَ على آل إبراهيم، وبارك على محمّد وعلى آل محمّد كما باركتَ على آل إبراهيم فى العالمين إنّك حميد مجيد** .(صحيح مسلم 305/1)

''ہم لوگ سیدنا سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے پس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ چنانچہ سیدنا بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ !اللہ نے ہم کو آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، اس لئے بتایئے کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ یہ سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش رہے اور ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے نہ پوچھتے۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح درود پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

صَـلَّيْـتَ عَـلَـى آلِ إِبْـرَاهِيـمَ وَبَـارِكْ عَـلَـى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ''۔

اس سے پہلے صحیح بخاری کی وہ حدیث گزر چکی ہے جسے کعب بن عجرہ نے روایت کیا ہے۔(صحیح البخاری 4/118)

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ امہات کتب حدیث میں موجود ہے، ذیل کے کچھ مصادر ملاحظہ فرمائیں:

مسند احمد بن حنبل (مسند أحمد 5/353-274)،

مصنف عبدالرزاق صنعانی (المصنف 2/213-212)،

مصنف ابن ابی شیبہ (المصنف 2/391)،

ان کے علاوہ بھی بہت سی کتب احادیث میں یہ حدیث پائی جاتی ہے، حدیث کے مشہور ہونے اور صحیحین میں اس کی موجودگی کی وجہ سے ضرورت نہیں ہے کہ مزید مصادر بیان کیے جائیں۔

اس حدیث میں بڑے بلند مضامین اور عظیم دلائل ہیں جو اہل بیت کے بلند مقام کی نشان دہی کرتے ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾ بظاہر صرف رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے جس وقت اپنے اصحاب کو آیت کے مراد کی تفہیم کرائی تو درود کو عام بتا کر اہل بیت علیہم السلام کو اس میں شامل کیا۔ اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے تمام تصرفات میں ذاتی جذبات اور دنیاوی موثرات سے کہیں بلند ہیں، بلکہ آپ رسول ہدی ہیں، اپنی خواہش سے کبھی کچھ نہیں کہتے، جو کچھ فرماتے ہیں، اس کی بنیاد اللہ کی وحی ہوتی ہے۔

یہاں میں اپنے قارئین کو متنبہ کرنا چاہوں گا کہ نبی پر درود بھیجنے کی صحیح کیفیت صحیح حدیث کی روشنی میں سامنے آجانے کے بعد وہ آل کا ذکر کرنے سے غافل نہ رہیں۔ علماء کے اقوال غور سے سنیں اور ان کی کتابوں پر بھی نظر ڈالیں کہ کیا وہ نبی اکرم ﷺ کے حکم

کے مطابق آل رسول پر درود بھیجتے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام ان حضرات میں شامل ہیں جن پر درود بھیجنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کیوں کہ بغیر کسی شک وتردد کے وہ سید العترۃ ہیں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

☆ساتویں حدیث:

حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر نبی ﷺ کا یہ کہنا کہ جو مجھ سے، ان دونوں سے، ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کرے، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا

یہ حدیث بھی اہل سنت کے یہاں معتبر احادیث میں شامل ہے، اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے:

امام ترمذی نے اپنی سنن میں (سنن الترمذی 5/305)،

شمس الدین جزری نے اسنی المطالب میں (أسنی المطالب.121)،

احمد محمد شاکر نے مسند احمد پر اپنی تحقیق میں (مسند أحمد 1/412)،

جب کہ اس حدیث کی تخریج محدثین اور حفاظ حدیث کی ایک پوری جماعت نے کی ہے، ذیل کے مصادر ملاحظہ فرمائیں:

ترمذی نے اپنی سنن میں (سنن الترمذی 5/305)،

عبداللہ بن احمد نے مسند پر اپنی زوائد میں (مسند أحمد 1/77)،

دولابی نے ذریۃ طاہرہ نبویہ میں (الذریة الطاهرة النبویّة119)،

طبرانی نے معجم صغیر میں (المعجم الصغیر 2/70)،

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں (تاریخ بغداد 13/289)،

اوران کے علاوہ بہت سے محدثین نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

حدیث کی دلالت صریح اور واضح ہے کہ ان کا مقام، ان کی منزلت اوران کا درجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظر میں بہت بلند ہے۔

☆ **آٹھویں حدیث:**

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم اہل بیت سے جو بھی بغض رکھے گا، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا

اس حدیث کی تخریج حاکم نے مستدرک میں اپنی سند سے ابوسعید خدری سے کی ہے اوراس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ذہبی نے حاکم کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(**المستدرک وبهامشه تلخيص الذهبی** 3/150)

نیز اس حدیث کی تخریج ابن حبان نے اپنی صحیح میں کی ہے(**صحيح ابن حبّان** 15/435)

اور سیوطی نے بھی اپنی کتاب درمنثور میں اس حدیث کو احمد کی طرف منسوب کیا ہے۔(**الدر المنثور** 7/349 ، **فی ذیل آية المودّة**)

سید حسن سقاف نے اس حدیث کو اپنی کتاب'' **صحيح شرح العقيدة الطحاويّة** ''میں نقل کیا ہے اوراس کو صحیح کہا ہے،(**صحيح شرح العقيدة الطحاويّة**656)

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

وقد نصّ على محبّة العترة جمهورُ أهل السنّة والجماعة، لكنّها بقيتُ مسألة نظريّة لم يطبّقها كثيرون، فهی مفقودة -حقيقة -فی أرض

الـواقـع، وهـذا مـمّـا يـؤسف لـه جدّ الأسف، وقد حـاول النواصب وهم الـمبـغـضـون لسيّـدنا على رضوان الله عليه ولذرِّيَّته -وهـم عترة النبى (صلّى الله عليه وآله وسلّم)الأطهار -أنْ يصرفوا الناس عن محبّة آل البيت التـى هـى قـربة مـن القرب، فوضعوا أحاديث فى ذلک وبنوا عليها أقوالاً فـاسدة، منها :أنّهـم وضـعوا حديث:آل محمّد كلّ تقى ، وحديث(أنا جدّ كـلّ تـقـى)، ونـحـو هذه الأحاديث التى هى كذب من موضوعات أعداء أهـل البيت النبوى، ومن الباطل قول أحد النواصب المبتدعة أثناء كلام له فى هذا الموضوع:(وأهل بيته فى الأصل هم نساؤه صلّى الله عليه وسلم وفيهن الصديقة عائشة رضى الله عنهن جميعاً.

''جمہور اہل سنت والجماعۃ نے عترۃ سے محبت کرنے پر واضح دلائل دیے ہیں۔لیکن یہ صرف ایک نظری مسئلہ بن کر رہ گیا ہے،اکثر حضرات نے اس کو منطبق نہیں کیا ہے بلکہ اپنی حقیقت تو یہ ہے کہ محبت مفقود ہے،اس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے،سیدنا علی رضوان اللہ علیہ اوران کی ذریت جو نبی ﷺ کی عترۃ اطہار ہیں،سے بغض رکھنے والے ناصبیوں نے کوشش کی ہے کہ لوگوں کا رخ آل بیت کی محبت سے پھیر دیں جب کہ وہ قربت الٰہی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔اس کے لیے انھوں نے احادیث وضع کیں،اوران پر اپنے فاسداقوال کی عمارت کھڑی کی مثال کے طور پرانھوں نے یہ حدیث:''آل محمّد كلّ تقى '' گھڑی،اسی طرح یہ حدیث:''أنا جدّ كلّ تقى '' بھی وضع کی،اسی طرح کی اور بھی احادیث وضع کیں،جو سراسر کذب اور اہل بیت نبوی کے دشمنوں کی وضع کردہ تھیں۔

اس کے علاوہ اہل بیت کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں،جو مشہور ہیں اوران کے بلند مقام کی وضاحت کرتی ہیں۔اصحاب الحدیث نے اس موضوع پر اپنی کتابوں میں خاص فصلیں لکھی ہیں اور بعض لوگوں نے اس سلسلے میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

یہاں چوں کہ ہمارا مقصد تمام باتوں کا احاطہ کرنا نہیں ہے، اس لیے مجمل طور پر ہم نے ان کے فضائل کی طرف اشارے کیے ہیں۔ قارئین کرام اگر تفصیل میں جانا چاہیں تو اس موضوع کی خاص کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(ب) سیدنا علی علیہ السلام کی فضیلت کے ساتھ خاص احادیث

سیدنا علی علیہ السلام کے فضائل نے مشرق ومغرب کو بھر دیا ہے، ان کے فضائل عام ہیں اور چاروں طرف مشہور ہیں۔ اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ہم ان قدیم کتابوں سے بعض چیزوں کا انتخاب کر کے قارئین کے سامنے پیش کریں گے اور سیدنا علی علیہ السلام کے فضائل پر لکھی گئی جدید کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ بھی دیں گے۔

☆ پہلی فضیلت: سیدنا علیؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا

امام نسائی نے اپنی سند سے زید بن ارقم سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں:

أوّل مَن أسلم مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم علي بن أبي طالب

''رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے علی بن ابی طالب نے اسلام قبول کیا''۔

محقق آل زہوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (خصائص أمير المؤمنين20)

اس حدیث کی روایت امام حاکم نے بھی مستدرک میں کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ان کے اس حکم کی امام ذہبی نے تائید کی ہے۔ (المستدرک على الصحيحين وبهامشه تلخيص المستدرک للذهبی 3/136)

یہ حدیث زید بن ارقم سے ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

أوّل مَن صلّى مع رسول الله علي.

''رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز سیدنا علیؓ نے پڑھی''۔

آل زہوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (خصائص أمير المؤمنين20)

انھوں نے اس حدیث کی تخریج اس طرح کی ہے:

مسند احمد4/368،رقم:370،فضائل الصحابۃ،رقم:1000،1004،المغازی لابن أبی شیبۃ، رقم:61،مسند الطیالسی،رقم:678،ترمذی،رقم:3735،تاریخ ابن جریر طبری 2/211-212،بعض دوسرے حضرات نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(**خصائص أمیر المؤمنین20**)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أوّل هذه الأمّة وروداً على نبيّها صلّى الله عليه وسلّم أوّلها إسلاماً علي بن أبي طالب.

''اس امت کا پہلا شخص جو حوض کوثر پر امت کے نبی ﷺ کے پاس پہنچے گا، وہ ہوگا جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، اور وہ علی بن ابی طالبؑ ہیں''۔

ہیثمی مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں: اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔(**مجمع الزوائد 9/102**)

سیدنا عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں:

أوّل مَن أسلم عليٌّ رضی الله عنه .

''پہلے شخص جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے، وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں''۔

اس حدیث کو طبرانی نے'' **الأوائل** ''میں روایت کیا ہے محقق نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔(**الأوائل بتحقيق محمّد شكور78**)

ایک شخص جو سیدنا علیؑ کو گالیاں دیتا تھا، اس سے اپنی ایک حدیث میں سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں:

يا هذا على ما تشتم علي بن أبي طالب، ألم يكن أوّل مَن أسلم، ألم يكن أوّل من صلّى مع رسول الله (صلّى الله عليه وآله وسلّم)،ألم يكن أعلم الناس.

''اے فلاں، کس وجہ سے تو سیدنا علیؑ کو گالی دیتا ہے، کیا یہ وہی نہیں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، کیا یہ وہی نہیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی اور کیا وہ تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم نہیں ہیں''۔ اس حدیث کی تخریج امام حاکم نے کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے، امام ذہبی نے اس حکم سے اپنی موافقت کا اظہار کیا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین وبھامشہ تلخیص الذھبی 3/125)

سیدنا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

أنا أوّل رجل صلّى مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم.

''میں پہلا شخص ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی''۔

اس حدیث کی تخریج امام احمد نے مسند (2/98 رقم:1191) میں کی ہے اور کتاب کے محقق محمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' [8/332] میں اور ابن ابی عاصم نے ''الأوائل'' [79] میں بھی اس کی تخریج کی ہے۔ یہ نمونہ کے طور پر چند احادیث ہیں، ورنہ علی کے سب سے پہلے اسلام لانے سے متعلق روایات بہت ہیں، ہم نے نمونے میں جن صحابہ کی روایات ذکر کی ہیں، صرف وہی اس بات کے قائل نہیں ہین کہ سیدنا علیؑ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا بلکہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں۔ اس کا احاط اس موضوع پر خاص بحث کا متقاضی ہے، یہاں ہم اپنی گفتگو اس موضوع پر اہل سنت کے دو بڑے عالموں کے بیانات ذکر کر کے ختم کریں گے۔ امام حاکم نیسابوری اپنی کتاب ''معرفة علوم الحديث'' میں لکھتے ہیں:

ولا أعلـمُ خلافاً بين أصحاب التواريخ، أنّ علي بن أبي طالب رضي الله عنه أوّلهم إسلاماً . (معرفة علوم الحديث 23)

''مورخین کے درمیان مجھے اس بابت کوئی اختلاف نظر نہیں آتا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں سے پہلے اسلام قبول کیا''۔

امام سیوطی اپنی کتاب'' تاريخ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں:

أَسْلَمَ قديماً، بل قال ابن عبّاس، وأنس، وزيد بن أرقم، وسلمان الفارسی، وجماعة: إنّه أوّل مَن أسلم، ونقل بعضهم الإجماع عليه. (تاريخ الخلفاء 128)

''سیدنا علیؓ قدیم الاسلام ہیں بلکہ ابن عباس، انس، زید بن ارقم، سلمان فارسی اور ایک پوری جماعت کہتی ہے کہ سیدنا علیؓ ہی سب سے پہلے اسلام لائے، بعض حضرات نے تو اس بات پر اجماع نقل کیا ہے''۔

☆ دوسری فضیلت: اللہ کی نظر میں سارے لوگوں سے زیادہ محبوب

امام نسائی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إنّ النبی صلّی الله علیه وسلّم کان عنده طائر فقال: اللّهم ائتنی بأحبّ خلقک إلیک یأکل معی من هذا الطیر، فجاء أبو بکر فردّه، وجاء عمر فردّه، وجاء علی فأَذِنَ له. (السنن الكبرى 5/107)

''نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک (بھنا ہوا) پرندہ تھا، آپ نے دعا مانگتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! میرے پاس اس وقت اپنے اس بندے کو بھیج دے جسے تو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے جو میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ پہلے ابوبکر آئے، آپ نے واپس کردیا، پھر عمر آئے، بھی لوٹا دیا، آخر میں علیؓ آئے تو آپ نے انھیں اندر آنے کی اجازت دی''۔

یہ حدیث ''حدیث طیر'' کے نام سے مشہور ہے، اس کی بہت سی سندیں ہیں۔ (اس کی بعض سندوں کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تاريخ دمشق 42/245، اور بعد کے صفحات)

صحابہ کی ایک جماعت جیسے علی بن ابی طالب، ابن عباس، خادم رسول سفینہ، ابوسعید خدری، انس وغیرہ، اور اس حدیث کی تخریج محدثین اور حفاظ حدیث کی پوری ایک جماعت نے کی ہے۔

حدیث کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں انسؓ سے کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔اس کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں:اس حدیث کو انس سے ان کے تلامذہ کی ایک جماعت جن کی تعداد تیس سے بھی زیادہ ہے، نے روایت کیا ہے۔اس کے بعد امام حاکم نے علی،ابوسعید خدری اور سفینہ سے مروی اس حدیث کی سندوں کو صحیح قرار دیا ہے۔(المستدرک علی الصحیحین3/130)

اس حدیث کوطبرانی نے سفینہ کی سند سے روایت کیا ہے۔(المعجم الکبیر7/82)

اسے ہیثمی نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں نقل کر کے لکھا ہے کہ طبرانی کے رجال صحیح کے رجال ہیں،سوائے فطر بن خلیفہ کے اور وہ ثقہ ہے۔(مجمع الزوائد 9/126)

اسی طرح حافظ ابن حجر نے حدیث طیر کی تحسین ،ائمہ ستہ کی تخریج کردہ احادیث پر گفتگو کرتے ہوئے حدیث نمبر(۱۶) کے تحت بحث کی ہے جو ان کے رسالہ'' أجوبة الحافظ ابن حجر عن أحاديث المصابيح ''میں شامل ہے اور جو''مشكاة المصابيح''میں ذیل کے طور پر مطبوع ہے۔(مشكاة المصابيح3/1791)

حدیث طیر اپنے کثرت طرق کی وجہ سے تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے،اس میں کوئی کلام نہیں،اس کے علاوہ اس کی کئی ایک صحیح سندیں بھی ہیں،وللہ الحمد۔

حدیث طیر کی تخریج مندرجہ ذیل حضرات نے کی ہے:

امام احمد نے''فضائل الصحابة''[2/560] میں،

امام ترمذی نے اپنی سنن[5/300] میں،

امام بزار نے اپنی مسند[9/287] میں،

امام طبرانی نے معجم اوسط[2/207،6/90] میں،

امام ابونعیم نے'' مسند أبي حنيفة''[1/234] میں،

خطیب بغدادی نے''تاریخ بغداد''[3/390،9/376] میں

اوپر سنن نسائی،تاریخ بغداد اور مستدرک حاکم کے حوالے گزر چکے ہیں،ان کے علاوہ

بھی بہت سے محدثین نے حدیث طیر کی تخریج کی ہے۔

☆ تیسری فضیلت: حدیث غدیر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں جس کا مولی ہوں، علیؑ بھی اس کے مولی ہیں

یہ حدیث کسی سے مخفی نہیں، یہ سورج کے نصف النہار پر ہونے کی طرح ہے، صحیح ہے، متواتر ہے، مختلف ادوار اور زمانوں میں اسے ایک جم غفیر نے ایک جم غفیر سے روایت کیا ہے۔ ائمہ حدیث اور بڑے بڑے حفاظ حدیث نے اسے اپنی کتابوں اور مسانید میں درج کیا ہے۔ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے قول کے طور پر کئی قسم کے اضافے ہیں، مثلاً ''**أتعلمون أنّي أولى بالمؤمنين من أنفسهم**'' اور ''**اللّهم والِ مَن والاه، وعادِ مَن عاداه**'' وغیرہ، اسی لیے ہم اس کے بعض اطراف کا ذکر کریں گے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کریں گے کہ علمائے اہل سنت میں سے کن حضرات نے ان اطراف کو صحیح کہا ہے۔

امام نسائی نے اپنی کتاب ''**خصائص أمير المؤمنين**'' میں اپنی سند سے حدیث نقل کی ہے کہ زید بن ارقم بیان کرتے ہیں:

لمّا رجع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من حجّة الوداع ونزل غدير خم أمر بدوحات فقُمِمْنَ، ثمّ قال: كأنّي قد دُعيتُ فأجبتُ، إنّي تركتُ فيكم الثقلين أحدهما أكبر من الآخر، كتاب الله وعترتي أهل بيتي، فانظروا كيف تخلفوني فيهما، فإنّهما لن يفترقا حتّى يَرِدَا عليّ الحوض، ثمّ قال: إنّ الله مولاي، وأنا وليّ كلّ مؤمن، ثمّ أخذ بيد علي فقال: مَن كنتُ وليّه، فهذا وليّه، اللّهم والِ مَن والاهُ، وعادِ مَن عاداه، فقلتُ لزيد: سمعتَه من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم؟ فقال: ما كان في الدوحات أحدٌ إلاّ رآه بعينيه وسمعه بأذنيه. (خصائص أمير المؤمنين

للنسائی72-71)

''جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے تو آپ نے غدیر خم پر پڑاؤ کیا اور حکم دیا کہ بڑے بڑے پیڑوں کے نیچے صاف صفائی کر دی جائے، پھر آپ نے فرمایا: ایسا لگتا ہے کہ مجھے بلا لیا جائے گا اور اس بلاوے پر میں لبیک کہوں گا۔ میں تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے، وہ ہے اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت، دیکھتے رہنا کہ تم ان دونوں میں میری کس طرح جانشینی کرتے ہو۔ دونوں ایک دوسرے سے کبھی الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ساتھ ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر آ کر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اللہ میرا مولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں، پھر آپ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں جس کا ولی ہوں، یہ بھی اس کے ولی ہیں، اے اللہ! تو دوستی رکھ ہر اس شخص سے جو ان سے دوستی رکھے اور تو دشمنی رکھ ہر اس شخص سے جو ان سے دشمنی رکھے۔ میں نے زید سے پوچھا: کیا آپ نے یہ بات خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے ہی نہیں بلکہ اس دن بڑے درختوں کے پیچھے جو بھی موجود تھا، اس نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے ارشادات رسول سنے ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین 3/109)

اور ابن ابی عاصم نے السنہ میں کی ہے۔(السنة630)

اور امام طبرانی نے ''الکبیر''میں روایت کیا ہے۔(المعجم الکبیر 5/166)

امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری و مسلم کی شرطوں کے مطابق ہے لیکن دونوں نے اس طوالت کے ساتھ اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین 3/109)

اس حدیث کو ابن کثیر نے اپنی کتاب ''البداية والنهاية ''میں بھی نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ ذہبی کہتے تھے کہ حدیث صحیح ہے۔(البداية والنهاية 5/ 228-229)

ابوطفیل یعنی عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں:

جمع عليٌّ -رضى الله تعالى عنه -الناسَ فى الرحبة، ثمّ قال لهم: أنشد الله كلّ امرء مسلم سمع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول يوم غدير خم ما سمع لمّا قام، فقام ثلاثون من الناس. وفى رواية: فقام ناس كثير فشهدوا حين أخذ بيده فقال للناس: أتعلمون أنّى أولى بالمؤمنين من أنفسهم؟ قالوا: نعم يا رسول الله، قال: مَن كنتُ مولاه فهذا مولاه، اللّهم والِ مَن والاهُ، وعادِ مَن عاداه، قال(يعنى الصحابى أبا الطفيل)فخرجت وكأنّ فى نفسى شيئاً، فلقيت زيد بن أرقم، فقلتُ له: إنّى سمعتُ عليّاً رضى الله عنه يقول كذا وكذا، قال: فما تنكر، قد سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول ذلك له.

''علی رضی اللہ عنہ نے مقام رحبہ میں لوگوں کو جمع کیا اور پھر ان سے مخاطب ہوکر فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے غدیرخم کے دن رسول اللہ ﷺ کو کچھ فرماتے سنا تھا۔ یہ سن کر تیس لوگ کھڑے ہو گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: یہ سن کر تیس لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان (علی) کا ہاتھ تھاما تھا تو فرمایا تھا: کیا تمھیں پتا ہے کہ میں مومنوں کی نظر میں ان کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں، لوگوں نے جواب دیا تھا: ہاں، اے اللہ کے رسول۔ پھر آپ نے فرمایا تھا: میں جس کا مولی ہوں، علی بھی اس کے مولی ہیں، اے اللہ! تو دوستی رکھ ہر اس شخص سے جو ان سے دوستی رکھے اور تو دشمنی رکھ ہر اس شخص سے جو ان سے دشمنی رکھے۔ صحابی ابوطفیل کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا لیکن اس

حدیث کو لے کر میرے دل پر ایک بوجھ تھا۔ میں نے زید بن ارقم سے ملاقات کی اور ان سے کہا: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو ایسا ایسا کہتے سنا ہے۔ انھوں نے جواب دیا: اس میں تم کسی چیز کا انکار کیسے کر سکتے ہو یا تمھیں اس میں کوئی نکارت کیوں نظر آ رہی ہے، خود میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان سے یہ بات کہتے سنا ہے''۔

اس حدیث کی تخریج احمد نے اپنی "**المسند**" میں کی ہے۔ (**مسند أحمد** 4/370)، امام نسائی نے ''**الخصائص**'' میں کی ہے۔ (**خصائص أمير المؤمنين بتحقيق آل زهوى** 82)، ابن حبان نے اپنی صحیح میں (**صحيح ابن حبّان** 15/376) اور ہیثمی نے ''**موارد الظمآن**'' میں کی ہے (**موارد الظمآن** 544) اور بعض دوسرے محدثین نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

ہیثمی اپنی کتاب'' **مجمع الزوائد** ''میں لکھتے ہیں: اس حدیث کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے فطر بن خلیفہ کے اور وہ ثقہ ہیں۔ (**مجمع الزوائد** 9/104)

البانی لکھتے ہیں: اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ (**سلسلة الأحاديث الصحيحة** 4/331 ، رقم1750)

دانی بن منیر آل زہوی کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (**خصائص أمير المؤمنين للنسائى بتحقيق آل زهوى**82)

ریاح بن حارث بیان کرتے ہیں:

جاء رهط إلى على بالرحبة، فقالوا: السلام عليك يا مولانا، قال: كيف أكون مولاكم وأنتم قوم عرب؟ قالوا: سمعنا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يوم غدير خم يقول: مَن كنتُ مولاه فإنّ هذا مولاه، قال رياح: فلمّا مضوا تبعتُهم فسألتُ مَنْ هؤلاء ؟ قالوا: نفر من الأنصار فيهم أبو أيّوب الأنصارى .

''مقام رحبہ میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جماعت آئی ،اس نے کہا:اے ہمارے مولا! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔علی نے پوچھا: میں تمھارا مولا کیسے ہوسکتا ہوں جب کہ تم عرب قوم سے تعلق رکھتے ہو؟انھوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے سنا تھا کہ میں جن کا مولی ہوں یہ یعنی علی بھی ان کے مولی ہیں۔رباح کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ آگے بڑھ گئے تو میں نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟انھوں نے جواب دیا: ہم قبیلہ انصار سے تعلق رکھتے ہیں ،ان میں حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے''۔

اس حدیث کی تخریج احمد نے اپنی مسند میں کی ہے(**مسند أحمد 5/419**)

اور طبرانی نے معجم کبیر میں کی ہے۔(**المعجم الکبیر 4/174**)

ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد کے رجال ثقہ ہیں۔(**مجمع الزوائد 9/104**)

شیخ البانی کہتے ہیں: یہ سند جید ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔(**سلسلة الأحادیث الصحیحة 4/340**)

اس روایت کا ایک تتمہ بھی ہے چنانچہ حفظ ثقہ ابراہیم بن دیزیل کی کتاب ''**وقعة صفّین**''[ص:166-165] میں ہے:

حدّثنا یحیی بن سلیمان الجعفی قال:حدّثنا ابن فضیل، قال:حدّثنا الحسن بن الحکم النخعی، عن ریاح بن الحارث النخعی قال:کنتُ جالساً عند علی (علیه السلام)إذْ قدم علیه قوم متلثّمون، فقالوا :السلام علیک یا مولانا، فقال لهم :أولستم قوماً عرباً :قالوا:بلی، ولکنّا سمعنا رسول الله(صلّی الله علیه وآله وسلّم)یقول یوم غدیر خم:مَن کنت مولاه فعلیّ مولاه، اللّهم والِ مَن والاهُ، وعادِ مَن عاداه، وانصر مَن نصره، واخذل مَن خذله.

قال:فلقد رأيتُ عليّاً (عليه السلام)ضحک حتّی بدت نواجذه، ثمّ قال:اشهدوا، ثـمّ إنّ القوم مضوا إلی رحالهم فتبعتهم، فقلت لرجل منهم : مَن القوم؟ قالوا :نحن رهط من الأنصار، وذاک -يعنون رجلاً منهم -أبو أيّوب صاحب منزل رسول الله (صلّی الله عليه وآله وسلّم)، قال:فأتيتُه فصافحتُه. (یہ روایت ابراہیم بن دیزل کی کتاب''**وقعة صفّين**'' سے ابن ابی حدید نے''**شرح النهج**''[3/208] میں نقل کی ہے۔)

''ہم سے حدیث بیان کی یحی بن سلیمان جعفی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابن فضیل نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی حسن بن حکم نخعی نے ،وہ روایت کرتے ہیں رباح بن حارث نخعی سے ،وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا،اسی درمیان ڈھاٹا باندھے ایک قوم ان کے پاس آئی اور اس نے کہا:اے ہمارے مولا! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔علیؑ نے ان سے کہا: کیا تم عرب نہیں ہو؟انھوں نے جواب دیا: بے شک ہم عرب ہیں۔لیکن ہم نے رسول اللہ ﷺ غدیر خم کے دن یہ کہتے سنا ہے کہ میں جس کا مولی ہوں ،علی بھی اس کے مولی ہیں،اے اللہ!تو دوستی رکھ ہر اس شخص سے جو ان سے دوستی رکھے اور تو دشمنی رکھ ہر اس شخص سے جو ان سے دشمنی رکھے،اس کی مدد فرما جو ان کی مدد کرے اور تو بھی اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے جو انھیں بے یار و مددگار چھوڑے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان کی یہ بات سن کر علی علیہ السلام ہنس پڑے اس طرح کہ ان کے دانت دکھائی دینے لگے۔ پھر علی نے ان سے کہا:اس بات کے گواہ رہو۔اس کے بعد وہ جماعت اپنے خیموں کی طرف چلی گئی ، میں اس کے پیچھے گیا۔ میں نے اس میں سے ایک آدمی سے پوچھا؟ آپ لوگ کون ہیں؟انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا تعلق قبیلۂ انصار سے ہے اور اپنے میں سے ایک صاحب کی طرف اشارہ کرکے انھوں نے بتایا کہ وہ میزبان رسول اللہ ﷺ ابوایوب رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ سن کر میں صحابی رسول کے پاس آیا

اوران سے مصافحہ کیا''۔

یہ روایت سند کے اعتبار سے معتبر ہے، ابراہیم بن دیزل کے بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ امام حافظ ثقہ اور عابد تھے۔(سير أعلام النبلاء 13/184)

امام ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے: صالح بن احمد حافظ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے علی بن عیسی کو یہ کہتے سنا کہ جس سند میں ابراہیم ہوں، اس میں اگر یہ ہو کہ روٹی نہیں کھائی جاتی ہے تو واجب ہوگا کہ روٹی نہ کھائی جائے، یہ بات صحت سند کے اعتبار سے کہی گئی ہے۔(سير أعلام النبلاء 13/188)

یحی بن سلیمان جعفی کے بارے میں ذہبی صویلح لکھتے ہیں۔(الکاشف 3/244)

ان کی کم سے کم حالت یہ ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہو حالانکہ البانی نے اس اعتبار سے ان کی توثیق کی ہے کہ وہ بخاری کے رجال میں سے ہیں جیسا کہ البانی کی کتاب'' إرواء الغليل ''میں ہے۔(إراواء الغليل 4/194)

محمد بن فضیل حافظ کو ذہبی نے اپنی کتاب''الکاشف''میں ثقہ کہا ہے۔(الكاشف 3/71)

ان کے بارے میں البانی نے لکھا ہے کہ وہ بخاری و مسلم کے رجال میں سے ہیں۔(سلسلة الأحاديث الصحيحة 2/89)

حسن بن حکم نخعی کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ صالح الحدیث ہیں۔(الكاشف) للذهبى 1/175)

ہیثمی نے ان کو اپنی کتاب'' مجمع الزوائد ''میں ثقہ قرار دیا ہے۔(مجمع الزوائد 5/ 246 و8/104)

رباح بن حارث نخعی کے بارے میں گزشتہ حدیث کی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ہیثمی اور البانی نے ان کی توثیق کی ہے۔لہذا یہ حدیث کم سے کم درجے میں حسن ہوگی۔

حدیث غدیر کی سندیں بہت ہیں، اس کے بعض فقرے متواتر کے حکم میں ہیں۔امام ذہبی حدیث'' مَن کنتُ مولاہ فعليّ مولاہ '' کی ایک سند کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، اس کی سند بہت عالی اور اس کا متن متواتر ہے۔(سیر أعلام النبلاء 335/8)

شمس الدین جزری اس حدیث کی ایک سند پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سند سے یہ حدیث حسن ہے، مختلف وجوہ سے یہ صحیح ہے، امیر المومنین سے تواتر کے ساتھ مروی ہے بلکہ وہ متواتر ہے۔مزید یہ کہ اس حدیث کو نبی اکرم ﷺ سے ایک جم غفیر نے جم غفیر سے روایت کیا ہے، جن لوگوں کو فن حدیث کی خاص اطلاع نہیں ہے، ان کے اس حدیث کو ضعیف کہنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔(اس سے بہ ظاہر اشارہ ابن تیمیہ حرانی کی طرف ہے جنھوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے)، یہ حدیث تقریباً تیس صحابہ کرام سے مرفوعاً مروی ہے۔(أسنی المطالب فی مناقب سیّدنا علی بن أبی طالب.48)

البانی اپنی کتاب'' الصحیحة''میں حدیث:'' مَن کنتُ مولاہ، فعليّ مولاہ، اللّھمّ والِ مَن والاہ، وعادِ مَن عاداہ ''کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

مختصر یہ کہ حدیث زیر ترجمہ اپنے دونوں حصوں (پہلے حصہ سے مراد یہ ہے: مَن کنت مولاہ، فعلی مولاہ ، اوردوسرے حصہ سے یہ ہے: اللّھم والِ مَن والاہ، وعادِ مَن عاداہ) کے ساتھ صحیح ہے۔بلکہ پہلا حصہ نبی اکرم ﷺ سے متواتر ہے جیسا کہ اس کی تمام اسانید اور طرق کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔جو کچھ میں نے اس سلسلے میں تحریر کردیا ہے، وہ کافی ہے۔

البانی آگے لکھتے ہیں:

إذا عرفت ھذا، فقد کان الدافع لتحریر الکلام علی الحدیث وبیان صحّتہ أنّنی رأیتُ شیخ الإسلام ابن تیمیّة قد ضعّف الشطر الأوّل من الحدیث، وأمّا الشطر الآخر فزعم أنّہ کذب، وھذا من مبالغاتہ الناتجة فی

تقديرى مِن تسرّعه فى تضعيف الأحاديث قبل أنْ يجمع طرقها ويدقّق النظر فيه. (سلسلة الأحاديث الصحيحة4/344-343،التعليق على الحديث رقم1750)

''جب آپ کو یہ حقیقت معلوم ہوگئی تو یہ بھی جان لیں کہ اس حدیث پر اوراس کی صحت پر گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حدیث کے پہلے حصہ کوضعیف اور دوسرے حصہ کوجھوٹ قرار دیا ہے، مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ یہ ان کی مبالغہ آرائی ہے، میرا خیال ہے کہ وہ حدیث کی تمام سندیں جمع کرنے اوران پر باریک نظرڈالنے کی بجائے احادیث پرضعف کاحکم لگانے میں عجلت سے کام لیتے ہیں''۔

بحث کے آخر میں ہم البانی پربھی گفتگوکریں گے جنھوں نے اس حدیث کوضعیف کہا ہے۔تھوڑاانتظارکریں۔

دانی بن منیرآل زہوی لکھتے ہیں:

فحديث المولاة حديث صحيح ثابت، بل هو متواتر كما قال الألباني في(الصحيحة4/343)أمّا قول ابن تيمية في المنهاج :4/104 أنّه كذب مخالف للقواعد الحديثيّة،فهو مردود عليه ...أقول:مَن تتبّع طرق هذا الحديث علم أنّها صحيحة كالشمس، في أغلبها ومنها الحسن، والضعيف فيها قليل، والحديث صحيح لا شكّ في ذلك كما مر

(خصائص أمير المؤمنين للنسائي بتحقيق آل زهوى78)

''حدیث موالات ایک ثابت صحیح حدیث ہے بلکہ جیسا کہ البانی نے''الصحیحة 4/343''میں لکھا ہے،ایک متواتر حدیث ہے۔منہاج السنہ [4/104] میں ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے،اصول حدیث اوراس کے قواعد کے خلاف ہے،لہذا ان کی بات مردود ہے۔میں کہتا ہوں کہ جوبھی اس حدیث کی تمام سندوں کا تتبع کرے گا ،اسے یہ معلوم ہوجائے گا کہ یہ حدیث سورج کی طرح صحیح ہے۔اس کی بیشتر سندوں کا

حال یہی ہے۔ہاں اس کی بعض سندیں حسن ہیں لیکن ضعیف تو ان کی تعداد بہت کم ہے۔لہذا اس حدیث کی صحت مین کوئی شک نہیں ہے''۔

اس فضیلت سے متعلق چند باتیں باقی ہیں جن کی طرف یہاں اشارہ کردینا ضروری سمجھتا ہوں: البانی نے صحیحہ میں بعض سندوں کے ذیل میں مروی روایات کی صحت سے انکار کیا ہے۔اور وہ ہے آپ ﷺ کا یہ ارشاد: ''وانصرْ مَن نصره، واخذلْ مَن خذله''، (مدد کر جو ان کی مدد کرے اور تنہا چھوڑ دے جو انھیں تنہا چھوڑ دے)۔

ففی ثبوته عندی وقفة؛ لعدم ورود ما یجبر ضعفه، وکأنّه روایة بالمعنی للشطر الآخر من الحدیث: اللّهم والِ مَن والاه، وعادِ مَن عاداه . ومثله قول عمر لعلی: أصبحتَ وأمسیتَ مولی کلّ مؤمن ومؤمنة ، لا یصح أیضاً؛ لتفرّد علی بن زید به کما تقدّم. (الصحیحة 4/344)

''وہ کہتے ہیں کہ میری نظر میں اس کے ثبوت میں توقف اختیار کیا جائے گا کیوں کہ اس میں جو ضعف پایا جاتا ہے، اس کی تلافی کہیں سے نہیں ہوتی۔ایسا لگتا ہے کہ یہ روایت بالمعنی ہے اور اس حدیث کے دوسرے جزء سے ماخوذ ہے: ''اے اللہ! تو دوستی رکھ اس سے جو انھیں دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو ان سے دشمنی رکھے''۔اسی طرح عمر کا سیدنا علی سے یہ کہنا: ''آپ تو ہر صبح شام ہر مومن مرد اور عورت کے مولی بن گئے''۔ یہ روایت اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس میں زید کا تفرد پایا جاتا ہے جیسا کہ اس پر گفتگو ہو چکی ہے''۔

میں کہتا ہوں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: ''وانصرْ مَن نصره، واخذلْ مَن خذله''، حسن سند کے ساتھ منقول ہے، اور وہ وہی آخری حدیث ہے جو میں نے ابن دیزیل کی کتاب ''وقعة صفّین'' سے ذکر کی ہے۔اور جسے ان سے ابن ابی الحدید نے شرح نہج میں نقل کیا ہے۔ بہ ظاہر ایسا لگتا ہے کہ حدیث کی یہ سند البانی سے مخفی رہ گئی بلکہ یہ الفاظ ایک دوسری سند سے بھی صحیح سند کے ساتھ آئے ہیں جیسا کہ ہیثمی

نے ''مجمع الزوائد'' میں بزار کے حوالے سے عمر بن ذی مر، سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے نقل کیا ہے، تینوں حضرات کہتے ہیں:

سمعنا عليّاً يقول: نشدتُ الله رجلاً سمع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول يوم غدير خم لمّا قام، فقام ثلاثة عشر رجلاً فشهدوا أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ألستُ أولى بالمؤمنين من أنفسهم، قالوا: بلى يا رسول الله، قال: فأخذ بيد علي فقال: مَن كنتُ مولاه فهذا مولاه، اللّهم والِ مَن ولاهُ، وعادِ مَن عاداهُ، وأحب مَن أحبّه، وأبغض مَن يبغضه، وانصرُ مَن نصره، واخذلُ مَن خذله .

''ہم نے علی کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک ایک شخص کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کس کس نے غدیر خم کے دن نبی ﷺ کا ارشاد سنا ہے جو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا تھا۔ یہ سن کر تیرہ آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: کیا میں مومنوں سے زیادہ ان کی جانوں پر حق نہیں رکھتا؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! پھر آپ نے علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں جس کا مولی ہوں، علی بھی اس کے مولی ہیں، اے اللہ! تو دوستی رکھ اس سے جو انھیں دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو ان سے دشمنی رکھے، اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرے، اس سے بغض رکھ جو ان سے بغض رکھے، اس کی مدد کر جو ان کی مدد کرے اور اسے تنہا چھوڑ دے جو ان کو تنہا چھوڑ دے''۔

ہیثمی کہتے ہیں: اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، سوائے فطر بن خلیفہ کے جو ایک ثقہ راوی ہے۔ (مجمع الزوائد 9/105)

رہا وہ قول جو عمر نے علی سے کہا تو اس کی روایت میں علی بن زید منفرد نہیں ہیں، جیسا کہ البانی نے دعوی کیا ہے بلکہ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

قال الحافظ أبو يعلى الموصلي والحسن بن سفيان: ثنا هدبة، ثنا حماد بن سلمة، عن علي بن زيد وأبي هارون عن عدي بن ثابت عن البرّاء ، وذكر الحديث الذي في ذيله: فلقيه عمر بن الخطّاب فقال: هنيئاً لک أصبحتَ وأمسيتَ مولى كلّ مؤمن ومؤمنة. (البداية والنهاية 229/5)

''حافظ ابو یعلی موصلی اور حسن بن سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کا ہدبہ نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا حماد بن سلمہ نے ،وہ روایت کرتے ہیں علی بن زید اور ابو ہارون سے ،وہ دونوں روایت کرتے ہیں عدی بن ثابت سے اور وہ روایت کرتے ہیں براء سے ،اس کے بعد انھوں نے اس سند کے تحت وہ حدیث ذکر کی ہے،اس میں یہ بھی ہے:

فلقيه عمر بن الخطّاب فقال: هنيئاً لک أصبحتَ وأمسيتَ مولى كلّ مؤمن ومؤمنة.

''ان سے عمر بن خطاب نے ملاقات کی اور فرمایا: آپ کو بہت بہت مبارک ،اب تو آپ صبح اور شام یعنی ہمیشہ کے لیے ہر مومن مرد اور عورت کے مولی بن گئے''۔مزید یہ کہ تقریباً اسی طرح کے الفاظ کے ساتھ خطیب نے تاریخ بغداد میں یہ روایت ایسی سند سے ذکر کی ہے جس کے آخر میں ابو ہریرہ ہیں،اس میں یہ الفاظ آئے ہیں:

فقال عمر بن الخطّاب بخٍ بخٍ لک یابن أبی طالب أصبحتَ مولای ومولى كلّ مسلم.

''عمر بن خطاب نے کہا: اے ابن ابی طالب ! آپ کو بہت بہت مبارک ہو،اب تو آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولی بن گئے''۔

عمر کے قول کو علامہ حنفی سبط ابن جوزی نے بھی تذکرۃ الخواص میں صحیح قرار دیا ہے۔ **(تذكرة الخواص 36)**

☆چوتھی فضیلت: علی علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

امام ترمذی نے اپنی سنن میں مناقب علی بن ابی طالب کے باب میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ عمران بن حصین بیان کرتے ہیں:

بعث رسول الله صلّى الله عليه وسلّم جيشاً واستعمل عليهم على بن أبى طالب، فمضى فى السريّة فأصاب جارية فأنكروا عليه، وتعاقد أربعة من أصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقالوا: إذا لقينا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أخبرناه بما صنع على، وكان المسلمون إذا رجعوا من السفر بدأوا برسول الله صلّى الله عليه وسلّم فسلّموا عليه ثمّ انصرفوا إلى رحالهم، فلمّا قَدِمَتُ السريّة سلّموا على النبى صلّى الله عليه وسلّم، فقام أحدُ الأربعة فقال: يا رسول الله، ألم ترَ إلى على بن أبى طالب صنع كذا وكذا، فأعرض عنه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ثمّ قام الثانى فقال مثل مقالته، فأعرض عنه، ثمّ قام الثالث فقال مثل مقالته فأعرض عنه، ثمّ قام الرابع فقال مثل ما قالوا، فأقبل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم والغضب يُعرَف فى وجهه، فقال: ما تريدون من على؟ ما تريدون من على؟ ما تريدون من على؟ إنّ علياً منّى وأنا منه، وهو ولىّ كلّ مؤمن بعدى. (سنن الترمذی 5/632)

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (لشکر) روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، چنانچہ وہ اس سریہ (لشکر) میں گئے، پھر ایک لونڈی سے انہوں نے جماع کرلیا لوگوں نے ان پر نکیر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چار آدمیوں نے طے کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے جب ہم ملیں گے تو علی نے جو کچھ کیا ہے اسے ہم آپ کو بتائیں گے، اور مسلمان جب سفر سے لوٹتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے اور آپ کو سلام کرتے تھے، پھر اپنے گھروں کو جاتے، چنانچہ جب یہ سریہ واپس لوٹ کر آیا اور لوگوں نے آپ کو سلام کیا تو ان چاروں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا : اللہ کے رسول ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ علی نے ایسا ایسا کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر دوسرا کھڑا ہوا تو دوسرے نے بھی وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی تو آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا، پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی وہی بات کہی، تو اس سے بھی آپ نے منہ پھیر لیا، پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی جو ان لوگوں نے کہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے سے ناراضگی ظاہر تھی۔ آپ نے فرمایا : تم لوگ علی کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ دوست ہیں ہر اس مومن کا جو میرے بعد آئے گا''۔

اس حدیث کی تخریج امام نسائی نے ''**الخصائص**'' میں، (**خصائص الإمام علي للنسائي 79**)،

ابویعلی نے اپنی مسند میں (**مسند أبي يعلى 1/293**)،

ابن حبان نے اپنی صحیح میں کی ہے(**صحیح ابن حِبّان 15/374**)

اور بعض دوسرے لوگوں نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف جعفر بن سلیمان کی حدیث کے طور پر جانتے ہیں۔(**سنن الترمذي 5/632**)

البانی نے ترمذی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ جعفر بن سلیمان مسلم کے رجال میں سے ہیں، اسی طرح سند کے باقی راویوں کا حال ہے، اسی لیے حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، امام ذہبی نے بھی حاکم کے اس حکم

کو برقرار رکھا ہے۔(سلسلة الأحاديث الصحيحة 5/261،رقم2223)

اس حدیث کو ابن حجر نے بھی اپنی کتاب ''الإصابة''میں قوی کہا ہے(الإصابة4/468)

امام احمد نے اپنی مسند میں اجلح کندی کی سند سے عبداللہ بن بریدہ کی حدیث نقل کی ہے،وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا:

بعث رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بعثَين إلى اليمن،على أحدهما على بن أبى طالب وعلى الآخر خالد بن الوليد، فقال إذا التقيتم فعليّ على الناس وإنْ افترقتما فكلّ واحد منكما على جُندِهِ، فلقينا بنى زيد من أهل اليمن فاقتتلنا فظهر المسلمون على المشركين فقتلنا المقاتلة وسبينا الذرية، فاصطفى على امرأة من السبى لنفسه، قال بريدة فكتب معى خالد بن الوليد إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يخبره بذلك، فلمّا أتيتُ النبى صلّى الله عليه وسلّم دفعتُ الكتاب، فقُرِءَ عليه فرأيتُ الغضب فى وجه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فقلتُ يا رسول الله هذا مكان العائذ، بعثتنى مع رجل وأمرتنى أنْ أطيعه ففعلتُ ما أرسلتَ به، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لا تقع فى على؛ لأنّه منّى وأنا منه، وهو وليّكم بعدى، وأنّه منّى وأنا منه، وهو وليّكم بعدى. (مسند أحمد 5/356)

''رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف دو فوج بھیجی،ایک کا سپہ سالار علی بن ابی طالب کو اور دوسری کا سپہ سالار خالد بن ولید کو مقرر کیا۔آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ایک ساتھ مل جاؤ تو فوج کی کمان علی بن ابی طالب کریں گے۔اور اگر الگ الگ رہو تو تم دونوں میں سے ہر ایک اپنی فوج کی کمان سنبھالے گا۔ہماری مڈبھیڑ یمن کے قبیلہ بنو زید سے ہوئی،ہم نے ان سے جنگ کی،مسلمان مشرکین پر غالب آ گئے۔لڑائی کے قابل لوگوں کو تو ہم نے قتل کر دیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔علی نے قیدی عورتوں میں سے ایک کو اپنے لیے منتخب کرلیا۔بریدہ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ خالد بن ولید نے رسول اللہ ﷺ کو

اس بات کی اطلاع دینے کے لیے خط لکھا۔ جب میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے وہ خط پیش کیا گیا۔ خط آپ کو پڑھ کر سنایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر غصہ ظاہر ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو پناہ مانگنے کا مقام اور موقع ہے، آپ نے مجھے ایک شخص کے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ اس کی اطاعت کروں، میں نے یہ خط پہنچا کر وہی اطاعت امیر والا کام کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہ لگاؤ کیوں کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، میرے بعد وہی تمھارے ولی ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ میرے بعد تمھارے ولی ہیں''۔

البانی کہتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، بخاری و مسلم کے رجال ہیں، سوائے اجلح کے، وہ ابن عبداللہ الکندی ہیں، ان کے بارے میں آراء مختلف ہیں، ''التقریب'' میں ہے کہ وہ صدوق شیعی ہیں۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة 5/262)

مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند أحمد بتحقيق أحمد الزين 16/497)

اجلح کندی سے مراد ابن عبداللہ ہیں، جن کی توثیق کی گئی ہے۔ ان کی احادیث سنن میں اور امام بخاری کی الادب المفرد میں ہیں۔ حق بات وہی ہے جو موصوف نے لکھی ہے۔

ابوداود طیالسی نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال لعلي: أنت وليّ كلّ مؤمنٍ بعدي. (مسند أبي داود الطيالسي360)

''رسول اللہ ﷺ نے علی سے کہا: تم ہی میرے بعد ہر مومن کے ولی ہوگے''۔

اس حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔ (مسند أحمد 1/ 330 - 331)

اوران کی ہی سند سے حاکم نے مستدرک میں اسے نقل کیا ہے۔(المستدرک علی الصحیحَین 3/134-132)

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، ذہبی نے اس حکم پر اپنا توافق ظاہر کیا ہے۔(المستدرک علی الصحیحَین 3/134-132)

البانی نے بھی یہ کہہ کر اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے کہ حدیث کا استنادی درجہ وہی ہے جوان دونوں نے متعین کیا ہے۔(سلسلة الأحاديث الصحيحة 5/263)

احمد محمد شاکر کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔(مسند أحمد بتحقيق أحمد محمّد شاكر 3/333)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح ہے بلکہ وہ تمام اضافے جو اس حدیث کی مختلف سندوں میں موجود ہیں، سب قابل اعتبار ہیں۔ساتھ ہی ساتھ ہم نے علماء کی تصحیح بھی ذکر کردی ہے۔

☆ پانچویں فضیلت: علی علیہ السلام کا مقام نبیﷺ کی نظر میں وہی ہے جو موسی علیہ السلام کی نظر میں ہارون کا تھا

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں:

قال النبی صلّى الله عليه وسلّم لعلي: أَمَا ترضى أنْ تكون منّي بمنزلة هارون من موسى. (صحيح البخاري 4/208)

''نبی اکرمﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میری نظر میں تمھارا وہی مقام ہے جو موسی علیہ السلام کی نظر میں ہارون علیہ السلام کا تھا''۔

مسلم نے اپنی سند سے سعید بن مسیّب سے روایت نقل کی ہے، وہ روایت کرتے ہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے، وہ بیان

کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لعلي: أنت منّي بمنزلة هارون من موسى إلاّ أنّه لا نبيّ بعدي. قال سعيد: فأحببت أنْ أشافه بها سعداً، فلقيتُ سعداً فحدّثته بما حدّثني عامر، فقال أنا سمعتُه، فقلت: أنت سمعتَه، فوضع أصبعيه على أذنيه فقال: نعم، وإلاّ فاستكتا. (صحيح مسلم، باب فضائل علی 7/120)

''رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا: میری نظر میں تمھارا وہی مقام ہے جو موسیٰ کی نظر میں ہارون کا تھا، ہاں مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ سعید کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں سعد سے مل کر بالمشافہہ بات کروں چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کی تو عامر نے جو حدیث مجھ سے بیان کی تھی، وہ میں نے ان کے سامنے دہرائی تو ان کا جواب تھا کہ ہاں میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ میں نے اطمینان کے لیے دوبارہ ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے کانوں سے یہ بات سنی ہے؟ سعد نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: ہاں، اگر میں کچھ بھی غلط بیانی کروں تو میرے کان بہرے ہوجائیں''۔

حدیث منزلت مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی کتابوں میں ملتی ہے، اس کے بعض مراجع ومصادر کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

(1)**سنن ابن ماجة**: 1/45

(2)**سنن الترمذی** 5/302-304

(3)**السنن الكبرى للنسائی**5/44,45,108,113,120,121,122

(4)**صحيح ابن حِبّان** 15/16-369-371

(5)**مستدرک الحاكم** 3/132-134,108-109

یہ حدیث کئی ایک صحابہ نے بیان کی ہے، وہ اس کی صحت پر متفق ہیں، ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ اس کی تمام سندوں کی تلاش کریں اور علماء نے اس کی صحت پر جو حکم لگائے

ہیں ،ان کو ملاحظہ کریں، جب کہ بخاری ومسلم کا اس حدیث پر اتفاق ہے ،لہذا ہم یہاں صرف شمس الدین جزری کی وہ تحریر نقل کرنے پر اکتفا کریں گے جو انھوں نے اپنی کتاب'' **أسنى المطالب** ''میں لکھی ہے:

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے،سعد بن ابی وقاص کی حدیث بھی اسی مفہوم میں ہے ۔حافظ ابوالقاسم ابن عساکر لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے ۔ان میں سے نمایاں حضرات صحابہ کرام یہ ہیں: عمر، علی ، ابن عباس،عبداللہ بن جعفر، معاذ ، معاویہ، جابر بن عبداللہ، جابر بن سمرہ، ابوسعید، براء بن عازب، زید بن ارقم، زید بن ابی اوفی، نبیط بن شریط،حبشی بن جنادہ، ماہر بن حویرث، انس بن مالک، ابوطفیل، ام سلمہ، اسماء بنت عمیس ، فاطمہ بنت حمزہ ۔اس کے بعد ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں تمام حضرات صحابہ کی مرویات سندوں کے ساتھ بیان کی ہیں۔(**أسنى المطالب في مناقب سيّدنا علي بن أبي طالب53**)

حدیث کی صحت واضح ہوجانے کے بعد ہم اس بات کی طرف بھی اشارہ کردینا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔اسی لیے کتانی نے اپنی کتاب'' **نظم المتناثر من الحديث المتواتر** ''میں اس کا ذکر کیا ہے۔اس حدیث کو روایت کرنے والے کئی صحابہ کا نام لینے کے بعد وہ لکھتے ہیں: شیخ جسوس رحمہ اللہ کے رسالہ میں ہے:

حدیث: **أنت منّي بمنزلة هارون من موسى**، متواتر ہے،بیس سے زیادہ صحابہ کرام نے اس کو روایت کیا ہے جن کی مرویات کا ابن عساکر نے اپنی کتاب کے بیس اوراق میں احاطہ کیا ہے۔ (**نظم المتناثر من الحديث المتواتر:195**)

☆ چھٹی فضیلت: علی علیہ السلام کی اطاعت نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہےاور علی کی نافرمانی آپ ﷺ کی نافرمانی ہے

حاکم نے مستدرک میں اپنی سند سے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، وہ

بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله(صلّى الله عليه و آله وسلّم):مَن أطاعني فقد أطاع الله، ومَن عصاني فقد عصا الله، ومَن أطاع عليّاً فقد أطاعني، ومن عصى عليّاً فقد عصاني.(١)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی ،اس نے اللہ کی اطاعت کی،اور جس نے میری نافرمانی کی،اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے علی کی اطاعت کی،اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی،اس نے میری نافرمانی کی''۔

اس حدیث کی تخریج ابن عساکر نے تاریخ دمشق[42/307-306] میں کی ہے اور اسے متقی ہندی نے کنزالعمال[11/614،رقم:32973] میں بھی ذکر کیا ہے۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ،ذہبی نے ان کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک على الصحيحَين 3/121)

یہ حدیث صریح اور واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ علی علیہ السلام خطا اور گمراہی سے معصوم ہیں،ان کے تمام اعمال واقوال شریعت مقدسہ کے عین مطابق ہیں،اسی لیے ان کی اطاعت نبی کی اطاعت ہے جو اللہ کی اطاعت کے ہم معنی ہے،اسی طرح علی کی نافرمانی نبی کی نافرمانی ہے جو اللہ کی نافرمانی کے ہم معنی ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو نبی ﷺ مطلق طور پر یہ بات ارشاد نہ فرماتے ،آسمان سے انھیں حق و درستگی عطا ہوئی ہے،وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے بلکہ اللہ کی وحی کی روشنی میں کلام کرتے ہیں۔

☆ساتویں فضیلت:علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے

ابویعلی نے اپنی مسند میں ابوسعید خدری سے روایت نقل کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں:

أنّ عليّاً مرّ فقال النبي(صلّى الله عليه و آله وسلّم):الحقُّ مع ذا، الحقّ

مع ذا. (**مسند أبى يعلى** 2/318)

''ایک مرتبہ علی علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق ان کے ساتھ ہے، حق ان کے ساتھ ہے''۔

اس حدیث کی تخریج ابن عساکر نے'' **تاریخ دمشق** ''میں کی ہے۔(**تاریخ دمشق** 42/449)

اسے متقی ہندی نے''**کنز العمال** ''میں نقل کیا ہے۔(**کنز العمال**11/621)

ہیثمی اس حدیث کو''**مجمع الزوائد** ''میں نقل کرکے لکھتے ہیں: اس حدیث کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔(**مجمع الزوائد** 7/235)

سیدنا علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله(صلّى الله عليه وآله وسلّم): رحم الله عليّاً، اللّهم أَدِرُ الحقَّ معه حيث دار.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ علی پر رحم فرمائے، حق ادھر ہی پھر جائے جدھر علی (علیہ السلام) جائیں''۔

اس حدیث کی تخریج ترمذی نے اپنی سنن میں،(**سنن الترمذی** 5/297)،

ابویعلی نے اپنی مسند میں(**مسند أبى يعلى** 1/419 ، **حديث**550)،

طبرانی نے اپنی کتاب''**الأوسط** ''میں،(**المعجم الأوسط** 6/95)،

حاکم نے اپنی کتاب''**المستدرک** ''میں،(**المستدرک علی الصحيحَين** 3/124)

اور ابن عساکر نے اپنی کتاب''**تاریخ دمشق** ''میں کی ہے،(**تاریخ دمشق** 44/139,42/448,30/63)

ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے۔اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں صحیح کہا ہے۔(**مستدرک الحاکم** 3/125)،

اسی طرح ابومنصور ابن عساکر شافعی نے'' **الأربعين فی مناقب أمّهات المؤمنين** ''میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(لأربعين فی مناقب أمّهات المؤمنين 86، حديث رقم24)

اور سیوطی نے جامع صغیر میں اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ مناوی کی فیض القدیر میں ہے۔(فيض القدير 4/25)

فخر الدین رازی نے اس بات کو ایک تسلیم شدہ حقیقت کی حیثیت سے پیش کیا ہے چنانچہ وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومَن اقتدى فی دينه بعلی بن أبی طالب فقد اهتدى، والدليل عليه قوله(عليه السلام):اللّهم أدر الحقّ مع علی حيث دار.(تفسير الفخر الرازی: مجلّد 1/ ج 1/ ص210)

''جو کوئی اپنے دین کے معاملات میں علی بن ابی طالب کی اقتدا کرے،وہ راہ ہدایت پر ہے،اس کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ اے اللہ!حق کو اسی طرف پھیر دے جدھر علی علیہ السلام ہوں''۔

خطیب اپنی کتاب''**تاريخ بغداد**''میں اپنی سند سے ابوذر کے غلام ابوثابت سے روایت کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ على أمّ سلمة فرأيتها تبكی وتذكر عليّاً وقالت:سمعتُ رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم يقول:علی مع الحقّ والحقُّ مع علی، ولن يفترقا حتّى يردا علیّ الحوض يوم القيامة.(تاريخ بغداد 14/322)

''میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا،میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں اور علی علیہ السلام کا ذکر کر رہی ہیں،اس وقت انھوں نے فرمایا:میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے،دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے یہاں تک میرے پاس حوض کوثر پر ساتھ ساتھ آئیں گے''۔

اس حدیث کی تخریج ابن عساکر نے ''تـاریـخ دمشق ''میں کی ہے۔ (تـاریخ دمشق 42/449)

ام سلمہ کی یہ حدیث سعد بن ابی وقاص نے ان کی زبان سے ان کے گھر میں سنی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ نے بیان فرمایا:

إنّـی سـمعتُ رسول الله یقول: علی مع الحقّ أو الحقّ مع علی حیث کـان. فـقال له رجل(وهو معاویة): مَنْ سمع ذلک؟قال سعد: قاله فی بیت أمّ سلمة. قال: فأرسل إلی أمّ سلمة فسألها، فقالت: قد قاله رسول الله صلّی الله علیه وسلّم فی بیتی. فقال الرجل لسعد: ما کنتُ عندی قط ألومُ منک الآن. فـقال: ولمَ؟قال: لو سمعت هذا من النبی صلّی الله علیه وسلّم لم أزل خادماً لعلی حتّی أموت! (۷)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ علی حق کے ساتھ ہیں یا حق علی کے ساتھ ہے جہاں بھی ہو۔ ان سے ایک شخص (مراد معاویہ) نے کہا: یہ بات کس نے سنی؟ سعد نے جواب دیا: یہ بات اللہ کے رسول ﷺ نے ام سلمہ کے گھر میں ارشاد فرمائی۔ اس نے کہا: ام سلمہ کے پاس آدمی بھیج کر دریافت کراؤ، چنانچہ جب ام سلمہ سے اس بابت پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں کہی تھی۔ اس شخص (معاویہ) نے سعد سے کہا: تمھاری طرف سے آج تک میں خود کو اس قدر ملامت زدہ نہیں دیکھ رہا ہوں جتنا آج۔ سعد نے پوچھا: ایسا کیوں ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: اگر یہ بات خود میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنی ہوتی تو زندگی کی آخری سانس تک علی کا خادم بن کر رہتا''۔

اس حدیث کے آغاز میں ہے:

(إنّ فـلانـاً(وهـو مـعـاویة)دخـل الـمدینة حاجّاً فأتاه الناس یسلّمون عـلیـه، فـدخل سعد فسلّم، فقال: وهذا لم یعنّا علی حقّنا علی باطل غیرنا .

قـال فسـكت عنه، فقال:مالکَ لا تتكلّم؟ فقال:هاجت فتنة وظلمة فقلتُ لبعيری!أخ أخ، فأنختُ حتّی انجلت، فقال رجل:إنّی قرأتُ كتاب الله من أوّلـه إلـی آخـره فـلـم أرَ فيـه أخ أخ!فـقال:أمّا إذا قلتَ ذاک فإنّی سمعتُ رسول الله صلّی الله عليه وسلّم يقول:علی مع الحقّ ...(الحديث)

''فلاں صاحب یعنی امیر معاویہ حج کے موقع پر مدینہ پہنچے،لوگ انھیں سلام کرنے آئے ۔سعد بھی ان کے پاس آئے اور سلام کیا۔معاویہ نے کہا:یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے ہمارے حق پر ہماری مدد کرنے کی بجائے ہمارے غیروں کے ساتھ باطل پر مدد کی ہے۔سعد یہ سن کر خاموش رہے۔معاویہ نے پوچھا:تمھیں کیا ہوا ہے،بات کیوں نہیں کرتے؟انھوں نے جواب دیا:فتنے موجیں مار رہے ہیں اور تاریکی چھائی ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کو اخ اخ کہہ دیا ہے ۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں تاریکی سے روشنی میں آ گیا ہوں۔معاویہ نے کہا:میں نے اللہ کی کتاب شروع سے آخر تک پڑھی ہے،اس میں تو مجھے اخ اخ کہیں نظر نہیں آیا۔سعد نے جواب دیا:اگر آپ یہ کہہ رہے تو سنیں میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:علی حق کے ساتھ ہیں۔۔۔۔''(الحديث)

اس حدیث کو ہیثمی نے اپنی کتاب''مجمع الزوائد ''میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے،اس میں سعد بن شعیب نام کا راوی ہے جسے میں نہیں پہچانتا اور اس کے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد 7/236-235)

شیخ امینی لکھتے ہیں:جس راوی کو ہیثمی نہیں پہچانتے ،وہ سعید بن شعیب حضرمی ہے ،تصحیف کی وجہ سے ان کی شخصیت ان پر مخفی رہ گئی،ایک سے زیادہ لوگوں نے ان کا ترجمہ لکھا ہے ،شمس الدین ابراہیم جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ صالح صدوق شیخ ہیں جیسا کہ ''خلاصۃ الکمال''[ص 118]اور''تہذیب التہذیب''[4/48]میں ہے۔(الغدیر 3 / 177)

معلوم ہوا کہ حدیث کی سند پر کوئی غبار نہیں ہے۔

ابوالقاسم بلخی اوران کے تلامذہ کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں یہ بات ثابت ہے:

عليّ مع الحقّ والحقُّ مع علي، يدور حيثما دار.

''علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے جس طرف بھی جائے۔''

ابن ابی حدید نے اس حکم پر اپنی موافقت ظاہر کی ہے۔(شرح نهج البلاغة 2/296-297)

اس فضیلت کے سلسلے میں گزشتہ بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کے مطابق حق علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ ہے۔اس کی دلالت اس قدر واضح ہے کہ مزید بیان کی حاجت نہیں،لہذا اسے پڑھئے اور غور کیجئے۔اگر اس حدیث کے طرق اور مصادر کو ذرا تفصیل سے جاننے کے خواہش مند حضرات شیخ امینی کی کتاب ''**الغدیر**'' کا مطالعہ کریں۔(الغدیر 3/180-177)

☆ آٹھویں فضیلت:علی علیہ السلام قرآن کے ساتھ اور قرآن ان کے ساتھ ہے

حاکم اپنی سند سے ابوذر کے آزاد کردہ غلام ثابت سے روایت نقل کرتے ہیں،وہ بیان کرتے ہیں:

كنتُ مع علي رضى الله عنه يوم الجمل، فلمّا رأيتُ عائشة واقفة دخلني بعض ما يدخل الناس فكشف الله عنّي ذلک عند صلاة الظهر فقاتلتُ مع أمير المؤمنين، فلمّا فرغ ذهبتُ إلى المدينة فأتيتُ أمّ سلمة فقلت:إنّي والله ما جئتُ أسأل طعاماً ولا شراباً ولكنّي مولى لأبى ذر، فقالت:مرحباً، فقصصتُ عليها قصّتي، قالت:أين كنتَ حين طارت القلوب مطائرها؟ قلت:إلى حيث كشف الله ذلک عنّي عند زوال الشمس، قالت :أحسنت، سمعتُ رسول الله(صلّى الله عليه وآله

وسلّم)یقول:علیّ مع القرآن والقرآن مع علی، لن یفترقا حتّی یردا علیَّ الحوض.

''جنگ جمل کے موقع پر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، جب میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھڑا دیکھا تو مجھے بھی وہی تردد لاحق ہوا جو لوگوں کو ہوا تھا، پھر اللہ نے ظہر کی نماز کے وقت شرح صدر عطا فرما دیا اور میں نے امیرالمومنین کے ساتھ مل کر قتال کیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں مدینہ منورہ میں آیا، تو میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! میں کوئی کھانے یا پینے کی کوئی چیز مانگنے کے لیے نہیں آیا بلکہ میں تو حضرت ابوذر کا آزاد کردہ غلام ہوں۔انہوں ے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے ان کو اپنا واقعہ سنایا۔انہوں نے کہا: جب دل اپنے مقام پر اڑ رہے تھے تو تُو اس وقت کیسے بچ گیا؟ میں نے کہا: میری بھی حالت وہی تھی لیکن زوالِ شمس کے وقت اللہ تعالی نے مجھے شرح صدر عطا کر دیا۔ انہوں نے کہا: تم نے اچھا کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے ''علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ رہے گا اور یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتی کہ یہ دونوں اکٹھے ہی میرے پاس حوضِ کوثر پر آئیں گے۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے ان کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبھامشہ:تلخیص المستدرک للذھبی3/124)

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ یہ حدیث معنی ومفہوم کے اعتبار سے گزشتہ حدیث سے ہم آہنگ ہے کیوں کہ علی کے حق کے ساتھ ہونے کا مطلب قرآن کے ساتھ ہونا ہے اور ان کے قرآن کے ساتھ ہونے کا مطلب حق کے ساتھ ہونا ہے۔ یہ احادیث ویسے تو صحیح لذاتہ ہیں لیکن باہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مزید مضبوط ہو جاتی ہیں۔

☆نویں فضیلت: جو علی علیہ السلام سے الگ ہوا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ہوگیا

حاکم نے مستدرک میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم: یا علی، مَن فارقنی فقد فارق اللہ، ومَن فارقک یا علی فقد فارقنی. (المستدرک علی الصحیحین 3/123-124)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جو مجھ سے الگ ہوا، وہ اللہ سے الگ ہوگیا اور اے علی! جو تجھ سے الگ ہوا، وہ مجھ سے الگ ہوگیا''۔ اس حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی کتاب'' فضائل الصحابة ''میں کی ہے۔(فضائل الصحابة 2/570)

اور ابن عساکر نے اپنی کتاب ''تاریخ دمشق ''میں کی ہے۔(تاریخ دمشق 42/307)

ابوبکر اسماعیلی نے اپنی کتاب'' معجم الشیوخ ''میں اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: مَن فارق علیّاً فارقنی، ومَن فارقنی فارق اللہ عزّ وجل. (معجم شیوخ أبی بکر الإسماعیلی 3/800)

ابن عمر سے طبرانی نے بھی یہ حدیث'' معجم الکبیر ''میں روایت کی ہے۔ (المعجم الکبیر 12/323)

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین 3/124)

ہیثمی کہتے ہیں: اس حدیث کو بزار نے بیان کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ

ہیں۔(مجمع الزوائد 135/9)

ذہبی نے حدیث پر صحیح کا حکم لگانے میں حاکم کی تائید تو کی ہے لیکن حدیث کے متن کو منکر قرار دیا ہے۔(المستدرک وبھامشه تلخیص المستدرک3/124)

عبداللہ بن صدیق غماری امام ذہبی کے اس اظہار نکارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإنّما استنكره الذهبى لأمرين: إنّ هذا اللفظ لم يرد فى حقّ أحد الشيخَين، وإنّه يُفيد الطعن فى معاوية وفرقته. (الرد على الألبانى المبتدع، ص:6)

''ذہبی کے اس اظہار نکارت کی دو وجہیں ہیں: یہ الفاظ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق دونوں میں سے کسی ایک کے لیے منقول نہیں ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ معاویہ اور ان کی جماعت پر طعن لازم آتا ہے''۔

عبداللہ بن صدیق غماری اس سے پہلے احادیث پر موضوع یا منکر کا حکم لگانے کے سلسلے میں امام ذہبی کے منہج اور ان کے طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فهمه أنّ الحديث يقتضى تفضيل على على الشيخَين رضى الله تعالى عنهم، وعلى أساس هذا الفهم ردّ -هو وغيره- كثيراً من الأحاديث فى فضل على عليه السلام، وحكموا بوضعها، أو نكارتها، ولم يسلم من نقدهم بهذا الفهم إلاّ قليل وأيّد ذلک عندهم إنّ المبتدع إذا روى حديثاً يؤيّد بدعته تُردّ روايته، ونفّذوا هذه القاعدة بدقّة فيما يرويه الشيعة من فضائل على(عليه السلام)، بل يستنكرون الحديث الوارد فى فضله، ولو لم يكن فى سنده شيعى. (الرد على الألبانى المبتدع، ص:6)

''ذہبی کا یہ فہم کہ حدیث چوں کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بتاتی ہے، اس فہم کی بنیاد پر انھوں نے اور دوسرے حضرات نے بھی علی علیہ السلام کی فضیلت میں منقول بہت سی احادیث کو رد کر دیا ہے اور اس کے موضوع یا منکر ہونے کا حکم

لگا دیا ہے۔اس فہم کے ساتھ ان کی تنقید سے بہت کم احادیث محفوظ رہ سکی ہیں۔ان کی نظر میں اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بدعتی جب کوئی ایسی حدیث بیان کرے جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہے تو اسے رد کر دیا جائے۔انھوں نے اپنے اس اصول اور قاعدے کو بڑی باریکی سے شیعوں کی ان احادیث پر نافذ کیا ہے، جو علی علیہ السلام کے فضائل سے متعلق ہیں بلکہ مطلق طور پر علی کی فضیلت میں مروی حدیث پر اظہار نکارت کرتے ہیں خواہ اس کی سند میں کوئی شیعہ راوی نہ ہو''۔

اس کے بعد بطور مثال عبداللہ بن صدیق غماری گزشتہ حدیث کو پیش کرتے ہیں، اور اس پر وہ تبصرہ کرتے ہیں جو ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔معلوم ہوا کہ ذہبی وغیرہ اپنے اصولوں کی بنیاد اس پر نہیں رکھتے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے احادیث اخذ کرنی ہے بلکہ ان کے پاس پہلے سے ایسے اصول موجود ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی وضاحتوں کے خلاف ہیں۔اسی لیے علی علیہ السلام کی افضلیت اور ان کے مقام وعظمت سے متعلق احادیث کو رد کر کے وہ راحت وسکون محسوس کرتے ہیں، ان کا واحد عذر یہی ہوتا ہے کہ حدیث موضوع ہے یا منکر ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ گزشتہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے، اس کی دلالت بھی واضح ہے کہ علی علیہ السلام سے الگ ہونے والا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ہو جاتا ہے۔

☆ دسویں فضیلت: علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسی چیز کی ادائیگی صرف علی علیہ السلام کر سکتے ہیں۔

ابن ماجہ نے اپنی سند سے اپنی'' السنن ''میں حبشی بن جنادہ سے حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: عليٌّ منّي وأنا مِن علي، ولا يؤدّي عنّي إلاّ أنا أو علي. (سنن ابن ماجة 1/44 ، رقم119)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، میری طعف سے کسی چیز کی ادائیگی یا تو میں کرسکتا ہوں یا پھر علی کر سکتے ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج ترمذی نے اپنی ''السنن'' میں، (سنن الترمذی 5/300 رقم3380)

نسائی نے اپنی ''السنن'' میں، (السنن الکبری 5/45 ، رقم8147)

اورنسائی نے اپنی دوسری کتاب'' الخصائص'' میں، (خصائص أمیر المؤمنین للنسائی67)

اورامام احمد نے اپنی'' المسند'' میں کی ہے۔(مسند أحمد 4/165-164)

ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

اس حدیث کوترمذی نے اپنی سنن میں صحیح کہا ہے۔(سنن الترمذی 5/300)

ذہبی نے اپنی کتاب''سیر أعلام النبلاء ''میں اس حدیث کوحسن قرار دیا ہے۔(سیر أعلام النبلاء 8/212)

البانی نے اپنی کتاب''صحیح الجامع الصغیر ''میں اس کوحسن کیا ہے۔(صحیح الجامع الصغیر 2/753)،

البانی نے سنن ابن ماجہ پر اپنی تحقیق میں اس کوحسن قرار دیا ہے۔(سنن ابن ماجة تعلیق الألبانی1/75)

اسی طرح'' الخصائص'' کے محقق حوینی اثری نے اس کو صحیح کہا ہے۔(تهذیب خصائص الإمام علی بتحقیق الحوینی الأثری67)

کتاب'' سیر أعلام النبلاء '' کے محقق نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ اس کے رجال بخاری ومسلم کے رجال ہیں۔(سیر أعلام النبلاء 8 / 212)

کتاب "مسند احمد" کے محقق حمزہ احمد زین نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔
(المسند13/294-396،رقم:17441-17440-17439-17435)

مزید یہ کہ حدیث کا پہلا حصہ "علی منّی وأنا مِن علی "، بعض دوسری معتبر سندوں سے بھی منقول ہے، چوتھی فضیلت کے بیان میں اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ فائدہ کی تکمیل کر پیش نظر یہاں ہم اشارہ عمران بن حصین کی روایت کی طرف کرنا چاہتے ہیں۔ امام نسائی نے اپنی "السنن "میں اور ابن ابی عاصم نے اپنی "السنّة" میں اور بعض دوسرے حضرات نے بھی عمران بن حصین سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: إنّ علياً منّي وأنا منه، وهو وليّ كلّ مؤمن من بعدي. (سنن النسائی 45/5 ، حدیث 8146،السنّة 550)

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہی میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں"۔

البانی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے، اس کے رجال مسلم کی شرط کے مطابق ثقہ ہیں، اور حدیث کی تخریج ترمذی[2/297] نے، ابن حبان[2203] نے، حاکم [3/110-111] نے اور احمد نے[4/437] دوسری سندوں سے جعفر بن سلیمان ضبعی سے کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، ذہبی ان کی تائید کی ہے، اس حدیث کی شاہد بریدہ کی حدیث مرفوع ہے جس کی تخریج احمد[5/356] میں اجلح کندی کی سند سے کی ہے۔ اس کی سند جید ہے، اس کے رجال ثقہ اور بخاری ومسلم کے رجال ہیں سوائے اجلح کے جو ابن عبداللہ بن حجیفہ کندی ہے، وہ شیعی صدوق ہے۔ (كتاب السنّة بتحقيق الألبانى550)

معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے ہے اور رسول اللہ ﷺ علی علیہ السلام سے ہیں، دونوں نفس واحدہ ہیں، دونوں کی خصوصیات اور امتیازات معین اور دونوں کے لیے ثابت ہیں، سوائے ان خصوصیات کے جن سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مختص

ہے جیسے نبوت اور تمام انسانوں سے آپ کا افضل ہونا۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے کسی چیز کی ادائیگی صرف علی علیہ السلام کر سکتے ہیں کیوں کہ تنہا ان کی ہی ذات گرامی ایسی ہے جو نبی کی صفات، خصائص اور امتیازات جن سے آپ ساری مخلوق سے ممتاز ہیں، کی حامل ہے۔ اس لیے امت کے خلیفہ، امام ، شریعت مقدسہ میں مرجع وغیرہ جو رسول اکرم ﷺ کے وظائف تھے ، صرف علی ہو سکتے ہیں، جو خصائص نبی محمد ﷺ کے لیے ثابت ہیں، وہی خصائص علی علیہ السلام کے لیے بھی ثابت ہیں۔ علی علیہ السلام کے ہاتھوں سورہ براءت کی تبلیغ گزشتہ مفہوم ہی کا ایک ضمنی کام تھا۔ علی علیہ السلام کے ہاتھوں سورہ براءت کی تبلیغ کی خبر صحیح ہے۔

ترمذی اور نسائی وغیرہ نے اپنی اپنی سندوں سے حدیث نقل کی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بعث النبی صلّی الله علیه وسلّم ببراء ة مع أبی بکر، ثمّ دعاه فقال: لا ینبغی لأحد أنْ یُبلغ هذا إلاّ رجل من أهلی، فدعا علیّاً فأعطاه إیّاه . (سنن الترمذی 4/339 وسنن النسائی 5/128)

’’نبی اکرم ﷺ نے سورہ براءت کے ساتھ ابوبکر کو بھیجا، پھر آپ نے ان کو واپس بلا لیا اور فرمایا: مناسب نہیں ہے کہ یہ پیغام میرے گھر کے علاوہ کوئی دوسرا پہنچائے۔ پھر آپ نے علی علیہ السلام کو بلایا اور سورہ براءت انھیں دے کر مکہ روانہ کیا‘‘۔

ترمذی کہتے ہیں کہ انس کی حدیث کے طور پر یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حوینی اثری ’’ **خصائص النسائی** ‘‘ پر اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (تهذیب خصائص الإمام علی بتحقیق الحوینی الأثری67)

عبداللہ بن احمد مسند پر اپنی زوائد میں اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لمّا نزلت عشر آیات من براء ة علی النبی صلّی الله علیه وسلّم، دعا

النبی صلّی اللہ علیه وسلّم أبا بکر، فبعثه بها لیقرأها علی أهل مکّة، ثمّ دعانی النبی صلّی اللہ علیه وسلّم فقال لی:أدرک أبا بکر، فحیثما لحقته فخذ الکتاب منه فاذهب به إلی أهل مکّة فاقرأه علیهم، فلحقته بالجحفة، فأخذت الکتاب منه، ورجع أبو بکر إلی النبی صلّی اللہ علیه وسلّم، فقال: یا رسول اللہ نزل فیّ شیء ؟ قال:لا، ولکنّ جبرائیل جاء نی فقال:لن یؤدّی عنک إلاّ أنت أو رجل منک.

''جب سورہ براءت کی دس آیات نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ابوبکر کو بلایا اوران آیات کوانھیں دے کر مکہ بھیجا کہ مکہ والوں کو پڑھ کر سنا دیں۔ پھر آپ نے مجھے آواز دی اور کہا: جاؤ راستے ہی میں ابوبکر سے ملو، جہاں بھی تمھاری ملاقات ہو تحریران کے ہاتھ سے لےلواور مکہ جا کر اہل مکہ کوخودان آیات کو پڑھ کر سناؤ، چنانچہ میں گیا اور مقام جحفہ میں ابوبکر کو پالیا۔ان سے خط لے لیا۔ابوبکر نبی ﷺ کے پاس واپس لوٹ آئے اورعرض کیا:اے اللہ کے رسول! کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوگیا ہے؟ آپ نےفرمایا:نہیں، بلکہ جبرائیل میرے پاس آئے اورکہا: آپ کی جانب سےکوئی پیغام یاتو آپ خود پہنچائیں گے یا آپ کے گھر کا کوئی فرد پہنچائے گا''۔

کتاب'' المسند'' کے محقق احمد محمد شاکر نے اس حدیث کی سند کوحسن کہا ہے۔(
مسند أحمد بتحقیق أحمد محمّد شاکر 135/2 ، حدیث 1296)

امام نسائی اپنی کتاب''الخصائص''میں اپنی سند سے زید بن یثیغ کی روایت نقل کرتے ہیں،وہ کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے فرمایا:

إنّ رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم، بعث ببراء ة إلی أهل مکّة مع أبی بکر، ثمّ أتبعه بعلی، فقال له:خذ الکتاب فامضِ به إلی أهل مکّة.قال: فلحقه فأخذ الکتاب منه، فانصرف أبو بکر، وهو کئیب، فقال لرسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم:أنزَل فیّ شیء ؟ قال:لا، إلاّ أنّی أمرتُ أنْ أبلّغه أنا أو

رجل من أهل بيتي.

''رسول اللہ ﷺ نے سورہ براءت اہل مکہ کی طرف ابوبکر کے ساتھ بھیجی ، پھر ان کے پیچھے علی کو بھیجا اور حکم دیا کہ کتاب لے لو اور خود اہل مکہ تک پہنچو۔ راوی کہتے ہیں کہ علی نے ابوبکر کو راستے میں ہی پالیا اور ان سے کتاب لے لی ۔ ابوبکر واپس لوٹ آئے اور وہ اس بات سے کبیدہ خاطر تھے ، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میرے بارے میں آسمان سے کچھ نازل ہوا ہے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ مجھے حکم ملا کہ اس طرح کا پیغام یا تو میں خود پہنچاؤں یا میرے گھر کا کوئی آدمی پہنچائے''۔

ابواسحاق حوینی اثری کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(تهذيب خصائص الإمام علی للنسائی بتحقيق الحوينی الأثری68)

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اپنی اپنی سندوں سے عبداللہ بن عباس سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے، اس میں یہ آیا ہے:

ثـمّ بعث فلاناً بسورة التوبة فبعث عليّاً خلفه فأخذها منه، وقال(يعنی رسول الله(صلّی الله عليه وآله وسلّم): لا يذهب بها إلاّ رجل منّی وأنا منه

.(مسند أحمد 1/331 - 330 والمستدرک علی الصحيحين 3/134 - 132)

''پھر آپ ﷺ نے فلاں کو سورہ توبہ دے کر بھیجا لیکن ان کے پیچھے ہی علی کو روانہ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کا پیغام وہی لے جا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میں جس سے ہوں''۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، ذہبی نے اپنی ''التلخيص'' میں اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحيحين وبهامشه تلخيص المستدرک 3/134-132)

احمد محمد شاکر کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ابن عباس کی روایت میں لفظ فلاں سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند أحمد بتحقيق أحمد محمّد شاكر 3/ 331-333، حديث 3062)

☆ گیارہویں فضیلت: علی اور فاطمہ رسول اللہ ﷺ کوسب سے زیادہ محبوب تھے

امام ترمذی اپنی سند سے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں:

كان أحبّ النساء إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فاطمة ومن الرجال علي. (سنن الترمذی 5/360)

''عورتوں میں رسول اللہ ﷺ کوسب سے زیادہ محبوب فاطمہ تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علی تھے''۔

اس حدیث کی تخریج نسائی نے اپنی'' السنن ''میں(سنن النسائی 5/140)،

نسائی ہی نے اپنی دوسری کتاب'' الخصائص ''(خصائص الإمام علی للنسائی89) میں،

حاکم نے اپنی کتاب'' المستدرک ''(المستدرک علی الصحیحین 3/155) میں،

طبرانی نے اپنی کتاب'' الأوسط ''(المعجم الأوسط 7/199) میں کی ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔(سنن الترمذی 5/360)،

امام حاکم نے بھی اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے اور امام ذہبی نے''التلخیص'' میں ان کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبھامشہ تلخیص المستدرک للذھبی 3/155)

اس حدیث کو ابواسحاق حوینی اثری نے بھی اپنی کتاب''تھذیب خصائص أمیر المؤمنین''میں صحیح کہا ہے۔(تھذیب خصائص أمیر المؤمنین89،رقم108)،

سید حسن سقاف اپنی کتاب ''تناقضات الألباني الواضحات'' میں اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔(تناقضات الألباني الواضحات 2/244)

جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں:

دخلتُ مع أبي علی عائشة یسألها(من وراء حجاب)عن علي رضي الله عنه، فقالت:تسألني عن رجل ما أعلم أحداً کان أحبّ إلی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم ولا أحبّ إلیه من امرأته .

''میں اپنے والد کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔میرے والد(پردہ کے پیچھے سے)ان سے سیدنا علی کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ انھوں نے جواب دیا:تم مجھ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کر رہے ہو کہ میرے علم میں رسول اللہ ﷺ کو ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا،اسی طرح ان کی بیوی یعنی فاطمہ سے نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبت تھی''۔

اس حدیث کی تخریج نسائی نے اپنی کتاب''خصائص أمیر المؤمنین ''میں کی ہے،(تهذیب خصائص أمیر المؤمنین بتحقیق الحویني الأثری89)،

ایک جماعت نے اس حدیث کی تخریج ان الفاظ''دخلتُ مع عمّتي أو أمّي '' (میں اپنی پھوپھی یا امی کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا)کے ساتھ کی ہے،ان میں نمایاں نام ترمذی کا ہے،انھوں نے سنن میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔(سنن الترمذي 5/362)

حاکم نے اپنی کتاب''المستدرک''میں دو سندوں کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین 3/157-154)

ابویعلی نے اپنی مسند میں اس کی تخریج کی ہے۔(مسند أبي یعلی270)

طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔(المعجم الکبیر 22/403)

ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔امام

ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔(سنن الترمذی 5/362)

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین 3/154-157)،

حوینی اثری بھی اس کو صحیح کہتے ہیں۔(تهذیب خصائص أمیر المؤمنین بتحقیق الحوینی الأثری89)

اورسید حسن سقاف نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔(تناقضات الألبانی الواضحات 2/ 249 - 250)

نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں:

استأذن أبو بکر علی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم فسمع صوت عائشة عالیاً وهی تقول: والله لقد عرفت أنّ علیّاً أحبّ إلیک من أبی ومنّی مرّتین أو ثلاثاً، فاستأذن أبو بکر، فدخل فأهوی إلیها فقال: یا بنت فلانة ألاَ أسمعک ترفعین صوتک علی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم.

''ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر آپ کے گھر میں داخل ہوئے۔داخل ہوتے ہوئے آپ نے سیدہ عائشہ کی بلند آواز سنی وہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ کو مجھ سے اور میرے باپ سے زیادہ محبوب علی ہیں۔ یہ جملہ انھوں نے دو یا تین بار دہرایا۔اجازت لے کر جب ابوبکر اندر پہنچے تو سیدھے عائشہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے فلاں عورت کی بیٹی! یہ میں کیا سن رہا ہوں تو رسول اللہ ﷺ پر آواز بلند کر رہی ہے''۔

اس حدیث کو احمد نے مسند میں،(مسند أحمد 4/275)

نسائی نے سنن میں،(سنن النسائی 5/365-139)

اور نسائی نے اپنی دوسری کتاب خصائص میں نقل کیا ہے،(تهذیب خصائص أمیر المؤمنین للنسائی87)

حافظ ہیثمی ''المجمع''میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد 9/201-200)

حافظ ابن حجر ''فتح الباری ''میں لکھتے ہیں:اس حدیث کی تخریج احمد،ابوداود اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔(فتح الباری شرح صحیح البخاری 7/19)

حوینی اثری ''الخصائص'' کے محقق لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔(تھذیب خصائص الإمام علی بتحقیق الحوینی الأثری87، رقم105)

سید حسن سقاف نے اپنی کتاب ''تناقضات الألبانی الواضحات ''میں ان احادیث کی صحت کو بیان کرنے کی بہت عمدہ کوشش کی ہے۔تفصیل کو خواہش منداس کی طرف رجوع کریں۔(تناقضات الألبانی الواضحات 2 /250-244)

☆بارہویں فضیلت:جس نے علی علیہ السلام سے محبت کی ،اس نے اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بغض رکھا

امام طبرانی نے اپنی سند سے روایت ذکر کی ہے کہ ابوطفیل بیان کرتے ہیں:

سمعتُ أمّ سلمة تقول:أشهد أنّی سمعتُ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یقول:مَن أحبّ علیّاً، فقد أحبّنی ومّن أحبّنی فقد أحبَّ الله، ومَن أبغض علیّاً فقد أبغضنی، ومَن أبغضنی فقد أبغض الله. (المعجم الکبیر 23 : 380/)

''میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے سنا:انھوں نے بیان کیا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے علی سے محبت کی ،اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی ،اس نے اللہ سے محبت کی ،جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا،اس نے اللہ سے بغض

رکھا''۔

اس حدیث کو ہیثمی نے اپنی کتاب ''مجمع الزوائد ''میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔(مجمع الزوائد 9 / 132)

سیوطی نے اسے اپنی کتاب '' تاریخ الخلفاء ''میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کی تخریج طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔(تاریخ الخلفاء 133)

اس کو البانی نے بھی اپنی کتاب '' الصحیحة ''میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو مخلص نے '' الفوائد المنتقاة ''[1/5/10] میں صحیح سند کے ساتھ ام سلمہ سے نقل کیا ہے۔(سلسلة الأحادیث الصحیحة 3/288-287 ، رقم1299)

حاکم نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ عثمان نہدی بیان کرتے ہیں:

قال رجل لسلمان: ما أشد حبّک لعلی، قال: سمعتُ رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلّم یقول: مَن أحبّ علیّاً فقد أحبّنی، ومَن أبغض علیّاً فقد أبغضنی.

''ایک شخص نے سلمان سے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ علی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے: جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ذہبی نے ان کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبهامشه: تلخیص المستدرک للذهبی 3/130)

اس حدیث کو سیوطی نے اپنی کتاب ''الجامع الصغیر ''میں حاکم کی روایت سے بہ سند سلمان ذکر کیا ہے۔(الجامع الصغیر 2/554 ، حدیث رقم8319)

مناوی نے اپنی کتاب ''فیض القدیر ''میں حاکم کے فیصلے اور ذہبی کی تائید ذکر

کرنے کے بعد بہ طور استدراک لکھا ہے کہ اس حدیث کو لفظ مذکور کے ساتھ احمد نے بھی ام سلمہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔(فیض القدیر 6/42 ، رقم 8319)

سیوطی کی کتاب'' **الجامع الصغیر** ''پر البانی اپنی تعلیق میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(**صحیح الجامع الصغیر 2/1034، حدیث رقم5963**)

یہ تھے سیدنا علی علیہ السلام کے چند فضائل، ویسے ان کے فضائل بہت ہیں اور مشہور ہیں، اگر ہم ان کا احاطہ کرنے اور ان کی تخریج کی کوشش کرتے تو کتاب کافی طویل ہو جاتی۔ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، وہ نمونے کے طور پر تھوڑے سے فضائل ہیں، ہم نے صرف بارہ فضائل کا ذکر کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء سے برکت حاصل کی ہے،

لیکن اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم علی علیہ السلام کے کچھ دوسرے فضائل کی طرف بھی اشارہ کر دیں۔ البتہ ہم صرف ایک مصدر سے روایت کو ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے، زیادہ بحث کرنے اور تمام مصادر کا حوالہ دینے کی بجائے ہم صرف اس کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کریں گے، ایسا اختصار اور اتمام فائدہ کے پیش نظر کیا جا رہا ہے۔

امام علی علیہ السلام کے کچھ دوسرے فضائل

(1)علی خیبر کے علم بردار ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے سہل بن سعد سے روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں:

إنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال يوم خيبر: لأعطينّ هذه الراية غداً رجلاً يفتح الله على يديه، يحبّ الله ورسوله ويحبّه الله

ورسوله، قال:فبات الناس يدوكون ليلتهم أيّهم يُعطاها، فلمّا أصبح الناس غدوّاً على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، كلّهم يرجو أنْ يُعطاها، فقال: أين علي بن أبي طالب؟ فقيل يا رسول الله يشتكي عينيه، فأرسلوا إليه فأُتي به، فبصق رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في عينيه، ودعا له فبرأ حتّى كأنْ لم يكن به وجع، فأعطاه الراية، فقال علي:يا رسول الله، أُقاتلهم حتّى يكونوا مثلنا، فقال عليه الصلاة والسلام:أنفذ على رسلک حتّى تنزل بساحتهم، ثمّ ادعهم إلى الإسلام، وأخبرهم بما يجب عليهم مِن حقّ الله فيه، فو الله لئن يهدى الله بک رجلاً واحداً خير لک من أنْ يكون لک حمر النعم .(صحيح البخارى 5/78-77،باب غزوة خيبر)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر بیان فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو اسلامی علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا، راوی نے بیان کیا کہ رات کو لوگ یہ سوچتے رہے کہ دیکھئے علم کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب حضرات (جو سرکردہ تھے) حاضر ہوئے، سب کو امید تھی کہ علم انہیں ہی ملے گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان کے یہاں کسی کو بھیج کر بلوا لو، جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی، اس سے انہیں ایسی شفاء حاصل ہوئی جیسے کوئی مرض پہلے تھا ہی نہیں، چنانچہ آپ نے علم انہیں کو عنایت فرمایا۔علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان سے اتنا لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں (یعنی مسلمان بن جائیں) آپ نے فرمایا: ابھی یوں ہی چلتے رہو، جب ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق واجب ہیں، اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو وہ

تمہارے لیے سرخ اونٹوں (کی دولت) سے بہتر ہے''۔

اس حدیث کو کئی ایک صحابہ نے روایت کیا ہے، بخاری نے اسے کئی ایک مقامات پر نقل کیا ہے۔(صحیح البخاری: 4 /207-20-12، 5 / 76)

اسی طرح مسلم نے بھی بلکہ مسلم کی بعض روایات میں ہے،ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں:

قال عمر بن الخطاب: ما أحببتُ الإمارة إلاّ یومئذ قال: فتساورت لها رجاء أنْ أُدعى لها، قال: فدعا رسول الله صلّى الله علیه وسلّم علی بن أبی طالب فأعطاه إیّاها. (صحیح مسلم195-194/7/120,121,122.5)

''عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ میں نے امارت کی خواہش سوائے اس دن کے کبھی نہیں کی، میں نے رات اس امید میں گزاری کہ شاید اس کام کے لیے مجھے بلایا جائے لیکن رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کو بلایا اور جہاد کا علم انھیں عطا فرمایا''۔

اس حدیث کی صحت پر کوئی کلام نہیں ہے، خاص طور پر اس صورت میں جب کہ یہ بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔

(2) علی علیہ السلام سے محبت صرف ایک مومن ہی کرے گا اور ان سے بغض ایک منافق ہی رکھے گا

مسلم نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والذی فلق الحبّة وبرأ النسمة إنّه لعهد النبی الأمّی صلّى الله علیه وسلّم إلیّ، أنْ لا یحبنی إلاّ مؤمن، ولا یبغضنی إلاّ منافق. (**صحیح مسلم**1/61)

''قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا، نبی امی ﷺ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مجھ سے محبت ایک مومن ہی کرے گا، اسی طرح مجھ سے بغض ایک

منافق ہی رکھے گا''۔

بہت سے حضرات نے تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے، اور وہ صحیح ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں اس کی موجودگی اس کی صحت کی دلیل ہے، اس لیے اس کی صحت کے لیے مزید حوالوں کی ضرورت نہیں۔

(3) جس نے علی علیہ السلام کو گالی دی، اس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی

حاکم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابوعبداللہ جدلی بیان کرتے ہیں:

دخلتُ على أمّ سلمة رضى الله عنها، فقالت: أيُسبُّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فيكم، فقلتُ معاذ الله أو سبحان الله أو كلمة نحوها، فقالت: سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: مَن سبَّ عليّاً فقد سبّني.

''میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ انھوں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: کیا تمھارے درمیان رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دی جارہی ہیں؟ میں نے عرض کیا: معاذ اللہ، سبحان اللہ، یا اسی طرح کا کوئی کلمہ کہا۔ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی ان کے اس حکم کی تائید کرتے ہیں۔ .(المستدرک على الصحيحين وبهامشه: تلخيص المستدرک للذهبی 121/3)

اس حدیث کی تخریج نسائی نے اپنی کتاب'' الخصائص ''میں کی ہے اور کتاب کے محقق ابواسحاق حوینی اثری نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (تهذيب خصائص الإمام على 76، حديث 86).

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اسے سبط ابن جوزی نے'' تذکرة الخواص ''میں نقل کیا ہے، سبط ابن جوزی نے اس حدیث پر جو کچھ کہا ہے، نیچے ملاحظہ فرمائیں: وہ کہتے ہیں:

قال أحمد فی (الفضائل): حدّثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن خالد بن معدان عن زادان عن سلمان، قال: قال رسول الله ﷺ: کنتُ أنا وعلی بن أبی طالب نوراً بین یدی الله تعالی قبل أنْ یُخلق آدم بأربعة آلاف عام، فلمّا خلق آدم قُسم ذلک النور جزئین، فجزء أنا وجزء علی، وفی روایة: خلقتُ أنا وعلی من نور واحد.

''احمد فضائل صحابہ میں اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم کے پیدا کیے جانے سے چار ہزار سال پہلے میں اور علی اللہ تعالیٰ کے سامنے نور تھے۔ جب آدم پیدا کیے گئے تو وہ نور دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک جزء میں ہوں اور دوسرا جزء علی ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے: میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں''۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس روایت کو تو لوگوں نے ضعیف کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے: (جواب کے یہ الفاظ سبط ابن جوزی کے ہیں)

جس حدیث کو لوگوں نے ضعیف کہا ہے، اس کے الفاظ اور اس کی سند دوسری ہے۔ جس لفظ حدیث کو لوگوں نے ضعیف کہا ہے، وہ یہ ہے:

خلقتُ أنا وهارون بن عمران ویحیی بن زکریّا وعلیّ بن أبی طالب من طینة واحدة، وفی روایة: خلقتُ أنا وعلی من نور وکنّا عن یمین

العرش قبل أنْ يخلق الله آدم بألفَى عام، فجعلنا نتقلّب فى أصلاب الرجال إلى عبد المطّلب.

''میں، ہارون بن عمران، یحیٰ بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے: میں اور علی نور سے پیدا کیے گئے ہیں، آدم کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے ہم عرش کے دائیں جانب تھے، پھر ہم مردوں کی پشت میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب کی پشت تک پہنچ گئے۔''۔

حدیث کی جس سند کو لوگوں نے ضعیف کہا ہے تو وہ سند ہے جس میں محمد بن خلف مروزی ہے جو مغفل تھا اور اس سند میں جعفر بن احمد بن بیان بھی ہے جو شیعہ تھا۔اور جو حدیث ہم نے روایت کی ہے وہ اس لفظ اور اس سند کے خلاف ہے۔اس کے رجال ثقہ ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبدالرزاق (صاحب مصنف) کا طبعی رجحان شیعہ کی طرف تھا تو ہمارا جواب ہوگا:

وہ امام احمد بن حنبل کے بڑے شیوخ میں سے ہیں، وہ ان سے سماع حدیث کے لیے بغداد سے صنعاء گئے اور یہ فرمایا: میں نے عبدالرزاق جیسا شیخ نہیں دیکھا۔اگر ان کے اندر بدعت ہوتی تو امام احمد ان سے حدیث کیوں روایت کرتے، اور تازندگی وہ ان سے حدیث کی روایت کرتے رہے۔ بلکہ مسند کی زیادہ تر احادیث انھوں نے عبدالرزاق ہی کی سند سے بیان کی ہیں۔صحیح مین بھی ان سے حدیث کی تخریج کی گئی ہے۔(تذکرۃ الخواص لسبط ابن الجوزی51 - 50)

(5) جس نے علی علیہ السلام کو اذیت پہنچائی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی

احمد نے اپنی مسند میں عمرو بن شاس اسلمی سے جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھے،

روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا:

خرجتُ مع عليٍّ إلى اليمن فجفاني في سفري ذلك حتّى وجدت في نفسي عليه، فلمّا قدمتُ، أظهرت شكايته في المسجد حتّى بلغ ذلك رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فدخلتُ المسجد ذات غدوة ورسول الله صلّى الله عليه وسلّم في ناس من أصحابه، فلمّا رآني أبدني عينيه، يقول: حدّد إليّ النظر، حتّى إذا جلست قال: يا عمرو والله لقد آذيتني، قلت: أعوذ بالله أنْ أؤذيك يا رسول الله، قال: بلى، مَن آذى عليّاً فقد آذاني. (مسند أحمد 3/483)

''میں ایک بار علیؓ کے ساتھ یمن کے لیے نکلا، انھوں نے سفر میں میرے ساتھ زیادتی کی یہاں تک کہ ان کی ذات کے تعلق سے میرے دل میں کچھ بھاری پن پیدا ہوگیا۔ جب میں واپس آیا تو اپنی شکایت کا اظہار مسجد میں کیا یہاں تک کہ اس کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔ ایک صبح جب میں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی تیز نگاہوں سے دیکھا، جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: عمرو! اللہ کی قسم! تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ میں نے عرج کیا: اللہ کی پناہ، میری یہ مجال کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اذیت پہنچاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور وہ اس طرح کہ جس نے علیؓ کو اذیت پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی''۔

اس حدیث کی تخریج حاکم نے اپنی کتاب ''المستدرک'' میں کی ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، ذہبی نے ان کے اس حکم پر اپنی موافقت کا اظہار کیا ہے۔ (المستدرک على الصحيحين وبهامشه: تلخيص المستدرک للذهبی 3/122)

ہیثمی نے اپنی کتاب ''مجمع الزوائد'' میں اسے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے، طبرانی نے کچھ اختصار کے ساتھ اور بزار نے مزید اختصار کے ساتھ

روایت کیا ہے، احمد کے رجال ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد 129/9)

''مجمع الزوائد''میں ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کنتُ جالساً فی المسجد أنا ورجلَین معی فنلنا من علی، فأقبل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غضبان یُعرَف فی وجھہ الغضب، فتعوّذتُ باللہ من غضبہ، فقال:ما لکم ومالی، مَن آذی علیّاً فقد آذانی.

''میں مسجد میں بیٹھا تھا، میرے ساتھ دو آدمی اور بیٹھے تھے، ہم نے علی علیہ السلام کے بارے میں کوئی غیر مناسب بات کہہ دی، بات سن کر رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے، غصہ آپ کے رخ انور پر دکھائی دے رہا تھا، میں نے آپ و کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگی۔آپ نے فرمایا: میں اپنا اور تمھارا کیا کروں، جس نے علی کو اذیت پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی''۔

اس حدیث کو ابویعلی نے اور بزار نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے، ابویعلی کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے محمود بن خداش اور قنان کے اور وہ دونوں ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد 129/9)

(6) حدیث مواخات

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

آخی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بین أصحابہ، فجاء علی تدمع عیناہ:یا رسول اللہ آخیت بین أصحابک ولم تُؤاخِ بینی وبین أحد، فقال لہ رسول للہ صلّی اللہ علیہ وسلّم:أنت أخی فی الدنیا والآخرۃ.أخرجہ الترمذی فی(سننہ)وحسّنہ .(سنن الترمذی 300/5)

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا۔علی روتے ہوئے آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات

کرائی لیکن کسی کے ساتھ میری مواخات نہ کرائی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا: دنیا اور آخرت میں میرا بھائی تو ہے''۔

اس حدیث کی تخریج ترمذی نے اپنی سنن میں کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے یہاں تک کہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستیعاب'' میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت آثار میں کیا ہے۔ (الاستیعاب فی معرفة الأصحاب 3 / 1098-1100)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اپنی کتاب ''الاصابة'' میں مسلمہ حقیقت کے طور پر ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

و كان اللواء بيده فى أكثر المشاهد، ولمّا آخى النبى صلّى الله عليه وسلّم بين أصحابه قال له أنت أخى. (الإصابة فى معرفة الصحابة 2 / 507 ترجمة رقم 5688)

''اکثر غزوات اور جنگوں میں جہاد کا علم علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں رہا ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات کرائی تو علیؑ سے فرمایا: تم میرے بھائی ہو''۔

(7) علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر علم کا دروازہ ہیں

سیوطی اپنی کتاب ''تاريخ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں:

بزار اور طبرانی نے معجم اوسط میں جابر بن عبداللہ سے روایت نقل کی ہے، ترمذی اور حاکم نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أنا مدينة العلم وعلىٌّ بابها .

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، صحیح نہیں جیسا کہ حاکم نے لکھا ہے اور نہ

موضوع ہے جیسا کہ ایک جماعت نے جس میں ابن جوزی اور نووی سرفہرست ہیں، کہا ہے۔ میں نے اس حدیث کی استنادی حیثیت کو اپنی کتاب'' **التعقبات علی الموضوعات**''میں بیان کیا ہے۔(تاریخ الخلفاء 131)

آگے یہ ذکر آرہا ہے کہ سیوطی نے اپنی ایک دوسری کتاب میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

سید حسن سقاف اپنی تحقیقی کتاب''**تناقضات الألبانی الواضحات**''میں لکھتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ حافظ ابن معین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ''**تاریخ بغداد**''[11/49] میں ہے، امام حافظ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب'' **تهذیب الآثار ،مسند سیّدنا علی**''[ص:104، رقم:8] میں اس کو صحیح کہا ہے، اسی طرح حافظ علائی نے، حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے بھی صحیح کہا ہے جیسا کہ'' **اللآلی المصنوعة**'' [1/334] میں ہے اور حافظ سخاوی نے صحیح کہا ہے جیسا کہ'' **المقاصد الحسنة**''میں ہے۔(تناقضات الألبانی الواضحات للسیّد السقاف 3/82)

حدیث زیر بحث کی تصحیح کے لیے علامہ احمد بن صدیق مغربی نے ایک خاص کتاب ہی تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے:'' **فتح الملک العلی بصحّة حدیث باب مدینة العلم علی**''۔

حاکم نے اپنی سند سے شریک بن عبداللہ کے واسطے سے ابواسحاق کی روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے قثم بن عباس سے پوچھا:

کیف ورث علی رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم دونکم، قال : لأنّه أوّلنا به لحوقاً وأشدّنا به لزوقا.

''تمھارے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے علم کے وارث علیؑ کیسے ہو گئے؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے سب سے پہلے وابستہ ہوئے اور ہم سے کہیں زیادہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ اور قریب رہا کرتے تھے''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ذہبی نے ان کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین وبھامشہ تلخیص الذھبی** 3/125)

امام حاکم آگے لکھتے ہیں:

میں نے قاضی القضاۃ ابوالحسن محمد بن صالح ہاشمی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابوعمر قاضی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اسماعیل بن اسحاق قاضی کو، جب ان کے سامنے قثم کا قول ذکر کیا گیا، اس وقت یہ کہتے سنا:

إنّما یرثُ الوارث بالنسب وبالولاء ولا خلاف بین أھل العلم أنّ ابن العمّ لا یرث مع العمّ، فقد ظھر بھذا الإجماع أنّ علیّاً ورث العلم من النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم دونھم .

''وارث میراث پاتا ہے نسب سے اور ولاء سے ۔اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ چچا کا بیٹا چچا کی موجودگی میں میراث نہیں پاتا ہے، اس اجماع سے یہ ظاہر ہوگیا کہ دوسروں کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے علم کے وارث علیؑ ہی تھے''۔

اس کے بعد انھوں نے ایک حدیث کی تخریج کی ہے جو اس کی صحت کی دلیل ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

قاضی نے جو کچھ ذکر کیا ہے، اس کی صحیح ہونے کے لیے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں: ہم سے حدیث بیان کی محمد بن صالح ہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا احمد بن نصر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن طلحہ قناد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا اسباط بن نصر نے، وہ روایت کرتے ہیں سماک بن حرب سے، وہ روایت کرتے ہیں عکرمہ سے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابن عباس بیان کرتے ہیں:

کان علی یقول فی حیاۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: إنّ اللہ یقول: ﴿أَفَئِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُم﴾ واللہ، لا ننقلب علی

أعقابنا بعد إذ هدانا الله، والله، لئنْ مات أو قتل لأقاتلنّ على ما قاتل عليه حتّى أموت، والله، إنّي لأخوه ووليّه وابن عمّه ووارث علمه فمّن أحقّ به منّي .

''سیدنا علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں فرمایا کرتے تھے: اللہ فرماتا ہے:''کیا اگر نبی فوت ہوجائیں یا شہید کردیے جائیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے''۔اللہ کی قسم! ہم ایڑیوں کے بل کبھی نہیں پلٹیں گے جب کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دے دی ہے، اللہ کی قسم! اگر نبی فوت ہوجائیں یا شہید کردیے جائیں تو میں تاحیات اسی بات پر قتال کروں گا جس پر آپ نے قتال کیا ہے۔اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کا بھائی، ولی، چچازاد اور آپ کے علم کا وارث ہوں، مجھ سے زیادہ آپ کے تعلق سے حق کس کا ہوسکتا ہے''۔

امام حاکم کے اس حکم کی امام ذہبی نے تائید کی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین وبهامشه تلخیص الذهبی126-3/125)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ علی علیہ السلام ہی نبی اکرم ﷺ کے شہر علم کا دروازہ اور آپ کے علم کے وارث ہیں۔

امام علی علیہ السلام کے فضائل کے باب میں اب ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور وہی بات کہتے ہیں جو شمس الدین جزری نے لکھی ہے:

سیدنا علی علیہ السلام کے مناقب جلیلہ اور محاسن جمیلہ کے مقابلے میں یہ سمندر کے چند قطرے ہیں، اور کثیر میں سے کچھ قلیل باتیں ہیں، اگر ہم ان کا احاطہ کرنے کی کوشش کریں تو کتاب کے اس مقام کی نسبت سے گفتگو کافی طویل ہوجائے گی۔ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھنے کی توفیق دے تاکہ جو فضائل ہمیں روایات کے ذریعے پہنچے ہیں، ان کا احاطہ کرسکیں۔ **والله الموفّق للصواب.** (أسنى المطالب، ص: 79)

فصل دوم

امامان ہدایت اور جوانان اہل جنت کے سردار
حسن اور حسین علیہما السلام

حسنین کریمین علیہا السلام کی معرفت کا دریچہ

امام حسن اور امام حسین علیہا السلام کا شمار بڑے اماموں میں ہوتا ہے، دونوں دو روشن چاند کی طرح ہیں، نبی اکرم ﷺ کے نواسے ہیں، دنیا میں آپ ﷺ کے لیے دونوں دو خوشبودار پھول کی حیثیت رکھتے ہیں، جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔

ان کی فضیلت اور قدر ومنزلت کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے۔ان کے فضائل ومناقب کا قلم احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ صحیفے ان کو سمیٹ سکتے ہیں۔اللہ اور اس کے رسول نے ان کے جو اوصاف بیان کر دیے ہیں، وہ ہمیں دوسرے اوصاف بیان کرنے والوں اور مدح کرنے والوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔دونوں کا شمار ان اصحاب کساء میں ہوتا ہے جن سے اللہ نے آلائشیں دور کر دی ہیں اور جن کو پاکیزہ اور مطہر بنا دیا ہے۔نجران کے نصاری سے جب مباہلہ کی بات آئی تو وہ بھی بلائے گئے تھے تاکہ اللہ کے مقدس حق کی نمائندگی کریں اور قرآنی نص کے مطابق رسول گرامی کے بیٹے بن جائیں، ان دونوں کے ذکر جمیل سے کتابیں بھری پڑی ہیں، محدثین کرام کی زبانوں پر ان کے چرچے ہیں۔

فصل اول کی طرح اس فصل دوم میں بھی ہم پہلے دونوں اماموں کے ان فضائل کا تذکرہ کریں گے جو قرآن کریم اور سنت نبویہ شریفہ میں مذکور ہیں لیکن اس سے پہلے دونوں کی حیات پر ایک مختصر نظر ڈالنا مناسب خیال کرتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام

☆ وہ ائمۂ اہل بیت علیہم السلام میں دوسرے امام ہیں۔

☆ ان کے والد گرامی امیر المومنین، مولی المتقین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

☆ ان کی والدہ سارے جہان کی خواتین کی سردار فاطمہ زہراء بنت محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔سیدہ فاطمہ زہراء کے شرف وفضیلت کا کیا کہنا،ان کی شہرت اتنی ہے کہ ان کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ان کی فضیلت کے لیے صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ زہراء کے ناراض ہونے سے ناراض ہو جاتے تھے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے مسور بن مخرمہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة بضعة منّی فمنْ أغضبها أغضبنی).(1)

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا،اس نے مجھے ناراض کیا''۔(**صحیح البخاری،باب المهاجرین:4/210**)

☆امام حسن علیہ السلام کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۵ /رمضان المبارک سنہ ۳/ ہجری میں ہوئی۔(ملاحظہ فرمائیں: **الإرشاد للمفید2/6 ، تاریخ الخلفاء للسیوطی،ص 144**)

☆ان کی کنیت صرف ابو محمد ہے،کوئی دوسری کنیت نہیں۔ (**مطالب السؤول لمحمّد بن طلحة الشافعی2/9،الارشاد2/5**)

☆امام حسن علیہ السلام کے القاب کئی ایک ہیں جیسے تقی،طیب،زکی،سید، سبط اور ولی۔(ملاحظہ فرمائیں:**مطالب السؤول لمحمّد بن طلحة الشافعی2/9**)

☆امام حسن علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے،خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن تجویز فرمایا ،ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا،بال منڈوائے اور حکم دیا کہ بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ کردی جائے ،وہ پانچوں اہل کساء میں سے ایک ہیں۔(**تاریخ الخلفاء للسیوطی،ص114**)

☆امام حسن علیہ السلام کی عمر اس وقت سات سال اور کچھ ماہ کی تھی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی۔بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔اپنے والد علیہ السلام کی شہادت کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے

اس وقت ان کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔(إعلام الوری للطبرسی 2/401)

اہل کوفہ کی بیعت کے بعد چھ ماہ اور چند دن خلیفہ رہے۔معاویہ ان کے پاس آئے اور معاملہ صلح ومصالحت تک پہنچا۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص147)

صلح کی شرطیں اور مصالحت کے اسباب تفصیلی بحث وتحقیق کے محتاج ہیں۔اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس مسئلے کو گہرائی سے سمجھے تو اسے آل یاسین کی کتاب "**صلح الامام الحسین**" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

☆امام حسن علیہ السلام کی شہادت ماہ صفر سنہ ۵۰ ہجری میں زہر خورانی سے ہوئی۔ معاویہ بن ابی سفیان کے حکم سے ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے ان کو زہر پلا دیا تھا۔(إعلام الوری للطبرسی 1/403)

☆امام حسن علیہ السلام کی تدفین قبرستان بقیع میں ان کی دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر کے قریب ہوئی۔(إعلام الوری للطبرسی 1/403)

امام حسن علیہ السلام اور ان کے ساتھ دوسرے ائمہ ہدیٰ کی قبروں کو منہدم کیا جا چکا ہے۔انہدام قبور کی یہ کارروائی وہابی فرقہ نے انجام دی ہے۔

امام حسین علیہ السلام

☆امام حسین علیہ السلام ائمۂ اہل بیت علیہم السلام میں سے تیسرے امام ہیں۔

☆امام حسین علیہ السلام کے والد محترم علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

☆امام حسین علیہ السلام کی والدہ محترمہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔اس طرح اللہ نے سیدنا حسین علیہ السلام کی تکریم بھی فرمائی اور ان پر انعام فرمایا۔ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نَسَبٌ كأنَّ عليهِ مِن شمس الضُّحى
نوراً و من فَلَقِ الصَّباحِ عَمُودا

''یہ نسب ایسا ہے کہ جیسے اس پر چاشت کے وقت کی سورج کی شعائیں چمک رہی ہیں اور صبح کے نمودار ہوتے ہی جیسے افق پر چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے''۔

☆امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۳رشعبان المعظم اور بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق ۵رشعبان المعظم سنہ۴رہجری میں ہوئی۔(إعلام الوری للطبرسی1/420)

ان کی والدہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام انھیں گود میں لیے ہوئے ان کے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں،آپ نواسے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ،ان کا نام حسین رکھا ،عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح کرایا۔وہ اوران کے برادر اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت سے جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔اور دونوں متفقہ طور پر جس میں ادنی شک وشبہ کی گنجائش نہیں نبی رحمت کے نواسے ہیں۔(الإرشاد للمفید2/27)

☆امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

☆امام حسین علیہ السلام کے القاب بہت سے ہیں جیسے رشید،طیب، وفی، سید، زکی ،مبارک ،تابع رضائے الٰہی اور سبط۔(مطالب السؤول 2/51)

☆امام حسین علیہ السلام نے یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کردیا اور اپنی جان امت اسلامیہ کوشعور کو بیدار کرنے اور اسلام کا بلند جھنڈا باقی رکھنے کے لیے قربان کردی

☆امام حسین علیہ السلام نے کل ستاون (۵۷) سال ، پانچ (۵) ماہ کی زندگی پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انھوں نے سات سال گزارے،اپنے والد محترم امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ ۳۷رسال کی عمر تک رہے اور اپنے بھائی کے ساتھ ۴۷رسال کی عمر تک رہے،امت اسلامیہ کے لیے ان کی شرعی امامت کی کل مدت دس مہینے اور چند ماہ ہے۔(إعلام الوری للطبرسی1/420)

☆امام حسین علیہ السلام کی شہادت عاشوراء کے دن یعنی ۱۰رمحرم الحرام سنہ ۶۱ ر ہجری میں ہوئی۔(إعلام الوری للطبرسی1/420)

علامہ سیوطی اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء''میں لکھتے ہیں:

ولمّا قُتل الحسین مکثتُ الدنیا سبعة أیّام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفّرة، والکواکب یضرب بعضها بعضاً، وکان قتله یوم عاشوراء،وکُسفت الشمس ذلک الیوم، واحمرّت آفاق السماء ستّة أشهر بعد قتله، ثمّ لا زالت الحمرة تُری فیها بعد ذلک ولم تکن تُری فیها قبله. وقیل: إنّه لم یقلب حجر بیت المقدس یومئذ إلاّ وجد تحته دمٌ عبیط، وصار الورس الذی فی عسکرهم رماداً، ونحروا ناقة فی عسکرهم فکانوا یرون فی لحمها مثل النیران، وطبخوها فصارت مثل العلقم، وتکلّم رجل فی الحسین بکلمة، فرماه الله بکوکبین من السماء فطُمس بصره.

''جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو دنیا سات دنوں کے لیے ٹھہر سی گئی، دیواروں پر سورج کی روشنی اس طرح دکھائی دے رہی تھی جیسے ان کو زرد کپڑا اڑھا دیا گیا ہو،ستارے آپس میں گتھم گتھا نظر آتے تھے۔یوم عاشوراء کو وہ شہید کیے گئے،اس دن سورج گہنا گیا تھا،ان کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک آسمان کے کناروں پر سرخی چھائی رہی،اس کے بعد سے آج تک سرخی دکھائی دیتی ہے جب کہ شہادت سے پہلے ایسی کوئی سرخی افق پر موجود نہیں تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن بیت المقدس میں جس کسی پتھر کو ہٹایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے تازہ خون نکلنے لگتا تھا،مخالفین کی فوج میں جو گھاس تھی،وہ راکھ بن گئی تھی،انھوں نے اپنی فوج میں اونٹنی ذبح کی تو انھوں نے دیکھا کہ اس کا تمام گوشت آگ بن چکا ہے،انھوں نے گوشت پکایا تو سن کڑوا ہوگیا،امام حسین علیہ السلام سے متعلق ایک شخص نے کوئی گستاخانہ بات کی تو اللہ نے اس پر آسمان کے دو سیارے مار دیے جس سے اس کی بصارت چلی گئی''۔(تاریخ الخلفاء،ص 160 ،یزید بن معاویہ کے ترجمہ میں)

☆امام حسین علیہ السلام کا روضہ کربلائے مقدسہ میں معروف ومشہور ہے، ہزاروں ہزار مسلمان عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے آکر ہر روز اس کی زیارت کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں حسنین کریمین علیہما السلام کے فضائل

تصنیف کتاب کا مقصد اہل بیت کے فضائل کا ذکر نہیں ہے اور نہ ان کا احاطہ کرنا مقصود ہے، اس لیے ہم یہاں اختصار کے ساتھ نمونہ کے طور پر ان قرآنی آیات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں حسنین کریمین علیہما السلام کے فضائل کا ذکر ہے، تفصیلات کے لیے مراجع ومصادر کی طرف رجوع کیا جائے۔

پہلی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ (الأحزاب:33)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔

یہی وہ آیت کریمہ ہے جو آیت تطہیر کے نام سے موسوم ہے، فصل اول میں اس کے مناسب پر اس آیت پر گفتگو ہو چکی ہے، وہاں ہم نے یہ پڑھا کہ آیت کے عموم میں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام دونوں شامل ہیں، اس گفتگو کو یہاں ہم دہرانے نہیں چاہتے ہیں کہ اس سے تکرار کلام ہوگا۔

دوسری فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاء

نَـا وَأَبْـنَـاء كُمْ وَنِسَاء نَا وَنِسَاء كُمْ وَأَنفُسَنَا وأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴾(آل عمران:61)

''پھر اے محبوب! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمھیں علم آ چکا تو ان سے فرما دو آ ؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں''۔

یہی وہ آیت کریمہ ہے جو آیت مباہلہ کے نام سے جانی جاتی ہے، یہ آیت بھی پچھلی آیت کی طرح ہے، فصل اول میں اس کے مناسب مقام پر ہم اس کی گہرائیوں کی سیر کر چکے ہیں اور آیت کے مقصود و مراد پر ہماری تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ وہاں ہمیں یہ علم ہو چکا ہے کہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کے لیے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہم السلام کے ساتھ نکلے۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امت کے برگزیدہ اور اس کا خلاصہ یہی حضرات ہیں، یہی ملت اسلامیہ کا محور ہیں۔ وہاں ہم نے یہ اشارہ بھی کیا تھا کہ قرآن کی اس نص سے ثابت ہوتا ہے کہ حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ تفصیل کے لیے اس مقام کی طرف رجوع فرمالیں۔

تیسری فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُل لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ﴾(الشورى:23)

''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت''۔

یہی وہ آیت کریمہ ہے جو آیت مودۃ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ آل بیت علیہم السلام کی محبت واجب ہے۔ فصل اول میں اس کا ذکر ہو چکا ہے

اوراس کے سلسلے میں گفتگو بھی گزرچکی ہے۔ وہاں ہم نے یہ جانا ہے کہ آیت کا عموم امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو شامل ہے، لہٰذا اس کا اعادہ نہیں کروں گا۔

حسنین کریمین علیہما السلام کی فضیلت میں یہ تینوں آیات واضح اور روشن ہیں۔ تینوں کا ذکر ہو چکا ہے، وہاں جو گفتگو گزرچکی ہے، وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظر میں دونوں اماموں کے مقام وشرف کی معرفت کے لیے کافی ہے لیکن کوئی حرج نہیں ہے، اگر ہم یہاں ایک چوتھی آیت کا ذکر کر کے برکت حاصل کریں جو اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کے کئی ایک پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہے۔ یہاں ہم اس کا چوتھی فضیلت کے طور پر ذکر کررہے ہیں۔

چوتھی فضیلت

سورۃ الانسان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً *عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيراً *يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً *وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً *إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً ولا شُكُوراً﴾(سورة الإنسان:9-5)

''بیشک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے، جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے، اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو، ان سے کہتے ہیں ہم تمھیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے''۔

کئی ایک روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ یہ مبارک آیت سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ ایک طویل واقعہ ہے، اس کا علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ کے حوالے سے مختصرا ذکر کیا ہے، سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

إنّ الحسن والحسين مَرِضَا، فعادهما رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في ناس معه. فقالوا: يا أبا الحسن، لو نذرت على وُلدك، فنذر عليٌّ وفاطمة وفضّة جارية لهما إنْ بَرِآ ممّا بهما أنْ يصوموا ثلاثة أيّام، فَشُفِيَا، وما معهم شيء فاستقرض عليّ من شمعون الخيبري اليهودي ثلاثة أصوع من شعير، فطحنت فاطمة صاعاً واختبزت خمسة أقراص على عددهم، فوضعوها بين أيديهم ليفطروا فوقف عليهم سائل فقال: السلام عليكم أهل بيت محمّد، مسكين من مساكين المسلمين، أطعموني أطعمكم الله من موائد الجنّة، فآثروه وباتوا لم يذوقوا إلاّ الماء، وأصبحوا صياماً، فلمّا أمسوا ووضعوا الطعام بين أيديهم وقف عليهم يتيم، فآثروه، ووقف عليهم أسير في الثالثة ففعلوا مثل ذلك، فلمّا أصبحوا أخذ علي رضي الله عنه بيد الحسن والحسين، وأقبلوا إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فلمّا أبصرهم، وهم يرتعشون كالفراخ من شدّة الجوع، قال: ما أشدّ ما يسوؤني ما أرى بكم، وقام فانطلق معهم فرأى فاطمة في محرابها قد التصق ظهرها ببطنها وغارت عيناها، فساءه ذلك، فنزل جبرائيل وقال: خذها يا محمّد، هنّأك الله في أهل بيتك فأقرأه السورة.

''ایک بار امام حسن اور امام حسین علیہما السلام بیمار پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند لوگوں کے ساتھ ان کی عیادت فرمائی۔ لوگوں نے کہا: اے ابوالحسن! آپ اپنے بچوں کے لیے نذر کیوں نہیں مانتے؟ چنانچہ سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور دونوں کی ایک

کنیز جس کا نام فضہ تھا، تینوں نے نذر مانی کہ اگر دونوں شفایاب ہوگئے تو وہ تین دنوں کا روزہ رکھیں گے، اللہ کا کرم ہوا کہ دونوں کو شفا مل گئی لیکن ان کے یہاں کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ سیدنا علی علیہ السلام نے خیبر کے شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لیا، سیدہ فاطمہ نے جو چکی میں پیسے اور گھر میں موجود افراد کے اعتبار سے جو کی پانچ ٹکیاں (روٹیاں) بنائیں۔ جیسے ہی افطار کے لیے انھوں نے روٹیاں دسترخوان پر اپنے سامنے رکھیں، ٹھیک اسی وقت ایک سائل آ گیا اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو، میں ایک مسلمان مسکین ہوں، مجھے کھانا کھلا دو، اللہ تمھیں اس کے بدلے جنت کے دسترخوان سے کھلائے گا۔ انھوں نے مسکین کی یہ بات سن کر اپنے اوپر اسے ترجیح دی اور رات صرف پانی پی کر گزاری اور صبح روزے کی حالت میں کی۔ جب شام ہوئی اور انھوں نے کھانا اپنے سامنے رکھا تو ان کے دروازے پر ایک یتیم آ کر کھڑا ہوگیا، انھوں نے اپنے اوپر یتیم کو ترجیح دی، اسی طرح تیسرے دن ایک قیدی ان کے دروازے پر عین کھانا کے وقت آ گیا، اس کے ساتھ بھی انھوں نے وہی کیا جو پہلے دو دن تک کرتے رہے تھے۔ صبح ہوئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آئے۔ جب آپ ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو وہ شدت بھوک سے چوزے کی طرح کانپ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں جس حالت میں تمھیں دیکھ رہا ہوں، اس سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ گھر گئے، دیکھا کہ سیدہ فاطمہ اپنے عبادت خانے میں ہیں اور پیٹ پشت ایک ہو چکی ہے اور آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں، یہ حالت دیکھ کر آپ کا برا حال ہوگیا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد! یہ قبول کریں، آپ کے اہل بیت کے تعلق سے اللہ نے آپ کو مبارک باد دی ہے، پھر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو سورۃ الانسان پڑھائی''۔ (تفسیر الکشاف 4/670)

اس روایت کو تفصیل سے امام ثعلبی نے اپنی تفسیر ''الکشف والبیان'' [10/

98-101،تفسیر سورۃ الانسان] میں نقل کیا ہے اور ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب ''اُسد الغابۃ'' [7/256، ترجمہ فضہ نوبیہ] میں اسے مختصراً ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اس واقعہ کو کئی ایک سندوں سے حاکم حسکانی نے ''شواھد التنزیل'' میں تین صحابہ کرام علی بن ابی طالب علیہ السلام، ابن عباس اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: شواھد التنزیل 310 - 2/298، اس کتاب میں آپ بعض سندوں میں تفصیلی واقعہ دیکھیں گے اور بعض سندوں میں واقعہ کو اختصار سے ذکر کیا گیا ہے۔ واقعہ کی سندیں کئی ایک ہیں۔ حسکانی جیسا کہ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ حفظ و اتقان میں نمایاں ہیں، علم حدیث کی طرف ان کی خاص توجہ ہے، ملاحظہ ہو: تذکرۃ الحفّاظ 3/1200)

میں کہتا ہوں کہ بعض نواصب نے اس واقعہ پر اعتراض یہ کیا ہے کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورہ مکی ہے اور یہ واقعہ اگر صحیح ہے تو مدینہ میں پیش آیا ہے، پھر یہ واقعہ اس سورۃ کے نزول کا سبب کیوں کر ہوسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ موضوع اور گھڑا ہوا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سورہ کے مکی ہونے پر اجماع کا دعوی کیوں کہ صحیح ہوسکتا ہے جب کہ اکثر لوگ اس سورہ کو مدنی کہتے ہیں۔ پھر حسکانی اس سورہ کے مدنی ہونے کے ثبوت پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔ (شواھد التنزیل 315-2/310)

اس واقعہ کو تفصیل سے سبط ابن جوزی نے ''تذکرۃ الخواص'' میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے، ساتھ ہی ساتھ انھوں نے اپنے نانا ابوالفرج ابن جوزی کی تردید کی ہے اور کئی ایک مقامات پر یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے نانا اس واقعہ پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سبط ابن جوزی کی مکمل تحریر نقل کردی جائے:

کھانے کے سلسلے میں ان کا خود پر دوسروں کو ترجیح دینے کا ذکر

علمائے تاویل کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کے یہ ارشادات: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ

یَوْمًا کَانَ شَرُّہُ مُسْتَطِیراً ... الآیات﴾انھیں یعنی سیدنا علی،سیدہ فاطمہ،سیدنا حسن اورسیدنا حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔اس کے بعد سبط ابن جوزی اپنے شیخ ابومجد محمد بن ابومکارم قزوینی کی سند سے ابن عباس کی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

سیدنا ابن عباس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:﴿یُوفُونَ بِالنَّذْرِ...الآیة.﴾کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ایک مرتبہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہما السلام بیمار ہوئے ، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی عیادت فرمائی ،آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔اسی طرح عرب کے بیشتر لوگ ان کی عیادت کو حاضر ہوئے ۔لوگوں نے کہا:اے ابوالحسن! کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اپنے دونوں بیٹوں کے لیے کوئی نذر مان لیتے ۔اگر کبھی کسی نذر کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سیدنا علی علیہ السلام نے فرمایا:اللہ کی قسم!اگر میرے دونوں بیٹے اپنی بیماری سے شفایاب ہوگئے تو میں اللہ کی رضا کے لیے شکرانے کے طور پر تین دنوں کا روزہ رکھوں گا۔سیدہ فاطمہ نے بھی اسی طرح کی نذر مانی اور گھر میں فضہ نام کی جو کنیز تھی ،اس نے بھی اسی طرح کی نذر مانی۔اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ دونوں بچے شفایاب ہوگئے۔

اس وقت آل محمد کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی ،سیدنا علی علیہ السلام سمعون بن حانا یہودی کے پاس گئے اوراس سے تین صاع جوبطور قرض لے آئے۔لاکر سیدہ فاطمہ کو دیا،انھوں نے جوکو پیسا اوراس سے گھر کے پانچوں افراد کے لیے ایک ایک رووٹیاں پکائیں۔سیدنا علی علیہ السلام نے مغرب کی نماز نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ادا کی اور پھر گھر تشریف لائے۔ان کے آتے ہی سب کے سامنے کھانا چنا گیا ،اتنے میں ایک سائل یا مسکین آگیا اور دروازے پر کھڑے ہوکر کہنے لگا:اے اہل بیت محمد!تم پر اللہ کی سلامتی ہو،دروازے پر ایک مسکین کھڑا ہے ،مجھے کھانا کھلادو ،اللہ تمھیں جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا۔سیدنا علی علیہ السلام نے مسکین کی صدا سنی اور فرمایا:

فاطِمُ ذاتَ المَجدِ وَاليَقينِ
يا بِنتَ خَيرِ الناسِ أَجمَعين

''مجد وشرف اور ایمان ویقین کی دولت سے سرفراز فاطمہ! اے دنیا کے تمام انسانوں سے افضل ذات گرامی کی صاحب زادی!

أَمَا تَرينَ البائِسَ المَسكين
قَد قامَ بِالبابِ لَهُ حَنين

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بھوک کی شدت سے بے حال اور نڈھال ایک مسکین دروازے پر کھڑا ہے، اس کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی ہے''۔

يشكو إلى الله ويستكين
يَشكو إِلَينا جائِعٌ حَزين

''وہ مسکین اللہ کے حضور شکوہ کر رہا ہے اور اپنی بے چارگی اور مسکنت ظاہر کر رہا ہے ، ہم سے بھی وہ اپنی سخت اور تکلیف دہ بھوک کی شکایت کر رہا ہے''۔

كُلُّ اِمرءٍ بِكَسبِهِ رَهين
وفاعل الخيرات يَستَبين

''ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے رہن میں رکھا ہوا ہے، نیکیوں اور بھلائیوں کا کام کرنے والا ہی اس رہن سے رستگاری حاصل کرے گا''۔

مَوعِدُ جَنَّة عِلِّيِّين
حَرَّمَهَا اللهُ عَلَى الضَنِين

''اس کے لیے اس بلند و بالا جنت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے جس کو اللہ نے ہر کم ظرف اور بخیل پر حرام کر دیا ہے''۔

وَلِلبَخيلِ مَوقِف مَهين
تَهوَى بِهِ النَّارُ إِلَى سِجِّين

شَرَابُهُ الحَمِيْمُ وَالْغِسْلِيْن

''قیامت کے دن بخیل کو ذلت ورسوائی کی جگہ ملے گی، آگ اسے سجین تک پہنچا دے گی، جہاں کھولتا ہوا پانی اور دوزخیوں کے زخموں سے رسنے والا خون اور پیپ اسے پینے کو دیا جائے گا''۔

اس کے جواب میں سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا:

أَطْعِمُهُ وَلاَ أُبَالِی الساعه

أَرجو إِذا أَشبعتُ ذا مَجاعَه

أنْ أَلحقَ الأخيارَ وَالجَماعه

و أَدخلَ الخلد وَلِی شَفَاعَه

''مسکین کو کھانا کھلا دیں، مجھے اس وقت کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اگر میں کسی بھوکے کو شکم سیر کردوں تو مجھے امید ہے کہ میں نیک لوگوں اور صالحین کی جماعت میں شامل ہو جاؤں، اسی وجہ سے مجھے جنت بھی مل جائے اور مجھے نبی اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے''۔

راوی کا بیان ہے کہ اہل بیت نے کھانا مسکین کو دے دیا اور اس دن اور رات کو سادہ پانی کے علاوہ انھوں نے کوئی چیز نہیں چکھی۔

جب دوسرا دن ہوا تو پہلے دن کی طرح سیدہ فاطمہ نے پھر جو کو چکی میں پیسا اور اس کے آٹے سے پانچ ٹکیاں (روٹیاں) بنائیں۔سیدنا علی علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور گھر تشریف لائے۔اتنے میں ایک یتیم دروازے پر آن کھڑا ہوا اور اس نے صدا لگائی: اے محمد کے اہل بیت! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو،مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم آیا ہے، میرے والد غزوے میں شہید ہو چکے ہیں، اللہ نے جو روزی تمھیں عطا کی ہے، اس میں سے مجھے کھانا کھلا دو، اللہ تمھیں جنت کے دسترخوان سے کھلائے گا۔اس کی صدا سن کر سیدنا علی نے فرمایا:

فاطِمُ بِنت السَیِّدِ الکَریم
بِنت نَبیٍّ لَیسَ بِالذَمیمِ

''اے سید کریم کی صاحب زادی فاطمہ، تم نبی کی بیٹی ہو، ایسے نبی کی جن پر کوئی داغ نہیں ہے، جو تمام خوبیوں سے متصف ہیں''۔

قَد جاءَ نا اللَّهُ بِذا الیَتیم
قد حرّم الخُلُدَ عَلَی اللَئِیمِ

''اللہ نے ہمارے پاس اس یتیم کو بھیج دیا ہے، یاد رکھو! اللہ نے ہر کمینہ خصلت اور بخیل پر جنت کو حرام کر دیا ہے''۔

یُحمَلُ فی الحشر إلی الجَحِیمِ
شَرَابُهُ الصَدِیْد وَالحَمِیْم

''ایسا شخص میدان حشر سے جہنم کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا، اور اسے پینے کے لیے دوزخیوں کے جسم سے رسنے والا خون اور پیپ اور کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا''۔

وَمَنْ یَجُوْدُ الیَوْمَ فِی النَعِیْم
شَرَابُهُ الرَحِیْق والتَسْنِیْم

''آج کے دن یعنی دنیا میں رہتے ہوئے جو سخاوت اور فیاضی سے کام کرے گا، وہ نعمتوں بھری جنت میں ہوگا اور اسے پینے کے لیے منہ بند شراب اور جنت کے چشمے کا شیریں پانی پیش کیا جائے گا''۔

سیدنا علیؓ کے یہ اشعار سن کر سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے جواب دیا:

إنّی أُطعِمُهُ وَلاَ أُبَالِی
وَ أُوْثِرُ اللهَ عَلَی عِیَالِی
أَمْسَوا جِیَاعَاً وَهُم أشْبَالِی

''میں اس یتیم کو کھانا ضرور کھلاؤں گی، مجھے اپنے اہل خانہ کی بھوک کی کوئی پرواہ نہیں، میں اپنے بچوں پر اللہ کی رضا کو ترجیح دوں گی، وہ بھوکے رہ کر رات گزار لیں گے کیوں کہ وہ میرے بہادر شیر ہیں''۔

انھوں نے کھانا دسترخوان سے اٹھایا اور یتیم کے سپرد کر دیا، اس طرح دوسرا دن بھی پہلے دن کی طرح شب و روز بھوک و پیاس میں گزاری۔

جب تیسرا دن ہوا تو سیدہ فاطمہ نے پہلے دو دنوں کی طرح باقی ماندہ جو چکی میں پیس کر اسی طرح روٹیاں بنا کر دسترخوان پر رکھا۔ سیدنا علی علیہ السلام حسب معمول مغرب کے بعد گھر تشریف لائے، اتنے میں ایک قیدی آن کر دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور اس نے صدا لگائی: اے محمد ﷺ کے اہل بیت! ایک محتاج قیدی آیا ہے جسے قید تو کر دیا گیا ہے لیکن کھانا نہیں دیا گیا، اللہ نے جو روزی آپ کو عطا فرمائی ہے، اس میں سے مجھے بھی کھانا کھلا دو۔ سیدنا علی نے قیدی کی آواز سنی اور فرمایا:

فاطِمُة يا بِنتَ النَبِيِّ أَحمَدِ

بِنتَ نَبِيٍّ سَيِّدٍ مُسَوَّدٍ

''سیدہ فاطمہ! اے نبی احمد ﷺ کی صاحب زادی! ایسے نبی کی بیٹی جو سردار ہیں اور جن کی سرداری تسلیم کی جاتی ہے''۔

مُنِّی عَلَى أَسِيرِنَا المُقَيَّد

مَنْ يُطْعِمُ اليَوْم يَجِدْهُ فِي الغَد

''ذرا نظر کرم کریں ہمارے اس قیدی پر جو کسی جیل میں بند ہے، آج جو اسے پیٹ بھر کھانا کھلائے گا کل اس کا بدلہ پائے گا''۔

عِنْدَ العَلِّی المَاجِد المُمَجَّد

مَنْ يَزْرَع الخَيْرَات سَوْفَ يَحْصُد

''اس بلند اور باعظمت ذات کے یہاں جو سراپا بزرگی ہے، آج جو نیکیوں کی فصل

اگائے گا، کل وہی کاٹے گا''۔

سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے جواب میں یہ اشعار کہے:

لَمْ يَبْقَ عِنْدِی الیَوْمَ غَیْرَ صَاعٍ

قَدْ مَجُلَتْ كَفِّی مَعَ الذِرَاعِ

''آج کے لیے میرے پاس صرف ایک صاع جو تھی، اس کو پیس پیس کر میری ہتھیلیاں بازو تک شل ہوگئی ہیں''۔

ابْنَایَ وَاللهِ مِنَ الجِیَاعِ

أَبُوْهُمَا لِلْخَیْرِ ذُو اصْطِنَاعِ

''اللہ کی قسم ہے، میرے دونوں بیٹے بھوک سے بے حال ہیں اوران کے والد تو وہ نیکی کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہا کرتے ہیں''۔

''اس کے بعد انھوں نے دسترخوان سے کھانا اٹھایا اور اس قیدی کے حوالے کر دیا۔ چوتھے دن سیدنا علی علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں کو اٹھائے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں بیٹے بھوک اور کمزوری کی وجہ سے مرغی کے چوزے معلوم ہو رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں کو دیکھا تو پوچھا: میری بیٹی کہاں ہے؟ سیدنا علی نے جواب دیا: وہ اپنے عبادت خانے میں ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، سیدہ فاطمہ کے پاس پہنچے، شدت بھوک سے ان کی پشت پیٹ ایک ہو چکی تھی اور آنکھوں میں گڑھے ظاہر ہو گئے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو ہی فریاد سننے والا ہے، آل محمد بھوک سے مر رہے ہیں۔ اتنے میں جبرئیل آگئے اور وہ قرآن کی آیت: ﴿یُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ الآیۃ کی تلاوت کر رہے تھے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کے نانا نے تو اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ہم کو خبر دی ابن ناصر نے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ابی نصر حمیدی سے، وہ روایت کرتے ہیں حسن بن عبدالرحمٰن سے، وہ روایت کرتے ہیں ابوالقاسم

سقطی سے، وہ روایت کرتے ہیں عثمان بن احمد دقاق سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن ثابت سے، وہ روایت کرتے ہیں ابو ہذیل سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ سمرقندی سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن کثیر سے، وہ روایت کرتے ہیں اصبغ بن نباتہ سے ،اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حسن اور حسین بیمار پڑے-اس کے بعد انھوں نے پورا واقعہ لکھا ہے۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد آپ کے نانا کہتے ہیں:اس طرح کے رکیک اشعار کہنے سے اللہ نے سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کومحفوظ رکھا ہے ۔اسی طرح اللہ نے ان کواس گناہ سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ بچوں کو کھانے سے منع کردیں۔مزید یہ کہ اس روایت کی سند میں اصبغ بن نباتہ متروک ہے۔

میرے نانا کی اس تحریر کا جواب یہ ہے: رہا ان کا یہ کہنا کہ اس طرح کے رکیک اشعار کہنے سے اللہ نے سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کومحفوظ رکھا ہے ،تو یہ اشعار رجز اور خبب کے باب میں اہل عرب کی اپنی عادت کے مطابق ہیں۔جیسے شاعر کا یہ قول:''**والله لو لا الله ما اهتدينا**''،وغیرہ۔اس میں نبی اکرم ﷺ کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔

رہا ان کا اصبغ بن نباتہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ متروک الحدیث ہیں،تو یہاں ہم نے یہ روایت ان سے نہیں لی ہے اور نہ ہماری ذکر کردہ حدیث میں ان کا کوئی نام آیا ہے۔ اصبغ بن نباتہ پر لوگوں نے تنقید کی ہے لیکن یہ تنقید حدیث میں ان کی طرف سے کیے جانے والے اضافے کی وجہ سے ہے۔ان کی ذکر کردہ حدیث میں یہ اضافہ ملتا ہے کہ آخر میں نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ آل محمد کے لیے خوان نعمت اسی طرح نازل کردے جس طرح تو نے مریم بنت عمران کے لیے نازل کیا تھا۔چنانچہ ثرید سے لبریز ایک خوبصورت سینی جس میں جواہرات کے جھالر لگے تھے، نازل ہوگئی۔اس طرح کے کچھ اور جملے انھوں نے حدیث میں بڑھائے تھے جس کی وجہ سے ان پر تنقید کی گئی ہے۔مجھے اپنے نانا کے اس قول اور ان کے اس انکار پر سخت حیرت ہے جب کہ وہ اپنی کتاب''

المنتخب ‘‘میں لکھتے ہیں:

یا علماء الشرع أعلمتم لِمَ آثرا وترکا الطفلین علیهما أثر الجوع؟ أتراهما خفی عنهما سر: ابدأ بِمَنْ تَعُول، ما ذاک إلاّ لأنّهما عَلِما قوّة صبر الطفلین، وأنّهما غصنان من شجرة أظل عند ربی، وبعض جملة :فاطمة بضعة منّی، وفرخ البط سابح.

’’اے علمائے شریعت! کیا آپ کو پتا ہے کہ کیوں سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ نے ضرورت مندوں کو ترجیح دی اور اپنے بچوں کو بھوکا رہنے دیا۔ کیا انھیں حدیث: ’’ابدأ بِمَنْ تَعُول ‘‘(ابتدا ان سے کرو جن کی کفالت کی ذمہ داری تمھاری اپنی ہے) کے راز کا علم نہیں تھا۔ ایسا انھوں نے اس لیے کیا تھا کیوں کہ انھیں اپنے بچوں کی قوت برداشت اور صبر کا علم تھا، وہ دونوں اس درخت کی دو شاخیں تھے جس کو میرے رب نے سب سے زیادہ سایہ دار بنایا ہے۔ حدیث رسول: ’’فاطمة بضعة منّی ‘‘(فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے) کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کیوں کہ بطخ کا بچہ اول دن سے ہی تیراک ہوتا ہے۔

فصل

سورہ (هل أتی) اہل بیت کے کئی ایک فضائل پر مشتمل ہے:

ان میں سے یہ آیت ہے: ﴿يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً﴾

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں کافور کا ذکر کیوں کیا گیا ہے جب کہ اسے پیا نہیں جاتا؟

اس سوال کا کئی طرح سے جواب دیا گیا ہے:

(۱) یہاں جنت کی شراب کو حسن، سفیدی، خوشبو اور ٹھنڈک میں کافور سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے اللہ کا یہ قول ہے: ﴿ حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَاراً﴾ یعنی آگ کی طرح بنا دیا۔

(۲) کافور جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔

(۳) جس طرح دنیا میں خوف کی گرمی کا ان پر غلبہ ہوگیا تھا تو اس کے بدلے میں جنت کے ان کے اپنے مشروب میں کافور کی آمیزش کردی جائے گی۔

سورہ ہل اتی کی ایک آیت یہ بھی ہے: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ﴾

یہاں سوال یہ کیا گیا ہے کہ حبہ میں ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ ضمیر کا مرجع اللہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضمیر کا مرجع ثواب کی محبت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاقہ کی وجہ سے کھانے کی محبت بھی ضمیر کا مرجع ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ لا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْساً وَلا زَمْهَرِيراً﴾

اس آیت مین زمہریر سے مراد چاند ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

ولیلةٍ ظَلامُهَا قَد اعْتَكَر

قَطَعْتُهَا وَالزَمْهرِيُر مَا ظَهَر

''اور رات کی تاریکی شدید سے شدید تر ہوتی گئی اور اسی تاریکی میں میں نے مسافت طے کی لیکن چاند نمودار نہیں ہوا''۔

اسی سورہ کی یہ آیت بھی ہے: ﴿ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُوراً ﴾

اگر یہ کہا جائے کہ دھاگے میں پروئے ہوئے موتی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں خدمت میں انتشار مراد ہے، چوں کہ وہ دنیا میں کام کرتے کرتے تھک چکے تھے اس لیے اللہ نے آخرت میں ان کے لیے خدمت گار مقرر کردیے ہیں۔

مزید یہ کہ اللہ نے اس سورہ میں جنت کی تمام نعمتوں اور ان کی لذتون کا تذکرہ کیا ہے جیسے درخت، نہریں، خدمت گزار، کھانا، محلات اور دوسری تمام نعمتیں۔لیکن ان نعمتوں میں حور کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، علماء نے اس عدم ذکر پر حیرت کا اظہار کیا ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انسانوں کی زہراء کی غیرت کی وجہ سے حوروں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ وہ ایک طرح سے سوکن

بنیں گی،ایک دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حوریں بہر حال کنیزیں ہیں اور آزادعورتوں کے ساتھ ان کا ذکر کچھ زیادہ مناسب نہیں تھا۔

میں نے اپنے نانا کی زبان سے دواشعار سنے ہیں جو وہ سنہ ۵۹۶ھ ہجری میں بغداد کے اندر اپنے وعظ کی مجلسوں میں پڑھا کرتے تھے،ان دونوں اشعار کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب'' تبصرة المبتدی ''میں کیا ہےاور وہ یہ ہیں:

أهوى عليّاً وإيمانى محبَّتُه

كَمْ مُشْرِكٍ دَمُهُ مِن سَيْفِهِ وَكَفَا

''میری آرزو سیدنا علی ہیں اوران کی محبت میرا ایمان ہے، کتنے ہی مشرک ایسے ہیں جن کا خون ان کی تلوار پر ہےاور وہ ان کے لیے کافی تھے''۔

إنْ كُنْتَ وَيْحَكَ لَمْ تَسْمَعْ فَضَائِلَهُ

فَاسْمَعْ مَنَاقِبَه مِنْ (هَلْ أَتَى) وَكَفَى

''تجھ پر مجھے حد درجہ افسوس ہے کہ تم نے سیدنا علی کے فضائل نہیں سنے،اگر کچھ نہیں تو کم از کم سورہ دہر میں ان کے مناقب وفضائل سن لے،وہی تیرے لیے کافی ہیں''۔

(تذكره الخواص284-281)

سبط ابن جوزی کی گفتگو تمام ہوئی۔

قرآن مجید میں اس کے علاوہ بھی اہل بیت کے بہت سے فضائل مذکور ہیں،حاکم حسکانی نے ایک کتاب دوحصوں میں لکھی ہے جس کا نام ہے:''**شواهد التنزيل لقواعد التفضيل فى الآيات النازلة فى أهل البيت صلوات الله وسلامه عليهم** ''،اگر کوئی اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

سنت نبویہ شریفہ میں حسنین کے فضائل

ان فضائل کی دو قسمیں ہیں:

پہلی: دونوں کے مشترک فضائل

دوسری: ہر ایک کے اپنے مخصوص فضائل

پہلی قسم عام فضائل پر مشتمل ہے جس میں حسنین کے علاوہ اہل بیت کے دیگر افراد کے بھی فضائل کا تذکرہ ہے۔ جو فضائل ان دونوں حضرات کے ساتھ خاص ہیں تو ہم اس قسم میں ایک خاص باب قائم کریں گے جس کا عنوان ہوگا: مشترک فضائل۔

دوسری قسم ان فضائل پر مشتمل ہوگی جو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے مخصوص ہیں۔ اس طرح یہ قسم دو قسموں میں منقسم ہوگی، پہلی میں وہ فضائل بیان کیے جائیں گے جو امام حسن علیہ السلام کے لیے مخصوص ہیں اور دوسری میں وہ فضائل ذکر کیے جائیں گے جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ اس طرح کل تین قسمیں ہوں گی جو مندرجہ ذیل ہیں:

اول : مشترک فضائل

دوم : وہ فضائل جو امام حسن علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں

سوم : وہ فضائل جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں

ہم نے اس کتاب میں ایک خاص نہج متعین کیا ہے، اسی پر کتاب کو ترتیب دیا جائے گا۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ تمام فضائل کا احاطہ کیا جائے بلکہ نمونے کے طور پر اختصار کے ساتھ چند ایک فضائل ذکر کیے جائیں گے۔ اللہ ہی مددگار اور ہر اچھے عمل کی توفیق دینے والا ہے۔

پہلی قسم: مشترک فضائل

☆ پہلی فضیلت: حدیث ثقلین

حدیث ثقلین سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

إنّی تارک فیکم الثقلین: کتاب اللہ وعترتی أهل بیتی، ما إنْ تمسکتم بهما لن تضلّوا بعدی وأنّهما لنْ یتفرقا حتّی یردا علیّ الحوض.

''میں تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت، میرے بعد جب تک تم انھیں مضبوطی سے تھامے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرنے سے پہلے یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے''۔

پہلی فصل میں اس حدیث پر اور اس کی دلالت اور مضامین پر گفتگو ہو چکی ہے، ہم نے وہاں یہ حقیقت جان لی تھی کہ یہ حدیث سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہما السلام کو بھی شامل ہے، اس لیے اس کا یہاں اعادہ نہیں کروں گا۔

☆ دوسری فضیلت: بارہ خلیفہ سے متعلق حدیث

بارہ خلیفہ سے متعلق حدیث سے مراد نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

إنّ هذا الأمر لا ینقضی حتّی یمضی فیهم اثنا عشر خلیفة. کلّهم مِن قریش.

''یہ معاملہ اس وقت تک ختم یا پورا نہیں ہوگا جب تک ان میں بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں اور یہ بارہ خلیفہ قریش میں سے ہوں گے''۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

☆ تیسری فضیلت: حدیث سفینہ

حدیث سفینہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

:مَثَل أهل بيتي مثل سفينة نوح، مَن ركبها نَجا، ومَن تخلّف عنها غرق.

''میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوگیا، وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا، وہ ڈوب گیا''۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

☆ چوتھی فضیلت: اہل بیت زمین والوں کے لیے باعث امان ہیں

اہل بیت کا اہل زمین کے لیے باعث امان ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہے:

النجوم أمان لأهل السماء وأهل بيتي أمان لأهل الأرض .

''ستارے آسمان والوں کے لیے باعث امان ہیں اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لیے باعث امان ہیں''۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

☆ پانچویں فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام سے یہ کہنا:

أنا حرب لِمَنْ حَارَبَكُم، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُم .

''میں بھی اس سے برسر پیکار ہوں جو تم سے جنگ کرے اور اس سے میری بھی صلح ہے جو تم سے صلح کرے''۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

☆ چھٹی فضیلت: اہل بیت علیہم السلام پر درود پڑھنا واجب ہے

اہل بیت علیہم السلام پر درود کے واجب ہونے کی بات نبی ﷺ کے اس قول سے

ثابت ہے جو آپ نے صحابہ کرام کو درود پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

قولوا: اللّهم صلّ على محمّد وعلى آل محمّد، كما صلّيت على آل إبراهيم، وبارک على محمّد وعلى آل محمّد، كما باركتَ على آل إبراهيم في العالمين، إنّک حميد مجيد.

''تم کہو: اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، اور برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی سارے جہان میں آل ابراہیم پر، بے شک تو ستودہ صفات اور بزرگ ہے''۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔ یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث ''**باب الصلاة على النبي صلّى الله عليه وسلّم بعد التشهّد**'' کے تحت ذکر کی ہے۔ (صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب 17: 1/305)

آل محمد پر درود ہر مسلمان پر روزانہ کی نمازوں میں واجب ہے، کتنی بڑی ہے یہ فضیلت، اللہ نے کتنے بلند مقام پر ان کو فائز کیا ہے۔

☆ ساتویں فضیلت:

حسنین کریمین کا ہاتھ تھامے ہوئے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد:

مَن أحبّني وأحبّ هذَين وأباهما وأمّهما كان معي في درجتي يوم القيامة .

''جو مجھ سے، ان دونوں سے، ان دونوں کے والد سے اور ان دونوں کی والدہ سے محبت کرے گا، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میری منزل میں ہوگا''۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

☆ آٹھویں فضیلت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد:

والذی نفسی بیده لا یبغضنا أهل البیت أحدٌ إلاّ أدخله الله النّار.

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم اہل بیت سے جو کوئی بھی بغض رکھے گا، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا"۔

اس حدیث پر بھی پہلی فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

یہ آٹھوں فضائل ایسے ہیں جن میں امام حسن اور امام حسین دونوں شامل ہیں، ان فضائل کا ذکر پہلی فصل میں ہو چکا ہے۔ہم ان میں بعض ایسے فضائل کا اضافہ کر رہے ہیں جو بطور خاص ان کی ذات سے متعلق ہیں۔

☆نویں فضیلت: نبی ﷺ ان دونوں سے راضی ہیں

امام طبرانی نے معجم اوسط میں اپنی سند سے ربعی بن حراش سے روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام نے فرمایا:

أنّه دخل علی النبی صلّی الله علیه وسلّم وقد بسط شملة فجلس علیها هو وفاطمة وعلی والحسن والحسین، ثمّ أخذ النبی صلّی الله علیه وسلّم بمجامعه فعقد علیهم، ثمّ قال: اللّهم ارض عنهم کما أنا راضٍ عنهم. (المعجم الأوسط 5/348)

"وہ ایک دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے اپنا شملہ بچھا دیا، پھر آپ، فاطمہ، حسن اور حسین اس پر بیٹھ گئے۔آپ ﷺ نے شملے کا ایک چھور پکڑا اور اسے اٹھا کر ان کے اوپر گانٹھ لگا دی اور پھر فرمایا: اے اللہ! میں جس طرح ان سب سے راضی ہوں، اسی طرح تو بھی ان سے راضی ہو جا"۔اس حدیث کو ہیثمی نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد" میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبید بن طفیل کے اور وہ ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد 9/169)

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ علی، فاطمہ، حسن اور حسین سے راضی ہیں، اسی سے ان لوگون کے حال کا پتا چلایا جاسکتا ہے جو ان کے مخالف ہیں، ان کے دشمن ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں۔ لہذا اس بات پر غور کریں۔

☆ دسویں فضیلت: حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں

امام احمد نے اپنی مسند میں اپنی سند سے روایت نقل کی ہے کہ ابوسعید خدری نے بیان کیا:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: الحسن والحسين سيّدا شباب أهل الجنّة . (مسند أحمد3/3 ، 62، 64، 82)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج ترمذی نے اپنی '' **السنن** ''[5/321] میں، نسائی نے اپنی کتاب '' **الخصائص** ''[104-105] میں، اور حاکم نے اپنی '' **المستدرک** ''[3/ 154، 166-167] میں کی ہے۔ بعض دوسرے حضرات نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی 5/321)

البانی نے اپنی کتاب '' **الصحيحة** '' میں ترمذی کے اس حکم پر موافقت ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث کا درجہ وہی ہے جو ترمذی نے بیان کیا ہے۔ (**سلسلة الأحاديث الصحيحة** 2/423، رقم(796)

حاکم اس حدیث پر تعلیق چڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ ذہبی نے حاکم کے اس فیصلے کی تائید کی ہے۔ (**المستدرک على الصحيحين وبهامشه تلخيص الذهبي** 3/154)

البانی نے حاکم اور ذہبی دونوں کے اس حکم پر موافقت ظاہر کی ہے۔ (**سلسلة**

الأحاديث الصحيحة2/424، حديث(796)

ابوسعید خدری کی سند سے مروی اس حدیث کو علماء کی ایک جماعت نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ان میں سے چند یہ ہیں:

امام ہیثمی ''مجمع الزوائد''میں۔(مجمع الزوائد: 9/201)

مصطفیٰ بن عدوی'' الصحیح المسند من فضائل الصحابة ''میں۔(الصحیح المسند من فضائل الصحابة257)

حوینی اثری کتاب''خصائص أمیر المؤمنین''پر اپنی تحقیق میں۔(تهذیب خصائص الإمام علی بتحقیق الحوینی الأثری 99 :حدیث (124)

اسی طرح دانی بن منیر آل زہوی۔(خصائص أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب بتحقیق آل زهوی107، حدیث رقم140)

اور مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین۔(مسند أحمد بتحقیق حمزة أحمد الزین 1/101، 195، 204، 259، رقم10941، 11537،11561، 11716)

امام احمد نے اپنی سند سے حذیفہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

سألتُنی أمّی:منذ متی عهدک بالنبی صلّی الله علیه وسلّم؟ قال:فقلت:منذ کذا وکذا .قال:فنالت منّی وسبّتنی .قال:فقلتُ لها:دعینی فإنّی آتی النبی صلّی الله علیه وسلّم فأصلّی معه المغرب ثمّ لا أدعه حتّی یستغفر لی ولک.قال:فأتیتُ النبی صلّی الله علیه وسلّم فصلّیتُ معه المغرب، فصلّی النبی صلّی الله علیه وسلّم العشاء ، ثمّ انفتل فتبعتُه، فعرض له عارض فناجاه، ثمّ ذهب فاتبعته فسمع صوتی، فقال:من هذا؟ فقلت:حذیفة. قال:مالکَ؟ .فحدّثته بالأمر . فقال:غفر الله لک ولأمّک .ثمّ قال:أَمَا رأیتَ العارض الذی عرض لی قبیل؟ قال:قلتُ:بلی.قال:فهو مَلَک من الملائکة لم یهبط الأرض قبل هذهِ اللیلة، فاستأذن ربّه أنْ یُسلّم

علىّ ويبشّرنى أنّ الحسن والحسين سيّدا شباب أهل الجنّة، وأنّ فاطمة سيّدة نساء أهل الجنّة .(مسند أحمد 5/391)

''حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حال ہی میں کب گئے تھے؟ میں نے کہا: اتنے اتنے دنوں سے میں ان کے پاس نہیں جاسکا ہوں، تو وہ مجھ پر خفا ہوئیں، میں نے ان سے کہا: اب مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دیجئے میں آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور آپ سے میں اپنے اور آپ کے لیے دعا مغفرت کی درخواست کروں گا، چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب پڑھی پھر آپ (نوافل) پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے عشاء پڑھی، پھر آپ لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: کون ہو؟ حذیفہ؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، حذیفہ ہوں، آپ نے فرمایا: **ما حاجتک غفر الله لک ولأمک** کیا بات ہے؟ بخشے اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو (پھر) آپ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا تھا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کی اجازت مانگی کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں (یعنی جو دنیا میں جوان تھے ان) کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج ترمذی نے اپنی سنن میں کی ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔(**سنن الترمذی** 5/326)

البانی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقات ہیں، صحیح کے رجال ہیں سوائے میسرہ کے اور وہ ثقہ ہے، ابن حبیب کے نام سے جانا جاتا ہے۔(**سلسلة الأحاديث الصحيحة** 2/426)

اس حدیث کی تخریج مختلف الفاظ سے حذیفہ کی سند سے ''**وأنّ فاطمة سيّدة نساء أهل الجنّة** '' کے اضافہ کے بغیر کئی ایک محدثین نے کی ہے جیسے

احمد نے مسند میں ۔(مسند أحمد5/392)
ابن حبان نے اپنی صحیح میں ۔(صحیح ابن حِبَّان15/413)
اور امام حاکم نے مستدرک میں ۔(المستدرک علی الصحیحین3/381)
ان کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان سے موافقت ظاہر کی ہے ۔
(المستدرک علی الصحیحین وبهامشه تلخیص الذهبی3/381)
البانی نے مسند احمد کی دوسری سند کو بھی یہ کہہ کر صحیح قرار دیا ہے کہ یہ سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔(سلسلة الأحادیث الصحیحة2/426)
مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین نے مسند کی دونوں سندوں کو صحیح کہا ہے۔(مسند أحمد592-16/591، رقم 23222و23223)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
الحسن والحسین سیّدا شباب أهل الجنّة، وأبوهما خیرٌ منهما.
''حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور دونوں کے والدان سے بھی افضل ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج حاکم نے کی ہے اور لکھا ہے کہ اس اضافے کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ۔ذہبی نے اس فیصلے سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبهامشه تلخیص الذهبی 3/167)

صحابہ کی ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی ہے،ان میں چند ایک نام یہ ہیں:
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
براء بن عازب رضی اللہ عنہ
جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد9/182 ، 183، 184، 201)

اوران کے علاوہ بھی کئی صحابہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

اس حدیث کی بہت زیادہ سندیں ہیں، اسی لیے سیوطی نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے(تحفة الأحوذی)10/186،فیض القدیر للمنّاوی3/550)

اسی طرح سمعانی بھی اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔(الأنساب3/477)

لہذا اب ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ اس حدیث کی مزید سندوں کا ذکر کیا جائے۔ ہم اب اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس تفصیل کے سامنے آنے کے بعد ذرا غور کریں کہ جب حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں تو کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جنھوں نے ان کے خلاف فوج کشی کی،فوج کشی کا سبب بنے چہ جائے کہ ان سے جنگ کرنے میں شریک رہے یا مدد کی بلکہ ان لوگوں کے حال پر بھی غور کریں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں اس سے راضی اور خوش رہے ہیں۔

☆ گیارہویں فضیلت: دونوں نبی اکرم ﷺ کی خوشبو ہیں

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: هما ريحانتاى من الدنيا يعنى الحسن والحسين.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں یعنی حسن اور حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج بخاری نے اپنی صحیح میں دو مقامات پر کی ہے۔(صحیح البخاری4/217، 7/74)

ترمذی نے اپنی سنن میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول:إنّ الحسن والحسين هما ريحانتاى من الدنيا.

''میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ حسن اور حسین دونوں دنیا میں میری خوشبو ہیں''۔ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(سنن الترمذی5/322)۔

اس حدیث کی تخریج ابوداود طیالسی نے اپنی مسند میں(مسند أبی داود261)،

ابویعلی نے اپنی مسند میں(مسند أبی یعلی10/106)،

اورطبرانی نے معجم کبیر میں۔(المعجم الکبیر3/127)

اوراحمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔(مسند أحمد2/85،93،114،153)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، والحسن والحسين يلعبان على بطنه، فقلت:يا رسول الله، أتحبّهما؟فقال:ومالى لا أُحبّهما وهما ريحانتاى.

''میں ایک دن رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ حسن اور حسین آپ کے پیٹ پر کھیل رہے ہیں، میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول! کیا آپ ان دونوں سے محبت فرماتے ہیں؟ آپﷺ نے جواب دیا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں ،یہ تو دنیا میں میرے خوشبودار دو پھول ہیں''۔

اس حدیث کی تخریج بزار نے اپنی مسند میں کی ہے۔(مسند البزّار3/287)

اسے ہیثمی نے اپنی کتاب''''میں بھی نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اوراس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد9/181)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم والحسن والحسين

رضـى الـلـه عـنهـمـا يـلـعبـان بيـن يديه وفي حجره، فقلتُ: يا رسول الله، أتحبّهما؟قال: وكيف لا أحبّهما وهما ريحانتاى من الدنيا أشمّهما.

''میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ حسن اور حسین آپ کے سامنے یا آپ کی گود میں کھیل رہے ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ان دونوں سے محبت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں، یہ تو دنیا میں میرے خوشبودار دو پھول ہیں، جنھیں میں سونگھتا رہتا ہوں''۔ اس حدیث کی تخریج طبرانی نے معجم کبیر میں کی ہے۔ (المعجم الکبیر 4/156)

اور جو حدیث اوپر گزری ہے، وہ اس کی بھی صحت کے لیے شاہد ہے۔

☆ بارہویں فضیلت: نبی ﷺ کا دونوں سے بے پناہ محبت فرمانا

امام احمد اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ عطاء بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے خبر دی:

أنـه رأى الـنبـى صـلّى الـلـه عـليـه وسـلّم، يضمّ إليه حسناً وحسيناً يقول: اللّهم إنّي أُحِبُّهما فأحِبَّهُما. (مسند أحمد5/369)

''اس نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے حسن اور حسین کو اپنے سینے سے چمٹایا اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''۔

اس حدیث کو ہیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد9/179)

مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند أحمد بتحقيق حمزة أحمد الزين16/534، حديث23027)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اللّهم إني أُحبُّهما فأحِبَّهما.

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان کو اپنا محبوب بنالے‘‘۔

اس حدیث کی تخریج احمد نے اپنی مسند میں (مسند أحمد 2/446)،

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں (المصنف 7/511)،

بزار نے اپنی مسند میں جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے اور ہیثمی نے اس کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔(مجمع الزوائد.9/179)

مسند احمد کے محقق حمزہ احمد زین کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔(مسند أحمد بتحقيق حمزة أحمد الزين 9/303 ، حديث 9721)

سیدنا حسن اور سیدنا حسین سے نبی اکرم ﷺ کی یہ محبت کسی سے مخفی نہیں ہے بلکہ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔اس موضوع پر احادیث بے شمار ہیں۔فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

ثبت بالنقل المتواتر أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم كان يحبُّ عليّاً والحسن والحسين، وإذا ثبت ذلك وجبَ على كلّ الأمّة مثله؛ لقوله: وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ. ولقوله تعالى: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ . ولقوله: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ . ولقوله سبحانه: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . (تفسير الفخر الرازي: مجلّد 14، ج 27، ص 167)

’’تواتر کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم سے بڑی محبت فرماتے تھے۔جب یہ بات ثابت ہے تو پھر امت پر واجب ہے کہ ان سے ویسی ہی محبت کرے جیسی محبت نبی ان سے کرتے تھے۔اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُون

''اور نبی کی اتباع کرو تا کہ تمھیں ہدایت مل جائے''۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ

''جو لوگ نبی کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے''۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ .

''اے نبی کہہ دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمھیں اپنا محبوب بنالے گا''۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے''۔

ہم اسی پر اب اکتفا کرتے ہیں، آگے جن فضائل کا ذکر آرہا ہے، ان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

☆ تیرہویں فضیلت: حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کرنے کا حکم نبوی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان النبي صلّى الله عليه وسلّم يصلّي والحسن والحسين يَثِبَان على ظهره فيباعدهما الناسُ، فقال صلّى الله عليه وسلّم: دعوهما، بأبي هما وأمّي، مَن أحبّني فليحبّ هذَين.

''ایک بار جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو حسن اور حسین آپ کی پشت مبارک پر کود رہے تھے، لوگ دونوں کو وہاں سے ہٹانا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں کو چھوڑ دو، میرے ماں باپ قربان! جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے، اسے چاہئے کہ ان دونوں سے بھی محبت کرے''۔

اس حدیث کی تخریج کی ہے:

امام نسائی نے اپنی '' السنن الکبری ''میں، (السنن الکبری 5/50)،

ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ''المصنّف ''میں (المصنّف 7/511)

،ابویعلی نے اپنی ''المسند''میں(مسند أبی یعلی9/250)،
ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں(صحیح ابن خزیمة2/48 ، حدیث887)،
ابن حبان نے اپنی صحیح میں(صحیح ابن حِبّان15/427)،
طبرانی نے'' الکبیر ''میں(المعجم الکبیر3/47)،
اس حدیث کوابن حجر نے'' الإصابة''میں بھی ذکر کیا ہے(الإصابة2/63)،
الفاظ ابن حبان کے ہیں۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد ابن حجر لکھتے ہیں:اس حدیث کا شاہد سنن میں اور صحیح ابن خزیمہ میں ہے جو بریدہ سے مروی ہے،اسی طرح کی حدیث صحیح سند کے ساتھ معجم بغوی میں شداد بن ہاد سے بھی مروی ہے۔(الإصابة2/63)

البانی نے'' صحیح موارد الظمآن ''میں اس حدیث کوحسن کہا ہے۔(صحیح موارد الظمآن2/376)

آپ نے دیکھا کہ یہ حدیث ابن حبان اور ابن خزیمہ کے نزدیک بھی صحیح ہے کیوں کہ یہ حدیث ان دونوں کی کتابوں میں موجود ہے،ان دونوں نے التزام کیا ہے کہ صرف صحیح احادیث ہی اپنی کتاب میں درج کریں گے جیسا کہ کتاب پر ان کے مقدمہ سے واضح ہوتا ہے۔

اس حدیث کا ذکر مصطفیٰ بن عدوی نے بھی اپنی کتاب''الصحیح المسند من فضائل الصحابة ''میں کیا ہے اوراس کی سند کوحسن لکھا ہے۔(الصحیح المسند من فضائل الصحابة260)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعتُ رسول الله يقول للحسن والحسين:مَن أحبَّني فليحِبَّهما .

''میں نے رسول اللہ وکوحسن اورحسین کے لیے یہ کہتے سنا ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے،اسے چاہئے کہ ان دونوں سے بھی محبت کرے''۔

اس حدیث کی تخریج ابوداود طیالسی نے اپنی مسند میں بہ لفظ'' **فليحبَّ هذين** '' کی ہے۔(**مسند أبي داود، 327**)،

اس کی تخریج ابن عساکر نے'' **تاريخ دمشق** ''میں(**تاريخ دمشق - 14/154-155**)،

بزار نے اپنی مسند میں کی ہے جیسا کہ'' **مجمع الزوائد** ''میں ہے۔(**مجمع الزوائد9/180**)

ہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے،اس کے رجال کی لوگوں نے توثیق کی ہے لیکن ان کے بارے میں آراء مختلف ہیں۔(**مجمع الزوائد9/180**)

میں کہتا ہوں کہ اس موضوع کی پہلی حدیث حسن ہے تو یہ آخری حدیث اگر ضعیف بھی ہو تب بھی اس کی صحت کے شاہد کا کام دے گی۔

☆ چودھویں فضیلت: جس نے حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت کی اس نے رسول اللہ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے نفرت کی ،اس نے رسول اللہ ﷺ سے نفرت کی۔

امام حاکم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خرج علينا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ومعه الحسن والحسين، هذا على عاتقه وهذا على عاتقه وهو يلثم هذا مرّة وهذا مرّة، حتى انتهى إلينا فقال له رجل: يا رسول الله أنّک تحبّهما؟فقال: نعم، مَن أحبَّهما فقد أحبَّني، ومَن أبغضهما فقد أبغضني. (المستدرک على الصحيحين3/166)

''ایک دن رسول اللہ ﷺ گھر سے نکل کر ہمارے پاس اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے ساتھ حسن اور حسین بھی تھے،ایک آپ ﷺ کے ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر سوار تھا۔کبھی آپ حسن کو بوسہ دیتے اور کبھی حسین کو،اسی طرح کرتے

کرتے آپ ہمارے درمیان آ گئے ۔ایک شخص نے کہا: لگتا ہے کہ آپ کو ان دونوں سے بہت زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ، بلکہ جو ان دونوں سے محبت کرے ۔اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا،اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

اس حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں (مسند أحمد2/440)،

اور ابن عساکر نے'' تاریخ دمشق ''میں کی ہے۔(تاریخ دمشق13/199)

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ،ذہبی نے اس فیصلے کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبهامشه تلخیص المستدرک 3/166)

یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختصرا ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

مَنْ أحبَّهما فقد أحبَّني، ومَن أبغضهما فقد أبغضني.

''جس نے حسنین کریمین سے محبت کی ،اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے نفرت کی ،اس نے مجھ سے نفرت کی''۔

اس حدیث کی تخریج نسائی نے اپنی سنن میں (سنن النسائی5/49)،

احمد نے اپنی مسند میں (مسند أحمد2/288)،

طبرانی نے''الکبیر ''میں (المعجم الکبیر 3/48)،

ابن راہویہ نے اپنی مسند میں (مسند ابن راهویه1/248) کی ہے۔

احمد محمد شاکر لکھتے ہیں:اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(مسند أحمد بتحقیق أحمد محمّد شاکر 7/519، حدیث7863)

یہ حدیث ابو ہریرہ سے مزید مروی ہے، یہ بات انھوں نے اس دن بیان کی تھی جس دن امام حسن علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی ۔

اس حدیث کی تخریج احمد نے اپنی مسند میں (مسند أحمد 2/531)،

عبدالرزاق نے اپنی''المصنّف ''میں(المصنّف3/472)

اورحاکم نے'' **المستدرک** ''میں کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحَین** 3/171)

حاکم لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ذہبی نے حاکم کے اس حکم پر موافقت ظاہر کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحَین** 3/171)

سنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: مَن أحبَّ الحسن والحسین فقد أحبَّنی، ومَن أبغضهما فقد أبغضنی.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے محبت کی ،اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

بوصیری کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح سند ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔(**السنن لابن ماجة وبحاشیته مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة مع تعلیقات للألبانی 1/85، حدیث 143**)

تاریخ ابن عساکر میں ابن عباس سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

الحسن والحسین سیّدا شباب أهل الجنّة، مَن أحبَّهما فقد أحبَّنی، ومَن أبغضهما فقد أبغضنی. (**تاریخ دمشق لابن عساکر 132 /14**)

''حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں، جس نے ان دونوں سے محبت کی ،اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا ،اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

''**مجمع الزوائد**'' میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

اللّهمّ إنّی أُحِبُّهما فأحِبَّهما، ومَن أحبَّهما أحبَّنی.

''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس کسی نے ان دونوں سے محبت کی، اس نے گویا مجھ سے محبت کی''۔

ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔(**مجمع الزوائد179 /9**)

اس فضیلت پر گفتگو ختم کرنے سے پہلے ہم حاکم کی مستدرک سے ایک حدیث ذکر کررہے ہیں جسے انھوں نے اپنی سند سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم يقول: الحسن والحسين ابناى، مَن أحبَّهما أحبَّنى، ومَن أحبَّنى أحبَّه الله، ومَن أَحَبَّه الله أدخله الجنّة، ومَن أبغضهما أبغضنى، ومَنْ أبغضنى أبغضه اللهُ، ومَن أبغضه اللهُ أدخله النار.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: حسن اور حسین میرے بیٹے ہیں، جس نے ان دونوں سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی، اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ لیکن جس کسی نے ان دونوں سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا''۔

حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین3/166**)

قاضی عیاض نے اختصار کے ساتھ اس روایت کو مسلمات کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔(**الشفا فی حقوق المصطفی2/36**)

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ذہبی کو یہ حدیث پسند نہیں آئی تو انھوں نے اس کو منکر کہہ

دیا۔(تلخیص المستدرک للذھبی، المطبوع فی ھامش المستدرک 3/166)

جب کہ ابو ہریرہ سے مروی مذکورہ بالا حدیث کو وہ صحیح کہہ چکے ہیں۔

ہر مسلمان کو یہ بات معلوم ہے کہ نبی سے بغض رکھنے والا اللہ سے بغض رکھنے والا ہے اور اللہ سے بغض رکھنے والی کی سزا جہنم ہے ۔معاملہ بالکل صاف ہے ،مزید بیان کی حاجت نہیں، کیوں کہ جس روایت کو ذہبی نے صحیح کہا ہے،اسی میں ہے کہ حسنین سے بغض رکھنے والا نبی ﷺ سے بغض رکھنے والا ہے۔ یہ حدیث اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ اللہ سے بغض رکھنے والا ہے ، پھر کیوں ذہبی نے یہاں اس حدیث میں نکارت دیکھ لی اور گزشتہ روایت کو وہ صحیح کہہ رہے ہیں۔

ہمیں کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ جس وقت قاری اُس روایت کو پڑھے گا ،اس کی توجہ ادھر نہیں جائے گی لیکن جس وقت یہ صریح اور واضح روایت وہ پڑھے گا تو متنبہ ہوگا اور خطرے کی گھنٹی بجنے لگے کی اور اس کے سامنے معاویہ،ان کے بیٹے یزید اور ان کے متبعین کا حال کھل جائے گا جو حسنین سے بغض رکھتے تھے ،اسی لیے ذہبی اپنی عادت کے مطابق اس روایت کو برداشت نہیں کر سکے اور اس روایت کو انھوں نے منکر قرار دے دیا۔

☆ پندرہویں فضیلت: حسنین کریمین رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں

امام ترمذی نے اپنی سند سے اسامہ بن زید سے روایت نقل کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں:

طرقتُ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ذات لیلۃ فی بعض الحاجۃ، فخرج النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وھو مشتمل علی شیء لا أدری ما ھو، فلمّا فرغتُ من حاجتی قلت:ما ھذا الذی أنت مشتمل علیہ؟ فکشفہ، فإذا حسن وحسین علی ورُکَیْہ، فقال:ھذان ابنای وابنا ابنتی، اللّھم إنّی أحِبُّھما، فأحِبَّھما وأحِبَّ مَن یحبُّھما .(سنن الترمذی5/322)

’’میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا،آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ ایک ایسی چیز لپیٹے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان پا رہا تھا کہ کیا ہے، پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا : یہ کیا ہے جس کو آپ لپیٹے ہوئے ہیں؟ تو آپ نے اسے کھولا تو وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کولہے سے چپکے ہوئے تھے، پھر آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں، اے اللہ ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے''۔

اس حدیث کی تخریج ابن ابی شیبہ نے ''**المصنف**'' میں (المصنّف 7/512)،

نسائی نے ''**الخصائص** ''میں (خصائص الإمام علی 107)،

ابن حبان نے اپنی صحیح میں (صحیح ابن حِبّان 15/423)،

اور طبرانی نے معجم صغیر میں (المعجم الصغیر 1/200) کی ہے۔

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔(سنن الترمذی 5/322)

ابن حجر حسن بن اسامہ کے ترجمے میں ترمذی کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔(تهذیب التهذیب 2/238)

البانی نے اپنی کتاب ''**صحیح الجامع الصغیر** ''میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔(صحیح الجامع الصغیر 2/1175)

سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: هذان ابناي، مَن أحبَّهما فقد أحبَّني.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں، جس نے ان دونوں سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی''۔

کتاب کے محقق کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔(سیر أعلام النبلاء : 3/254، هامش 3)

''مجمع الزوائد'' میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے ،اس میں ہے:

سمع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم الحسن والحسين وهما يبكيان وهما مع أمّهما، فأسرع السير حتّى أتاهما فسمعتُه يقول: ما شأن ابني ...(الحديث)

''رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حسن اور حسین کے رونے کی آواز سنی، جب کہ وہ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ تھے۔ نبی اکرم ﷺ بڑی تیزی سے ان کے پاس پہنچے اور فرمایا: میرے بیٹوں کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔''

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد 9/181)

امام احمد(5/354)، ترمذی(5/324)، نسائی(3/108، 192)، ابوداود(1/348) اور ابن ماجہ(2/119) وغیرہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں:

سمعتُ أبي بُريدة يقول: كان رسول الله يخطبنا فجاء الحسن والحسين عليهما قميصان أحمران يمشيان ويعثران، فنزل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من المنبر فحملهما فوضعهما بين يديه، ثمّ قال: صدق الله ورسوله، إنّما أموالكم وأولادكم فتنة، نظرتُ إلى هذين الصبيّين يمشيان ويعثران فلم أصبر حتّى قطعتُ حديثي ورفعتُهم.

''میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں وہاں حسن اور حسین دو سرخ قمیص پہنے گرتے پڑتے آتے دکھائی دیے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے اترے، دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھایا اور پھر فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ ہی فرمایا ہے کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہے، میں نے ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا، میں نے اپنی بات روکی اور

ان کو گود میں اٹھالیا''۔

حدیث کے الفاظ مسند احمد کے ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ حدیث حسن غریب ہے۔(سنن الترمذی5/324)

اس حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے کیوں کہ ان دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی ہے۔(صحیح ابن حِبَّان 13/402، 403، وصحیح ابن خزیمة 2/355 و3/152)

اس کی تخریج حاکم نے بھی کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحَین1/287)

حاکم نے اس حدیث کی تخریج ایک دوسرے مقام پر بھی کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحَین4/190)

اس حدیث کو البانی نے بھی صحیح کہا ہے۔(صحیح سنن النسائی 456 - 1/455 وسنن ابن ماجة مع تعلیق الألبانی3/510 وصحیح موارد الظمآن 367 - 2/366)

ان احادیث فضائل کے ساتھ ساتھ قارئین سے آیت مباہلہ کی دلالت بھی مخفی نہیں ہوگی، جس کی طرف ہم نے اس کی اپنی جگہ پر اشارہ کیا ہے۔اسی طرح بعض گزشتہ روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔

اس کو تقویت کئی ایک سندوں سے مروی اس حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں یہ آیا ہے کہ نبی اکرمﷺ حسن اور حسین کے ولی ہیں، آپ ہی دونوں کے عصبہ ہیں جس کی طرف دونوں کی نسبت ہے۔امام حاکم نے اپنی سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم: لكلّ بنى أمّ عصبة ينتمون إليهم، إلاّ ابنى فاطمة فأنَا وليّهما وعصبتها.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کے بیٹوں کے عصبہ ہوتے ہیں جن کی طرف ان کی نسبت ہوتی ہے سوائے فاطمہ کے دونوں بیٹوں کے، کیوں میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔(المستدرک علی الصحیحین 3/164)

ابویعلی اپنی سند سے سیدہ فاطمہ زہراء سے حدیث نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لكلّ بنى أُمّ عصبة ينتمون إليه إلاّ وُلد فاطمة، فأنا وليّهم وأنا عصبتُهم. (مسند أبى يعلى 12/109)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عورت کے بیٹوں کے عصبہ ہوتے ہیں جن کی طرف ان کی نسبت ہوتی ہے سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے کیوں کہ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں''۔

طبرانی میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے:

لكلّ بنى أنثى عصبة ينتمون إليه، إلاّ وُلد فاطمة فأنا وليّهم وأنا عصبتهم. (المعجم الكبير 22/432)

''ہر عورت کے بیٹوں کے عصبہ ہوتے ہیں جن کی طرف ان کی نسبت ہوتی ہے سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے کیوں کہ میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا عصبہ ہوں''۔

سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

كلّ بنى آدم ينتمون إلى عصبة، إلاّ وُلد فاطمة فأنا وليُّهم وأنا عصبتهم.

''آدم کے تمام بیٹے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں، سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے کیوں کہ میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا عصبہ ہوں''۔

سیوطی نے اس حدیث کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ مناوی کی فیض

القدیر میں ہے۔(فیض القدیر 5/23)

طبرانی نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعتُ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یقول: کلّ بنی أنثی فإنّ عصبتَهم لأبیهم، ما خلا وُلد فاطمة فإنّی أنا عصبتُهم، وأنا أبوهم. (المعجم الکبیر 3/44، حدیث 2631)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام خواتین کے بیٹوں کے عصبہ ان کے والد ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے، میں خود ان کا عصبہ ہوں اور میں خود ان کا باپ ہوں''۔

محمد بن طاہر پٹنی (متوفی:986ھ) اپنی کتاب'' تذکرة الموضوعات'' میں لکھتے ہیں:

کلّ بنی آدم ینتمون إلی عصبة أبیهم إلاّ ولد فاطمة فإنّی أنا أبوهم وأنا عصبتُهم.

'' آدم کے تمام بیٹے اپنے عصبہ یعنی باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے، میں ہی ان کا باپ ہوں اور میں ہی ان کا عصبہ ہوں''۔

اس حدیث میں ارسال بھی ہے اور ضعف بھی لیکن جابر کی مرفوع حدیث اس کی شاہد ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

إنّ الله تعالی جعل ذرِّیَّة کلّ نبی فی صُلْبِهِ وإنّ الله تعالی جعل ذرِّیَّتی فی صُلْب علی.

''اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت ان کی پشت میں رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری ذریت علی رضی اللہ عنہ کی پشت میں رکھی ہے''۔

یہ روایات باہم ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، ابن جوزی کا یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اس میں دلیل ہے کہ یہ چیز نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں

سے ہے۔(تذکرۃ الموضوعات299)

عجلونی نے یہ حدیث اس کی بعض تخریجات کے ساتھ ذکر کی ہیں اور یہ لکھا ہے کہ طبرانی میں جابر سے مروی اس کے کئی ایک شواہد ہیں،اور پھر انھوں نے جابر کی وہ حدیث نقل کی ہے جو اوپر ہم ذکر کرآئے ہیں۔اس کے بعد انھوں نے''**المقاصد**'' کے مصنف کا کلام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' مقاصد'' میں کہا ہے کہ یہ حدیث ابن عباس سے بھی روایت کی جاتی ہے جیسا کہ میں نے''**ارتقاء الغرف**'' میں لکھا ہے۔اور بعض حدیثیں بعض کوتقویت پہنچاتی ہیں۔ابن جوزی نے''**العلل**'' میں جو یہ لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو ان کی یہ بات اچھی نہیں ہے۔اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ بعض جوابات میں اور اہل بیت سے متعلق تصانیف میں اس کی وضاحت کی ہے۔(کشف الخفاء للعجلونی 2/119)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین کو اپنی اولاد بنالیا تھا اور آپ ان کے عصبہ بن گئے تھے اور یہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ آپ ﷺ کا بڑا لطف وکرم تھا،آپ کی خاص عنایت تھی اور حسنین کریمین علیہما السلام کی جانب آپ کی خاص مہتم بالشان توجہ تھی۔اس تفصیل سے حسنین علیہما السلام کی عظمت، بڑائی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظر میں ان کی قدر ومنزلت واضح ہوجاتی ہے۔

اسی فضیلت شریفہ پر ہم عام فضائل پر گفتگو ختم کررہے ہیں،اگر کوئی مزید تفصیل چاہتا ہے تو اسے کتب احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے جن میں حسنین علیہما السلام کے فضائل پر مشتمل مستقل ابواب موجود ہیں۔

دوسری قسم:

امام حسن علیہ السلام کے خاص فضائل

اب یہاں ہم امام حسن علیہ السلام کے بعض ایسے فضائل کا ذکر کریں گے جوان کے ساتھ ہی خاص ہیں، اگر چہ امام محترم کے بعض فضائل مشترکہ فضائل میں آ چکے ہیں، پھر بھی برکت کے لیے یہاں چند ایک کا ذکر کررہے ہیں۔

☆ پہلی فضیلت: نبی ﷺ کی ان سے محبت

امام بخاری نے اپنی صحیح میں مہاجرین کے مناقب کے باب میں حسن اور حسین کے مناقب کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ براء بن عازب بیان کرتے ہیں:

رأيتُ النبی صلّی الله عليه وسلّم والحسن بن علی علی عاتقه، يقول: اللّهمّ إنّی أحبُّهُ فأحبَّه . (صحیح البخاری4/216)

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک مرتبہ اس حال میں دیکھا کہ حسن بن علی آپ کے کندھے پر سوار ہیں اور آپ یہ فرمار ہے ہیں: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما''۔

اس حدیث کی تخریج مسلم نے اپنی'' **الصحیح** ''[7/129] میں، ترمذی نے اپنی ''**السنن**''[5/327] میں اوراحمد نے اپنی''**المسند**''[4/284، 292] میں کی ہے۔

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لا أزال أحبُّ هذا الرجل بعد ما رأيتُ رسول الله يصنع ما يصنع، رأيتُ الحسن فی حجر النبی صلّی الله عليه وآله وسلّم وهو يُدخل أصابعه فی لحيةِ النبی صلّی الله عليه وآله وسلّم والنبی صلّی الله عليه

و آله و سلّم یُدخل لسانه فی فمه، ثمّ قال: اللّهمّ إنّی أحبُّه فأحِبَّه .

''میں اس نواسے سے اس وقت سے بڑی محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ ایسا کرتے دیکھا ہے، میں نے دیکھا کہ حسن ، نبی اکرم ﷺ کی گود میں ہیں، وہ نبی ﷺ کی ریش مبارک میں اپنا ہاتھ داخل کررہے ہیں اور نبی اکرم ﷺ اپنی زبان ان کے منہ میں داخل کررہے ہیں اور ساتھ ہی یہ فرماتے جاتے ہیں کہ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ۔ذہبی نے ان کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین و بهامشه : تلخیص المستدرک للذهبی** 3/169)

سعید بن زید بن نفیل بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی صلّی الله علیه و سلّم احتضن حَسَنَاً و قال: اللّهمّ إنّی أحبُّه فاحبَّه.

''نبی اکرم ﷺ نے حسن کو اپنے پہلو میں لیا اور فرمایا: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''۔

ہیثمی نے یہ حدیث اپنی کتاب'' **المجمع** ''میں نقل کرکے لکھا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور یزید بن حسین کے علاوہ جو کہ ایک ثقہ راوی ہیں، اس کے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔(**مجمع الزوائد** 9/176)

مشترک فضائل والے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حسنین کریمین سے نبی اکرم ﷺ کی محبت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

امام ذہبی کی کتاب''**سیر أعلام النبلاء** ''میں اور فضیل بن مرزوق کی کتاب'' **الجعدیات** ''میں عدی بن ثابت کی روایت ہے، وہ براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا:

اللّهمّ إنّي أُحبّه فأحبَّه، وأحِبّ مَن يُحبُّه.

''اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہون تو بھی ان سے اور جو ان سے محبت کرتا ہے،اس سے محبت فرما''۔

امام ترمذی نے اس حدیث کوصحیح کہا ہے۔(سیر أعلام النبلاء 3/250)

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کوطبرانی نےمعجم کبیر اورمعجم اوسط میں،اور امام بزار اور ابویعلی نے روایت کیا ہےاورمعجم کبیر کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد 9/176)

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس موضوع پر کئی ایک احادیث ہیں لہذا وہ متواتر ہے۔(سیر أعلام النبلاء 3/251)

☆دوسری فضیلت:حسن علیہ السلام سے محبت کرنے والے کے لیے نبی ﷺ کی دعا

امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب فضائل صحابہ میں باب فضائل حسن اور حسین کے تحت اپنی سند سے ابو ہریرہ کی یہ حدیث نقل کی ہے،وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

اللّهم إنّي أُحبُّه فأَحبّه، وأحبِبْ مَن يُحبُّه .(صحيح مسلم7/129)

''اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو ان سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو ان سے محبت رکھے''۔

امام مسلم نے اسی باب میں ابو ہریرہ ہی سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے،وہ بیان کرتے ہیں:

خرجتُ مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في طائفة من النهار لا يكلّمني ولا أكلّمه، حتّى جاء سوق بني قينقاع ثمّ انصرف، حتّى أتى خباء

فـاطـمة فـقـال: أَثَـمَّ لكع أَثَمَّ لكع يعنى حسناً، فظنّنا أنّه إنّما تحبسه أمّه لأنْ تـغسـلـه وتـلبسـه سـخـاباً، فلم يلبث أنْ جاء يسعى حتّى اعتنق كلّ واحد منهما صاحبه، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اللّهم إنّى أحبّه فأحبّه وأحببْ مَن يُحبُّه. (صحيح مسلم7/130)

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا دن کوایک وقت نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات کرتے تھے، نہ میں آپ سے بات کرتا تھا (یعنی خاموش چلے جاتے تھے) یہاں تک کہ بنی قینقاع کے بازار میں پہنچے، پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے اورسیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر پرآئے اور پوچھا: بچہ ہے، بچہ ہے۔یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق، ہم سمجھے کہ ان کی ماں نے ان کوروک رکھا ہے نہلانے دھلانے اورخوشبو کا ہار پہنانے کے لیے لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورسیدنا حسن رضی اللہ عنہ)، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللَّهُمَّ إِنِّى أُحِبُّهُ، فَأَحِبَّهُ وَأَحْبِبْ مَنْ يُحِبُّهُ.** میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ، اور محبت رکھ اس شخص سے جو اس سے محبت رکھے''۔

اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے بھی اپنی صحیح [**کتـاب البیـوع** 3/20] میں کی ہے اورمحدثین کی ایک جماعت نے بھی، یہ حدیث جس بات پر دلالت کرتی ہے،اس کا بیان گزشتہ صفحات میں کیا جاچکا ہے۔

☆ تیسری فضیلت: حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں

امام احمد نے مسند احمد میں اپنی سند سے خالد بن معدان سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

وَفَـدَ الـمـقـدام بن معدى كرب وعمرو بن الأسود إلى معاوية، فقال

معاوية للمقدام: أعلمتَ أنّ الحسن بن علی تُوفّی، فرجّع المقدام (أی قال: إنّا لله وإنّا إليه راجعون) فقال له معاوية: أتراها مصيبة؟فقال: ولمَ لا أراها مصيبة وقد وضعه رسول الله صلّی الله عليه وسلّم فی حجره وقال: هذا منّی وحسين مِن علی رضی الله تعالی عنهم. (مسند أحمد4/132)

''مقدام بن معدی کرب اور عمرو بن اسود معاویہ کے پاس پہنچے۔ معاویہ نے مقدام سے کہا: کیا تمھیں خبر ہے حسن بن علی کی وفات ہوگئی۔ مقدام نے یہ خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ معاویہ نے ان سے پوچھا: کیا تم اسے اک مصیبت سمجھتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں اسے مصیبت کیسے نہ سمجھوں، حسن کو ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے گود میں لے کر فرمایا تھا: یہ مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔''

اس حدیث کی تخریج ابوداود نے اپنی سنن [2/275] میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں [3/43و 269-20/268)] کئی ایک مقامات پر کی ہے۔ بعض جگہوں پر اس میں یہ الفاظ آئے ہیں:

حَسَن منّی، وحسين من علی

حسن مجھ سے ہیں اور حسین علی سے ہیں''۔

'' **مسند الشاميّين** '' میں بھی یہی الفاظ وارد ہوئے ہیں۔(**مسند الشاميّين للطبرانی**2/170)

مناوی ''**فيض القدير**'' میں لکھتے ہیں کہ حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔(**فيض القدير** 3/551)

ذہبی نے ''**سير اعلام النبلاء**'' میں لکھا ہے کہ اس کی سند قوی ہے۔(**سير أعلام النبلاء** 3/258)

البانی نے ''**صحيح الجامع الصغير** ''میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔(**صحيح الجامع الصغير**1/607)

"**سیر اعلام النبلاء**" کے محقق لکھتے ہیں: بقیہ بن ولید مدلس ہیں۔ یہاں انھوں نے عنعنہ سے روایت بیان کی ہے، باقی رجال ثقہ ہیں۔ذہبی کی تصحیح پر وہ تعلیق لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ذہبی کا فیصلہ تسلیم کرلیا جاتا اگر بقیہ نے تحدیث کی صراحت کی ہوتی ،چونکہ انھوں نے اسے عنعنہ سے روایت کیا ہے،اس لیے ذہبی کا فیصلہ صحیح نہیں ہے۔ **(سیر أعلام النبلاء 3/258 هامش 2و 3)**

میں کہتا ہوں:اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محقق کی نظر مسند احمد کی روایت پرنہیں پڑی، اس میں بقیہ نے حدیث کوحدثنا سے بیان کیا ہے،عنعنہ سے روایت نہیں کیا ہے جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔البانی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(**سلسة الأحاديث الصحيحة 2/451 حديث رقم811**)

لہذا یہ حدیث معتبر ہے۔فضائل حسین علیہ السلام کے تذکرے میں یہ حدیث آگے آرہی ہے کہ رسول ﷺ نے ان کے حق میں بھی فرمایا:

حسينٌ منّي و أنا من حسين.

"حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں"۔

☆چوتھی فضیلت: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن علیہ السلام سے محبت کرنے کا حکم دیتے تھے

امام احمد اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ زہیر بن اقمر نے بیان کیا:

بينما الحسن بن علي يخطب بعدما قُتل علي رضي الله عنه إذ قام رجل من الأزد آدم طوال فقال :لقد رأيتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم واضعه في حبوته يقول:مَن أحبّني فليحبّه، فَلْيُبْلِغ الشاهد الغائب ولولا عزمة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ما حدّثتُكم.(مسند أحمد5/366)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک دن جب حسن بن علی خطبہ دے

رہے تھےتو دوران خطبہ قبیلہ ازد کا ایک طویل القامت شخص کھڑا ہوااوراس نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے، رسول اللہ ﷺ ان کو یعنی حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں: جو مجھ سے محبت کرتا ہو اسے چاہیے کہ ان سے بھی محبت کرے۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ یہ بات غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کردینے کا تاکیدی حکم نہ ہوتا تو یہ بات میں تم سے کبھی بیان نہ کرتا''۔

اس حدیث کی تخریج حاکم نے مستدرک[3/173-174] میں، ابن ابی شیبہ نے مصنف[7/513] میں اورابن عساکر نے تاریخ دمشق[197 /13] میں کی ہے۔

''**المسند**'' کے محقق حمزہ احمد زین لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(**مسند أحمد بتحقيق حمزة أحمد الزين16/525، رقم23000**)

حاکم نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے، اسی طرح ''**التلخیص** ''میں ذہبی نے بھی کیا ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین وبذیله تلخیص المستدرک للذهبی3/173-174**)

مسند ابی داود طیالسی میں ہے، عدی بن ثابت کہتے ہیں کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

رأيتُ النبی صلّی لله علیه وسلّم واضعاً الحسن علی عاتقه وقال:مَن أحبّنی فلیحبّه.(مسند أبی داود الطیالسی99)

''میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہو، اسے چاہیے کہ ان سے بھی محبت کرے''۔

یہ روایت صحیح السند ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ مشترک فضائل والے باب میں بھی اسی طرح کی بات گزر چکی ہے۔

☆ پانچویں فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک نے حسن علیہ السلام کو سید کہا ہے

حاکم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ سعید بن ابی سعید مقبری بیان کرتے ہیں:

كنّا مع أبي هريرة، فجاء الحسن بن علي بن أبي طالب علينا فسلّم، فرددنا عليه السلام ولم يَعلم به أبو هريرة، فقلنا: يا أبا هريرة هذا الحسن بن علي قد سلّم علينا، فلحقه وقال: وعليك السلام يا سيّدي، ثمّ قال: سمعتُ رسول صلّى الله عليه وآله وسلّم يقول: إنّه سيّد.

''ہم ابو ہریرہ کے ساتھ تھے، اتنے میں وہاں حسن بن علی بن ابی طالب تشریف لائے اور انھوں نے سلام کیا۔ ہم نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ ابو ہریرہ کو ان کے آنے کا علم نہیں ہوسکا۔ ہم نے بتایا کہ ابو ہریرہ! یہ حسن بن علی تشریف لائے ہیں اور انھوں نے ہمیں سلام کیا ہے۔ یہ سن کر ابو ہریرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میرے سید! آپ پر بھی اللہ کی سلامتی ہو۔ اس کے بعد ابو ہریرہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ یہ سید ہیں''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ۔ ذہبی نے اس حکم پر موافقت ظاہر کی ہے۔ (**المستدرک علی الصحیحین وبذیله تلخیص المستدرک للذهبی 3/169**)

☆ چھٹی فضیلت: نبی ﷺ کا اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کی دیکھ بھال میں شدت اہتمام

ہیثمی نے اپنی کتاب'' **موارد الظمآن** ''میں اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كـان رسـول الـلـه صـلّـى الله عليه وسلّم يَدْلَعُ لسانه للحسن، فيرى الصبى حمرة لسانه فيهش إليه. (موارد الظمآن553)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن کے لیے اپنی زبان منہ سے باہر نکالتے تھے، بچہ آپ کی زبان کی سرخی دیکھتا اور خوشی سے اس کی طرف لپکتا تھا''۔

البانی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔(**صحيح موارد الظمآن**368 /2)

امام احمد نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ معاویہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ رسـول الـلـه صـلّى الله عليه وسلّم يمصّ لسانه أو قال: شفته، يعنى الحسن بن على صلوات الله عليه، وأنّه لن يُعذّب لسان أو شفتان مصّهما رسول الله صلّى الله عليه وسلّم. (مسند أحمد4/93)

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حسن بن علی کی زبان یا راوی نے یہ کہا کہ حسن بن علی صلوات اللہ علیہ کے ہونٹ چوس رہے ہیں۔ اس زبان اور ان دونوں ہونٹوں کو ہرگز عذاب نہیں ہوسکتا جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے چوسا ہو''۔

اس حدیث کو ہیثمی نے'' **مجمع الزوائد** ''میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن ابی عوف کے، وہ ثقہ ہیں۔(**مجمع الزوائد**9/177)

'' **المسند** '' کے محقق حمزہ احمد زین لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(**مسند أحمد**13/180، **حديث**16791)

یہاں یہ اشارہ کیے بغیر رہا نہیں جاتا کہ معاویہ کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حسن بن علی علیہ السلام جنتی ہیں، پھر بھی انھوں نے ان کی اطاعت کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ان سے جنگ کے لیے فوج کشی کی۔

حاکم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ کی ملاقات جب حسن بن علی سے ہوئی تو انھوں نے عرض کیا:

رأيتُ رسول الله صلّى الله عليه و آله وسلّم قبّل بطنک، فاکشف الموضع الذی قبّل رسول الله صلّى الله عليه و آله وسلّم حتی أُقبّله، قال: و کشف له الحسن فقبّله. (مستدرک الحاکم3/168)

''میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہﷺ نے آپ کا پیٹ چوما تھا،اپ ذرا کپڑے اٹھا کر وہ جگہ دکھادیں جسے رسول اللہﷺ نے چوما تھا تاکہ میں بھی اس جگہ کو چوم سکوں۔راوی کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے کپڑا اہٹایا اورابو ہریرہ نے ان کا پیٹ چوما''۔

اس حدیث کوامام احمد نے عمیر بن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے۔(مسند أحمد2/427)

ہیثمی نے اس حدیث کو''**مجمع الزوائد**''میں نقل کیا ہےاورلکھا ہے کہ اسے احمد اورطبرانی نے روایت کیا ہے۔(مجمع الزوائد9/177)

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے،ذہبی نے بھی اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبذیله تلخیص المستدرک للذهبی3/168)

ہیثمی اپنی کتاب'' **مجمع الزوائد**''میں لکھتے ہیں:عمیر بن اسحاق کےعلاوہ جوثقہ ہیں،باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد9/177)

''**المسند**'' کے محقق حمزہ احمد زین کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند أحمد9/232، رقم الحدیث9478)

ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب''**المصنّف**''میں اپنی سند سےعبداللہ بن شداد سے روایت نقل کی ہے،وہ اپنے باپ شداد سے روایت کرتے ہیں،انھوں نے بیان کیا:

دُعیَ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم لصلاة، فخرج وهو حامل حسناً أو حسیناً فوضعه إلی جنبه، فسجد بین ظهرانی صلاته سجدةً أطال فیها، قال أبی: فرفعتُ رأسی مِن بین الناس فإذا الغلام علی ظهر رسول الله

صلّی اللہ علیہ وسلّم، فأعدتُ رأسی فسجدتُ، فلمّا سلّم رسول الله صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لہ القوم:یا رسول الله، لقد سجدت فی صلاتک ھذہ سجدۃً ما کنتَ تسجدھا، أفکان یُوحی إلیک، قال: لا، ولکن ابنی ارتحلنی فکرھتُ أنْ أعجّله حتّی یقضی حاجته.(المصنّف: 7/514)

''رسول اللہﷺ کونماز کی امامت کے لیے بلایا گیا،آپ گھر سے اس حال میں باہر نکلے کہ حسن یا حسین آپ کی گود میں تھے،آپ نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھالیا، پھر آپ نے اپنی نماز کے دوران ایک طویل سجدہ کیا۔میرے والد نے بتایا کہ انھوں نے سجدے سے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ بچہ نبیﷺ کی پشت پر سوار ہے۔وہ دوبارہ سجدے میں چلے گئے ۔جب رسول اللہﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا: آج آپ نے نماز میں اتنا طویل سجدہ کیا ہے کہ اس طرح کے سجدے آپ نہیں کرتے ہیں، کیا آپ پر وحی نازل ہورہی تھے؟ آپ نے جواب دیا:نہیں، بلکہ میرا یہ بیٹا مجھ پر سوار ہوگیا تھا ،مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میں اس کا شوق پورا کرنے سے پہلے سجدے سے سر اٹھالوں''۔

اس حدیث کی تخریج احمد نے''**المسند**''[3/493- 494] میں،نسائی نے''**السننِ الکبری**''[1/243] میں،حاکم نے''**المستدرک**''[165-166] میں اور ضحاک نے''**الآحاد والمثانی**''[2/188 :] میں کی ہے۔

حاکم کہتے ہیں:یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہےلیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ذہبی نے ان کے اس فیصلے کی تائید کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین**165-166)

''**المسند**''کے محقق حمزہ احمد زین کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(**مسند أحمد**423 /12، **حدیث رقم**15975)

اسی طرح روایات میں آتا ہے کہ حسن علیہ السلام نبی اکرم ﷺ جب سجدے میں جاتے تو حسن علیہ السلام آپ کی گردن پر سوار ہوجاتے، جب تک وہ خود اتر نہ جائیں ،آپ ان کو اپنی گردن سے اتارتے نہیں تھے۔ بسا اوقات حسن اس وقت آپ کے پاس آتے جب آپ رکوع میں ہوتے تو آپ اپنے دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ بڑھادیتے تا کہ وہ دوسری طرف نکل سکیں۔(تاریخ دمشق13/176، والإصابة2/62).

بسا اوقات آپ انھیں اپنے کندھے پر بٹھا کر باہر نکلتے اور فرماتے: ذرا دیکھو تو یہ سوار کتنا پیارا ہے۔(سنن الترمذی5/661)

اس کے علاوہ بھی بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے نواسے امام حسن علیہ السلام کی کس شدت کے ساتھ دیکھ بھال فرماتے تھے اور ان کی شان وعظمت کو کس طرح لوگوں کے دلوں میں بٹھاتے تھے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنے عظیم تھے اور ان کی شان کتنی بڑی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اپنے اس سلوک سے امت کو بتانا چاہتے تھے کہ وہ آپ کے اس بابرکت پھول اور اس کی بزرگی کا کس طرح پاس ولحاظ رکھے اور اس کے نقش قدم پر چلے۔ان احادیث کو اگر گزشتہ قرآنی آیات اور احادیث جو اہل بیت کے سلسلے میں آئی ہیں،ایک ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ اللہ نے خود اس بابرکت جماعت کا انتخاب کیا ہے تا کہ وہ اس کے رسول مکرم کے سچے جانشین بنیں،اور آپ کی بابرکت رسالت کے امین ہوں،ہمیں یقین کامل ہے کہ اگر کوئی محقق حق وانصاف سے کام لے تو اس کے سامنے حقیقت اپنے تمام گوشوں کے ساتھ سامنے آجائے گی اور اسے وہ نور نظر آجائے گا جو علی اور ان کی پاک اولاد کی ولایت میں روشن ہے۔لیکن یہ توفیق صرف اللہ کے یہاں سے مل سکتی ہے۔

یہ تھے امام حسن علیہ السلام کے چند فضائل ، ویسے ان کے فضائل بے شمار ہیں،ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس فصل کو ایک صحیح روایت بیان کر کے ختم کریں گے جو رسول ﷺ کے صحابی عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے اور جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن

علیہ السلام زمین اور آسمان والوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے، چنانچہ رجاء بن ربیعہ بیان کرتے ہیں:

كُنتُ جالساً بالمدينة فى مسجد الرسول صلّى الله عليه وسلّم فى حلقةٍ فيها أبو سعيد، وعبد الله بن عمرو، فمرّ الحسن بن على فسلّم فردّ عليه القومُ، وسكت عبد الله بن عمرو ثمّ أتبعه وقال: وعليك السلام ورحمة الله، ثمّ قال: هذا أحبّ أهل الأرض إلى أهل السماء والله ما كلّمته منذ ليالى صفّين. فقال أبو سعيد: أَلاَ تنطلق إليه فتعتذر إليه؟ قال: نعم. قال: فقام فدخل أبو سعيد فاستأذن فأَذِنَ له، ثمّ استأذن لعبد الله بن عمرو فدخل. فقال أبو سعيد لعبد الله بن عمرو: حدّثنا بالذى حدّثتنا به حيث مرّ الحسن. فقال: نعم، أنا أُحدّثكم، إنّه أحبّ أهل الأرض إلى أهل السماء.

قال: فقال له الحسن: إذا علمتَ أنّى أحبّ أهل الأرض إلى أهل السماء فلِمَ قاتلتنا أو كثّرت يوم صفّين. قال: أَمَا إنّى والله ما كثّرتُ سواداً ولا ضربتُ معهم بسيف، ولكنّى حضرتُ مع أبى، أو كلمة نحوها. قال: أَمَا علمتَ أنّه لا طاعة لمخلوق فى معصية الله. قال: بلى، ولكنّى كنتُ أسرد الصوم على عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فشكانى أبى إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فقال: يا رسول الله، إنّ عبد الله بن عمرو يصوم النهار ويقوم الليل، قال: صمُ، وافطرُ، ونَمُ، فإنّى أنا أصلّى، وأنامُ، وأصومُ، وأفطرُ. قال لى: يا عبد الله، أَطِعُ أباك، فخرج يوم صفّين وخرجتُ معه.

''میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، جماعت میں ابوسعید اور عبداللہ بن عمرو بھی تھے۔ وہاں سے حسن بن علی کا گزر ہوا، انھوں

نے جماعت کو سلام کیا، جماعت کے لوگوں نے سلام کا جواب دیا لیکن عبداللہ بن عمرو خاموش رہے۔انھوں نے بعد میں ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا: وہ زمین سے لے کر آسمان تک سب سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ کی قسم! صفین کی راتوں سے لے کر آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی۔ یہ سن کر ابوسعید بولے: پھر کیوں نہ چل کر تم ان سے معذرت کرلو۔انھوں نے کہا: ہاں، یہ اچھی تجویز ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات گئے۔ پہلے ابوسعید داخل ہوئے اور اجازت طلب کی ،انھیں اندر آنے کی اجازت مل گئی، پھر انھوں نے عبداللہ بن عمر کے لیے اجازت طلب کی ،وہ بھی اندر داخل ہوگئے۔ابوسعید نے عبداللہ بن عمرو سے کہا: اچھا اب وہی بات پھر سے بیان کرو جو حسن کے وہاں سے گزرنے کے وقت بیان کی تھی۔انھوں نے کہا: ہاں ، بیان کرتا ہوں ،وہ یعنی امام حسن علیہ السلام زمین والوں سے لے کر آسمان والوں تک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سن کر حسن علیہ السلام نے کہا: جب تم یہ جانتے ہو کہ میں زمین والوں سے آسمان والوں تک سب سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر صفین کے دن کیوں ہم سے قتال کیا اور بھاری لشکر لے کر آ گئے۔ عبداللہ بن عمرو نے جواب دیا: میں بھاری لشکر لے کر نہیں آیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ تلوار چلائی، بس میں صرف اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوگیا تھا۔امام حسن نے فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ جواب دیا: معلوم ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عہد رسالت میں مسلسل نفلی روزے رکھا کرتا تھا، میرے والد نے رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی اور کہا: اے اللہ کے رسول! عبداللہ بن عمرو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات بھر تہجد میں مصروف رہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روزہ بھی رکھو اور بغیر روزے کے بھی رہو اور رات میں سو بھی لیا کرو، میں تہجد بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، نفلی روزے بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزے کے بھی رہتا ہوں، اس کے بعد آپ نے فرمایا: عبداللہ! اپنے باپ کا کہا مانو ،اسی حکم نبوی کا اثر تھا کہ جب وہ صفین کے دن نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ نکلا''۔

ہیثمی اپنی کتاب" **مجمع الزوائد** "میں لکھتے ہیں:اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہےاوراس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے ہاشم بن برید کےاور وہ ایک ثقہ راوی ہیں۔(**مجمع الزوائد**9/177)

ہم نے اس واقعہ کوطوالت کے باوجود پورانقل کردیا ہے تاکہ محترم قارئین اس پر غور کریں، یہ واقعہ بہت سی باتوں پر دلالت کرتا ہے جو کسی دانا اور عقل مند شخص سے مخفی نہیں رہ سکتیں۔

تیسری قسم:

امام حسین علیہ السلام کے خاص فضائل

امام حسین علیہ السلام کے فضائل سے مشرق ومغرب معمور ہیں، وہ اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں،لیکن بطور تبرک یہاں ہم چندایک کا ذکر کریں گے ،یادرہے کہ ان کے بہت سے فضائل گزشتہ صفحات میں مشترک فضائل کے ذیل میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

☆ پہلی فضیلت: نوجوانان اہل جنت کے سردار

حافظ ابن کثیر اپنی کتاب"**البداية والنهاية**"میں لکھتے ہیں:امام احمد بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے ،وہ روایت کرتے ہیں ربیع بن سعد سے اور وہ روایت کرتے ہیں ابوسابط سے،ابوسابط بیان کرتے ہیں:

دخل حسين بن علي المسجد فقال: جابر بن عبد الله: مَن أحبّ أنْ ينظر إلى سيّد شباب أهل الجنّة فلينظر إلى هذا، سمعته من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم. (البداية والنهاية8/225)

"ایک بار جب امام حسین بن علی مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو جابر بن عبداللہ نے فرمایا: جسے نوجوانان اہل جنت کا سردار دیکھنا پسند ہو، وہ ان کو دیکھ لے، میں نے یہ بات

رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے''۔ یہ حدیث ذہبی نے بھی ''سیر اعلام النبلاء'' میں مسند احمد کے حوالے سے روایت کی ہے۔(سیر أعلام النبلاء 283 - 3/282)

''سیر اعلام النبلاء'' کے محقق لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا زکر ہیثمی نے ''**المجمع** ''[9/187] میں کیا ہے اور اسے مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کی بجائے مسند ابی یعلی کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ ربیع بن سعد جو ثقہ راوی ہے، اس کے علاوہ حدیث کے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔(سیر أعلام النبلاء 283 /3)

میں کہتا ہوں:

جو حدیث ابویعلی نے نقل کی ہے اور جسے ان کے واسطے سے ہیثمی نے ''**المجمع**'' میں نقل کیا ہے، وہ معمولی طور پر مسند احمد کی حدیث سے مختلف ہے جیسا کہ ذہبی اور ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔ ابویعلی نے اپنی سند: ''**عن ابن نمير عن أبيه عن الربيع بن سعد عن عبد الرحمان بن سابط** '' سے نقل کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَن سرّه أنْ ينظر إلى رجل من أهل الجنّة فلينظر إلى الحسين بن علي ، فإنّي سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقوله. (مسند أبي يعلى3/397، مجمع الزوائد 9/187)

''جسے جنتی آدمی دیکھ کر خوشی ہوتی ہو، وہ حسین بن علی کو دیکھ لے کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے''۔

بہ ظاہر معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ دونوں روایات ایک ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

بہر حال مشترکہ فضائل کے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہما السلام نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔

☆دوسری فضیلت: وہ رسول سے اور رسول ان سے ہیں

امام ترمذی نے اپنی سند سے یعلی بن مرہ سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: حسینٌ منّی وأنا مِن حسین.

(سنن الترمذی5/324)

''رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں''۔

اس حدیث کی تخریج کی ہے امام بخاری نے ''**الأدب المفرد**''[ص:85] میں، امام احمد نے ''**المسند**''[4/172] میں، امام ابن ماجہ نے ''**السنن**''[1/85] میں، امام حاکم نے ''**المستدرک**''[3/177 :] میں کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ حدیث تتمہ ہے کتاب میں آیندہ ذکر کیے جانے والے فضائل میں اس پر گفتگو ہوگی۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔(**سنن الترمذی5/324**)

امام حاکم کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ ذہبی نے حاکم کے اس فیصلے سے موافقت ظاہر کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین وبذیله تلخیص المستدرک 3/177**)

بوصیری اپنی کتاب'' **مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة** ''میں لکھتے ہیں: یہ سند حسن ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔(**مصباح الزجاجة المطبوع بحاشیة السنن1/85**)

ہیثمی اپنی کتاب''**مجمع الزوائد** ''میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔(**مجمع الزوائد9/181**)

اور یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے نبی اکرمﷺ کی مراد صرف اپنے اور حسین علیہ السلام کے درمیان نسبی رشتے کا اظہار ہو، خاص طور پر جب ہم حدیث کے دوسرے نصف یعنی'' **وأنا من حسین** ''(اور میں حسین سے ہوں) کو غور سے دیکھیں۔

یہاں لازمی طور پر یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نظر مبارک اس سے کہیں باریک اور گہرے معاملے پر تھی اور شاید آپ اس بات کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہوں کہ حسین علیہ السلام اللہ کے پیغام کی ترسیل، پیغام الٰہی کے اصولوں کی حفاظت، جس کا مقصد انسان کی اصلاح، اسے جہالت اور تاریکی سے نجات دلانا اور کمال کی سیڑھیوں پر پہنچانا تھا، ان تمام معاملات میں حسین کے موقف، منہج، مقصد اور روحانی رسالت میں آپ ﷺ سے ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

☆ تیسری فضیلت: محبّ حسین علیہ السلام کے لیے نبی اکرم ﷺ کی دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

أحبّ الله من أحبّ حسيناً .

''اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے''۔

حدیث کا یہ جملہ دوسری فضیلت میں مذکور حدیث کا تتمہ ہے لہذا اس کی تخریج اور تصحیح کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، ورنہ گزشتہ باتوں کا اعادہ لازم آئے گا۔ یہاں ہم صرف یہ اشارہ کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والے کے لیے ان الفاظ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا فرمانا حسین علیہ السلام کی عظمت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظر میں ان کے مقام بلند کی واضح دلیل اور اس کا ثبوت ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حسین سے بغض وعداوت رکھنے والوں کا کیا حال ہوسکتا ہے، اسی طرح جو دشمنان حسین سے محبت کرتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴾

چوتھی فضیلت: حسین امتوں میں سے ایک امت ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حسين سبط من الأسباط .

''حسین قبیلوں میں سے ایک قبیلہ یا امتوں میں سے ایک امت ہیں''۔

دوسری اور تیسری فضیلت میں جو حدیث درج ہے،اسی کا تتمہ یہ حدیث بھی ہے۔مکمل حدیث جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے،اس طرح ہے:

حسينٌ منّي وأنا من حُسين، أحبّ الله من أحبّ حسيناً، حسين سبط من الأسباط.

''حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں،اللہ اس شخص سے محبت کرے جو حسین سے محبت رکھتا ہے،حسین امتوں میں سے ایک امت ہیں''۔

اس حدیث کی تخریجات اور تصحیحات وہی ہیں جو دوسری فضیلت میں مذکور حدیث کی ہیں۔البتہ یہاں ہم اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض مصادر میں یہ الفاظ آئے ہیں:

الحسن والحسين سبطان من الأسباط. (التاريخ الكبير للبخارى 8/415،**المعجم الكبير للطبرانى**3/32)

''حسن اور حسین امتوں میں سے دو امت یا قبیلوں میں سے دو قبیلوں کے برابر ہیں''۔

اس حدیث کو ذکر کر کے ہیثمی لکھتے ہیں: ترمذی نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ یعنی صرف حسن کا ذکر کیا ہے،اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ **(مجمع الزوائد9/181)**

حدیث میں لفظ ''**السبط**'' کا معنی کیا ہے؟اس سلسلے میں ''لسان العرب'' میں ہے:

وفي الحديث أيضاً: الحسين سبط من الأسباط، أى أمّة من الأمم فى الخير، فهو واقع على الأمّة، والأمّة واقعة عليه. (**لسان العرب**7/310)

''حدیث میں بھی آیا ہے: حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔یعنی خیر کے باب میں وہ امتوں میں سے ایک امت ہیں۔وہ امت کے نمایندہ ہیں اور امت ان پر منحصر ہے''۔

یعنی خیر و بھلائی کے معاملے میں وہ ایک امت کے قائم مقام ہیں۔

شارح'' التاج الجامع للأصول ''اپنی کتاب''غاية المأمول، شرح التاج الجامع للأصول ''میں لکھتے ہیں:

والمراد هنا:أنّ الحسين رضى الله عنه فى أخلاقه وأعماله الصالحة فى دنياه كأمّة صالحة، كقوله تعالى:﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتاً لِلّهِ حَنِيفاً وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾، ويُبعث الحسين فى الآخرة له شأن وجاه عظيم، كأمّة ذات شأن عظيم. (غاية المأمول شرح التاج الجامع للأصول، المطبوع بحاشية التاج الجامع للأصول3/359)

''یہاں مراد یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے اخلاق اور اعمال صالحہ میں اس دنیا میں ایک صالح امت کی طرح ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:''ابراہیم ایک امت تھے، اللہ کے مطیع تھے، اس کی طرف یکسو تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے''۔آخرت میں حسین اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی بڑی شان ہوگی اور وہ جاہ ومنزلت والے ہوں گے جیسے کوئی امت بڑی شان کی حامل ہو''۔

ٹھیک یہی بات امام حسن علیہ السلام پر بھی صادق آتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ بعض مصادر میں حدیث کے الفاظ یہ نقل کیے گئے ہیں:

الحسن والحسين سبطان من الأسباط.

''حسن اور حسین امتوں میں سے دو امت یا قبیلوں میں سے دو قبیلوں کے برابر ہیں''۔

☆ پانچویں فضیلت: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسین علیہ السلام سے محبت

امام حاکم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رأيت رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم، وهو حامل الحسين بن علی، وهو يقول:اللّهمّ إنّى أحبّه فأحبّه. (المستدرك على

الصحیحین3/177)

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین بن علی کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''۔

حاکم لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ایک دوسری سند میں یہی بات امام حسن کے سلسلے میں کہی گئی ہے اور دونوں روایات محفوظ ہیں۔ ذہبی نے حاکم کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین وبھامشه:تلخیص المستدرک للذھبی3/177)

حاکم کی مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

ما رأيتُ الحسين بن علی إلاّ فاضت عينی دموعاً؛ وذاک أنّ رسول الله صلّی الله عليه وآله خرج يوماً فوجدنی فی المسجد فأخذ بيدی واتّكأ علیّ، فانطلقتُ معه حتّی جاء سوق بنی قينقاع، قال:وما كلّمنی، فطاف ونظر، ثمّ رجع ورجعتُ معه، فجلس فی المسجد واحتبی، وقال لی:أدعو لی لكاع، فأتی حسين يشتدّ حتّی وقع فی حجره، ثمّ أدخل يدَه فی لحية رسول الله صلّی الله عليه وآله، فجعل رسول الله صلّی الله عليه وآله يفتح فم الحسين فيُدْخِلُ فاه فی فيه ويقول:اللّهمّ إنّی أحبُّه فأحبّه.

''میں نے جب بھی حسین بن علی کو دیکھا، میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ایسا اس لیے ہوتا تھا کیوں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے، مجھے مسجد میں دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے اوپر ٹیک لگا لیا، میں آپ کے ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ آپ بنوقینقاع کے بازار تک آئے، اس وقت تک آپ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی، آپ ادھر ادھر گھوم

پھر کر چاروں طرف دیکھا، پھر واپس لوٹ آئے، میں بھی آپ کے ساتھ ہی واپس لوٹ آیا۔ آپ مسجد میں آ کر گوٹ مار کر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا: چھوٹے بچے کو میرے پاس بلا کر لاؤ، حسین دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں دھم سے گر گئے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ حسین کا منہ کھولتے اور ان کے منہ میں اپنا منہ داخل کرتے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما''۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی، ذہبی نے حاکم کے اس حکم کی تائید کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین و بھا مشہ: تلخیص المستدرک للذھبی3/178)

مشترک فضائل کے باب میں بھی ایسی احادیث گزر چکی ہیں جن سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

یہ ہیں سیدنا حسین علیہ السلام کے چند خاص فضائل، ویسے ان کے فضائل سے متعلق احادیث بہت سی ہیں اور مشہور ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔ اس فصل کے اختتام پر ہم کوشش کریں گے جیسا کہ ہم نے سید شباب اہل الجنہ والی بحث میں وعدہ کیا تھا کہ اہل سنت کی کتابوں سے نمونے کے طور پر کچھ صحیح واقعات اور روایات حسین علیہ السلام کی شہادت اور ان کی تعظیم سے متعلق ذکر کریں گے۔ ان کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ لوگوں نے قاتلین حسین اور دشمنان حسین سے اظہار براءت کیا ہے اور حسین کی قبر شریف کی حرمت اور تقدس کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مندرجہ ذیل عنوان کے تحت اپنا یہ وعدہ ہم پورا کر رہے ہیں: عاشوراء سے متعلق خبریں اور روایات

☆ پہلی خبر: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادت حسین کی وجہ سے پراگندہ بال اور خاک آلود لباس میں

امام احمد نے اپنی مسند میں اپنی سند سے روایت ذکر کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رأیتُ النبی صلّی الله علیه وسلّم فی المنام بنصف النهار، أشعث، أغبر، معه قارورة فیها دمٌ یلتقطه أو یتتبّع فیها شیئاً، قال: قلتُ یا رسول الله ما هذا؟ قال دم الحسین وأصحابه لم أزل أتتبّعه(وفی روایة: التقطه: المسند: 1/283) منذ الیوم، قال عمّار: فحفظنا ذلک الیوم فوجدناه قُتل فی ذلک الیوم. (مسند أحمد 1/242و283)

''میں نے ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا، آپ کے بال پراگندہ اور کپڑے خاک آلود تھے، آپ کے پاس ایک شیشی تھی جس میں خون تھا یا اس میں آپ کوئی چیز رکھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں اسی دن سے اٹھا اٹھا کر رکھ رہا ہوں۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن کو یاد کیا تو پتا چلا کہ اسی دن حسین شہید کیے گئے تھے''۔

اس حدیث کی تخریج عبد بن حمید نے'' **منتخب مسند عبد بن حمید** '' [235] میں، طبرانی نے'' **المعجم الکبیر** ''[3/110، 12/143] میں اور حاکم نے'' **المستدرک** ''[4/398] میں کی ہے اور بعض دوسرے محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

مسند احمد کے حوالے سے حدیث نقل کر کے ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند قوی ہے۔(البدایة والنهایة8/218)

امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین4/398)

ہیثمی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد9/194)

مسند احمد کے محقق احمد محمد شاکر کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(مسند أحمد2/551 ، رقم:2165، 3/155، رقم:2553)

☆دوسری خبر: حسین بن علی علیہ السلام پر جنوں کا نوحہ

امام طبرانی نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

سمعتُ الجِنّ تنوح علی الحسین بن علی رضی الله عنه. (المعجم الكبير 3/121 :و122)

''میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا''۔

اس حدیث کی تخریج ضحاک نے'' **الآحاد والمثانی** ''[1/308] میں، ابن عساکر نے'' **تاریخ دمشق** ''[14/239-240] میں اور ابن کثیر نے'' **البداية والنهاية**''[6/259] میں کی ہے اور ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

اس حدیث کو ہیثمی نے''مجمع الزوائد'' میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد 9/ 199)

طبرانی نے اپنی سند سے میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

سمعتُ الجنّ تنوح علی الحسین. (المعجم الكبير3/122)

''میں نے جنوں کو حسین پر ماتم کرتے سنا''۔

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد9/199)

☆تیسری خبر: حسین علیہ السلام کی برائی کرنے والا اندھا ہو گیا

طبرانی نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ قرہ بن خالد بیان کرتے ہیں:

سمعتُ أبا رجاء العطاردی یقول: لا تسبّوا علیّاً ولا أهل هذا البيت، فإنّ جاراً لنا مِن بلهجيم قال: ألم تروا إلى هذا الفاسق الحسين بن علی

قتله الله، فرماه الله بكوكبين في عينيه فطمس الله بصره. (المعجم الكبير 3/112)

''میں نے ابورجاء عطاردی کو یہ کہتے سنا کہ سیدنا علی کو اور اسی طرح اہل بیت کو گالی نہ دیا کرو، بلہجیم کا میرا ایک پڑوسی تھا جس نے ایک بار کہا: تم اس فاسق حسین بن علی کو ذرا دیکھو، اللہ نے کس طرح اسے قتل کیا۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ اللہ نے دوستارے اس کی دونوں آنکھوں پر پھینک مارے جس سے وہ اندھا ہو گیا''۔

اس حدیث کی تخریج ابن عساکر نے ''**تاریخ دمشق**''[14/232] میں، مزی نے ''**تهذيب الكمال**''[6/436] میں اور ذہبی نے ''**سير أعلام النبلاء**''[3/313] میں کی ہے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے حضرات نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

امام ہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد 9/196)

☆ چوتھی خبر: شہادت حسین کے دن شام اور بیت المقدس میں جو پتھر بھی اٹھایا جاتا، اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا

طبرانی نے اپنی سند سے ابن شہاب زہری سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

ما رُفع بالشام حجرٌ يوم قتل الحسين بن علي إلاّ عن دم، رضي الله عنه. (المعجم الكبير 3/113)

''جس دن حسین بن علی کو شہید کیا گیا، اس دن شام میں جو پتھر بھی اٹھایا جاتا، اس سے خون نکلنے لگتا۔ اللہ حسین سے راضی ہو''۔

ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد 9/196)

طبرانی نے ایک دوسری روایت امام زہری سے نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال لی عبد الملک بن مروان أی واحد أنت إنْ أخبرتنی أی علامة کانت یوم قتل الحسین بن علی؟ قال: قلتُ: لم تُرفع حصاة ببیت المقدس إلاّ وُجد تحتها دم عبیط، فقال عبد الملک: إنّی و إیّاک فی هذا الحدیث لقرینان. (المعجم الکبیر 3/119)

''مجھ سے ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے کہا: جس دن حسین بن علی کو شہید کیا گیا، اس دن کی کوئی ایک علامت مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا: اس دن بیت المقدس میں جو پتھر بھی اٹھایا جاتا، اس سے تازہ خون نکلنے لگتا۔ یہ سن کر عبدالملک بن مروان نے کہا کہ میں اور تم اس حدیث کو روایت کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں''۔

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد 9/196)

☆ پانچویں خبر: قبر حسین علیہ السلام کا تقدس اور اس کی عظمت

طبرانی نے اپنی سند سے اعمش سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

خری رجل من بنی أسد علی قبر حسین بن علی رضی الله عنه، قال: فأصاب أهل ذلک البیت خبل، و جنون، و جذام، و مرض، و فقر. (المعجم الکبیر 3/120)

''قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص نے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر پر اپنے پیٹ کی غلاظت پھیلا دی تو اس کے گھر والے قرض، جنون، جذام، مرض اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے''۔

اس حدیث کی تخریج ابن عساکر نے ''**تاریخ دمشق**'' [14/244] میں اور ذہبی نے ''**سیر أعلام النبلاء**'' [3/317] میں کی ہے۔

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔(مجمع الزوائد9/197)

یہ چند ایک خبریں اور روایات تھیں ویسے اس باب میں روایات بہت سی ہیں ،ہم اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔قارئین کرام اگر تفصیل جاننا چاہتے ہیں تو وہ شیخ امینی صاحب غدیر کی کتاب'' سیرتنا و سنّتنا '' کا مطالعہ کریں،انھوں نے اس موضوع پر اہل سنت کی کتابوں سے بہت بڑی تعداد میں روایات جمع کر دی ہیں۔

امامان کرام حسنین کریمین سے متعلق اس فصل کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں۔اب تیسری فصل کا آغاز کریں گے جس میں چوتھے امام علی بن حسین علیہما السلام کا ذکر جمیل کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

فصل سوم

اہل بیت کے چوتھے امام
زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام

معرفت امام کا دریچہ

سلیل نبوت، مجد وشرف کے گھنے درخت کی شاخ، اسلام کے اصلی پیڑ کی ڈالی، علوی گھرانے کا ایک روشن ستارہ، علامات ہدایت کی ایک اہم علامت امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

وہ ایک نمونہ تھے اور برابر نمونہ بنے رہے جن کی اقتدا کی جاتی رہی، ان کا مقام ایک روشن مشعل کا تھا جن کی ہدایت کے نور اور جن کی معرفت کی شعاعوں سے راستے واضح رہے۔ وہ فضائل ومناقب کے جامع تھے، مکارم اخلاق سے مزین تھے، ان کا ستارہ بلندیوں پر تھا جو کائنات پر ایمان اور حق کی روشنی بکھیرتا تھا، جو ان کی کشتی میں سوار ہوا، وہ امن وامان کے ساحل سے ہم کنار ہو گیا۔

وہ دوام وبقا سے سرفراز کشتی کے سوار تھے اور قافلۂ مجد وشرف کے رکن رکین تھے۔ یہ قافلہ تھا اسیران آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ انھوں نے اپنی اسیری کی زنجیروں کو توڑ دیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فریادرسی سے جو حق وعدل کی فریادرسی تھی۔

یہ وہی دائمی فریادرسی تھی جس نے بنوامیہ کے پایۂ تخت کو ہلا کر رکھ دیا، امت کو غفلت کی نیند سے بیدار کیا اور ہر زندہ ضمیر کو حیات تازہ عطا کی۔

جی ہاں ہمارے امام زین العابدین نے اپنی استطاعت کے مطابق کوشش فرمائی کہ اموی خفیہ سازشوں کو بے نقاب کریں تاکہ دین کے پردے میں جابروں کی تلبیسات اور ان کی برائیوں سے ہر کوئی آگاہ ہو جائے، ان کی سازشیں اور ان کے عیوب مسلمانوں کی جماعت کے سامنے واضح ہو جائیں۔

ان کی سعی وجہد کے نتیجے میں حق کا بول بالا ہوا، باطل مٹ گیا، امت کے جسم میں زندگی کا وہ خون دوبارہ گردش کرنے لگا جو اس میں سوکھ چکا تھا۔

اس طرح ہمارے امام زین العابدین امام حسین علیہ السلام کے انقلابی مشن کی حقیقت

اوراس کی روح کو متعارف کرانے میں کامیاب ہوئے ،اس طرح انھوں نے نصرت الٰہی کی پہلی اینٹیں رکھیں جس کی بنیاد ہمیشہ باقی رہنے والے خون حسین نے رکھی تھی۔

ہمیشہ باقی رہنے والے انقلاب اوراسیری کے اذیت ناک اور تکلیف دہ ایام گزار لینے کے بعد امام علیہ السلام نے امت کو بیدار کرنے ،اس کی تربیت کرنے اوراس کی صفوں میں فضائل اخلاق کی اشاعت کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

امام زین العابدین اطاعت کے تمام کاموں میں سبقت کرنے والے، کہنے سے پہلے تمام نیکیوں پر خود عمل کرنے والے تھے تا کہ ان کے علمی دروس دلوں میں اتر جائیں، اسی لیے وہ زین العابدین کے لقب سے سرفراز ہوئے کیوں کہ وہ بہ کثرت عبادت کرتے تھے،اس بات کی گواہی ان کے تمام معاصرین دیتے ہیں کہ وہ اپنے دور میں مدینہ کے سب سے بڑے متقی ،افضل اور فقیہ انسان تھے۔

کتابیں اور دفتر کے دفتر امام محترم کی بزرگی اوران کی تعظیم کے سلسلے میں شائع ہو چکی ہیں، کتابیں ان کے فضائل ومناقب سے بھری پڑی ہیں،اس فصل میں ہماری کوشش ہوگی کہ امام علیہ السلام کے سلسلے میں ہم اہل سنت کے اکابر علماء کے اقوال پیش کریں۔

☆امام محترم کا نام ونسب یہ ہے:علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

☆ان کی والدہ شاہ زنان بنت یزدجرد بن شہریار بن کسری ہیں۔(شاہ زنان فارسی کلمہ ہے،عربی میں اس کا معنی ہے ملکۂ خواتین)

امام زین العابدین اکابر علمائے اہل سنت کی نظر میں

ہم اس فصل میں اور آنے والی دوسری فصلوں میں بھی ائمۂ اہل بیت علیہم السلام کے سلسلے میں اکابر علمائے اہل سنت کے اقوال کا تذکرہ کریں گے تاکہ قارئین پر یہ واضح ہوجائے کہ آل بیت نبی کی اس ذریت طاہرہ کی عطا و بخشش اور ان کے قابل اتباع ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ اپنی اس فصل میں ہم امام زین العابدین کی تعظیم وتکریم اور ان کی مدح وثنا کے سلسلے میں اکابر علمائے اہل سنت کے اقوال ذکر کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(1) سعید بن مسیّب (متوفی 93، 94 یا 100ھ)

سعید بن مسیّب امام زین العابدین علیہ السلام کے حق میں فرماتے ہیں:

لم یکن فی أهل البیت مثله (البدایة والنهایة 1/122)

''اہل بیت میں ان کے دور میں ان کے جیسا کوئی نہیں تھا''۔

ابن مسیّب یہ بھی فرماتے ہیں:

ما رأیت رجلاً أورع من علی بن الحسین.

(**تاریخ الإسلام للذهبی، حوادث وفیات: 100-81ھ، ص434، طبقات الحفّاظ للسیوطی**، ص:37)

''میں نے علی بن حسین سے بڑا متقی اور زاہد نہیں دیکھا''۔

(2) محمد بن مسلم زہری (متوفی 123 یا 124ھ)

اصحاب سیر وتراجم نے امام زہری کے حوالے سے امام زین العابدین کی مدح وتعظیم میں بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ ہم ذیل میں کرتے ہیں:

(1) **ما رأیتُ قرشیّاً أورع منه، ولا أفضل.** (البدایة والنهایة9/122)

''میں نے امام زین العابدین سے بڑا متقی اور زاہد اور ان سے زیادہ افضل کسی قرشی کو نہیں دیکھا''۔

(2)لم أدرک من أهل البیت أفضل من علی بن حسین، ...وکان أفضل أهل بیته وأحسنهم طاعة.(مختصر تاریخ دمشق234 /17)

''میں نے اہل بیت میں علی بن حسین سے افضل کسی کونہیں پایا۔۔۔وہ اپنے اہل بیت میں سب سے افضل اورسب سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے''۔

(3) ما رأیت هاشمیّاً قط أفضل من علی بن حسین، وهو أبو الحسینیّین کلّهم .(مختصر تاریخ دمشق234 /17)

''میں نے کبھی بھی کسی ہاشمی کوعلی بن حسین سے افضل نہیں دیکھا،وہ تمام حسینیوں کے باپ کی طرح تھے''۔

(4)لم أُدرک بالمدینة أفضل منه.(تهذیب الأسماء واللغات1/314)

''مدینہ منورہ میں ان سے زیادہ افضل نہیں مل سکتا''۔

(5)ما رأیتُ قرشیّاً أفضل منه وما رأیتُ أفقه منه. (خلاصة تذهیب تهذیب الکمال237)

''میں نے ان سے افضل اوران سے بڑا فقیہ کسی قرشی کونہیں دیکھا''۔

(3)زید بن اسلم(متوفی:136ھ)

زید بن اسلم امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

لم یکن فی أهل البیت مثله.(البدایة والنهایة9/122)

''ان کے جیسا اہل بیت میں کوئی نہیں تھا''۔

ما رأیتُ فیهم مثل علی بن الحسین قط .(تاریخ الإسلام للذهبی،حوادث وفیات،100-81ص:433)

''میں نے ان کے اندر علی بن حسین جیسا کوئی شخص کبھی نہیں دیکھا''۔

ما رأیت مثل علی بن الحسین فهم حافظ.(طبقات الفقهاء لأبی اسحاق

الشیرازی،ص:47)

''میں نے علی بن حسین جیسی فہم وبصیرت اوران کے جیسا حافظ نہیں دیکھا''۔

(4)سلمہ بن دینار،ابوحازم اعرج(متوفی:135یا140ھ)

سلمہ بن دینارامام زین العابدین کے بارے میں کہتے ہیں:

ما رأیتُ ھاشمیّاً أفضل من علی بن الحسین.

(تاریخ الإسلام للذھبی،حوادث وفیات، 100-81ص:433،شذرات الذھب لابن العماد الحنبلی1/994)

''میں نے علی بن حسین سے افضل ہاشمی نہیں دیکھا''۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

ما رأیت ھاشمیّاً أفقه من علی بن الحسین. (تھذیب الکمال للمزی 20/393)

''میں نے علی بن حسین سے بڑا فقیہ ہاشمی نہیں دیکھا''۔

(5)یحی بن سعید انصاری(متوفی:143ھ)

یحی بن سعید انصاری امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

ھو أفضل ھاشمی رأیتُه بالمدینة.

(تھذیب الأسماء واللغات للنووی1/314)

''وہ افضل ترین ہاشمی تھے جن کو میں نے مدینہ میں دیکھا''۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

وکان أفضلُ ھاشمی أدرکتُه.

(البدایة والنھایة 9/122،تاریخ الإسلام للذھبی،حوادث وفیات، 81-100ص:435، تھذیب التھذیب لابن حجر5/670)

''وہ سب سے افضل ہاشمی تھے جن کو میں نے پایا اور ملاقات کی''۔

(6)امام مالک بن انس(متوفی:179ھ)

امام مالک بن انس امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

إنّ علیّ بن الحسین کان یصلّی فی الیوم واللیلة ألف رکعة إلی أنْ مات ...وکان یسمّی زین العابدین لعبادته. (تاریخ دمشق لابن عساکر 41/378، العبر فی خبر من غبر للذهبی 1/111)

''علی بن حسین ایک رات اور دن میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے، ان کا یہی عمل تا حیات رہا۔۔۔انھیں ان کی عبادت کی وجہ سے زین العابدین کہا جاتا تھا''۔

عبداللہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا:

لم یکن فی أهل بیت رسول الله مثل علی بن الحسین. (البدایة والنهایة لابن کثیر 9/122،سیر أعلام النبلاء للذهبی 4/389 :،تهذیب التهذیب لابن حجر 5/670)

''رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں علی بن حسین جیسا کوئی نہیں تھا''۔

(7)حماد بن زید(متوفی:179ھ)

حماد بن زید امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

کان أفضل هاشمی أدرکته. (تهذیب الأسماء واللغات للنووی 1/314)

''میں نے جن ہاشمیوں کو پایا ہے، ان میں سب سے افضل ہاشمی وہی تھے''۔

(8)سفیان بن عیینہ(متوفی:198ھ)

سفیان بن عیینہ امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

ما رأینا قط قرشیّاً أفضل منه. (الکواکب الدریّة للمناوی،ص: 139، إسعاف الراغبین لابن الصبان،ص:237)

''میں نے کبھی ان سے افضل قرشی نہیں دیکھا''۔

(9)امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی:204ھ)

امام محمد بن ادریس شافعی امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

هو أفقه أهل المدينة. (رسائل الجاحظ، ص:106)

''وہ اہل مدینہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے''۔

(10)محمد بن سعد زہری (متوفی:230ھ)

محمد بن سعد زہری امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

كان ثقةً مأموناً، كثير الحديث، عالياً، رفيعاً، ورعاً . (سير أعلام النبلاء للذهبي4/387، تهذيب التهذيب لابن حجر5/670)

''امام زین العابدین علیہ السلام ثقہ، مامون، کثیر الحدیث، عالی مرتبت، رفیع الشان اور متقی اور زاہد تھے''۔

(11)امام احمد بن حنبل (متوفی:241ھ)

امام احمد بن حنبل نے ایک سند جو اس طرح ہے:

الإمام علي الرضا، عن أبيه موسى الكاظم، عن أبيه جعفر الصادق، عن أبيه محمّد الباقر، عن أبيه علي زين العابدين، عن أبيه الحسين بن علي، عن أبيه علي بن أبي طالب، عن الرسول الأكرم صلوات الله عليهم أجمعين.

اس پر یہ فرمایا:

لو قرأت هذا الإسناد على مجنون لبرء مِن جُنَّتِهِ . (الصواعق المحرقة لابن حجر الهيتمي، ص:310)

''اگر میں یہ سند کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اپنے جنون سے شفا پا جائے''۔

(12)عمرو بن بحر جاحظ(متوفی:250ھ)

عمرو بن بحر جاحظ امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

وأمّا علی بن الحسین بن علی، فلم أرَ الخارجی فی أمره إلاّ کالشیعی، ولم أرَ الشیعی إلاّ کالمعتزلی، ولم أرَ المعتزلی إلاّ کالعامّی، ولم أرَ العامّی إلاّ کالخاصّی، ولم أجد أحداً یتماری فی تفضیله ویشکّ فی تقدیمه. (عمدة الطالب،ص:194)

''سیدنا علی بن حسین بن علی کے معاملے میں میں نے خارجی کو شیعہ کی طرح ،شیعہ کو معتزلی کی طرح ،معتزلی کو عامی کی طرح اور عامی کو خاصی کی طرح دیکھا۔میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی ان کی فضیلت کے بارے میں جھگڑتا ہو اور ان کو مقدم رکھنے کے بارے میں کوئی شک کرتا ہو''۔

جاحظ اپنے ''رسائل'' میں جن باتوں کو لے کر بنوامیہ کو بنوہاشم پر فضیلت دی جاتی ہے،ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإنْ عددتم النسّاک من غیر الملوک فأین أنتم عن علی بن الحسین زین العابدین، الذی کان یُقال له:علی الخیر، وعلی الأعز، وعلی العابد، وما أقسم علی الله بشیء إلاّ وأبرّ قسمه ...فأمّا الفقه والتفسیر والتأویل فإنْ ذکرتموه، لم یکن لکم فیه أحد، وکان لنا فیه مثل علی بن أبی طالب ...وجعفر بن محمّد الذی ملأ الدنیا علمه وفقهه ...ومَن مثلُ علی بن الحسین زین العابدین .

''اگر تم بادشاہوں کے علاوہ عابدوں کو شمار کرو تو علی بن حسین زین العابدین سے تمھارا کیا مقابلہ جن کو علی خیر،علی اعز اور علی عابد کہا جاتا تھا۔ان کا حال تو یہ تھا کہ اگر انھوں نے اللہ کا نام لے کر کوئی قسم کھالی تو اللہ ان کی قسم کی لاج رکھتا تھا۔جہاں تک سوال فقہ،تفسیر اور

تاویل کا ہے تو اس میدان میں تمھارے یہاں کوئی نہیں ہے، یہاں ان علوم وفنون میں ہمارے یہاں سیدنا علی بن ابی طالب ہیں،جعفر بن محمد ہیں جنھوں نے اپنے علم وفقہ سے ایک دنیا بھردی تھی، بھلاتمھارے یہاں علی بن حسین زین العابدین جیسا کون ہے''۔

امام شافعی اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں خبر واحد کے اثبات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

وجدتُ علی بن الحسین -وھو أفقه أهل المدینة -یُعوّل علی أخبار الآحاد. (رسائل الجاحظ:106-105)

''میں نے علی بن حسین کو جو مدینہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے، پایا ہے کہ وہ اخبار آحاد پر اعتماد کرتے تھے''۔

اسی طرح امام شافعی نے اہل بیت کے دسیوں اماموں کی جن میں امام زین العابدین بھی شامل ہیں،ایک ہی کلام میں سب کی مدح سرائی کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومَن الذی یُعَدُّ من قریش أو من غیرهم ما یَعُدُّه الطالبیّون عشرة فی نسق؛ کلّ واحد منهم عالمٌ، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاکٍ، فمنهم خلفاء ، ومنهم مُرشّحون:ابن ابن ابن ابن، هکذا إلی عشرة، وهم الحسن (العسکری)بن علی بن محمّد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی زین العابدین)بن الحسین بن علی (علیهم السلام)، وهذا لم یتّفق لبیت من بیوت العرب ولا من بیوت العجم.(رسائل الجاحظ: 109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے،زاہد ہے، عابد ہے، بہادر ہے،سخی ہے،طاہر ہے،صاحب تزکیہ ہے،ان میں سے بعض خلفاء ہیں،بعض بہترین منتظم ہیں، بیٹا، پوتا، پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں:حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین)بن حسین بن علی علیہم السلام۔ یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(13)ابوبکر بن برقی،احمد بن عبداللہ(متوفی:270ھ)

ابن برقی امام زین العابدین علیہ السلام کے حق میں لکھتے ہیں:

كان أفضل أهل زمانه .(تهذيب الكمال20/388،سير أعلام النبلاء4/390)

''وہ اپنے دور کے لوگوں میں سب سے افضل تھے''۔

(14)ابوحاتم محمد بن حبان بستی(متوفی:354ھ)

ابن حبان اپنی کتاب''مشاهير علماء الأمصار''میں لکھتے ہیں:

علـى بن الحسين بن على بن أبى طالب، أبو الحسن، من فقهاء أهل البيت، وأفاضل بنى هاشم، وعُبّاد المدينة. (مشاهير علماء الأمصار،ص63)

''ابوالحسن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا شمار فقہائے اہل بیت میں ہوتا ہے، وہ بنو ہاشم کے افضل لوگوں میں سے تھے اور مدینہ کے عابدوں میں ان کا شمار تھا''۔

(15) ابونعیم،احمد بن عبداللہ اصفہانی(متوفی:430ھ)

ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب'' حلية الأولياء''میں لکھتے ہیں:

علـى بـن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنهم، زين العابدين، ومنار القانتين، كان عابداً وفيّاً، وجواداً حفيّاً .

''علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہم،زین العابدین اور منار القانتین تھے،عابد،وفا شعار،سخی اور رحم دل تھے''۔اس کے بعد امام ابونعیم اصفہانی نے امام زین العابدین کے اخلاق،فضائل اور محاسن بیان کیے ہیں۔ان کی تعظیم اور ان کی مدح وستائش میں کئی ایک اہل علم کے اقوال بھی نقل کیے ہیں،اسی طرح ان کے حکیمانہ اقوال بھی ذکر کیے ہیں۔سلام اللہ علیہ(حلية الأولياء 135 - 3/124)

(16)محمد بن طلحہ شافعی(متوفی:652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب ''مطالب السؤول'' میں لکھتے ہیں:

هـذا زيـن الـعـابـدين:قدوة الزاهدين وسيّد المتّقين، وإمام المؤمنين، شيـمتُـه تشهـد له أنّه من سلالة رسول الله(ﷺ)، وسِمَتُهُ تثبت مقام قربه مـن الـلـه زُلـفى،وثفناته تسجّل بكثرة صلاته وتهجّده، وإعراضه عن متاع الـدنيـا يـنـطق بزهده فيها،درّت له أخلاف التقوى فتفوّقها، وأشرقت لديه أنـوار التـأييـد فـاهتدى بها، وأَلِفته أوراد العبادة فآنس بصحبتها، وخالفته وظائف الطاعة فتحلّى بِحِلْيَتِهَا، طالما اتّخذ الليل مطيّة ركبها لقطع طريق الآخرة، وظمأ الهواجر دليلاً استرشد به في مفازة المسافرة، وله الخوارق والـكـرامات ما شُوهد بالأعين الباصرة، وثبت بالآثار المتواترة، وشهد له أنّه من ملوك الآخرة. (مطالب السؤول في مناقب آل الرسول2/84)

''یہ ہیں زین العابدین، جو زاہدوں کے لیے قدوہ،متقیوں کے سردار اور مومنوں کے امام ہیں،ان کے اخلاق کی بلندی گواہی دیتی ہے کہ ان کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ نسل سے ہے،ان کی پیشانی کا نشان ظاہر کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کس قدر قریب تھے،گھٹنوں کے نشانات بتاتے تھے کہ وہ نماز اور تہجد بہ کثرت ادا کرتے تھے،متاع دنیا سے ان کی کنارہ کشی ان کے زہد کو ظاہر کرتی تھی،ان کا تقوی قیمت میں موتیوں سے پرے تھا،اللہ کی روشنی ان کے سامنے تھی جس سے وہ راستہ دیکھتے تھے،عبادت کے اوراد ووظائف سے وہ انسیت محسوس کرتے تھے،اطاعت کے وظائف ان کے حسب حال نہیں تھے پھر بھی اس کے زیور سے وہ مزین تھے،آخرت کا سفر طے کرنے کے لیے انھوں نے رات کو اپنی سواری بنالیا تھا،سخت دوپہر کی پیاس انھیں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی ہمت دیتی تھی،ان کے دست پر کئی ایک خوارق کا ظہور ہوا اور کئی ایک کرامتیں سامنے آئیں جن کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔یہ سب متواتر آثار سے ثابت ہیں،اور یہ گواہ ہیں کہ وہ آخرت کے بادشاہ ہیں''۔

(17) یوسف بن فرغلی سبط ابن جوزی (متوفی: 654ھ)

سبط ابن جوزی اپنی کتاب ''تذکرة الخواص''میں لکھتے ہیں:

وهو أبو الأئـمّة، وكنيته أبو الحسن، ويلقّب بزين العابدين، وسمّاه رسول الله (ﷺ) سيّد العابدين ...، والسجّاد، وذی الثفنات، والزكی، والأمين، فكان طول السجود أثّر فی ثفناته. (تذكرة الخواص: ص 291)

''امام زین العابدین کئی ایک ائمہ کے باپ ہیں، ان کی کنیت ابوالحسن اور لقب زین العابدین تھا، رسول اللہ ﷺ نے انھیں سید العابدین، سجاد، ذی الثفنات، زکی اور امین کے نام دیے تھے، طول سجدہ کی وجہ سے ان کے گھٹنوں میں نشان پڑ گئے تھے، اسی لیے انھیں ذی الثفنات کہا جاتا ہے''۔

اس کے بعد سبط ابن جوزی نے ان کے کئی ایک مناقب، محاسن، کلمات اور ان کی عظمت اور مدح وثنا کے سلسلے میں دوسروں کے اقوال نقل کیے ہیں۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

ان کی وفات کی تاریخ کے سلسلے میں کئی ایک اقوال ہیں: (۱) ان کی وفات ۹۴ ہجری میں ہوئی۔ (۲) ۹۲ ہجری میں ہوئی، (۳) ۹۵ ہجری میں ہوئی۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہی سنہ ہے جسے فقہاء کا سال کہا گیا ہے کیوں کہ اس سال بہت سے علماء کا انتقال ہوا تھا۔ وہ سید الفقہاء تھے، اس سنہ کے آغاز میں پہلے ان کا انتقال ہوا، پھر یکے بعد دیگرے کئی حضرات علماء دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان سے احادیث کی روایت سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، سعید بن جبیر اور عام فقہائے مدینہ نے کی ہے۔ (تذكرة الخواص: ص 299-298)

(18) ابن ابی الحدید معتزلی (متوفی: 655ھ)

ابن ابی الحدید معتزلی نے'' شـرح نهـج البلاغة ''میں جاحظ کا کلام ان کے

رسائل کے حوالے سے لکھی ہے اور اس کی تائید کی ہے ۔ہم جاحظ کا کلام امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلے میں گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں۔(شــــرح نهــج البلاغة 15/ 274,278)

(19) محیی الدین، یحیی بن شرف نووی (متوفی:676ھ)

امام نووی اپنی کتاب ''تهذيب الأسماء واللغات''میں لکھتے ہیں:

علـی بن الحسين بن علی بن أبی طالب الهاشمی، المدنی، التابعی، الـمعـروف بـزين العابدين رضی الله عنه، ...روی عـنـه أبو سلمة بن عبد الرحـمان ويحيی الأنصاری والزهری وأبو الزناد، وزيد بن أسلم وحكيم بـن جبيـر، وابـنه أبو جعفر محمّد بن علی وغيرهم، وأجمعوا علی جلالته فی كلّ شیء.

''علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی، مدنی، تابعی، جو زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں، ان سے ابوسلمہ بن عبد الرحمان، یحیی انصاری، الزہری، ابو الزناد، زید بن اسلم، حکیم بن جبیر، اور ان کے بیٹے ابوجعفر محمد بن علی وغیرہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔ ہر میدان میں ان کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے''۔

اس کے بعد امام نووی نے ان کی مدح وثنا میں علماء کے کئی ایک اقوال ذکر کیے ہیں:(تهذيب الأسماء واللغات 315 - 1/314)

(20) احمد بن محمد بن ابراہیم بن خِلّکان (متوفی:681ھ)

ابن خلکان اپنی کتاب '' وفيات الأعيان ''میں لکھتے ہیں:

أبـو الـحسن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم أجـمـعين المعروف بزين العابدين ويقال له علیّ الأصغر وليس للحسين - رضی الله عنه -عقب إلاّ من وُلد زين العابدين هذا وهو أحد الأئمّة الاثنی

عشر، ومن سادات التابعين، قال الزهری:ما رأیتُ قرشیاً أفضل منه. (وفیات الأعیان3/233)

''ابوالحسن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین، جو زین العابدین کے نام سے معروف ہیں، جن کو علی اصغر بھی کہا جاتا ہے، سیدنا حسین علیہ السلام کا نسلی سلسلہ امام زین العابدین کی اولاد سے آگے بڑھتا ہے، وہ اماموں میں سے ایک ہیں، سادات تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل قرشی نہیں دیکھا''۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

وفضائل زین العابدین ومناقبه أکثر من أنْ تُحْصَر. (وفیات الأعیان3/235)

''امام زین العابدین کے فضائل اوران کے مناقب شمار سے باہر ہیں''۔

(21) شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی:748ھ)

امام ذہبی اپنی کتاب ''سیر أعلام النبلاء ''میں امام زین العابدین کے بعض مناقب اوران کی مدح وثنا میں علماء کے بعض اقوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکان له جلالة عجیبة، وحقّ له والله ذلک، فقد کان أهلاً للإمامة العظمی، لشرفه، وسؤدده، وعلمه، وتألّهه، وکمال عقله.

''امام زین العابدین علیہ السلام کی جلالت شان عجیب تھی، اللہ کی قسم! یہ ان کا حق تھا، وہ اپنے شرف، اپنی سیادت، اپنے علم، اپنے تعلق باللہ اور اپنی کمال عقل کی وجہ سے امامت عظمی کی اہلیت رکھتے تھے''۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلے میں فرزدق کا قصیدہ بہت مشہور ہے، اس قصیدے کا ہمیں سماع حاصل ہے، اس قصیدے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک بار خلیفہ بننے

سے پہلے ہشام بن عبدالملک حج کرنے آیا۔ جب وہ حجر اسود کا بوسہ لینے کی کوشش کرتا تو بھیڑ سامنے آجاتی لیکن جب علی بن حسین حجر اسود کے پہنچتے تو ان کی تعظیم وتکریم کے پیش نظر لوگ ہٹ جایا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر ہشام کو بڑا حسد ہوا، اس نے پوچھا: یہ کون ہیں، میں انھیں نہیں جانتا؟ اس پر فرزدق نے ایک طویل قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:

هذا الذی تَعرِفُ البطحاء وطأتَه
والبیتُ یَعْرِفُهُ والحِلُّ والحَرَمُ

''یہ وہ مقدس شخصیت ہے کہ جس کے نقش قدم کو وادی بطحا (یعنی مکہ مکرمہ) پہچانتی ہے، اور بیت اللہ (یعنی کعبہ) اور حل وحرم سب ان کو جانتے پہچانتے ہیں''۔

هذا ابنُ خَیْرِ عَبَادِ اللهِ کُلّهِمُ
هذا التقیّ النقیّ الطَاهِرُ العَلَمُ

''یہ تو اس ذات گرامی کے لخت جگر ہیں جو اللہ کے تمام بندوں میں سب سے بہتر ہیں یعنی حضور اکرم ﷺ، یہ پرہیزگار، تقویٰ والے، پاکیزہ، صاف ستھرے اور قوم قریش کے سردار ہیں''۔

إذا رَأَتْهُ قُریشٌ قال قائلُها
إلی مَکَارِمِ هذا ینتهی الکَرمُ

''جب ان کو قبیلہ قریش کے لوگ دیکھتے ہیں تو ان کو دیکھ کر کہنے والا یہی کہتا ہے کہ ان کی بزرگی وجواں مردی پر بزرگی وجواں مردی ختم ہے''۔

یَکَادُ یُمْسِکُهُ عِرْفَانُ رَاحَتِهِ
رُکْن الحَطِیْمِ إذا مَا جَاء یَسْتَلِمُ

''ان کی عظمت وجلالت کا عالم یہ ہے کہ رکن حطیم ان کی سواری کی لگام تھام لے جب وہ اسے بوسہ لینے کے لیے اس کے پاس پہنچیں''۔

یُغضی حَیاءً ویُغْضَی مِنْ مَهَابَتِه

فَمَا يُكلَّم إلاّ حِيْنَ يَبْتَسِمُ

''وہ حیا سے آنکھیں جھکائے رکھتے ہیں، لوگ ان کی ہیبت سے نظر اٹھا کر انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ ان سے گفتگو بس اس وقت ممکن ہے جب ان سے لبوں پر مسکراہٹ ہو''۔

هذا ابنُ فاطمة إنْ كنتَ جاهِلَهُ

بِجَدِّهِ أنبياءُ اللهِ قَد خُتِمُوا

''یہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لخت جگر ہیں، اگر تو ان کو نہیں جانتا (تو سن لے کہ) ان کے محترم نانا (حضور اکرم ﷺ) پر انبیائے کرام کے سلسلے کا اختتام ہوا ہے''۔

یہ قصیدہ خاصا طویل ہے۔ قصیدہ سن کر ہشام نے فرزدق کو قید خانے میں ڈلوا دیا۔ (سير أعلام النبلاء 4/398)

امام ذہبی اپنی ایک دوسری کتاب ''العِبَر في خبر مَن غبر'' میں لکھتے ہیں:

قلت: مناقبه كثيرة من صلواته وخشوعه وحَجّه وفَضْله رضى الله عنه. (العِبَر فى خبر مَن غبر 1/111)

''میں کہتا ہوں کہ کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے مناقب ان کی نمازوں، ان کے خشوع وخضوع، ان کے حج اور ان کی فضیلت سے متعلق بہت ہیں''۔

(22) عبداللہ بن اسعد یافعی (متوفی: 768ھ)

عبداللہ بن اسعد یافعی اپنی کتاب '' مرآة الجنان '' میں سنہ ۹۴ھ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها توفّى زين العابدين على بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم، روى عن جماعة من السلف أنّهم قالوا: ما رأينا أورع - وبعضهم قالوا -أفضل منه، منهم سعيد بن المسيّب، وقال أيضاً: بلغنى أنّ

علی بن الحسین کان یصلّی فی الیوم واللیلة ألف رکعة إلی أنُ مات.

''اسی سنہ میں امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی وفات ہوئی۔انھوں نے سلف کی ایک جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے۔اصحاب سیر وتراجم کہتے ہیں کہ ہم نے امام موصوف سے زیادہ متقی نہیں دیکھا۔بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ایسا کہنے والوں میں سعید بن مسیّب سرفہرست ہیں۔سعید بن مسیّب یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ امام محترم ایک رات اور دن میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے۔تا حیات ان کا یہی معمول رہا''۔

یافعی امام زین العابدین علیہ السلام کے مناقب ومحاسن کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومناقبه ومحاسنه کثیرة شهیرة، اقتصرتُ منها علی هذهِ النُبذ الیسیرة. (مرآة الجنان وعبرة الیقظان153 - 1/151)

''امام زین العابدین علیہ السلام کے مناقب ومحاسن یوں تو بہت ہیں اور مشہور ہیں، یہاں ہم نے مختصر طور پر ان کا ذکر کرنے کی کوشش کی ہے''۔

(23) اسماعیل بن کثیر دمشقی (متوفی:774ھ)

ابن کثیر نے اپنی کتاب ''البدایة والنهایة ''میں امام علی بن حسین کا ترجمہ ذکر کیا ہے اور اس میں انھوں نے محمد بن سعد، امام زہری اور یحی بن سعید انصاری وغیرہ کے اقوال ان کی مدح وستائش میں نقل کیے ہیں۔اسی طرح انھوں نے امام محترم کے مناقب وفضائل کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے بہت سے نورانی کلمات ذکر کیے ہیں''۔(البدایة والنهایة 134 - 9/121)

(24) محمد خواجہ پارسا بخاری (متوفی:822ھ)

محمد خواجہ پارسا بخاری اپنی کتاب '' فصل الخطاب ''میں لکھتے ہیں:

وُلد سنة ثمان وثلاثین، وکان ثقة، مأموناً، کثیر الحدیث، عالیاً،

رفيعاً، وأجمعوا على جلالته في كلّ شيء ، وقال حمّاد بن زيد: كان أفضل هاشمي أدركتُه. (ينابيع المودّة للقندوزي الحنفي 2/454)

''امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ھجری میں پیدا ہوئے ،وہ ثقہ تھے،مامون تھے،کثیرالحدیث تھے،عالی مرتبت اور رفیع الشان تھے۔لوگ ہر میدان میں ان کی جلالت شان پر متفق ہیں،حماد بن زید کہتے ہیں کہ وہ ایسے افضل ترین ہاشمی تھے جن سے میری ملاقات ہوئی ہے''۔

(25)احمد بن حجر عسقلانی (متوفی:852ھ)

ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب'' تقریب التهذيب ''میں لکھتے ہیں:

علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب الهاشمي، زين العابدين، ثقة، ثبتٌ، عابدٌ، فقيهٌ، فاضلٌ، مشهور، قال ابن عيينة عن الزهري: ما رأيتُ قرشيّاً أفضل منه. (تقريب التهذيب1/411)

''امام علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی، زین العابدین ثقہ تھے،ثبت تھے، عابد تھے،فقیہ تھے، فاضل تھے اور بڑی شہرت رکھتے تھے۔ابن عیینہ امام زہری کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل قرشی نہیں دیکھا''۔

اسی طرح ابن حجر نے اپنی دوسری کتاب'' تهذيب التهذيب ''میں صرف علماء کے ان اقوال کونقل کرنے پر اکتفا کیا ہے جو امام محترم کی ثقاہت اوران کی مدح وستائش پر مشتمل ہیں۔(تهذيب التهذيب 672 - 5/669)

(26)ابن صباغ مالکی (متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب'' الفصول المهمّة''میں لکھتے ہیں:

أمّا مناقبه عليه السلام ، فكثيرة، ومزاياه شهيرة، منها: أنّه كان إذا توضّأ للصلاة يصفرّ لونه، فقيل له: ما هذا نراه يعتادك عند الوضوء

،فیقول:ما تدرون بین یَدی مَنْ أریدُ أنْ أقوم. ...(الفصول المهمّة فی معرفة أحوال الأئمّة190)

''امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام کے مناقب بہت سے ہیں اور ان کی خوبیاں وخصوصیات مشہور ہیں،ان میں ایک یہ ہے کہ جب وہ نماز کے لیے وضو کرتے تھے تو ان کا رنگ پیلا ہوجاتا تھا۔جب ان سے پوچھا گیا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ صورت حال عموماً کیوں ہوجاتی ہے؟ وہ جواب میں کہتے: کیا تمھیں اندازہ ہے کہ میں کس ہستی کے سامنے کھڑا ہونے جارہا ہوں''۔

(27)شمس الدین محمد بن طولون(متوفی:911ھ)

ابن طولون اپنی کتاب'' الأئمّة الاثنا عشر ''میں لکھتے ہیں:

ورابعهم علی، رضی الله عنه وهو أبو الحسن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، المعروف بزین العابدین، ویُقال له علی الأصغر. ولیس للحسین رضی الله عنه، عقبٌ إلاّ مِن وُلد زین العابدین هذا.وهو من سادات التابعین.قال الزهری:ما رأیتُ قرشیّاً أفضل منه ....وکان یُقال لزین العابدین:ابن الخیرتَین؛ لقوله صلّی الله علیه وسلّم:لله تعالی من عباده خیرتان، فخیرته من العرب قریش، ومن العجم فارس-إلی أنْ قال : وفضائل زین العابدین ومناقبه أکثر مِن أن تُحصی؛ (الأئمّة الاثنا عشر:78-75)

''ان میں سے چوتھے امام ابوالحسن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں، جو زین العابدین کے لقب سے شہرت رکھتے ہیں،انھیں علی اصغر بھی کہا جاتا ہے۔امام حسین علیہ السلام کا نسلی سلسلہ امام زین العابدین کی اولاد سے ہی آگے بڑھا ہے۔وہ سادات تابعین میں سے تھے،امام زہری کہتے ہیں:میں نے ان سے افضل قرشی نہیں

دیکھا۔

(28)احمد بن حجر ہیتمی (متوفی:974ھ)

ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب'' الصواعق المحرقة''میں لکھتے ہیں:

وزين العابدين هذا هو الذى خلف أباه:علْماً، وزهداً، وعبادة، وكان إذا توضّأ للصلاة اصفرّ لونه، فقيل له فى ذلک، فقال:ألاَ تدرون بين يَدى مَن أقف.وحكى أنّه كان يصلّى فى اليوم والليلة ألف ركعة . (الصواعق المحرقة 304 - 302)

''یہ وہی امام زین العابدین ہیں جوعلم،زہد اور عبادت میں اپنے والد کے سچے جانشین ہیں۔جب یہ وضو کرتے تو ان کا رنگ زرد ہوجایا کرتا تھا۔جب اس سلسلے میں ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: کیا تمھیں پتا نہیں کہ میں کس عظیم ہستی کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ان کے سلسلے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک رات اور دن میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے''۔

اس کے بعد ابن حجر ہیتمی نے امام محترم کی بعض کرامتیں،ان کے بعض محاسن اور ان کے کئی ایک اقوال ذکر کیے ہیں۔

(29)عبدالرووف مناوی قاہری شافعی (متوفی:1031ھ)

عبدالرووف مناوی اپنی کت''الكواكب الدُرِّيَّة''میں لکھتے ہیں:

على بن الحسين بن على بن أبى طالب، زين العابدين، إمامٌ سيّدٌ سندٌ، اشتهرتْ أياديه ومكارمه، وطارت فى الوجود حمائمه، كان عظيم القدر، رَحِب الساحة والصدر، رأساً لجسد الرياسة، مؤمّلاً للإيالة والسياسة ...وهو ثقة، ثبت، فاضل.

قال الزهرى وابن عيينة رضى الله عنه :ما رأينا قط قرشيّاً أفضل منه،

روى عنه بنوه:محمّد، وزيد، وعمر، والزهرى، وأبو الزناد وغيرهم.
قال الزهرى رحمه الله:ما رأيتُ أحداً أفقه منه.
وقال ابن المسيّب:ما رأيت أورع منه،
وقد جاء عنه مَنَاقب من خشوعه فى وضوئه، وصلاته، ونسكه، ما يُدهِش السامع، وكان يصلّى فى اليوم والليلة ألف ركعة حتّى مات.
قال مالک رضى الله عنه :وسُمّى زين العابدين لكثرة عبادته.
وكان إذا هاجت الريح سقط مغشيّاً عليه، ووقع حريق فى بيته وهو ساجد، فجعلوا يقولون له:النار، فما رفع رأسه حتّى طُفئت، فقيل له أَشَعَرُتَ بها؟
قال:ألهتنى عنها النار الكبرى، وكان إذا نقصه أحد قال:اللّهمّ إنْ كان صادقاً فاغفر لى، وإن كان كاذباً فاغفر له،ولمّا مات وجدوه يقوت أهل مئة بيت...(الكواكب الدرّيّة،ص:139)

''امام علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، زین العابدین،امام تھے،سید تھے،سند تھے،ان کی سخاوت اور ان کے اخلاق مشہور تھے،دنیا میں ان کے طرف داروں کی خوب شہرت تھی،وہ عظیم القدر تھے،ظاہر اور باطن دونوں ان کی سواری تھے،ریاست کے جسم کے سرخیل تھے،حکومت وسیاست کی خوب سمجھ رکھتے تھے۔وہ ثقہ،ثبت اور فاضل تھے۔
امام زہری اور ابن عیینہ کہتے ہیں:میں نے ان سے افضل قرشی نہیں دیکھا۔
ان سے حدیث کی روایت ان کے بیٹوں:محمد،زید اور عمر نے کی ہے۔ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں خود امام زہری اور ابوالزناد وغیرہ کے نام شامل ہیں۔
امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں:میں نے امام زین العابدین سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔
سعید بن مسیّب کہتے ہیں:میں نے امام زین العابدین سے بڑا متقی نہیں دیکھا۔
ان کے وضو،نماز،عبادت کے سلسلے میں ایسے مناقب بیان کیے ہیں جن کو سن کر ہر

شخص حیرت زدہ ہوجاتا ہے۔زندگی کی آخری سانس تک ان کا معمول تھا کہ وہ رات اور دن میں ایک ہزار رکعات نماز ادا کیا کرتے تھے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کثرت عبادت ہی کی وجہ سے ان کا لقب زین العابدین پڑا تھا۔

جب آندھی آتی تو وہ بے ہوش ہوکر گر جایا کرتے تھے۔ایک دفعہ ان کے گھر میں آگ لگ گئی،وہ اس وقت سجدے میں تھے،لوگ آگ آگ چلاتے رہےلیکن انھوں نے سجدے سے سرنہیں اٹھایا یہاں تک کہ آگ خود بجھ گئی۔لوگوں نے ان سے پوچھا: کیا آپ کوآگ لگنے کاعلم نہیں ہوا؟انھوں نے جواب دیا:اس سے کہیں بڑی آگ نے مجھے غافل کررکھا تھا۔جب کوئی ان کی عیب جوئی کرتا تو فرماتے:اے اللہ !اگر یہ سچا ہےتو میری مغفرت فرمااوراگر یہ جھوٹا ہےتو اسے معاف کردے۔جب ان کا انتقال ہواتو لوگوں نے دیکھا کہ وہ سو(۱۰۰)اہل خانہ کی کفالت کرتے تھے''۔

(30)ابن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

ابن عماد حنبلی اپنی کتاب'' **شذرات الذهب** ''میں سنہ۹۴رہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها(أى تُوفِّى)زين العابدين على بن الحسين الهاشمى ...سُمّى زين العـابـدين لفرط عبادته، وكان وِرْده فى اليوم والليلة ألف ركعة. (شذرات الذهب 1/194)

''اور اسی سنہ میں امام زین العابدین علی بن حسین ہاشمی کی وفات ہوئی ،کثرت عبادت کی وجہ سے ان کا لقب زین العابدین پڑ گیا تھا۔رات اور دن میں ان کا وظیفہ نماز کی ایک ہزار رکعتیں تھیں''۔

اس کے بعد ابن عماد حنبلی نے ان کے بعض محاسن کا تذکرہ کیا ہےاور امام زہری اور

ابوحازم اعرج وغیرہ کے وہ اقوال نقل کیے ہیں جو امام محترم کی مدح وثنا پر مشتمل ہیں۔

(31) محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی (متوفی: 1122ھ)

زرقانی موطا امام مالک پر اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

علی بن حسین بن علی بن أبی طالب الهاشمی، زین العابدین، ثقة، ثبت، عابد، فقیه، فاضل، مشهور من رجال الجمیع، قال الزهری: ما رأیتُ قرشیّاً أفضل منه. (شرح الزرقانی 1/230)

''امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی ثقہ، ثبت، عابد، فقیہ، فاضل اور مشہور تھے۔ تمام کتب احادیث کے رجال میں سے ہیں۔ امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل قرشی نہیں دیکھا''۔

(32) عبداللہ بن محمد شبراوی (متوفی: 1171ھ)

شبراوی اپنی کتاب '' الإتحاف بحبّ الأشراف ''میں لکھتے ہیں:

الرابع من الأئمّة، علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنه ...كان رضی الله عنه عابداً، زاهداً، ورعاً، متواضعاً، حسن الأخلاق، وكان إذا توضّأ للصلاة اصفرّ لونه، فقیل له: ما هذا الذی نراه یعتریک عند الوضوء؟ فقال: أَمَا تدرون بین یَدی مَنْ أُریدُ أقف، وكان یصلّی فی الیوم واللیلة ألف ركعة. (الإتحاف بحبّ الأشراف 143 - 135).

''چوتھے امام علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، وہ عابد، زاہد، متقی، متواضع، بلند اخلاق تھے۔ جب نماز کے لیو کرتے تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وضو کے وقت آپ پر یہ کیفیت کیوں طاری ہوتی ہے تو انھوں نے جواب دیا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں کس عظیم ہستی کے حضور کھڑے ہونے کا ارادہ کررہا ہوں۔ وہ ایک رات اور دن میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے''۔

اس کے بعد شبراوی نے ان کے بعض محاسن اور مناقب کا ذکر کیا ہے۔

(33) محمد بن صبان شافعی (متوفی: 1206ھ)

امام محمد بن صبان شافعی اپنی کتاب ''إسعاف الراغبین''میں لکھتے ہیں:

أمّا السیّد علی زین العابدین، فهو ابن الحسین بن علی بن أبی طالب ...أشهر کُنَاه:أبو الحسن، وأشهر ألقابه:زین العابدین إلی أنْ قال: روی عنه بنوه، والزهری، وأبو الزناد وغیرهم، قال الزهری وابن عیینة:ما رأینا قرشیّاً أفضل منه، وقال عنه ابن المسیّب:ما رأیتُ أورع منه .وقد جاء عنه من خشوعه فی وضوئه وصلاته ونسکه ما یدهش السامع، وکان یصلّی فی الیوم واللیلة ألف رکعة حتی مات، ولقّب بزین العابدین لکثرة عبادته وحسنها، کان شدید الخوف من الله تعالی بحیث إنّه إذا توضّأ اصفرّ لونه وارتعد.فیُقال له:ما هذا؟فیقول:أتدرون بین یدَی مَنْ أقوم.

''رہا سوال سید علی زین العابدین کا تو وہ ابن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں،ان کی مشہور کنیت ابوالحسن ہے اور مشہور لقب زین العابدین ہے۔ان سے حدیث کی روایت ان کے بیٹوں،امام زہری اور ابوالزناد وغیرہ نے کی ہے۔امام زہری اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے افضل قرشی نہیں دیکھا۔ابن مسیّب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا متقی نہیں دیکھا۔ان کے وضو کرنے میں خشوع،ان کی نماز اور ان کی عبادات کے سلسلے میں جو روایات ملتی ہیں،وہ حیران کن ہیں۔زندگی بھی ان کا معمول رہا کہ وہ رات اور دن میں ایک ہزار رکعات نماز ادا کیا کرتے تھے،اپنی کثرت عبادت اور حسن عبادت کی وجہ سے وہ زین العابدین کہے جاتے تھے۔اللہ کا خوف ان پر اس قدر غالب تھا کہ وضو کرتے تو ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا تھا اور وہ کانپنے لگتے تھے۔ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کی یہ کیا کیفیت ہو جاتی ہے؟ تو وہ جواب دیتے: تمھیں پتا ہے کہ میں کس عظیم ہستی کے سامنے کھڑے ہونے جا رہا

ہوں''۔

اس کے بعد انھوں نے امام محترم کے کئی ایک محاسن،مناقب اور ان کے اقوال زریں کا ذکر کیا ہے۔(إسعاف الراغبين 241 - 236)

(34)یوسف بن اسماعیل نبہانی(متوفی:1350ھ)

یوسف بن اسماعیل نبہانی اپنی کتاب''جامع كرامات الأولياء''میں لکھتے ہیں:

علی زین العابدين، أحد أفراد ساداتنا آل البيت، وأعاظم أئمّتهم الكبار، رضى الله عنه وعنهم أجمعين. (جامع كرامات الأولياء،2/210)

''علی زین العابدین ہمارے سادات آل بیت کے ایک نمایاں فرد تھے،اہل بیت رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین کے بڑے اماموں میں ان کا شمار ہوتا ہے''۔

(35)خیرالدین زرکلی(متوفی:1396ھ)

زرکلی اپنی کتاب''الأعلام''میں لکھتے ہیں:

على بن الحسين بن على بن أبى طالب، الهاشمى القرشى، أبو الحسن، الملقّب بزين العابدين: رابع الأئمّة الاثنى عشر عند الإماميّة، وأحد مَن كان يُضرب بهم المَثَل فى الحلم والورع، يُقال له: على الأصغر للتمييز بينه وبين أخيه على الأكبر ...أُحصى بعد موته عدد من كان يقوتهم سرّا، فكانوا نحو مئة بيت، قال بعض أهل المدينة: ما فقدنا صدقة السرّ إلاّ بعد موت زين العابدين، وقال محمّد بن إسحاق: كان ناس من أهل المدينة يعيشون لا يدرون مِن أين معاشهم ومأكلهم، فلمّا مات على بن الحسين فقدوا ما كانوا يؤتون به ليلاً إلى منازلهم ...(الأعلام 4/277)

'' ابوالحسن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی قرشی کا لقب زین العابدین ہے۔وہ امامیہ کے بارہ اماموں میں سے چوتھے امام ہیں۔بردباری اورتقوی میں جن کی

مثالیں دی جاتی ہیں،ان میں سے ایک ہیں،ان کے بڑے بھائی علی اکبر سے ان کو ممتاز کرنے کے لیے انھیں علی اصغر بھی کہا جاتا ہے۔ان کی وفات کے بعد ان اہل خانہ کا شمار کیا گیا جن کی وہ کفالت کرتے تھے تو ان کی تعداد سو(۱۰۰) ظاہر ہوئی۔بعض اہل مدینہ کہتے ہیں کہ خاموشی کے ساتھ صدقہ کرنے کی روایت ہمارے یہاں سے امام زین العابدین کی وفات کے بعد ختم ہوگئی۔محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ ایسے تھے جن کو یہ پتا ہی نہیں تھا کہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کہاں سے ہوتا ہے، جب امام زین العابدین کی وفات ہوگئی تو انھوں نے اس شخصیت کو کھو دیا جو رات کی تاریکیوں میں ان کے گھروں پر کھانے پینے کی چیزیں دے جاتی تھی"۔

یہ ہیں امام زین العابدین علیہ السلام،ان کی سیرت وحیات پر کتابیں بھری پڑی ہیں،کئی ایک تصانیف میں ایسے اقوال کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی بزرگی اور ان کے مدح وثنا پر مشتمل ہیں جیسا کہ ان کے چند ایک نمونے میں نے ذکر کیے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے اسلام، دوسرے اکابرین امت اور اسلامی علوم وفنون کے ماہرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ ایک باعظمت اور جلیل القدر امام تھے،وہ اپنے دور میں تمام اہل مدینہ سے زیادہ افضل،متقی اور فقیہ تھے جیسا کہ امام زہری وغیرہ تابعین اور کئی ایک تبع تابعین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔اس لیے ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ان پر مزید کچھ لکھا جائے۔ قارئین اگر مزید تفصیل جاننے کے خواہش مند ہوں تو مراجع ومصادر کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

فصل چہارم

اہل بیت کے پانچویں امام
محمد بن علی الباقر علیہ السلام

امام باقر علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

امام باقر علیہ السلام فضائل کا سمندر، نور کا شعلہ اور شجرۂ نبوت کی سرسبز ڈالی تھے۔ کسی کی مجال کہاں کہ وہ امام باقر علیہ السلام کے بارے میں سب کچھ لکھ سکے۔ انھوں نے علم کو کھول دیا اور اسے پھاڑ دیا، اس سے علم کی اصل، اس کی فرع اور اس کے تمام مخفی پہلو ان پر واضح ہو گئے۔ ان کی ذات میں فقہ، مذاہب، سیادت اور مکارم اخلاق سب کچھ جمع تھے، ان کے سامنے خلافت جھکی تھی اور خلافت نے ان کے شرف کو تسلیم کیا تھا۔ وہ ایک روشن ستارہ تھے، جن کے عطا کی بارش پوری دنیا پر برستی تھی، انسانیت ان کے موجیں مارتے ہوئے علم کے سمندر سے استفادہ کرتے تھے، ان کے وجود سے کائنات روشن ہوگئی، ان کی سخاوت کے سمندر سے ساری کائنات فائدہ اٹھاتی تھی، وہ علم وعمل کا ایک ایسا روشن مینار تھے جس سے کئی نسلیں روشنی حاصل کرتی رہیں گی اور امت اپنے عظیم رب کی رضا کی طرف آگے بڑھتی جائے گی۔ اسی لیے ان کے ذکر جمیل سے کتابیں بھری پڑی ہیں بلکہ کتابوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے دامن میں امام باقر علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے اور بہت سے قلم نے امام محترم کی مدح وثنا کر کے شرف حاصل کی ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم علمائے اسلام اور کبار اہل سنت نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اسے پیش کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام محترم کی زندگی کے حالات کا مختصر طور پر تذکرہ کر دیں۔

ان کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب علیہم جمیعا سلام اللہ ورضوانہ۔ ان کی والدہ ام عبداللہ فاطمہ بنت حسن علیہ السلام تھیں۔

ام عبداللہ خواتین کی سیدات میں سے تھیں، امام زین العابدین نے ان کا نام صدّیقہ رکھا تھا۔(الدرّ النظیم لجمال الدین الشامی603؛ ص)

ام عبداللہ کے بارے میں ہمارے امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے:

كانت صدّيقة، لم تُدرَك في آل الحسن امرأة مثلها. (أصول الكافي للكليني 1/542)

''ام عبداللہ صدیقہ تھیں، آل حسن میں ان کی جیسی کوئی خاتون نہیں تھی''۔

امام باقر علیہ السلام کی ولادت مدینہ منورہ میں سنہ ۵۷/ہجری میں ہوئی۔

امام باقر علیہ السلام کی کنیت ابوجعفر تھی۔

امام باقر علیہ السلام کا مشہور لقب ''الباقر'' ہے۔

امام باقر علیہ السلام مسلمانوں کے امام اس وقت تسلیم کیے گئے جب سنہ ۹۵/ہجری میں ان کے والد امام زین العابدین کی وفات ہوگئی۔اس وقت ان کی عمر ۳۸/سال کی تھی۔

امام باقر علیہ السلام کی امامت کے دور میں بنوامیہ کے پانچ حکم راں: ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک ہوئے۔

امام باقر علیہ السلام نے پہلا بیج بویا اور اہل بیت کے مسلک کی نمائندہ حقیقی اسلامی پیغام کو عام کیا۔انھوں نے مدینہ منورہ کی مسجد میں فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ کے درس کے مختلف حلقے قائم کیے۔

ان سے حدیث کی روایت اس دور میں باقی بچے صحابہ کرام، کبار تابعین اور بڑے بڑے فقہائے اسلام نے کی ہے۔

امام باقر علیہ السلام کا نام باقر اس لیے ہے کہ انھوں نے علم کو کھول لیا تھا، اسے پھاڑ دیا تھا اور اس کی اصل اور اس کے مخفی پہلوؤں سے واقف ہو چکے تھے۔

ہمارے امام باقر علیہ السلام کی رحلت سنہ ۱۱۴/ہجری میں ہوئی۔

امام باقر علیہ السلام مدینۃ الرسول ﷺ میں بقیع قبرستان میں اپنے والد امام زین العابدین اور اپنے والد کے چچا امام حسن علیہ السلام کے بغل میں ان کو دفن کیا گیا۔

امام باقر علیہ السلام اکابر علمائے اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں ہم اکابر علمائے اہل سنت کے بعض ایسے اقوال کا ذکر کررہے ہیں، جو امام باقر علیہ السلام کے بلند مقام کو واضح کرتے ہیں، ان کی جلالت قدر اور عظیم مرتبت کو بیان کرتے ہیں:

(1) محمد بن سعد زہری (متوفی:230ھ)

محمد بن سعد زہری امام باقر علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

محمّد من الطبقة الثالثة من التابعين من المدينة، كان عابداً، عالماً، ثقة. (تذكرة الخواص 302)

''محمد (امام باقر علیہ السلام) مدینہ کے طبقۂ ثالث کے تابعین میں سے تھے، وہ عابد، عالم اور ثقہ تھے۔

محمد بن سعد زہری مزید لکھتے ہیں:

كان ثقة كثير الحديث. (البداية والنهاية 9/338)

''امام باقر علیہ السلام ثقہ اور کثیر الحدیث تھے''۔

(2) امام احمد بن حنبل (متوفی:241ھ)

امام احمد بن حنبل نے ایک سند جو اس طرح ہے:

الإمام علی الرضا، عن أبيه موسى الكاظم، عن أبيه جعفر الصادق، عن أبيه محمّد الباقر، عن أبيه علی زين العابدين، عن أبيه الحسين بن علی، عن أبيه علی بن أبی طالب، عن الرسول الأكرم صلوات الله عليهم أجمعين.

اس پر یہ فرمایا:

لو قرأت هذا الإسناد على مجنون لبرء مِن جُنَّتِهِ. (الصواعق المحرقة

لابن حجر الهیتمی، ص:310)

''اگر میں یہ سند کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اپنے جنون سے شفا پا جائے''۔

(3) ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی:250ھ)

''جاحظ امام باقر علیہ السلام کے بارے میں اپنے رسائل میں ان باتوں کی تردید کرتے ہوئے جن کی وجہ سے بنو ہاشم پر بنو امیہ اپنی فضیلت وفوقیت بیان کرتے تھے، لکھتے ہیں:

وھو سیّد فقھاء الحجاز، ومنه ومن ابنه جعفر تعلّم الناس الفقه، وھو الملقّب بالباقر، باقر العلم، لقّبه به رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم ولم یُخلَق بعد، وبشّر به، ووعد جابر بن عبد الله برؤیته، وقال: ستراہ طفلاً، فإذا رأیتَه فأبْلِغهُ عنّی السلام، فعاش جابر حتّی رآہ، وقال له ما وصّی به. (رسائل الجاحظ108)

امام باقر علیہ السلام فقہائے حجاز کے سردار تھے، لوگوں نے ان سے اور ان کے بیٹے امام جعفر صادق سے فقہ کا علم حاصل کیا ہے۔ باقر ان کا لقب تھا کیوں کہ انھوں نے علم کو کھول دیا تھا۔ انھیں یہ لقب رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا جب کہ ابھی وہ دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے جابر بن عبداللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انھیں دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تم انھیں بچپن میں دیکھو گے، جب تم انھیں دیکھو تو میرا سلام ان تک پہنچا دینا، چنانچہ سیدنا جابر کو اتنی زندگی ملی کہ انھوں نے امام باقر علیہ السلام کو دیکھا اور ان تک رسول اللہ ﷺ کی وصیت پہنچائی۔

اسی طرح جاحظ نے اپنے ایک ہی سلسلہ کلام میں اہل بیت کے دس اماموں کی مدح وثنا کی ہے۔ اسی ضمن میں انھوں نے امام باقر علیہ السلام کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ جاحظ لکھتے ہیں:

ومَنِ الذی یُعَدُّ مِن قریش أو من غیرھم ما یَعُدُّہ الطالبیّون، عشرۃ فی

نَسَق؛ كلّ واحد منهم:عالم، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاکٍ، فمنهم خلفاء، ومنهم مرشّحون:ابن ابن ابن ابن .هكذا إلى عشرة وهم:الحسن(العسكرى)بن على بن محمّد بن على بن موسى بن جعفر بن محمّد(الباقر)بن على بن الحسين بن على(عليهم السلام)،وهذا لم يتّفق لبيت من بيوت العرب ولا من بيوت العجم.(رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے،زاہد ہے،عابد ہے،بہادر ہے،سخی ہے،طاہر ہے،صاحب تزکیہ ہے،ان میں سے بعض خلفاء ہیں،بعض بہترین منتظم ہیں، بیٹا،پوتا،پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں:حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(4) حافظ ابونعیم اصفہانی (متوفی:430ھ)

حافظ ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب ''حلية الأولياء وطبقات الأصفياء'' میں لکھتے ہیں:

ومنهم الحاضر الذاكر، الخاشع الصابر، أبو جعفر محمّد بن على الباقر، كان من سلالة النبوّة، وممّن جمع حسب الدين والأبوّة، تكلّم فى العوارض والخطرات، وسفح الدموع والعبرات، ونهى عن المراء والخصومات.(حِلْيَة الأولياء 3/166)

''ان میں حاضر ذاکر اور خاشع صابر ابوجعفر محمد بن باقر تھے،جن کا تعلق خاندان نبوت تھا،جن میں دین اور عالی نسبی دونوں جمع تھے،جنھوں نے پیش آنے والے واقعات اور خطرات پر گفتگو کی،اسی طرح آنسوؤں کے بہنے والے مواعظ سنائے اور اپنے مواعظ میں لڑائی جھگڑے سے دور رہنے کی تلقین کی''۔

(5) فخر رازی (متوفی: 604ھ)

فخر الدین رازی ''الکوثر '' کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والقول الثالث: الكوثر أولاده ....فالمعنى أنّه يعطيه نسلاً يبقون على مرّ الزمان، فانظر كم قُتل من أهل البيت ثُم العالَم ممتلىء منهم، ولم يبقَ من بنى أميّة فى الدنيا أحد يعبأ به، ثمّ انظر كم كان فيهم من الأكابر من العلماء كالباقر، والصادق، والكاظم، والرضا عليهم السلام . (تفسير الفخر الرازى: مجلّد16، ج 125/32)

''تیسرا قول: ''کوثر'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولاد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو ایسی نسل عطا فرمائے گا جو مرور زمان کے ساتھ باقی رہے گی۔ ذرا دیکھو! اہل بیت میں سے کتنوں کو شہید کیا گیا پھر بھی آج دنیا ان سے بھری ہوئی ہے جب کہ بنوامیہ مسے آج دنیا میں کوئی باقی نہیں ہے جس کا نام بھی لیا جاسکے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ اہل بیت میں کیسے کیسے اکابر علماء جیسے امام باقر، امام صادق، امام کاظم اور امام رضا علیہم السلام پیدا ہوئے''۔

(6) محمد بن طلحہ شافعی (متوفی: 652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب '' مطالب السؤول ''میں لکھتے ہیں:

هو باقر العلم وجامعه، وشاهر علمه ورافعه، ومتفوّق درّه وواضعه، ومنمّق درّه وراضعه، صفا قلبه، وزكا عمله، وطَهُرَت نفسه، وشَرُفَت أخلاقه، وعمرت بطاعة الله أوقاته، ورسخت فى مقام التقوى قدمُه، وظهرتْ عليه سمات الازدلاف، وطهارة الاجتباء، فالمناقب تَسْبِقُ إليه، والصفات تَشْرَف به. (مطالب السؤول 100/2)

''امام باقر علیہ السلام علم کی کھوج نکالنے والے اور اس کے جامع تھے، علو شہرت دینے والے اور اس کا علم اٹھانے والے تھے، علم کے موتی دریافت کرنے والے اور اس کو

مناسب جگہ پر رکھنے والے تھے ،علم کا دودھ نکالنے والے اور اس کو دوسروں کو پلانے والے تھے۔ان کا دل صاف تھا،ان کا عمل پاکیزہ تھا،ان کا نفس طاہر تھا،ان کے اخلاق بلند تھے،ان کے اوقات اطاعت الٰہی سے معمور تھے،ان کے قدم تقوی میں راسخ تھے، قربت الٰہی اور انتخاب کی طہارت کی علامتیں ان پر ظاہر تھیں،مناقب ان سے پیچھے تھیں اور صفات ان سے شرف پاتی تھیں''۔

(7) سبط ابن جوزی (متوفی:654ھ)

سبط ابن جوزی اپنی کتاب ''تذکرة الخواص ''میں لکھتے ہیں:

هو أبو جعفر محمّد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب ... وإنّما سمِّی الباقر؛ من كثرة سجوده، بقر السجودُ جبهتَه أی فتحها ووسّعها، وقيل لغزارة علمه.

''وہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں،ن کا نام باقر اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کے حضور بہ کثرت سجدے کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی پیشانی پر نشان آ گئے تھے اور وہ کشادہ ہوگئی تھی۔دوسرا قول یہ ہے کہ ثوں کہ ان کے پاس علم بہت تھا،اس لیے انھیں باقر کہا جاتا تھا۔

جوہری ''صحاح''میں لکھتے ہیں:

التبقّر:التوسّع فی العلم، قال:وكان يُقال لمحمّد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب عليه السلام الباقر، لتبقّره فی العلم، ويسمّی الشاكر والهادی.

''تبقر علم میں توسع کو کہتے ہیں۔امام محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو باقر کہا جاتا کیوں کہ ان کا علم بہت وسیع تھا۔انھیں شاکر اور مہدی بھی کہا جاتا ہے''۔

ابن سعد کہتے ہیں:

محمّد من الطبقة الثالثة من التابعين من المدينة. كان عالماً عابداً ثقة.

''محمد مدینہ منورہ کے تابعین میں تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ عالم، عابد اور ثقہ تھے''۔

امام باقر سے کئی ایک اماموں جیسے امام ابوحنیفہ وغیرہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔
عطاء کہتے ہیں:

ما رأیتُ العلماء عند أحدٍ أصغر علماً منهم عند أبی جعفر، لقد رأیت الحَکَم عنده کأنّه مغلوب، ویعنی بالحَکَم: الحَکَم بن عُیَیْنَة، وکان عالماً نبیلاً جلیلاً فی زمانه.

''میں نے نہیں دیکھا کہ علماء علم میں ابوجعفر سے زیادہ کسی دوسرے کے سامنے خود کو چھوٹا سمجھتے ہوں۔ میں نے حکم کو ان کے سامنے مغلوب اور شکست خوردہ دیکھا۔ یہاں حکم سے مراد حکم بن عیینہ ہیں جو اپنے زمانے میں ایک جلیل القدر اور فاضل عالم تھے''۔(تذکرة الخواص 302)

(8) ابن ابی حدید معتزلی (متوفی: 655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی نے اپنی کتاب '' شرح نهج البلاغة ''میں جاحظ کا وہی کلام نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے جو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔(شرح نهج البلاغة 15/277 و 278)

(9) محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی (متوفی: 671ھ)

امام قرطبی قرآن کریم کی آیت: ﴿إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُواْ بَقَرَةً﴾ (اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البقرة: اسم للأنثی، والثور اسم للذکر، مثل: ناقة وجمل، وامرأة ورجل ...وأصله من قولک: بقرَ بطنَه، أی شقّه، فالبقرة تشقُّ الأرض

بـالحرث وتثيره، ومنه الباقر لأبی جعفر محمّد بن علی زين العابدين؛ لأنّه بقرَ العلم وعرف أصله، أی شقّه. (تفسير القرطبی1/483)

’’آیت میں واردلفظ’’البقـرة‘‘مادہ کو کہتے ہیں،اس کے نرکو’’الثور‘‘بولتے ہیں جیسے’’ناقة وجمل‘‘(اونٹنی اونٹ)اور’’امرأة ورجل‘‘(عورت مرد)۔اس کی اصل عربی کا محاورہ’’بقرَ بطنَه‘‘ہے یعنی اس کا پیٹ چاک کردیا چوں کہ گائے ہل سے زمین کو پھاڑتی اور اس کی مٹی کو بکھیرتی ہے۔اسی سے ابوجعفر محمد بن علی زین العابدین کا لقب باقر ہے کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ ڈالا تھا اور اس کی اصل پہچان گئے تھے‘‘۔

(10)ابوزکریا محیی الدین بن شرف نووی(متوفی:676ھ)

امام نووی اپنی کتاب’’تهـذيب الأسـماء واللغات‘‘میں امام باقر علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

سـمیّ بـذلک لأنّـه بقر العلم أی شقّه، فعرف أصلَه وعرف خفيَّه ... وهو تابعی جليل، إمام بارع، مُجمَع علی جلالته، معدود فی فقهاء المدينة وأئمّتهم. (تهذيب الأسماء واللغات1/103)

امام باقر علیہ السلام کا نام باقر اس وجہ سے پڑا کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ کر رکھ دیا تھا جس سے ان پر علم کی اصل اور اس کے مخفی گوشے واضح ہو گئے تھے۔وہ جلیل القدر تابعی ، پرہیزگار امام ہیں،ان کی جلالت شان پر اجماع ہے،ان کا شمار مدینہ منورہ کے فقہاء اور ائمہ میں ہوتا ہے‘‘۔

(11) ابوالعباس احمد ابی بکر بن خلکان(متوفی:681ھ)

ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان اپنی کتاب’’وفيّات الأعيان‘‘میں لکھتے ہیں:

أبـو جـعفـر محمّد بن زين العابدين علی بن الحسين بن علی بن أبی

طالب رضی الله عنهم أجمعین، الملقّب الباقر أحد الأئمّة الاثنی عشر فی اعتقاد الإمامیّة، وهو والد جعفر الصادق...

کان الباقر عالماً سیّداً کبیرا، وإنما قیل له الباقر لأنه تَبَقَّرَ فی العلم، أی توسّع، والتبقّر: التوسّع، وفیه یقول الشاعر:

یا باقرَ العلمِ لأَهْلِ التُقَی
وَخَیْرَ مَنْ لَبّی علی الأَجْبُل (وفیات الأعیان 30/4)

''ابوجعفر محمد بن زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین جن کا لقب باقر ہے،امامیہ کے عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک ہیں،وہ امام جعفر صادق کے والد محترم ہیں۔امام باقر ایک بڑے عالم اور سردار تھے،انھیں باقر اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ دیا تھا یعنی اس میں وسعت پیدا کی تھی۔عربی میں''التبقّر''توسع پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔اسی سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

''اے اہل تقوی کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور جبل عرفات پر تلبیہ پکارنے والوں سے افضل''۔

(12)ابن منظور مصری(متوفی:711ھ)

ابن منظور مصری اپنی کتاب''لسان العرب''میں لکھتے ہیں:

والتبقّر: التوسّع فی العلم، والمال. وکان یُقال لمحمّد بن علی بن الحسین بن علی الباقر، رضوان الله علیهم؛ لأنّه بقر العلم، وعرف أصلَه، واستنبط فرعَه، وتبقّر فی العلم. (لسان العرب 74/4)

''لفظ''التبقّر''علم اور دولت میں وسعت پیدا کرنے کو کہتے ہیں،محمد بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باقر کہا جاتا ہے کیوں کہ انھوں نے علم پھاڑ کر رکھ دیا تھا،اس کی اصل سے معرفت حاصل کی تھی،اس کی فروعات کا استنباط کیا تھا اور علم میں

وسعت اور مہارت پیدا کی تھی''۔

(13) شمس الدین محمد عثمان ذہبی (متوفی: 748ھ)

امام ذہبی اپنی کتاب ''العبر فی خبر مَن غبر''میں لکھتے ہیں:

وکان من فقهاء المدينة، وقيل له الباقر؛ لأنّه بقر العلم أی شقّه، وعرف أصلَه وخفيَّه. (العِبَر فی خبر مَن غَبَر 1/142)

''امام محترم فقہائے مدینہ میں سے تھے،انھیں باقر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ دیا تھا،اس کی اصل پہچان لی تھی اوراس کے مخفی پہلوؤں سے واقف ہو چکے تھے''۔

امام ذہبی اپنی دوسری کتاب ''سیر أعلام النبلاء''کے تیرہویں جزء میں لکھتے ہیں:

أبو جعفر الباقر، سيّدٌ إمام، فقيهٌ يصلح للخلافة. (سير أعلام النبلاء 13 /120)

''ابوجعفر باقر سید تھے،امام تھے،فقیہ تھے،خلافت کی اہلیت رکھتے تھے''۔

امام ذہبی اپنی اسی کتاب کے چوتھے جزء میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان أحد من جمع بين العلم والعمل والسؤدد والشرف والثقة والرزانة، وكان أهلاً للخلافة ...وشُهر أبو جعفر بالباقر، مِنْ:بَقَرَ العلم أی شقّه، فَعَرف أصلَه وخفيَّه، ولقد كان أبو جعفر إماماً مجتهداً تالياً لكتاب الله، كبير الشأن–إلى أنْ قال–وقد عدّه النسائی وغيره فی فقهاء التابعين بالمدينة، واتّفق الحفّاظ على الاحتجاج بأبی جعفر. (سير أعلام النبلاء 4 /402-403)

''امام باقر ان حضرات میں سے ایک تھے جو علم وعمل ،سیادت وشرف اور ثقاہت ووقار کے جامع تھے،امام محترم خلافت کے اہل تھے،ابوجعفر کو شہرت باقر کے لقب سے ملی ہے جو عربی محاورہ ''بَقَرَ العلم''سے ہے جس کا مطلب ہے کہ انھوں نے علم کو شق کر دیا

تھا،اس کی اصل تک پہنچ گئے تھے اوراس کے مخفی پہلوان پر واضح ہو گئے تھے۔ابوجعفر امام تھے،مجتہد تھے،کتاب اللہ کی بہ کثرت تلاوت کیا کرتے تھے،ان کی شان بڑی تھی،امام نسائی وغیرہ نے ان کا شمار مدینہ منورہ کے تابعین میں کیا ہے۔حفاظ حدیث کا ان سے حجت لینے پر اتفاق ہے''۔

(14)صلاح الدین،خلیل بن ایبک صفدی (متوفی:764ھ)

صلاح الدین صفدی اپنی کتاب''الوافی بالوفیات''میں لکھتے ہیں:

الباقر رضی الله عنه، محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم، أبو جعفر الباقر سیّد بنی هاشم فی وقته ...وکان أحد مَن جمع :العلم، والفقه، والدیانة، والثقة، والسؤدد، وکان یصلح للخلافة، وهو أحد الأئمّة الاثنی عشر الذین یعتقد الرافضة عصمتهم، وسمّی الباقر؛ لأنّه بَقَرَ العلم أی شقّهُ، فعرف أصلَهُ وخفیَّه(الوافی بالوفیات 2/102)

''امام باقر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب ہ ہے:محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم،ابوجعفر باقر،اپنے وقت میں بنو ہاشم کے سردار۔امام محترم ان لوگوں میں سے ایک تھے جو علم،فقہ،ادیان،ثقاہت اور سیادت کے جامع تھے،وہ خلافت کی اہلیت بھی رکھتے تھے،شیعہ حضرات جن بارہ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں،وہ ان میں سے ایک تھے،ان کو باقر کہا جاتا تھا کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ دیا تھا،اس کی اصل سے واقف تھے اوراس کے مخفی گوشے ان پر واضح ہو گئے تھے''۔

(15)عبداللہ بن اسعد یافعی (متوفی:768ھ)

عبداللہ بن اسعد یافعی اپنی کتاب'' مرآة الجنان ''میں سنہ۱۱۴ہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها تُوفّي أبو جعفر محمّد بن زين العابدين علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب رضوان الله عليهم، أحد الأئمّة الاثنی عشر فی اعتقاد الإماميّة، وهو والد جعفر الصادق، لُقّب بالباقر، لأنه بَقَرَ العلم أی شقّه وتوسّع فيه ..وفيه يقول الشاعر:

يا باقرَ العلمِ لأَهْلِ التُقَى وَخَيْرَ مَنْ رَكِبَ عَلَى الأَجْبُل

''اسی سنہ میں ابوجعفر محمد بن زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم کا انتقال ہوا جو امامیہ کے اعتقاد کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، وہ امام جعفر صادق کے والد محترم ہیں، ان کا لقب باقر ہے کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ ڈالا تھا اور اس میں وسعت پیدا کی تھی، اسی تعلق سے ایک شاعر کہتا ہے:

''اے اہل تقوی کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور جبل عرفات پر تلبیہ پکارنے والوں سے افضل''۔

عبداللہ بن عطاء کہتے ہیں:

ما رأيتُ العلماء عند أحد أصغر علماً منهم عند محمّد بن علی. (مرآة الجنان وعبرة اليقظان 1/195 - 194)

''میں نے محمد بن علی سے زیادہ علماء کو کسی کے سامنے خود کو علمی لحاظ سے چھوٹا محسوس کرتا ہوا نہیں دیکھا''۔

(16) حافظ ابوالفداء، اسماعیل بن کثیر دمشقی (متوفی:774ھ)

حافظ ابن کثیر اپنی کتاب '' البداية والنهاية'' میں لکھتے ہیں:

وهو محمّد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب القرشی الهاشمی أبو جعفر الباقر، وأمّه أمّ عبد الله بنت الحسن بن علی، وهو تابعی جليل، كبير القدر كثيراً، أحد أعلام هذهِ الأمة عِلماً وعَمَلاً وسيادةً

وشرفاً...

حدّث عنه جماعة من كبار التابعين وغيرهم، فمَنْ روى عنه ابنه جعفر الصادق، والحَكَم بن عتيبة، وربيعة، والأعمش، وأبو إسحاق السبيعى والأوزاعى والأعرج وهو أسنّ منه، وابن جريج، وعطاء، وعمرو بن دينار، والزهرى.

وقال سفيان بن عيينة عن جعفر الصادق، قال: حدّثنى أبى، وكان خير محمّدىّ يومئذ على وجه الأرض، وقال العجلى: وهو مدنى تابعى ثقة، وقال محمّد بن سعد: كان ثقة كثير الحديث. (البداية والنهاية 9/338)

''امام محترم کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب قرشی، ہاشمی ابوجعفر باقر۔ان کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی تھیں۔وہ جلیل القدر تابعی ہیں، بہت زیادہ قابل احترام ہیں، علم، عمل، سیادت وشرف کے میدان میں ان کا شمار کبار علماء میں ہوتا ہے۔

ان سے کبار تابعین وغیرہ کی ایک جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے جعفر صادق، حکم بن عتیبہ، ربیعہ، اعمش، ابواسحاق سبیعی، اوزاعی، اعرج (یہ عمر میں ان سے بڑے ہیں)، ابن جریج، عطاء، عمرو بن دیناراورزہری سرفہرست ہیں۔

سفیان بن عیینہ امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی اور وہ آج کی تاریخ میں روئے زمین پر سب سے افضل محمدی ہیں۔امام عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی، تابعی اور ثقہ ہیں۔محمد بن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں:

أبو جعفر محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب، كان أبوه على زين العابدين، وجدّه الحسين قُتلا شهيدَين بالعراق، وسمّى

بالباقر لبقره العلوم واستنباطه الحكم، كان ذاكراً خاشعاً صابراً، وكان من سلالة النبوّة، رفيع النسب عالي الحسب، وكان عارفاً بالخطرات، كثير البكاء والعبرات، مُعرِضاً عن الجدال والخصومات. (البداية والنهاية 9/339)

''ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے والد محترم امام زین العابدین تھے،ان کے والد اور دادا حسین عراق میں شہید کردیے گئے تھے۔(امام زین العابدین شہید نہیں کیے گئے تھے بلکہ انھیں قیدی بنا کر شام لے جایا گیا تھا)ان کا لقب باقر ہے کیوں کہ علم کی توسیع اور حکمتوں کے استنباط میں انھیں خصوصی مہارت تھی،وہ اللہ کا ذکر کرنے والے،اس کے سامنے سر جھکا دینے والے اوراس کے فیصلوں پر صبر کرنے والے تھے،ان کا تعلق اورخونی رشتہ خاندان نبوت سے تھا،وہ حسب ونسب کے اعتبار سے عالی مرتبت تھے،خطرات کو بھانپنے والے اورخوف الٰہی سے بہ کثرت آنسو بہانے والے اور اختلافات اورلڑائی جھگڑے سے دور رہنے والے تھے''۔

(17) محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی:817ھ)

محمد بن یعقوب فیروز آبادی اپنی کتاب ''القاموس المحیط''میں لکھتے ہیں:

والباقر:محمّد بن علی بن الحسین، رضی الله تعالی عنهم، لتبحّر فی العلم. (القاموس المحيط 1/376)

''محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لقب باقر ان کے علمی تبحر کی وجہ سے ہے''۔

(18) محمد بارسای بخاری (متوفی:822ھ)

محمد پارسا بخاری اپنی کتاب'' فصل الخطاب''میں لکھتے ہیں:

ومن أئمّة أهل البیت أبو جعفر محمّد الباقر سمّی بذلک؛ لأنّه بقر العلم أی شقّه فعرف أصلَه وعلم خفیَّه ...وهو تابعیٌ جلیل، إمام بارع،

مجمع على جلالته وكماله ...قال بعضهم: ما رأيت العلماء كان أقلّ علماً إلاّ عند الإمام محمّد الباقر رضى الله عنه. (ينابيع المودّة للقندوزى الحنفى 2/456)

''اہل بیت کے ائمہ میں ابوجعفر محمد الباقر بھی ہیں۔ان کا نام باقر اس لیے پڑا کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ ڈالا تھا،اس کی اصل اور اس کے مخفی گوشوں سے واقف تھے۔وہ ایک جلیل القدر تابعی،متقی امام ہیں،ان کی جلالت قدری اور کمال پر سب کا اتفاق ہے۔بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے صرف امام باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے علماء کو یہ احساس کرتے دیکھا ہے کہ وہ علم میں ان سے کہیں زیادہ کم تر ہیں''۔

(19) محمد بن محمد،شمس الدین جزری (متوفی:833ھ)

شمس الدین جزری اپنی کتاب''غاية النهاية فى طبقات القرّاء''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب، أبو جعفر الباقر؛ لأنّه بقر العلم -أى شقّه -وعرف ظاهره وخفيَّه، وكان سيّد بنى هاشم عِلْمَاً وفضلاً وسنّة. (حياة الإمام الباقر للشيخ القرشى 1/104)

''محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب،ابوجعفر الباقر کے نام سے مشہور ہیں کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ دیا تھا اور اس کے ظاہری اور باطنی گوشے ان کی گرفت میں تھے،علم وفضل اور عمر کے لحاظ سے وہ بنو ہاشم کے سردار تھے''۔

(20) حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی:852ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب''تهذيب التهذيب''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب الهاشمى، أبو جعفر الباقر، أمّه بنت الحسن بن على بن أبى طالب عليه السلام.

روى عنه ابنه جعفر، وإسحاق السبيعى، والأعرج، والزهرى،

وعـمـرو بـن ديـنـار، وأبـو جهـضـم مـوسى بن سالم، والقاسم بن الفضل، والأوزاعـى، وابـن جـريج، والأعمش، وشيبة بن نصاح، وعبد الله بن أبى بـكر بن عمرو بن حزم، وعبد الله بن عطاء ، وبسّام الصيرفى، وحرب بن سـريج، وحجاج بن أرطاة، ومحمّد بن سوقة، ومكحول بن راشد، ومعمر بن يحيى بن بسّام، وآخرون.

قـال ابـن سـعد: كان ثقة، كثير الحديث. وقال العجلى: مدنى، تابعى، ثقة. وقال ابن البرقى: كان فقيهاً فاضلاً.

وذكـره الـنّسائى فى فقهاء أهل المدينة من التابعين :إلى أنْ قال :قال الـزبيـر بـن بـكّـار: كـان يُـقـال لـمحمّد الباقر، باقر العلم. وقال محمّد بن الـمـنـكـدر: مـا رأيـت أحـداً يُـفَضَّلُ على على بن الحسين حتّى رأيتُ ابنه محمّداً، أردتُ يوماً أنْ أَعِظَهُ فوعظنى. (تهذيب التهذيب 7/331-330)

"محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی، ابوجعفر باقر کی والدہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

ان سے حدیث کی روایت ان کے بیٹے جعفر، اسحاق سبیعی، اعرج، زہری، عمرو بن دینار، ابو جہضم موسی بن سالم، قاسم بن فضل، اوزاعی، بن جریج، اعمش، شیبہ بن نصاح، عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم، عبداللہ بن عطاء، وبسام صیرفی، حرب بن سریج، حجاج بن ارطاۃ، محمد بن سوقہ، مکحول بن راشد، معمر بن یحی بن بسام اور بعض دوسرے حضرات نے کی ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں: امام باقر علیہ السلام ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ امام عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی، تابعی اور ثقہ تھے۔ ابن برقی کہتے ہیں: امام باقر علیہ السلام فقیہ اور فاضل تھے۔

امام نسائی نے ان کا تذکرہ مدینہ منورہ کے تابعی فقہاء میں کیا ہے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں: ان کو باقر اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ انھوں نے علم کو وسعت دی تھی۔

محمد بن منکدر کہتے ہیں: میں نے کسی کونہیں دیکھا کہ وہ علی بن حسین زین العابدین پر کسی کوفضیلت دیتا ہو یہاں تک کہ میں نے محمد کو دیکھا، میں نے ایک دن ان سے نصیحت کرنے سے کی درخواست کی تو انھوں نے مجھے نصیحت فرمائی''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب'' تقریب التهذیب ''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أبو جعفر الباقر، ثقة فاضل من الرابعة. (تقریب التهذیب 2/541)

''محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوجعفر باقر ثقہ اور فاضل تھے،ان کا تعلق طبقۂ چہارم سے تھا''۔

(21)ابن صباغ مالکی(متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب'' الفصول المهمّة ''میں امام باقر علیہ السلام پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه فکثیرة عدیدة، وأوصافه فحمیدة جلیلة. (الفصول المهمّة201)

''امام باقر علیہ السلام کے مناقب بے شمار اور بہت سے ہیں،ان کے اوصاف قابل تعریف اور جلیل القدر ہیں''۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

وکان محمّد بن علی بن الحسین علیهم السلام مع ما هو علیه من العلم والفضل والسؤدد والرئاسة والإمامة، ظاهر الجود فی الخاصّة والعامّة، مشهور الکرم فی الکافّة، معروفاً بالفضل والإحسان مع کثرة عیاله وتوسّط حاله. (الفصول المهمّة204)

''امام محمد بن علی بن حسین علیہم السلام علم وفضل،سیادت وریاست اورامامت کے ساتھ

ساتھ عوام وخواص کے لیے حد درجہ سخی تھے، تمام لوگوں میں ان کی کرم فرمائیاں عام تھیں، کثرت عیال اور اپنے متوسط احوال کے باوجود وہ اپنے فضل واحسان کے لیے مشہور تھے“۔

(22) جمال الدین ابومحاسن یوسف بن تغری بردی (متوفی: 874ھ)

جمال الدین ابومحاسن یوسف بن تغری بردی اتا بکی اپنی کتاب ”النجوم الزاھرة“ میں ۱۱۴ھ ہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها تُوفّي محمّد الباقر، كنيته: أبو جعفر بن علی زين العابدين بن الحسين بن علی بن أبی طالب، الهاشمی العلوی، سيّد بنی هاشم فی زمانه. (النجوم الزاهرة 1/5)

”اسی سنہ میں محمد باقر کی وفات ہوئی، ان کی کنیت اور نام ونسب یہ ہے: ابوجعفر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب، ہاشمی علوی۔ وہ اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار تھے“۔

(23) شمس الدین محمد بن طولون (متوفی: 953ھ)

شمس الدین محمد بن طولون اپنی کتاب ”الأئمّة الاثنا عشر“ میں لکھتے ہیں:

وهو أبو جعفر محمّد بن زين العابدين بن الحسين بن علی بن أبی طالب، رضی الله عنهم، الملقّب بالباقر، وهو والد جعفر الصادق، رضی الله عنهما. كان الباقر عالماً سيّداً كبيراً، وإنّما قيل له الباقر؛ لأنّه تبقّر فی العلم، أی توسّع. والتبقّر التوسّع. وفيه يقول الشاعر:

يَا بَاقِرَ العِلْمِ لأَهْلِ التُقَى
وَخَيْرَ مَنْ لَبَّى عَلَى الجَبَلِ

”ابوجعفر محمد بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا لقب باقر تھے، وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے والد محترم تھے۔ امام باقر عالم، سید اور بڑی

شان والے تھے، انھیں باقر کا لقب اس لیے ملا کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ ڈالا تھا یعنی اس میں وسعت پیدا کردی تھی۔ لفظ ''التبقّر ''توسع پیدا کرنے کے معنی میں آتا ہے، اسی مفہوم میں شاعر نے یہ شعر کہا ہے:

''اے اہل تقوی کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور جبل عرفات پر تلبیہ پکارنے والوں سے افضل''۔ (الأئمّة الاثنا عشر 81)

(24) محدث فقیہ احمد بن حجر ہیتمی مکی (متوفی: 974ھ)

احمد بن حجر ہیتمی اپنی کتاب ''الصواعق المحرقة ''میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ امام علی بن حسین کے گیارہ بیٹے اور چار بیٹے تھے، لکھتے ہیں:

هو وارثه منهم عبادةً وعلماً وزهادة، أبو جعفر محمّد الباقر سمّي بذلک :مِن بَقَر الأرض أی شقّها وأثار مُخبآتها ومكامِنَها؛ فلذلک هو أظهر مِن مخبآت كنوز المعارف وحقائق الأحكام والحِكَم واللطائف ما لا يخفى إلاّ على منطمس البصيرة أو فاسد الطَوِيَّة والسريرة، ومِن ثَمّ قيل فيه :هو باقر العلم وجامعه، وشاهر علمه ورافعه، صفا قلبه وزكا علمه وعمله، وطهرتْ نفسه وشرف خُلُقُهُ وعمرتْ أوقاته بطاعة الله، وله من الرسوم فى مقامات العارفين ما تكلّ عنه ألسنة الواصفين، وله كلمات كثيرة فى السلوک والمعارف لا تحتملها هذهِ العجالة، وكفاه شرفاً أنّ ابن المديني روى عن جابر أنّه قال له وهو صغير:رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يسلّم عليک، فقيل له:وكيف ذاک؟ قال: كنتُ جالساً عنده والحسين فى حجره وهو يداعبه، فقال:يا جابر، يولد له مولود اسمه علي، إذا كان يوم القيامة نادى منادٍ ليقم سيّد العابدين، فيقوم ولده، ثمّ يولد له ولد اسمه محمّد، فإنْ أدركتَه يا جابر فاقْرِئْهُ منّي السلام . (الصواعق

المحرقة304)

''امام زین العابدین کے تمام بیٹوں میں عبادت،علم اور زہد میں ان کے وارث اور جانشین ابوجعفر محمد باقر تھے۔ان کا یہ لقب ''بَقَر الأرض '' سے ہے یعنی اس نے زمین کو پھاڑ دیا،اوراس کے اندر کی چھپی ہوئی تمام چیزیں باہر نکال دیں۔اسی طرح امام باقر نے بھی معرفت کے خزانے،احکام کے حقائق اور ان کی حکمتیں اور لطائف کو ظاہر کردیا جو صرف اسی پر مخفی رہ سکتی ہیں جس کی بصیرت مسخ ہوگئی یا جس وطیرہ اور باطن فاسد ہوگیا ہو۔اسی لیے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا علم وسیع اور جامع تھا،ان کے علم کو شہرت ملی،انھوں نے علم کی شان بڑھائی،اپنے قلب کو مصفی کیا،اپنے علم وعمل کا تزکیہ فرمایا،ان کا باطن طہارت سے اور ان کے اخلاق مجد وشرف سے مزین تھے۔اللہ کی اطاعت سے ان کے تمام اوقات معمور رہا کرتے تھے،انھیں عارفین کے مقامات حاصل تھے،جن کی توصیف بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں،سلوک ومعارف کے باب میں ان کے فرمودات عالیہ کو یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں،ان کے شرف کے لیے وہ روایت کافی ہے جسے ابن مدینی نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے،سیدنا جابر نے امام باقر سے جب وہ ابھی چھوٹے تھے،کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو سلام بھیجا تھا۔ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟انھوں نے جواب دیا کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا،سیدنا حسینؓ آپ کی گود میں تھے،آپ ان سے کھیل رہے تھے،اسی موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: جابر!اس نواسے کے یہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔قیامت کے دن جب ایک ندا دینے والا صدا لگائے گا کہ سید العابدین کھڑے ہوں تو ان کا وہی بیٹا ہوگا۔پھر اس بیٹے کے یہاں بھی ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا،جابر اگر تمھاری اس بیٹے سے ملاقات ہو تو اس سے میرا سلام کہنا''۔

(25) ملا علی قاری (متوفی:1014ھ)

ملاعلی قاری اپنی کتاب ''شرح الشف''میں لکھتے ہیں:

هو أبو جعفر الباقر، سُمّی به لتبقّره فی العلم، أی لتوسّعه فیه ...روی عنه ابنه جعفر الصادق، والزهری، وابن جریج، والأوزاعی وآخرون، أخرج له الأئمّة الستّة. (شرح الشفا 1/343)

''وہ ابوجعفر باقر ہیں،ان کا نام باقر اس لیے پڑا کیوں کہ انھوں نے علم میں بڑی وسعت اور گہرائی پیدا کی تھی۔ان سے حدیث کی روایت ان کے بیٹے جعفر صادق،زہری، ابن جریج،اوزاعی اور بعض دوسرے حضرات نے کی ہے۔کتب ستہ کے محدثین نے ان سے احادیث کی تخریج کی ہے''۔

(26)احمد بن یوسف قرمانی(متوفی:1019ھ)

احمد بن یوسف قرمانی اپنی کتاب'' أخبار الدول''میں لکھتے ہیں:

امام محترم کا لقب باقر اس لیے پڑا کیوں کہ انھوں نے علم میں بڑی وسعت اور گہرائی پیدا کی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ ان کا لقب باقر سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری کی ایک روایت کی وجہ سے پڑا،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یا جابر، یوشَک أنْ تلحق بولدٍ لی مِن وُلد الحسین، اسمه کاسمی یبقر العلم بقراً، أی یفجّره تفجیراً، فإذا رأیته فاقرئه منّی السلام، قال جابر:فأخّر الله مدّتی حتّی رأیتُ الباقر، فَأَقْرَأْتُهُ السلام عن جدّه محمّد رسول الله صلّی الله علیه وسلّم.

''اے جابر!ممکن ہے تمھاری ملاقات حسین کے بیٹے کے ایک بیٹے سے ہو،جس کا نام میرا نام ہے جو علم کو پھاڑ کر اس میں ایک طوفان پیدا کردے گا۔جب تم اسے دیکھو تو اس سے میرا سلام کہنا۔سیدنا جابر بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھے طویل زندگی دی اور میں نے امام باقر کو دیکھا تو ان کے نانا محترم محمد رسول اللہ ﷺ کا سلام ان کی خدمت میں پیش کیا''۔

امام باقر علیہ السلام اپنے تمام بھائیوں کے درمیان آپ ہی اپنے والد کے جانشین تھے، اپنے والد کے وصی تھے اور ان کے بعد امامت کے منصب پر فائز تھے۔

حسنین کریمین کی اولاد میں کسی سے علم دین وسنن، علم قرآن وسیر اور علم زبان وادب اس سطح کا ظاہر نہیں ہوا جس سطح پر ابوجعفر باقر سے ظاہر ہوا۔

دین کی روایات ان سے ان کے دور میں موجود صحابہ کرام اور کبار تابعین نے نقل کی ہیں۔امام باقر علیہ السلام کے سلسلے میں قرطبی کہتے ہیں:

يَا بَاقِرَ العِلْمِ لأَهْلِ التُقَى

وَخَيْرَ مَنْ لَبَّى عَلَى الجَبَلِ

''اے اہل تقوی کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور جبل عرفات پر تلبیہ پکارنے والوں سے افضل''۔

آگے مزید لکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی نے بیان کیا ہے:

میں مکہ اور مدینہ کے درمیان چلا جا رہا تھا کہ سامنے سے کوئی ہیولی نظر آیا جو کبھی چمکتا اور کبھی چھپ جاتا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے قریب آ گیا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ ساتویں یا آٹھویں ماہ میں پیدا ہونے والا ایک بچہ تھا۔اس نے مجھے سلام کیا، میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

میں نے اس سے پوچھا: کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟

اس نے کہا: میں عربی نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔

میں نے کہا: اپنی حقیقت مجھ پر مزید واضح کرو۔

اس نے کہا: میں قرشی ہوں۔میں نے کہا: کچھ مزید بتاؤ؟

اس نے جواب دیا: میں علوی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، پھر اس نے خود ہی یہ اشعار پڑھے:

وَنَحْنُ عَلَى الحَوْضِ رُوَّادُهُ

نَذُوْدُ و تَسْعَدُ وُرَّادُهُ

''ہم حوض کوثر پر پہنچنے والوں میں سے ہیں، جہاں سے کچھ لوگوں کو دور بھگائیں گے،اس سے سیرابی حاصل کرنے والے سعادت مند ہوں گے''۔

فَمَا فَازَ مَنْ فَازَ إلاّ بنَا
و مَا خَابَ مَنْ حُبِّنَا زَادُهُ

''جو بھی اس دن کامیاب ہوگا، وہ صرف ہماری برکت سے کامیاب ہوگا اور جس نے اپنا توشۂ آخرت ہماری محبت بنایا ہوگا، وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا''۔

فَمَنْ سَرّنا نَالَ مِنَّا السُرُوْرَ
وَمَنْ سَاءَ نَا سَاءَ مِيْلادُهُ

''جو ہمیں خوشیاں دے گا، وہ جواب میں ہماری طرف سے خوشیاں پائے گا اور جس نے ہمیں غم دیے، تکلیف پہنچائی، اس کی پیدائش ہی بری ہوجائے گی''۔

وَمَنْ كَانَ غَاصِبَنَا حَقَّنَا
فَيَوْمَ القِيَامَةِ مِيْعَادُهُ

''جس کسی نے ہمارے حقوق غصب کیے ہوں گے، ہمارے حق چھینے ہوں گے،تو قیامت کا دن اس کے لیے حساب کا مقرر کردیا گیا ہے''۔

پھر اس اجنبی نوجوان نے آگے بتایا: میں محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں،اس کے بعد جیسے ہی میری توجہ ہٹی یو وہ میری نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ زمین کے اندر اتر گیا یا آسمان میں چڑھ گیا''۔(أخبار الدول و آثار الأُوَل 331/1)

(27)ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد ابن العماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

ابن العماد حنبلی اپنی کتاب'' شذرات الذهب ''میں ۱۱۴ھ ہجری کے واقعات کا

تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها تُوفّي السيّد أبو جعفر محمّد الباقر بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب...وكان من فقهاء المدينة، وقيل له الباقر، لأنّه بقر العلم، أي شقّه، وعَرف أصله وخفيَّه، وتوسّع فيه، وهو أحد الأئمّة الاثني عشر على اعتقاد الإماميّة.

''اسی سنہ میں سید ابوجعفر محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی وفات ہوئی۔وہ فقہائے مدینہ میں سے تھے۔ان کا لقب باقر تھا کیوں کہ انھوں نے انھوں نے علم کو پھاڑ لیا تھا،اس کی اصل اور اس کے مخفی گوشوں سے واقف ہوگئے تھے، انھوں نے علم میں بڑی وسعت پیدا کی تھی۔امامیہ کے اعتقاد کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے ایک تھے''۔

عبداللہ بن عطاء کہتے ہیں:

ما رأيتُ العلماء عند أحد، أصغر منهم علماً عنده .وله كلام نافع في الحكم والمواعظ.

''میں نے علماء کو محمد بن علی سے زیادہ کسی کے سامنے خود کو علمی لحاظ سے چھوٹا محسوس کرتا ہوا نہیں دیکھا ۔حکمت اور مواعظ کے سلسلے میں ان کے کئی ایک مفید ارشادات ہیں' '۔

(**شذرات الذهب في أخبار مَن ذَهَب** 260/1)

(28) حسین بن محمد دیار بکری (متوفی: 1111ھ)

حسین بن محمد دیار بکری اپنی کتاب ''**تاريخ الخميس**''میں لکھتے ہیں:

محمّد الباقر بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب، يُكّنى أبا جعفر، ولُقّب بالباقر لتبقّره في العلم وتوسّعه فيه. (تاريخ الخميس 2 / 286)

''محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی کنیت ابوجعفر ہے اور لقب باقر

کیوں کہ انھوں نے علم کاڑ ڈالا تھا اور اس میں وسعت اور گہرائی پیدا کی تھی“۔

وہ ۱۱۴ھ ہجری کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها مات الإمام، أبو جعفر محمّد بن على بن الحسين العلوى، الباقر، الفقيه، وله ثمان وخمسون سنة. (تاريخ الخميس 2/ 319)

”اسی سنہ میں امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین علوی کی وفات ہوئی، ان کا لقب باقر تھا اور وہ فقیہ تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۵۸ر سال کی تھی“۔

(29) محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (متوفی: 1122ھ)

محمد بن عبدالباقی زرقانی موطا امام مالک پر اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

محمّد الباقر بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب، الهاشمى، الثقة، الفاضل، من سادات آل البيت. (شرح الزرقانى على موطّأ الإمام مالك 2/ 403)

”محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ہاشمی، ثقہ تھے، فاضل تھے اور سادات اہل بیت میں سے تھے“۔

(30) شیخ عبداللہ بن عامر شبراوی (متوفی: 1171ھ)

شیخ عبداللہ بن عامر شبراوی اپنی کتاب ”الإتحاف بحبّ الأشراف“ میں لکھتے ہیں:

الخامس من الأئمّة محمّد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم ...وكُنِّيَ أبا جعفر ولقّب بالباقر؛ لبقره العلم.يُقال بَقَرَ الشيء:فجّره.

”پانچویں امام محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کی کنیت ابوجعفر تھی اور لقب باقر تھا کیوں کہ ان کا علم وسیع اور گہرا تھا۔ عربی زبان میں ”“ کہتے ہیں کہ اس نے دریا بہا دیے“۔

ان کے علوم کا روایات کے ذریعے ب چرچا ہوا اور اس پر مدحیہ اشعار کہے گئے ۔اسی تعلق سے مالک جہنی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

إِذَا طَلَبَ النَّاس عِلْمَ القُرْآنِ

كَانَتُ قُرَيْشٌ عَلَيْهِ عِيَالا

''جب لوگوں کو قرآنی علام کی طلب ہوئی تو قریش کے تمام لوگ امام باقر علیہ السلام کے محتاج بن گئے''۔

وإنْ فَاهَ فِيْهُ ابنِ بِنْتِ النبى

تلقّتُ يَدَاهُ فُرُوْعَاً طوالا

''ان کے منہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کے بیٹے کا لعاب دہن شامل ہے اور ان کے لمبے ہاتھوں نے علم کو اس کی تمام شاخوں سمیت اپنی گرفت میں لے لیا ہے''۔

نجومٌ تُهَلِّلُ لِلْمُدْلِجِيْنَ

فَتَهْدِى بِأَنْوَارِهِنَّ الرِجَالا

''وہ ایسے روشن ستارے ہیں، جو تاریکیوں میں چلنے والوں کو چمک فراہم کرتے ہیں اور ان کی روشنی میں لوگ صحیح راستہ پاتے ہیں''۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب ومحاسن کا تذکرہ مرور ایام کے ساتھ جاری رہے گا ۔ان کے فضائل کی شہادت ہر خاص وعام نے دی ہے ۔اسی سلسلے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

قَالَ فِيْه البَلِيْغ مَا قَالَ ذُو العى

و كُلٌّ بفَضْلِهِ مَنْطِيْق

''امام باقر عہ السلام کے فضل وکمال کا تذکرہ جس طرح فصیح وبلیغ شعراء نے کیا ہے ،اسی طرح اس فن سے عاجز نے بھی کیا ہے، ہر ایک ان کی فضیلت کا معترف ہے''۔

وَ کَذَاکَ العَدُوّ لَمْ یَعدُ أنْ قَا
لَ جَمِیْلاً فَمَا یَقُوْلُ الصَدِیْق

''اسی طرح دشمن بھی امام باقر علیہ السلام کی فضیلت کا انکار نہیں کر سکا بلکہ ان سلسلے میں خوبصورت بات کہی تو اندازہ کر سکتے ہیں کہ دوست کیا کچھ نہیں کہے گا''۔

محمد بن منکدر رہیں:

وما كنتُ أرى أنّ مثل على بن الحسين يدع خلفاً يقاربه فى الفضل حتّى رأيت ابنه محمّداً الباقر. (الإتحاف بحبّ الأشراف145-143)

''میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ امام علی بن حسین زین العابدین اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی جانشین چھوڑیں گے لیکن جب میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو مجھے اپنے رائے بدلنی پڑی''۔

(31) محمد بن محمد زبیدی (متوفی:1205ھ)

محمد بن محمد زبیدی اپنی کتاب'' تاج العروس ''میں لکھتے ہیں:

(والباقر) لُقّب الإمام أبى عبد الله وأبى جعفر (محمّد بن) الإمام (على) زين العابدين (بن الحسين) بن على (رضى الله تعالى عنهم) وُلد بالمدينة سنة 57 من الهجرة، وأمّه :فاطمة بنت الحسن بن على، فهو أوّل هاشمى وُلِدَ مِن هاشميَّيْن علوى من علويِّين، عاش سبعاً وخمسين سنة وتُوفّى بالمدينة سنة 114 :، ودُفِنَ بالبقيع عند أبيه وعمّه ...وإنّما لُقّب به؛ (لتبحّره فى العلم) وتوسّعه وفى اللسان لأنّه بقر العلم وعرف أصلَه واستنبط فرعه. قلت: وقد ورد فى بعض الآثار عن جابر بن عبد الله الأنصارى أنّ النبى صلّى الله عليه وسلّم قال له: يُوشَكَ أنْ تبقى حتّى تلقى وَلَداً لى من الحسين يُقال له محمّد يَبْقُر العلمَ بقراً فإذا لقيتَه فَاقْرِئْهُ

منّی السلام. خرّجه أئمّة النسب. (تاج العروس 55/3)

''باقر امام ابوعبداللہ اور ابوجعفر محمد بن امام علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا لقب ہے۔ ۵۷ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو امام حسن بن علی کی بیٹی تھیں، وہ پہلے ہاشمی تھے جو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے اور وہ علویوں میں سے ایک علوی تھے، ۵۷ سال کی عمر پائی، مدینہ منورہ میں ۱۱۴ھ ہجری میں وفات ہوئی۔ بقیع میں اپنے والد اور چچا کے قریب دفن کیے گئے۔ ان کا لقب باقر ان کے تبحر علمی کی وجہ سے پڑا، ان کا علم بڑا وسیع تھا۔ ''لسان العرب'' میں ہے کہ چوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ ڈالا تھا، اس کی اصل جان گئے تھے اور اس کی فروعات کا استنباط کر لیا تھا، اس لیے ان کا لقب باقر پڑا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ بعض آثار میں جابر بن عبداللہ انصاری کی ایک روایت ملتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: ممکن ہے کہ تمھاری زندگی دراز ہو اور تمھاری ملاقات حسین ظ کے ایک پوتے سے ہو جن کا نام محمد ہوگا، وہ علم کو کھود نکالیں گے اور اس کو وسیع کر دیں گے۔ اگر تمھاری ان سے ملاقات ہو تو انھیں میرا اسلام کہہ دینا۔ ائمہ نسب نے اس روایت کی تخریج کی ہے''۔

(32) محمد بن علی صبان (متوفی: 1206ھ)

محمد بن علی صبان اپنی کتاب ''إسعاف الراغبین'' میں لکھتے ہیں:

وأمّا محمّد الباقر رضی الله عنه، فهو صاحب المعارف وأخو الدقائق والـلطائف، ظهرتُ كراماته، وكثرتُ فی السلوك إشاراتُه، لُقّب بالباقر؛ لأنّه بقر العلم أی شقّه، فعرف أصلَه وخفيَّه. (إسعاف الراغبين250)

''امام محمد باقر رضی اللہ عنہ صاحب معارف تھے، دقائق ولطائف سے ان کا سینہ معمور تھا، ان کے ہاتھ پر بہت سی کرامات کا ظہور ہوا، سلوک کے میدان میں ان کے اشارے بیش قیمت ہیں، ان کا لقب باقر اس لیے پڑا کیوں کہ انھوں نے علم کو پھاڑ لیا تھا

اوراس کی اصل اوراس کے مخفی گوشے ان کی گرفت میں آچکے تھے''۔

(33)ابوالفوزمحمدامین سویدی(متوفی:1246ھ)

ابوالفوزمحمدامین سویدی اپنی کتاب'' سبائک الذهب''میں لکھتے ہیں:

لقّب بالباقر لِمَا رَوی جابر بن عبد الله الأنصاری قال:قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم:یولد مِن وُلد الحسین، اسمه کاسمی، یبقر العلم بَقْراً أی یفجّره تفجیراً، فإذا رأیتَه فَاقْرِئْهُ منّی السلام ،قال جابر رضی الله عنه :فأخّر الله مدّتی حتّی رأیتُ الباقر فَقَرَأْتُهُ السلام عن جدّه رسول الله صلّی الله علیه وسلّم، وکان خلیفة أبیه من بین إخوته، ووصیّه، والقائم بالأمر مِن بعده ...ولم یظهر عن أحد من أولاد الحسین مِن علم الدین والسنن وعلم السّیر وفنون الآداب ما ظهر عن أبی جعفر رضی الله عنه .(سبائک الذهب74)

''ان کا لقب باقر اس روایت کی وجہ سے پڑا جو جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:ین کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوگی،جس کا نام میرا نام ہوگا جوعلم کو پھاڑ کراس میں تموج پیدا کردے گا۔جب تم اسے دیکھوتو اس سے میرا سلام کہنا۔سیدنا جابر بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھے طویل زندگی دی اور میں نے امام باقر کو دیکھاتو ان کے نانا محترم محمد رسول اللہﷺ کا سلام ان کی خدمت میں پیش کیا۔امام باقر علیہ السلام اپنے تمام بھائیوں کے درمیان آپ ہی اپنے والد کے جانشین تھے،اپنے والد کے وصی تھے اوران کے بعد امامت کے منصب پر فائز تھے۔حسنین کریمین کی اولاد میں کسی سے علم دین وسنن،علم قرآن وسیر اورعلم زبان وادب اس سطح کا ظاہر نہیں ہوا جس سطح پرابوجعفر باقر سے ظاہر ہوا''۔

(34)یوسف بن اسماعیل نبہانی(متوفی:1350ھ)

یوسف بن اسماعیل نبہانی اپنی کتاب ’’ **جامع كرامات الأولياء**‘‘ میں لکھتے ہیں:

محمّد الباقر بن علی زين العابدين بن الحسين رضی الله عنهما، أحد أئمّة ساداتنا آل البيت الكرام، وأوحد أعيان العلماء الأعلام. (جامع كرامات الأولياء 1/164)

’’محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہما آل بیت کرام کے ہمارے ائمہ سادات میں سے ایک تھے۔ان کا شمار علمائے کبار میں اپنی انفرادی شان کے ساتھ ہوتا تھا‘‘۔

(35) خیرالدین زرکلی (متوفی:ھ)

خیرالدین زرکلی اپنی کتاب ’’**الأعلام**‘‘ میں لکھتے ہیں:

محمّد بن علی زين العابدين بن الحسين الطالبی الهاشمی القرشی، أبو جعفر الباقر، خامس الأئمّة الاثنی عشر عند الإماميّة، كان ناسكاً عابداً، له فی العلم وتفسير القرآن آراء وأقوال.

’’محمد بن علی زین العابدین بن حسین طالبی ہاشمی قرشی، ابوجعفر باقر،امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے پانچویں امام ہیں۔امام باقر علیہ السلام عابد وزاہد تھے،علم اورتفسیر قرآن کے سلسلے میں ان کی بہت سی آراءاوران کے بہت سے اقوال ہیں‘‘۔

اس کے علاوہ کئی ایک علماء جیسے نسائی، ابن برقی،عجلی،عبداللہ بن عطاء اور محمد بن منکدر وغیرہ کے اقوال ان کی مدح وثنا میں گزر چکے ہیں۔اسی طرح کتابیں امام کے ترجمہ،ان کی مدح اوران کے فضائل کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔اہل علم ومعرفت ان کی جلالت قدراورعظیم منزلت پرمتفق ہیں۔اختصار کے پیش نظرطوالت سے بچتے ہوئے ہم اسی پراکتفا کررہے ہیں۔ (الأعلام6/270،220،222،223،225،229،231)

فصل پنجم

اہل بیت کے چھٹے امام

جعفر بن محمد علیہ السلام

امام علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

طاہر اور پاکیزہ ذات گرامی، بلند وعظیم ہستی کی طرف متوجہ، جو اعلی اقدار، اسلامی اساسیات، اخلاق ومکارم اور بابرکت علوم محمد یہ کے افق پر ہمیشہ روشن رہے گی۔ یہ ذات گرامی ہے ہمارے امام جعفر بن محمد صادق کی جنھوں نے اپنے علم اور اپنی فقاہت سے دنیا کو بھر دیا، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہنا پڑا:

ما رأيتُ أفقه من جعفر بن محمّد.(الوافی بالوفیات للصفدی127/11)

''میری آنکھوں نے امام جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا''۔

ان کا اسم کئی شہروں میں عام ہوا،لوگوں نے ان سے جن علوم کی تحصیل کی ،اسے قافلوں نے دور دور تک پہنچایا،وہ نبوی اخلاق اور ہاشمی مکارم سے مزین تھے، ان کی بلندی آسمان چھورہی تھی ،وہ ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تھے جن سے انسانیت ہمیشہ سیراب ہوتی رہے گی ، ان کے علمی سرچشمے سے اپنی پیاس بجھاتی رہے گی اور ان روشن صفات سے کمال وبلندی سے ہم کنار ہوتی رہے گی جن میں نبوت کی خوشبو اور رسالت خالدہ کا فیض شامل ہے۔

امام محترم صحیح معنوں میں انسانیت کا فخر تھے اور جب تک دنیا باقی رہے گی اور اس میں یکے بعد دیگرے نسلیں آتی جاتی رہیں گی،اس میں وہ ایک معجزہ کی طرح موجود رہیں گے۔وہ تمام فضائل اور مکارم اخلاق کا مجموعہ تھے ،اپنے روشن علوم کی فیض رسانی سے انھوں نے دنیا بھر دی تھی۔

ہم یہاں اپنے قارئین کرام کی ان اقوال کی سیر کرائیں گے جو اس بابرکت شخصیت پر کبار علمائے اہل سنت کے ہیں اور جو اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں۔اس سے پہلے کہ ہم ان اقوال کا تذکرہ کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام محترم کی حیات اور شخصیت پر

مختصر انداز میں گفتگو کر لی جائے۔

امام محترم کا نام ونسب یہ ہے:

امام جعفر بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین الشہید بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔ان کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں، وہ انتہائی نیک، عبادت گزار اور اپنے دور کی سب سے متقی خاتون تھیں۔(عیون المعجزات 85)

ان کے بارے میں ہمارے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

كانت أمّي مِمَّن آمنتْ واتّقتْ وأحسنتْ والله يحبّ المحسنينْ.

''میری والدہ ان خواتین میں سے تھیں، جو ایمان لائیں، اپنے یقین کو مستحکم کیا، اور اپنے عمل کو اچھا بنایا۔اللہ اپنے مخلص بندوں سے محبت کرتا ہے''۔

امام جعفر علیہ السلام کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۳ر ہجری میں ہوئی۔

ان کی ولادت کا مہینہ اور تاریخ ۱۷ر ربیع الاول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ اور مہینہ سے قریب ہے۔

امام محترم کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

امام موصوف کے کئی ایک القاب ہیں، جن میں معروف ترین صادق ہے، اس کے علاوہ صابر، فاضل اور طاہر بھی ان کے القاب ہیں (مطالب السؤول 2/111)

اپنے والد امام باقر علیہ السلام کی وفات کے بعد ۱۱۴ر ہجری میں مسلمانوں کے امام تسلیم کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ۳۱ر سال کی تھی۔

انھوں نے اپنی امامت کے دوران بنوامیہ کے پانچ اور بنوعباس کے دو حکم رانوں کا زمانہ دیکھا۔

بنوامیہ کے پانچ حکم راں یہ ہیں:

ہشام بن عبد الملک، ولید بن یزید بن عبد الملک، یزید بن ولید بن عبد الملک، ابراہیم بن ولید بن عبدالملک، مروان بن محمد بن مروان بن حکم معروف بہ مروان حمار۔

جب کہ بنوعباس کے دوحکمراں ہیں: ابوالعباس سفاح اور ابوجعفر منصور۔

امام جعفر صادق کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ وہ اپنے معاصر اہل علم اور اصحاب فضیلت سے کہیں آگے تھے۔ اپنے دور میں وہ اسلامی علوم کے جامع سمجھے جاتے تھے۔ اصحاب حدیث نے ان سے حدیث کی روایت کرنے والے ثقہ راویان حدیث کی فہرست تیار کی تو اختلاف آراء اور محدثانہ کلام کے باوجود ان کی تعداد چار ہزار تھی۔

حسن بن علی وشاء بیان کرتے ہیں:

أدركتُ في هذا المسجد -أي مسجد الكوفة -تسعمائة شيخ كلّ يقول: حدثني جعفر بن محمّد .

''میں نے اس مسجد کوفہ میں نوسوشیوخ حدیث کو پایا ہے جن میں سے ہر شیخ یہ کہتا تھا کہ مجھ سے حدیث بیان کی جعفر بن محمد نے''۔

ہمارے امام صادق علیہ السلام کی وفات شدید اعتقادی اور فکری جہاد اور ظالم حکمرانوں خاص طور پر ابوجعفر منصور کی سخت دشمنی کے بعد شوال ۱۴۸ ؍ہجری میں ہوئی۔

امام محترم کو قبرستان بقیع میں اپنے والد، دادا اور چچا امام حسن علیہم السلام کے ساتھ دفن کیا گیا۔

امام جعفر علیہ السلام علماء اور کبار اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں ہم علماء اور کبار اہل سنت کے اقوال پیش کررہے ہیں، ان سے اندازہ ہوگا کہ امام صادق علیہ السلام کا مقام کیا تھا:

(1) امام ابوحنیفہ نعمان (متوفی: 150ھ)

امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ما رأيتُ أحداً أفقه من جعفر بن محمّد، لمّا أقدمه المنصور الحيرة، بعث إليّ فقال: يا أبا حنيفة إنّ الناس قد فُتنوا بجعفر بن محمّد فهيّء له من

مسائلک تلک الصعاب، قال:فهيّأتُ له أربعين مسألة، ثمّ بعث إليّ أبو جعفر فأتيتُه بالحيرة فدخلتُ عليه، وجعفر جالس عن يمينه، فلمّا بصرتُ بهما دخلني لجعفر من الهيبة ما لم يدخلني لأبي جعفر، فسلمتُ وأذِن لي، فجلستُ ثمّ التفت إلى جعفر، فقال:يا أبا عبد الله تعرف هذا؟ قال: نعم، هذا أبو حنيفة، ثمّ أتبعها قد أتانا.ثمّ قال:يا أبا حنيفة هات من مسائلک نسأل أبا عبد الله، وابتدأتُ أسأله، وكان يقول في المسألة: أنتم تقولون فيها كذا وكذا، وأهل المدينة يقولون كذا وكذا، ونحن نقول كذا وكذا، فربّما تابعنا وربّما تابع أهل المدينة وربّما خالفنا جميعاً، حتّى أتيتُ على أربعين مسألة ما أخبرت منها مسألة، ثمّ قال أبو حنيفة :أليس قد روينا أنّ أعلم الناس أعلمهم باختلاف الناس. (تهذيب الكمال للمزی : ج 5، ص79، سير أعلام النبلاء للذهبي: ج 6، ص 258-257)

’’میں نے امام جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، جب انھیں منصور حیرہ لایا تو میرے پاس بلاوا بھیجا اور کہا: اے ابوحنیفہ! جعفر بن محمد کی وجہ سے لوگ فتنے میں پڑ گئے ہیں، ان سے پوچھنے کے لیے مشکل ترین سوالات تیار کرو۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ خلیفہ کا یہ سن کر میں نے مشکل ترین سوالات تیار کیے پھر ابوجعفر نے مجھے بلوایا اور میں حیرہ پہنچ گیا۔ میں ابوجعفر منصور کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ امام جعفر صادق اس کے داہنے طرف بیٹھے ہیں۔ جب دونوں پر میری نگاہ پڑی تو امام جعفر کی جو ہیبت مجھ پر طاری ہوئی، وہ ابوجعفر کو دیکھ کر نہیں ہوئی۔ میں نے سلام کیا، مجھے اندر آنے کی اجازت ملی، میں بیٹھ گیا اور پھر امام جعفر کی طرف متوجہ ہوا۔ ابوجعفر منصور نے پوچھا: اے ابوعبداللہ! جانتے ہو یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، یہ ابوحنیفہ ہیں۔ پھر بادشاہ نے ان سے میرے آنے کی وجہ بتائی۔ اس نے کہا: اے ابوحنیفہ! اپنے سوالات لاؤ، ہم ابوعبداللہ سے پوچھیں گے۔ چنانچہ میں نے اپنے سوالات شروع کیے۔ ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ فرماتے: اس

مسئلے میں تم یہ کہتے ہو، اہل مدینہ کا موقف یہ ہے اور ہم اس مسئلے میں یہ کہتے ہیں۔ کبھی وہ ہماری موافقت کرتے، کبھی اہل مدینہ کی موافقت کرتے اور کبھی ہم دونوں کی مخالفت کرتے، اسی طرح میں نے ان سے چالیس سوالات کیے اور انھوں نے ہر ایک کا جواب دیا۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کیا ہم سے یہ روایت بیان نہیں کی گئی ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو لوگوں کے اختلافات کو اچھی طرح جانتا ہے''۔

''**مختصر التحفة الاثنی عشریّة**'' میں ہے کہ انھوں نے کہا:

لو لا السنتان لهلك النعمان. (مختصر التحفة الاثنی عشریّة9)

''اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا''۔

یہاں دو سال سے وہ دو سال مراد ہیں جن میں امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بحر علم سے سیرابی حاصل کی تھی۔

حافظ شمس الدین محمد بن محمد جزری کہتے ہیں:

وثبتَ عندنا أنّ كلاً من الإمام مالك، وأبی حنيفة رحمهما الله تعالی، صحب الإمام أبا عبد الله جعفر بن محمّد الصادق حتّی قال أبو حنيفة: ما رأيتُ أفقه منه، وقد دخلنی منه من الهيبة ما لم يدخلنی للمنصور. (أسنی المطالب فی مناقب سيّدنا علی بن أبی طالب55)

''ہمارے نزدیک یہ ثابت ہے کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ دونوں نے امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق علیہ السلام کی صحبت اٹھائی ہے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے منصور کو دیکھ کر وہ ہیبت طاری نہیں ہوئی جو امام جعفر صادق کو دیکھ کر طاری ہوئی''۔

(2) امام مالک بن انس (متوفی: 179ھ)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

ولـقـد كنتُ أرى جعفر بن محمّد وكان كثير الدعابة والتبسّم، فإذا ذُكِرَ عـنده النبيّ صلّى الله عليه وسلّم اصفرَّ، وما رأيتُه يُحدّث عن رسول الـلـه صـلّـى الـله عليه وسلّم إلاّ على طهارة، ولقد اختلفتُ إليه زمانا، فما كـنـتُ أراه إلاّ على ثلاث خصال إمّا مصلّياً وإمّا صامتاً ، وإمّا يقرأ القرآن، ولا يتـكـلّـم فيـما لا يعنيه، وكان من العلماء والعبّاد الذين يخشون الله عزّ وجل. (۴)

''میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تو انھیں بہت زیادہ خوش اور ہنس مکھ دیکھا کرتا تھا۔ جب ان کے پاس نبی اکرمﷺ کا تذکرہ ہوتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جایا کرتا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ بغیر طہارت کے حدیث بیان کرتے ہوں، میں ایک زمانے تک ان کے پاس آتا جاتا رہا۔ میں نے جب بھی انھیں دیکھا تو تو انھیں نماز پڑھتے یا روزے کی حالت میں دیکھا یا پھر انھیں قرآن کی تلاوت کرتے دیکھا، کبھی لایعنی بات نہیں کرتے تھے، وہ ان علماء اور عابد گزاروں میں تھے جو صرف اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں''۔

(ان کا یہ کلام قاضی عیاض نے اپنی کتاب'' الشفا بتعريف حقوق المصطفى '' [2/42] میں نقل کیا ہے، اور تقریباً اسی طرح کے الفاظ حافظ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب ''تهذيب التهذيب'' [2/70] میں نقل کیے ہیں)

(3) امام احمد بن حنبل (متوفی: 241ھ)

امام احمد بن حنبل نے ایک سند جو اس طرح ہے:

الإمـام عـلـى الرضا، عن أبيه موسى الكاظم، عن أبيه جعفر الصادق، عـن أبيـه مـحـمّـد البـاقر، عن أبيه علي زين العابدين، عن أبيه الحسين بن عـلـي، عن أبيه علي بن أبي طالب، عن الرسول الأكرم صلوات الله عليهم أجمعين.

اس پر یہ فرمایا:

لـو قرأت هذا الإسناد على مجنون لبرء مِن جُنَّتِهِ . (الصواعق المحرقة لابن حجر الهيتمی، ص:310)

''اگر میں یہ سند کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اپنے جنون سے شفا پا جائے''۔

(4) ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی:250ھ)

ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ اپنے رسائل میں ان باتوں کی تردید کرتے ہوئے جن کی وجہ سے بنوامیہ بنوہاشم پر فخر کرتے تھے، لکھتے ہیں:

فـأمّـا الـفقه والعلم والتفسير والتأويل، فإنْ ذكرتموه لم يكن لكم فيه أحـد، وكـان لنا فيه مثل على بن أبى طالب ...وجـعفر بن محمّد الذى ملأ الـدنيـا عـلـمـه وفـقـهـه. ويُـقـال إنّ أبا حنيفة مِن تلامذته وكذلک سفيان الثورى، وحسبک بهما فى هذا الباب. (رسائل الجاحظ106)

''جہاں تک سوال فقہ، علم، تفسیر اور تاویل کی بات ہے تو ان علوم میں تمھارے یہاں کوئی نہیں، جب کہ ہمارے یہاں علی بن ابی طالب۔۔۔۔اور جعفر بن محمد جیسے عظیم حضرات ہیں جنھوں نے دنیا کو اپنے علم اور فقہ سے بھر دیا تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام جعفر کے تلامذہ میں سے تھے، اسی طرح سفیان ثوری بھی ان کے شاگرد تھے۔ اس باب میں انھیں دونوں کا ان کا شاگرد ہونا ان کی عظمت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے''۔

اسی طرح جاحظ نے اہل بیت کے دس اماموں کی تعریف کرتے ہوئے ضمناً امام صادق علیہ السلام کا بھی ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَمـنِ الـذى يُـعَدُّ مِنْ قريش أو من غيرهم ما يَعُدُّه الطالبيّون عشرة فى نَسَـق؛ كـلّ واحد منهم: عالمٌ، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاکٍ، فـمـنهم خلفاء، ومنهم مُرشّحون: ابـن ابـن ابن ابن، هكذا إلى عشرة، وهم

الحسن العسكری بن علی بن محمّد بن علی بن موسی بن جعفر الصادق بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی علیهم السلام،وهذا لم یتّفق لبیتٍ من بیوت العرب ولا من بیُوت العجم. (رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے،زاہد ہے،عابد ہے،بہادر ہے،سخی ہے،طاہر ہے،صاحب تزکیہ ہے،ان میں سے بعض خلفاء ہیں،بعض بہترین منتظم ہیں، بیٹا،پوتا،پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں:حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(5) حافظ احمد بن عبداللہ عجلی (متوفی:261ھ)

حافظ احمد بن عبداللہ عجلی اپنی کتاب ''معرفة الثقات''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم أجمعین، ولهم شیء لیس لغیرهم، خمسة أئمّة ...(معرفة الثقات 1/270)

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین،ان حضرات کو جو مقام حاصل نہیں جو ان کو ہے،وہ یعنی امام جعفر اہل بیت کے پانچویں امام تھے''۔

(6) محمد بن ادریس،ابوحاتم رازی (متوفی:277ھ)

محمد بن ادریس،ابوحاتم رازی امام صادق علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد ثقةٌ لا یُسألُ عن مثله. (الجرح والتعدیل 2/487 ،تذکرة الحفّاظ 1/166)

''جعفر بن محمد ثقہ تھے،ان کے جیسی شخصیت کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا''۔

(7)عبدالرحمان بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی (متوفی:327ھ)

عبدالرحمان بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی اپنی کتاب'' **الجرح والتعدیل** '' میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أبو عبد الله کرّم الله وجهه ...روی عنه یحیی بن سعید الأنصاری، وابن جریج، والثوری، وشعبة، ومالک، وابن إسحاق، وسلیمان بن بلال، وابن عیینة، وحاتم، وحفص، سمعتُ أبی یقول ذلک.(الجرح والتعدیل 2/487)

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوعبداللہ کرم اللہ وجہہ سے یحی بن سعید انصاری، ابن جریج، ثوری، شعبہ، مالک، ابن اسحاق، سلیمان بن بلال، ابن عیینہ، حاتم، حفص نے حدیث کی روایت کی ہے۔میں نے اپنے والد کو یہی بیان کرتے سنا ہے''۔

اس کے بعد انھوں نے امام کے سلسلے میں علماء کے مدحیہ کلمات اور ان کی توثیقات نقل کی ہیں، جیسے امام شافعی، ابن معین، ابوعبدالرحمٰن، ابوزرعہ کے، انھوں نے ان ائمہ کے کلام پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس کے معترف ہیں، خاص طور پر جب کہ ان کی کتاب جرح وتعدیل کے لیے ہی جانی جاتی ہے۔

(8)محمد بن حبان بن احمد، ابوحاتم تمیمی بستی (متوفی:354ھ)

محمد بن حبان بن احمد، ابوحاتم تمیمی بستی اپنی کتاب''الثقات''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضوان الله علیهم، کنیته أبو عبد الله، یروی عن أبیه، وکان من سادات أهل البیت فقهاً وعلماً وفضلاً، روی عنه الثوری ومالک وشعبة

والناس.(الثقات 6/131)

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم، کی کنیت ابوعبداللہ ہے، وہ اپنے والد سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، وہ فقاہت، علم اور فضل کے اعتبار سے سادات اہل بیت میں سے تھے، ان سے حدیث کی روایت ثوری، مالک، شعبہ اور دوسرے اہل علم نے کی ہے''۔

(9) عبداللہ بن عدی جرجانی (متوفی: 365ھ)

عبداللہ بن عدی جرجانی امام صعلیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولجعفر بن محمّد حديث كبير عن أبيه عن جابر، وعن أبيه عن آبائه، ونُسَخاً لأهل البيت برواية جعفر بن محمّد، وقد حدّث عنه من الأئمّة مثل: ابن جريج، وشعبة بن الحجّاج، وغيرهم ...وجعفر من ثقات الناس كما قال يحيى بن معين. (الكامل فى الضعفاء 2/134، تهذيب التهذيب 2/69)

''جعفر بن محمد کی ایک بڑی حدیث ہے جسے وہ اپنے والد کے واسطے سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح وہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے اجداد سے بھی حدیث کی روایت کرتے ہیں، اہل بیت کے یہاں کئی ایک نسخے ہیں جو جعفر بن محمد کی روایت سے ہیں، ائمہ میں سے ابن جریج، شعبہ بن حجاج وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ جعفر ثقہ لوگوں میں سے تھے جیسا کہ یحیی بن معین نے کہا ہے''۔

(10) ابوعبدالرحمان سلمی (متوفی: 412ھ)

ابوعبدالرحمان سلمی اپنی کتاب ''طبقات المشايخ الصوفيّة'' میں لکھتے ہیں:

جعفر الصادق عليه السلام فاق جميع أقرانه من أهل البيت، وهو ذو علم غزير فى الدين، وزهد بالغ فى الدنيا، وورع تام عن الشهوات، وأدب

كامل فی الحكمة.

''امام جعفر صادق علیہ السلام اہل بیت میں سے تھے اور اپنے تمام معاصرین سے فائق تھے، دین کا انھیں بڑا گہرا اور وسیع علم تھا، دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے، نفسانی خواہشات سے کلی طور پر دور تھے، حکمت کے باب میں ان کا ادب عالیہ کامل تھا''۔

(اس کا ذکر محمد خواجہ بخاری نے'' فصل الخطاب '' نے کیا ہے اور انھیں کے حوالے سے اسے قندوزی حنفی نے اپنی کتاب'' ينابيع المودّة''[2/457] میں نقل کیا ہے)

(11) احمد بن علی بن منجویہ اصبہانی (متوفی: 428ھ)

احمد بن علی بن منجویہ اصبہانی اپنی کتاب'' رجال مسلم ''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد الصادق ...وكان من سادات أهل البيت فقهاً، وعلماً، وفضلاً. (رجال مسلم 1/120)

''جعفر بن محمد صادق سادات اہل بیت میں سے تھے اور فقہ، علم اور فضل میں ممتاز تھے''۔

(12) ابونعیم اصبہانی (متوفی: 430ھ)

ابونعیم اصبہانی اپنی کتاب'' حلية الأولياء ''میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

الإمام الناطق، ذو الزمام السابق، أبو عبد الله جعفر بن محمّد الصادق، أقبل على العبادة والخضوع، وآثر العزلة والخشوع، ونهى عن الرئاسة والجموع. (حلية الأولياء 3/176)

''صاحب فہم وبصیرت امام، ہر میدان میں سبقت لے جانے والے ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق عبادت اور خشوع وخضوع کی طرف پوری طرح متوجہ تھے، گوشہ نشینی اور خشیت الٰہی کو ان کی زندگی میں ترجیح حاصل تھی، ریاست اور مجمع سے دور دور رہتے تھے''۔

(13) محمد بن طاہر بن علی مقدسی (متوفی: 507ھ)

محمد بن طاہر بن علی مقدسی اپنی کتاب ''الجمع بین رجال الصحیحین ''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد الصادق، وهو ابن على بن الحسين بن على بن أبى طالب الهاشمى رضى الله عنهم، يُكنّى أبا عبد الله ...وكان من سادات أهل البيت ...روى عنه عبد الوهاب الثقفى، وحاتم بن إسماعيل، ووهيب بن خالد، وحسن بن عيّاش، وسليمان بن بلال، والثورى، والدارودى، ويحيى بن سعيد الأنصارى، وحفص بن غيّاث، ومالک بن أنس، وابن جريج. (الجمع بين رجال الصحيحين 1/70)

''جعفر بن محمد صادق اور وہ ہیں: ابن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہم، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، وہ سادات اہل بیت میں سے تھے، ان سے حدیث کی روایت عبدالوہاب ثقفی، حاتم بن اسماعیل، وہب بن خالد، حسن بن عیاش، سلیمان بن بلال، ثوری، داروردی، یحی بن سعید انصاری، حفص بن غیاث، مالک بن انس اور ابن جریج نے کی ہے''۔

(14) ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (متوفی:548ھ)

ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب ''الملل والنحل ''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد الصادق، هو ذو علم غزير، وأدب كامل فى الحكمة، وزهد فى الدنيا، وورع تامّ عن الشهوات، وقد أقام بالمدينة مدّة يُفيد الشيعة المنتمين إليه، ويفيض على الموالين له أسرارَ العلوم، ثمّ دخل العراق وأقام بها مدّة، ما تعرّض للإمامة قط، ولا نازع فى الخلافة أحداً، ومَنْ غرق فى بحر المعرفة لم يقع فى شط، ومَن تعلّى إلى ذروة الحقيقة لم يَخَفْ مَن حطّ. (الملل والنحل 1/166)

”جعفر بن محمد صادق علم کا سمندر تھے، حکمت کے باب میں ادب عالیہ ان کا امتیاز تھا، دنیا سے کنارہ کش تھے، شہوات ولذات سے دور تھے، مدینہ میں مقیم رہے، اس وقت تک ان کے طرف داران سے مستفید ہوتے رہے، اپنے پاس آنے والوں پر علوم کے اسرار کھولتے رہے، اس کے بعد عراق چلے گئے اور وہاں ایک مدت تک مقیم رہے، امامت وخلافت کے لیے کبھی کوئی تعرض نہیں کیا، نہ خلافت کے مسئلے میں کوئی تنازع کھڑا کیا، جو معرفت کے سمندر میں ڈوب گیا ہو وہ کبھی کناروں پر کیسے آ سکتا ہے، اسی طرح جو حقیقت کی چوٹی کو چھو رہا ہو، اسے کبھی نیچے گرنے کا خوف نہیں ہوتا“

(15) جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی (متوفی:597ھ)

جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی اپنی تاریخ ” **المنتظم** “میں سنہ ۱۴۸ر ہجری کی وفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أبو عبد الله جعفر الصادق ...کان عالماً، زاهداً، عابداً. (المنتظم 8 / 111 - 110)

”جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوعبداللہ جعفر الصادق عالم، زاہد اور عابد تھے“۔

جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی اپنی ایک دوسری کتاب ” **صفة الصفوة** “میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین علیهم السلام ، یکنّی أبا عبد الله، أمّه أمّ فروة بنت القاسم بن محمّد بن أبی بکر الصدیق. کان مشغولاً بالعبادة عن حبّ الریاسة. (صفة الصفوة 2/168)

”جعفر بن محمد بن علی بن حسین علیہم السلام کی کنیت ابوعبداللہ تھی، ان کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تھیں، ریاست وخلافت کی محبت کی بجائے وہ خود

کو عبادت میں مصروف رکھا کرتے تھے''۔

(16) ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (متوفی:562ھ)

ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی اپنی کتاب ''الأنساب''میں لکھتے ہیں:

الصادق: بفتح الصاد، وكسر الدال المهملتَين، بينهما الألف وفى آخرها القاف، هذهِ اللفظة لقب لجعفر الصادق، لصدقه فى مقاله. (الأنساب 3/507)

''صادق'' صاد کے زبر، دال کے زیر، دونوں کے درمیان الف اور آخر میں قاف، یہ لفظ جعفر صادق کا لقب ہے کیوں کہ وہ راست گوئی میں منفرد تھے''۔

(17) فخر رازی، محمد رازی فخر الدین بن ضیاء الدین عمر مشہور بہ خطیب رے (متوفی:604ھ)

فخر رازی، محمد رازی فخر الدین بن ضیاء الدین عمر مشہور بہ خطیب رے اپنی تفسیر میں لفظ ''الکوثر'' کے مفہوم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والقول الثالث (الكوثر) أولاده، قالوا لأنّ هذهِ السورة إنّما نزلت ردّاً على مَن عابه عليه السلام بعدم الأولاد، فالمعنى أنّه يعطيه نسلاً يبقون على مرّ الزمان، فانظر كم قُتل من أهل البيت، ثمّ العالَم ممتلىء منهم. ولم يبقَ من بنى أميّة فى الدنيا أحد يُعبأ به، ثمّ انظر كم كان فيهم من الأكابر من العلماء كالباقر، والصادق، والكاظم، والرضا. (تفسير الفخر الرازى المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب: مجلّد/16 ج32/125)

''تیسرا قول: ''الکوثر'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولاد ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ چوں کہ یہ سورۃ اس شخص کی تردید میں جس نے آپ علیہ السلام پر یہ عیب لگایا تھا کہ آپ بے اولاد ہیں، ایسی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ آپ کو ایسی نسل عطا کرے گا جو مرور

زمانہ کے ساتھ باقی رہے گی۔لہذا دیکھو کہ اہل بیت میں کتنے لوگ قتل کیے گئے، پھر بھی دنیا ان کے وجود سے بھری ہوئی ہے لیکن آج دنیا میں بنوامیہ کا کوئی ایک ایسا شخص باقی نہیں ہے جو قابل ذکر ہو، پھر یہ بھی دیکھو ان اہل بیت میں کیسے کیسے اکابر علماء جیسے باقر، صادق، کاظم اور رضا پیدا ہوئے''۔

(18) عزالدین، ابن اثیر جزری (متوفی: 630ھ)

عزالدین، ابن اثیر جزری اپنی کتاب'' **اللباب فی تهذیب الأنساب** ''میں لکھتے ہیں:

الصادق ...هذهِ اللفظة تُقال لجعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم، وهو المشهور بالصادق، لُقّبَ به لصدقه فی مقاله وفعاله. ومناقبه مشهورة. (اللباب فی تهذیب الأنساب 2 :3/)

''صادق کا یہ لفظ بطور لقب جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔وہ صادق کے لقب سے مشہور ہیں، اپنی راست گوئی اور سچائی پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کا یہ لقب پڑا۔ان کے مناقب مشہور ہیں''۔

(19) محمد بن طلحہ شافعی (متوفی: 652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب''**مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول** ''میں لکھتے ہیں:

هو من عظماء أهل البیت وساداتهم علیهم السلام ذو علوم جَمّة، وعبادة موفرة، وأوراد متواصلة، وزهادة بیّنة، وتلاوة کثیرة، یتتبّع معانی القرآن، ویستخرج من بحر جواهره، ویستنتج عجائبه، ویقسّم أوقاته علی أنواع الطاعات، بحیث یحاسب علیها نفسه، رؤیته تُذکّر الآخرة، واستماع کلامه یُزهد فی الدنیا، والاقتداء بِهَدْیِهِ یورث الجنّة، نور

قسماته شاهد أنّه من سلالة النبوّة، وطهارة أفعاله تصدع أنّه من ذريّة الرسالة.نقل عنه الحديث، واستفاد منه العلم جماعة من الأئمّة وأعلامهم مثل :يحيى بن سعيد الأنصاری، وابن جريج، ومالک بن أنس، والثوری، وابن عُيَيْنَة، وشعبة، وأيّوب السجستانی وغيرهم (رض)، وعدّوا أَخْذَهم عنه منقبةً شُرِّفوا بها وفضيلة اكتسبوها.

''امام جعفر علیہ السلام اہل بیت کی عظیم شخصیتوں اوراس کے سادات میں سے تھے ،وہ بہت سے علوم کے جامع تھے،عبادت میں ممتاز تھے،مسلسل اوراد ووظائف میں مصروف رہتے تھے،زہد وورع میں یکتا تھے، بہ کثرت قرآن کی تلاوت کرتے تھے،قرآن کے معنی ومفہوم پرغور کرتے تھے،اس کے سمندر سےاس کے جواہر نکالتے تھےاوراس کے عجائبات سے واقفیت حاصل کرتے تھے،مختلف اطاعت کے کاموں میں اپنے اوقات مصروف رکھتے تھے،اوراپنی ذات کا محاسبہ کرتے تھے۔ان کے دیدار سے آخرت کی یاد آتی ہے،ان کا کلام سن کرانسان دنیا سے بے رغبت ہوجاتا تھا،ان کے راستوں کی پیروی جنت کا وارث بناتی تھی،ان کی پیشانی کا نور بتاتا تھا کہ وہ خاندان نبوت سےتعلق رکھتے تھے،ان کے اعمال کی پاکیزگی اعلان کرتی تھی کہ وہ پیغمبر کی اولاد ہیں۔ان سے ائمہ حدیث اور بڑے بڑے علماء نے ان سے حدیث روایت کی ہے اور ان کےعلم سے استفادہ کیا ہے جیسے یحی بن سعید انصاری،ابن جریح،مالک بن انس،ثوری،ابن عیینہ، شعبہ اورایوب سختیانی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔لوگ ان کی منقبت اورفضیلت بیان کرکےشرف وعزت محسوس کرتے تھے''۔

محمد بن طلحہ شافعی آگے لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه وصفاته، فتكاد تفوت عدد الحاصر، ويُحار فی أنواعها فهم اليقظ الباصر، حتى أنّ من كثرة علومه المفاضة على قلبه من سجال التقوى صارت الأحكام التی لا تُدرک عللها، والعلوم التی تقصر الأفهام

عدد الإحاطة بحكمها، تُضاف إليه وتروى عنه.

''امام جعفر علیہ السلام کے مناقب وفضائل اتنے ہیں کہ شمار کرنے والے کی سکت سے باہر ہیں،اس کی تمام قسمیں دیکھ کر ایک بابصیرت اور بیدار ذہن بھی حیرت میں پڑ جائے،ان کے تقوی کے نتیجے میں ان کے دل پر جن علوم کا فیضان ہوتا تھا،ان سے جن احکام کا وہ استخراج کرتے تھے،ان کی علت کا پتا لگانا آسان نہیں تھا،ایسے علوم جن کے فہم سے لوگ قاصر ہوتے،ان سے منسوب تھے اوران سے ان کی روایت کی جاتی تھی''۔

وقد قيل إنّ كتاب الجفر الذی بالمغرب ويتوارثه بنو عبد المؤمن هو من كلامه عليه السلام، وإنّ فی هذهِ المنقبة سنيّة، ودرجة فی مقام الفضائل عليّة، وهی نبذة يسيرة مما نقل عنه. (مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول 2/111)

''یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کتاب جفر جو مغرب میں بنوعبدالمومن کے یہاں متوارث ہے،وہ امام جعفر علیہ السلام ہی کا کلام ہے۔امام محترم کی منقبت کی روایت عام ہے اوران کے فضائل کی بلندیاں مشہور ہیں۔یہ تو ان کے بحر فضائل کے چند قطرے تھے جو یہاں پیش کیے گئے ہیں''۔

(20) یوسف بن فرغلی بن عبداللہ سبط ابن جوزی (متوفی:654ھ)

یوسف بن فرغلی بن عبداللہ سبط ابن جوزی اپنی کتاب'' **تذكرة الخواص** ''میں لکھتے ہیں:

وهو جعفر بن محمّد بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب ... ويلقّب بالصادق، والصابر، والفاضل، والطاهر، وأشهر ألقابه الصادق.

''وہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں،ان کا لقب صادق،صابر ،فاضل اور طاہر ہے۔لیکن مشہور لقب صادق ہے''۔

اس کے بعد سبط ابن جوزی نے علمائے سیر ومغازی کا یہ قول نقل کیا ہے:

كان قد اشتغل بالعبادة عن طلب الرياسة.

''امام جعفر علیہ السلام طلب ریاست کی بجائے خود کو عبادت الٰہی میں مصروف رکھتے تھے''۔

سبط ابن جوزی نے عمرو بن ابی مقدام کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

كـنـتُ إذا نـظـرتُ إلى جعفر بن محمّد علمتُ أنّه من سلالة النبيّين.

(تذكرة الخواص 307)

''جب بھی میری نظر امام جعفر بن محمد پر پڑتی تھی تو مجھے احساس ہوتا تھا کہ وہ نبیوں کی نسل سے ہیں''۔

اسی طرح سبط ابن جوزی نے ان کے سلسلے میں کئی ایک واقعات، ان کے ارشادات اور ان کے مکارم اخلاق کا تذکرہ کیا ہے۔

(21) ابن ابی حدید معتزلی (متوفی: 655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی نے اپنی کتاب '' شرح نهج البلاغة ''میں ابوعثمان جاحظ کی وہی عبارت لکھی ہے جو گزر چکی ہے اور اس کی تائید کی ہے۔ (شرح نهج البلاغة 15/ 274و 278)

ابن ابی حدید معتزلی نے اسی فصل میں امام باقر علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

وهو سيّد فقهاء الحجاز، ومنه ومن ابنه جعفر تعلّم الناس الفقه. (شرح نهج البلاغة 15/ 277)

''وہ فقہائے حجاز کے سرخیل تھے، ان سے اور ان کے بیٹے جعفر سے لوگوں نے فقہ کا علم حاصل کیا''۔

(22) ابوزکریا محیی الدین بن شرف نووی (متوفی: 676ھ)

ابوزکریا محیی الدین بن شرف نووی اپنی کتاب ''تهذيب الأسماء واللغات

’’میں لکھتے ہیں:

الإمام أبو عبد الله جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم الهاشمی المدنی الصادق ...روی عنه محمّد بن إسحاق، ویحیی الأنصاری، ومالک، والسفیانان، وابن جریج، وشعبة، ویحیی القطان، وآخرون. واتّفقوا علی إمامته وجلالته وسیادته، قال عمر بن أبی المقدام: کنتُ إذا نظرتُ إلی جعفر بن محمّد علمتُ أنه من سلالة النبیّین. (تهذیب الأسماء واللغات 1/155)

(23) ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان (متوفی: 681ھ)

ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان اپنی کتاب ’’**وفیات الأعیان**‘‘ میں لکھتے ہیں:

أبو عبد الله جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب، رضی الله عنهم أجمعین، أحد الأئمّة الاثنی عشر علی مذهب الإمامیّة، وکان من سادات أهل البیت، ولُقّب بالصادق لصدقه فی مقالته، وفضله أشهر مِن أنْ یُذکر. وله کلام فی صناعة الکیمیاء والزجر والفأل، وکان تلمیذه أبو موسی جابر بن حیّان الصوفی الطرسوسی قد ألّف کتاباً یشتمل علی ألف ورقة تتضمّن رسائل جعفر الصادق وهی خمسمئة رسالة...

’’امامیہ مذہب کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے ایک تھے، ان کا تعلق سادات اہل بیت سے تھا، اپنی راست گوئی کی وجہ سے وہ صادق کے لقب سے ملقب کیے گئے۔ ان کی فضیلت اس قدر مشہور ہے کہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، صنعت کیمیاء، زجر اور فأل کے سلسلے میں ان کی گفتگو مشہور ہے، ان کے شاگرد ابوموسیٰ جابر بن حیان صوفی

طرطوسی نے ایک کتاب تصنیف کی جو ایک ہزار اوراق میں ہے، جو امام جعفر صادق کے رسائل پر مشتمل ہے، یہ کل پانچ سو رسائل ہیں''۔

امام جعفر صادق کی وفات مدینہ میں شوال سنہ ۱۴۸ہجری میں ہوئی، ان کی تدفین قبرستان بقیع میں اسی قبر میں ہوئی جس میں ان کے والد امام باقر، ان کے دادا علی زین العابدین اور دادا کے چچا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین دفن کیے گئے تھے۔ اس قبر کے نصیبے کا کیا کہنا جس میں اس قدر مکرم اور اشرف حضرات مدفون ہیں۔ (وفیات الأعیان 307/1)

(24) شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی: 748ھ)

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی کتاب ''تذکرة الحفّاظ'' میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الشهيد الحسين بن علی بن أبی طالب الهاشمی الإمام أبو عبد الله العلوی المدنی الصادق أحد السادة الأعلام ...وثّقه الشافعی ويحيی بن معين. وعن أبی حنيفة قال: ما رأيتُ أفقه من جعفر بن محمّد، وقال أبو حاتم: ثقة لا يُسأل عن مثله. وعن صالح بن أبی الأسود سمعتُ جعفر بن محمّد يقول: سلونی قبل أنْ تفقدونی فإنّه لا يحدّثكم أحد بعد بمثل حديثی، وقال هياج بن بسطام: كان جعفر الصادق يُطْعِم حتّی لا يبقی لعياله شیء، قلتُ (أی الذهبی): مناقبُ هذا السيّد جمّة. (تذكرة الحفّاظ 166/1)

جعفر بن محمد بن علی بن شہید حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی امام ابوعبداللہ علوی مدنی صادق کبار سادات میں سے تھے، امام شافعی اور یحی بن معین نے ان کی توثیق کی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، ابوحاتم کہتے ہیں: وہ ثقہ ہیں، ان کے جیسے شخص کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا، صالح بن ابی

اسود کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد کو یہ کہتے سنا کہ قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان سے غائب ہوجاؤں، مجھ سے سوالات پوچھ لو، کیوں کہ بعد میں میری جیسی حدیث تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا، ہیاج بن بسطام کہتے ہیں: جعفر بن محمد غریبوں کو اس قدر کھانا کھلاتے تھے کہ ان کے اہل وعیال کے لیے کچھ باقی نہیں بچتا تھا۔ میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ ان سید کے مناقب بہت ہیں''۔

امام ذہبی اپنی دوسری کتاب ''سیر أعلام النبلاء ''میں ان کے تیرہویں جزء میں امام صادق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جعفر الصادق: كبير الشأن، من أئمّة العلم، كان أولى بالأمر من أبي جعفر المنصور. (سير أعلام النبلاء13/120)

''امام جعفر صادق بڑی شان والے اور ائمۂ علم میں سے تھے، ابوجعفر منصور سے کہیں زیادہ استحقاق خلافت رکھتے تھے''۔

اسی طرح امام ذہبی نے کتاب کے چھٹے جزء میں امام محترم کا طویل ترجمہ قلم بند کیا ہے جس میں شافعی، یحی بن معین، ابوزرعہ اور ابوحنیفہ جیسے بہت سے علماء کی توثیقات اور ان کے کلمات مدح درج کیے ہیں۔ جیسا کہ امام سے متعلق ان کے اقوال اس ترجمہ میں کئی جگہ نقل ہوچکے ہیں۔

ایک جگہ امام ذہبی لکھتے ہیں:

شيخ بني هاشم أبو عبد الله القرشي الهاشمي العلوي النبوي المدني، أحد الأعلام. (سير أعلام النبلاء6/255)

''شیخ بنوہاشم ابوعبداللہ قرشی ہاشمی علوی نبوی مدنی علمائے کبار میں سے تھے''۔

ایک دوسری جگہ ان کے اور ان کے والد امام باقر علیہما السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكانا من جُلَّة علماء المدينة. (سير أعلام النبلاء6/255)

''دونوں حضرات مدینہ کے بڑے علماء میں سے تھے''۔

ایک تیسری جگہ امام ذہبی لکھتے ہیں:

جعفر: ثقة، صدوق . (سير أعلام النبلاء6/257)

''امام جعفر ثقہ اور صدوق تھے''۔

اسی طرح امام ذہبی نے امام جعفر صادق کا طویل ترجمہ ''سیر اعلام النبلاء'' کی طرح ''تاریخ الاسلام'' میں بھی لکھا ہے، اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

مناقب جعفر كثيرة، وكان يصلح للخلافة؛ لسؤدده وفضله وعلمه وشرفه رضى الله عنه. (تاريخ الاسلام ،حوادث وفيات: 93-141-160ھ)

''امام جعفر صادق کے مناقب بہت سے ہیں، وہ خلافت کے لیے بہتر تھے کیوں کہ ان کے اندر سرداری کی تمام کوبیاں موجود تھیں، وہ صاحب علم ،فضیلت اور شرف ومجد تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو''۔

(25) صلاح الدین صفدی (متوفی: 764ھ)

صلاح الدین صفدی اپنی کتاب'' **الوافی بالوفیات** ''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم. هو المعروف بالصادق، الإمام العَلَم المدنى.

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم جو صادق کے لقب سے معروف ہیں، مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے''۔

آگے لکھتے ہیں:

وحدّث عنه: أبو حنيفة، وابن جريج، وشُعبة، والسفيانان، ومالك، ووهيب، وحاتم بن إسماعيل، ويحيى القطان، وخلق غيرهم كثيرون آخرهم وفاةً أبو عاصم النبيل، وثّقه يحيى بن معين والشافعى وجماعة .

''امام جعفر صادق سے حدیث کی روایت ابوحنیفہ، ابن جریج ،شعبہ، دونوں سفیان ،

مالک، وہیب، حاتم بن اسماعیل، یحی قطان، اور اے علاوہ بہت سے حضرات نے کی ہے۔ ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں ابوعاصم نبیل بھی ہیں جن کی وفات ان کے تلامذہ میں سب سے آخر میں ہوئی، امام موصوف کو یحی بن معین، شافعی اور ایک پوری جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے''۔

اس کے بعد صفدی نے امام جعفر صادق کے سلسلے میں ابوحنیفہ اور ابوحاتم کے وہی مدحیہ کلمات لکھے ہیں جو پیچھے نقل کیے جا چکے ہیں، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

ولـه مـنـاقـب كثيـرة وكـان أهلاً للخلافة؛ لسؤدده وعلمه وشرفه ... وتُـوفّي سنة :ثـمـان وأربـعيـن ومـئة، ودُفـن بالبقيع في قبرٍ فيه أبوه محمّد البـاقـر وجـدّه عـلى زين العابدين وعمّ جدّه الحسن بن علي بن أبي طالب رضـي الـله عنهم .فـلـلّـه درّه مـن قبر ما أكرمه وأشرفه .ولـقّـب بالصادق لصدقه في مقاله ...(الوافي بالوفيات11/128-126)

''ان کے بہت سے مناقب ہیں اور وہ اپنی قائدانہ صلاحیت، علم اور شرف کے اعتبار سے خلافت کے اہل تھے۔ ان کی وفات ۱۴۸ھ ہجری میں ہوئی اور بقیع میں اسی قبر میں دفن کیے گئے جس میں ان کے والد، دادعلی زین العابدین، اور دادا کے چچا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی تدفین ہوئی تھی، ان برگزیدہ شخصیات کی وجہ سے وہ قبر بھی کس قدر اشرف اور قابل تکریم ہے۔ اپنی راست گوئی کی وجہ سے وہ صادق کے لقب سے معروف ہیں''۔

(26)ابوعبداللہ اسعد بن علی بن سلیمان یافعی (متوفی:768ھ)

ابوعبداللہ اسعد بن علی بن سلیمان یافعی اپنی کتاب'' مـرآة الـجـنـان ''میں سنہ ۱۴۸ھ ہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فيهـا توفيّ الإمام السيّد الجليل، سلالة النبوّة ومعدن الفتوّة، أبو عبد الـلـه جـعـفـر الصادق بن أبي جعفر محمّد الباقر بن زين العابدين علي بن

الحسين الهاشمي العلوی، وأمّه أمّ فروة بنت القاسم بن محمّد بن أبی بکر ...وُلِدَ سنة :ثمانين فی المدينة الشريفة وفيها تُوفّی.

ودُفن بالبقيع فی قبرٍ فيه أبوه محمّد الباقر وجدّه زين العابدين وعمّ جدّه الحسن بن علی رضوان الله عليهم أجمعين، وأكرِمْ بذلک القبر وما جمع من الأشراف الكرام أُولی المناقب، وإنّما لقّب بالصادق؛ لصدقه فی مقالته :وله كلام نفيس فی علوم التوحيد وغيرها، وقد ألّف تلميذه جابر بن حيّان الصوفی كتاباً يشتمل علی ألف ورقة يتضمّن رسائله وهی خمسمئة رسالة. (مرآة الجنان وعبرة اليقظان1/238)

''اسی سنہ میں جلیل القدر سید امام، نبوی نسل سے تعلق رکھنے والے اور شجاعت کا مرکز ابوعبداللہ جعفر صادق بن ابی جعفر محمد باقر بن زین العابدین علی بن حسین ہاشمی علوی کی وفات ہوئی۔ان کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھا،ان کی ولادت سنہ ۸۰/ہجری میں مدینہ شریف میں ہوئی اور اسی شہر نبوی میں ان کی وفات ہوئی۔ان کو بقیع میں ان کے والد محمد باقر،ان کے دادا زین العابدین،اور دادا کے چچا حسن بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبر میں دفن کیا گیا۔وہ قبر کس قدر مکرم تھی،جس میں اصحاب المناقب اور اشراف کرام کی پوری ایک جماعت مدفون ہے۔راست گوئی کی وجہ سے ان کا لقب صادق پڑا۔علوم توحید وغیرہ کے سلسلے میں ان کی باتیں بڑی نفیس ہیں۔ان کے شاگرد جابر بن حیان صوفی نے ایک ہزار ورق میں ایک کتاب لکھی جس میں امام محترم کے پانچ سو رسائل شامل ہیں''۔

(27) محدث محمد خواجہ بارسای بخاری (متوفی:822ھ)

محدث محمد خواجہ بارسای بخاری اپنی کتاب''فصل الخطاب''میں لکھتے ہیں:

ومِن أئـمّة أهل البيت أبو عبد الله جعفر الصادق رضی الله عنه

.وکان جعفر الصادق رضی الله عنه من سادات أهل البیت.روی عنه ابنه موسی الکاظم رضی الله عنه ، ویحیی بن سعید الأنصاری، وأبو حنیفة، وابن جریج، ومالک، ومحمّد بن إسحاق، وسفیان الثوری، وسفیان بن عُیَیْنَة، وشعبة، ویحیی بن سعید القطان رحمهم الله ، واتّفقوا علی جلالته وسیادته .(ینابیع الموذة للقندوزی الحنفی 2/457)

''اہل بیت کے اماموں میں سے ایک امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھے، ان کا تعلق سادات اہل بیت سے تھا،ان سے حدیث کی روایت ان کے بیٹے موسی کاظم رضی اللہ عنہ، یحی بن سعید انصاری، ابوحنیفہ، ابن جریج، مالک، محمد بن اسحاق، سفیان ثوری ، سفیان بن عیینہ، شعبہ، یحی بن سعید قطان رحمہم اللہ نے کی ہے، وہ سب ان کی جلالت شان اور ان کی سیادت پر متفق ہیں''۔

(28) حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی:852ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اپنی کتاب'' تقریب التهذیب ''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الهاشمی، أبو عبد الله، المعروف بالصادق، صدوق فقیه إمام، من السادسة، مات سنة:ثمان وأربعین (أی 148هـ) .(تقریب التهذیب1/91)

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی، ابوعبداللہ، معروف بہ صادق، صدوق تھے، فقیہ تھے اور امام تھے۔ چھٹے طبقے سے ان کا تعلق ہے، ان کی وفات سنہ ۱۴۸/ہجری میں ہوئی''۔

حافظ ابن حجر اپنی کتاب'' تهذیب التهذیب ''میں شافعی، ابن معین، ابوحاتم، نسائی، ابن عدی اور ابن حبان وغیرہ کے مدحیہ کلام اور ان کی توثیقات امام سلام اللہ علیہ

کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔اسی طرح انھوں نے عمرو بن ابی مقدام کا یہ قول ایک مسلمہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے:

كنتُ إذا نظرتُ إلى جعفر بن محمّد علمتُ أنّه من سلالة النبيّين .

(تهذيب التهذيب2 /70-68)

''جب بھی میری نگاہ جعفر بن محمد پر پڑتی تھی تو مجھے یقین ہو جاتا تھا کہ یہ نبیوں کی اولاد ہیں''۔

(29)ابن صباغ مالکی (متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب ''الفصول المهمّة'' میں لکھتے ہیں:

كان جعفر الصادق عليه السلام من بين أخوته خليفة أبيه ووصيّه، والقائم من بعده، برز على جماعة بالفضل، وكان أنبههم ذكراً وأجلّهم قدراً، نقل الناس عنه من العلوم ما سارت به الركبان، وانتشر صيته وذكره في سائر البلدان، ولم ينقل العلماء عن أحد من أهل بيته ما نقل عنه من الحديث، وروى عنه جماعة من أعيان الأمّة، مثل:

يحيى بن سعيد، وابن جريج، ومالک بن أنس، والثوری، وأبو عيينة، وأبو حنيفة، وشعبة، وأبو أيّوب السجستانی وغيرهم، وصّى إليه أبو جعفر عليه السلام بالإمامة وغيرها وصيّة ظاهرة، ونصّ عليه نصّاً جليا

''امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بھائیوں کے درمیان تنہا اپنے والد کے خلیفہ اور ان کے وصی تھے،اپنے والد کے بعد امامت کی ذمہ داریاں اٹھانے والے تھے،ان کی فضیلت ایک پوری جماعت پر نمایاں تھی،ان کا ذکر بھی بہت کیا جاتا تھا اور ان کی عزت بھی بہت کی جاتی تھی،لوگوں نے ان سے جو علوم سیکھے،اسے قافلوں نے پوری دنیا میں پہنچایا،ان کی شہرت اور ان کا تذکرہ تمام شہروں میں عام ہوئی،علماء نے جتنی احادیث ان

سے روایت کی ہے، اہل بیت کے کسی دوسرے شخص سے نہیں کی، اور امت کے کئی ایک اکابر علماء نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے جیسے یحی بن سعید، ابن جریج، مالک بن انس، ثوری، ابن عیینہ، ابوحنیفہ، شعبہ، اور ابوایوب سجستانی وغیرہ۔ ابوجعفر علیہ السلام نے اعلانیہ طور پر ان کی امامت کی وصیت کی اور اس کا واضح طور پر اظہار کیا''۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه فتكاد تفوت من عدّ الحاسب، ويحير فى أنواعها فهم اليقظ الكاتب، وقد نقل بعض أهل العلم أنّ كتاب الجفر الذى بالمغرب، الذى يتوارثه بنو عبد المؤمن بن على هو من كلامه، وله فيه المنقبة السنيّة والدرجة التى هى فى مقام الفضل عَلِيَّة.

''امام جعفر علیہ السلام کے مناقب وفضائل اتنے ہیں کہ شمار کرنے والے کی سکت سے باہر ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کتاب جفر جو مغرب میں بنوعبدالمومن کے یہاں متوارث ہے، وہ امام جعفر علیہ السلام ہی کا کلام ہے۔ امام محترم کی منقبت کی روایت عام ہے اور ان کے فضائل کی بلندیاں مشہور ہیں''۔

فصل کے آخر میں لکھتے ہیں:

مناقب جعفر الصادق (عليه السلام)فاضلة، وصفاته فى الشرف كاملة، وشرفه على جهات الأيّام سائلة، وأندية المجد والعزّ بمفاخره ومآثره آهِلَة.مات الصادق جعفر بن محمّد عليهما السلام سنة:ثمان وأربعين ومئة، فى شوّال ...وقبره فى البقيع، دُفن فى القبر الذى فيه أبوه وجدّه وعمّ جدّه، فللّه درّه من قبرٍ ما أكرمه وأشرفه. (الفصول المهمّة فى معرفة أحوال الأئمّة219-211)

''امام جعفر صادق علیہ السلام کے مناقب بڑے بلند ہیں، شرف میں ان کی صفات کامل ہیں، ان کا شرف ومجد ہر دن بحر بیکراں کی طرح ہے، شرف ومجد کی مجلسیں ان کے

مفاخر وآثر سے آباد ہیں،امام صادق جعفر بن محمد علیہا السلام کی وفات شوال ۱۴۸ ہجری میں ہوئی،ان کی قبر مدینہ منورہ میں ہے، وہ اسی قبر میں دفن کیے گئے جس میں ان کے والد،ان کے دادا اور دادا کے چچا مدفون ہیں۔قربان جاؤں اس قبر پر جس میں اس قدر مکرم اور اشرف حضرات مدفون ہیں''۔

(30) عبدالرحمان بن محمد حنفی بسطامی (متوفی:858ھ)

عبدالرحمان بن محمد حنفی بسطامی اپنی کتاب ''مناهج التوسّل ''میں ہیں:

جعفر بن محمّد،ازدحم على بابه العلماء،واقتبس من مشكاة أنواره الأصفياء،وكان يتكلّم بغوامض الأسرار وعلوم الحقيقة وهو ابن سبع سنين. (الإمام الصادق والمذاهب الأربعة لأسد حيدر 1/55 بحواله: مناهج التوسّل،ص:106)

''امام جعفر بن محمد جس وقت سات سال کے تھے،اسی وقت سے ان کے دروازے پر علماء کا ازدحام رہا کرتا تھا،ان کی مشکوۃ انوار سے اصفیاء مستفید ہوتے تھے،وہ جب زبان کھولتے تو علوم کے حقائق اوراسرار منکشف ہوتے چلے جاتے تھے''۔

(31) مورخ یوسف بن تغری بردی، جمال الدین اتا بکی (متوفی:874ھ)

مورخ یوسف بن تغری بردی، جمال الدین اتا بکی اپنی کتاب ''النجوم الزاهرة ''میں سنہ ۱۴۸ ہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها تُوفّي جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علي زين العابدين بن الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهم،الإمام السيّد أبو عبد الله الهاشمي العلوي الحسيني المدني.وهو من الطبقة الخامسة من تابعي أهل المدينة،وكان يلقّب بالصابر،والفاضل،والطاهر،وأشهر ألقابه : الصادق. حدّث عنه أبو حنيفة،وابن جريج،وشعبة،والسفيانان ومالک،

وغيرهم،وعن أبي حنيفة قال:ما رأيت أفقه من جعفر بن محمّد.(النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة2/8)

''اسی سنہ میں جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، امام سید ابوعبداللہ ہاشمی علوی حسینی مدنی کی وفات ہوئی، تابعین اہل مدینہ کے پانچویں طبقہ سے ان کا تعلق ہے۔ان کے القاب صابر، فاضل اور طاہر تھے لیکن ان کا مشہور لقب صادق تھا، ان سے حدیث کی روایت ابوحنیفہ، ابن جریج، شعبہ، دونوں سفیان، اور مالک وغیرہ نے کی ہے۔ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا''۔

(32) محمد بن سراج الدین رفاعی (متوفی:885ھ)

محمد بن سراج الدین رفاعی اپنی کتاب'' صحاح الأخبار ''میں لکھتے ہیں:

قال العميدى:وُلِد الصادق بالمدينة، يوم الجمعة عند طلوع الفجر، سنة :ثلاث وثمانين من الهجرة ...وعاش خمساً وستّين سنة، وكانت إمامته أربعاً وثلاثين سنة، وقد نقل الناس عنه على اختلاف مذاهبهم وديانـاتهم ما سارت به الركبان، وقد عُدّ أسماء الرواة عنه فكانوا أربعة آلاف رجل. (صحاح الأخبار فى نَسَب السادة الفاطميّة الأخيار،ص:44)

''عمیدی کہتے ہیں کہ امام صادق کی ولادت مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن طلوع فجر کے وقت ۸۳رہجری میں ہوئی، وہ دنیا میں ۶۵رسال حیات رہے، ان کی امامت ۳۴ر سالوں پر محیط ہے۔مختلف مسالک کے لوگوں نے ان سے جو علوم حاصل کیے، اسے قافلوں نے دور دور تک پہنچایا، ان سے حدیث کی روایت کرنے والے راویوں کو شمار کیا گیا تو پتا چلا کہ ان کی تعداد چار ہزار ہے''۔

(33) احمد بن عبداللہ خزرجی (متوفی بعد:923ھ)

احمد بن عبداللہ خزرجی اپنی کتاب ''الخلاصة'' میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الهاشمی أبو عبد الله، أحد الأعلام ...(حدّث)عنه خَلُق کثیر لا یحصون، منهم ابنه موسی، وشعبة، والسفیانان، ومالک، قال الشافعی:وابن معین، وأبو حاتم، ثقة. (خلاصة تذهیب تهذیب الکمال فی أسماء الرجال،ص:63)

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی ابوعبداللہ،علمائے اعلام میں سے تھے،ان سے حدیث کی روایت اتنے لوگوں نے کی ہے کہ ان کوشمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔حدیث روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے موسی،شعبہ،دونوں سفیان اور امام مالک ہیں۔امام شافعی،ابن معین اور ابوحاتم نے ان کی توثیق کی ہے''۔

(34) شمس الدین محمد بن طولون (متوفی:953 ھ)

شمس الدین محمد بن طولون اپنی کتاب'' الأئمة الاثنا عشر ''میں لکھتے ہیں:

وهو أبو عبد الله جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم .کان من سادات أهل البیت ولقّب بالصادق لصدقه فی مقالته، وفضله أشهر مِن أنُ یُذکر. (الأئمّة الاثنا عشر،ص:85)

''وہ ابوعبداللہ جعفرصادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔سادات اہل بیت میں سے تھے،اپنی راست گوئی کی وجہ سے صادق کہے جاتے تھے۔ان کے فضائل اتنے مشہور ہیں کہ انھیں ذکر کرنے کی حاجت نہیں''۔

(35) فقیہ احمد بن حجر ہیتمی (متوفی:974ھ)

فقیہ احمد بن حجر ہیتمی اپنی کتاب'' الصواعق المحرقة ''میں امام باقر علیہ السلام

کے تذکرہ کے آ کر میں لکھتے ہیں:

وخلّف ستّة أولاد، أفضلهم وأكملهم جعفر الصادق، ومن ثمّ كان خليفته، ووصيّه، ونقل عنه الناس من العلوم ما سارت به الركبان، وانتشر صيتُه فی جميع البلدان، وروى عنه الأئمّة الأكابر كيحيى بن سعيد، وابن جريج، ومالك، والسفيانَين، وأبی حنيفة، وشعبة، وأيّوب السختياني. (الصواعق المحرقة فی الردّ علی أهل البِدَع والزندقة305)

''امام باقر علیہ السلام نے چھ بیٹے چھوڑے،ان میں سب سے افضل واکمل امام جعفر صادق تھے،اسی وجہ سے وہ اپنے والد کے جانشین اور وصی بنے،لوگوں نے ان سے جن علوم کی تحصیل کی ،ان کو قافلوں نے پودنیا میں عام کیا،اور تمام شہروں میں ان کا چرچا عام ہوگیا۔کبار ائمہ جیسے یحی بن سعید انصاری،ابن جریج، مالک، دونوں سفیان،ابوحنیفہ، شعبہ اور ایوب سختیانی نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے''۔

(36) ملاعلی قاری (متوفی:1014ھ)

ملاعلی قاری اپنی کتاب ''شرح الشفا''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد بن علی بن الحسين بن أبی طالب الهاشمی المدنی المعروف بالصادق ...متّفق على إمامته وجلالته وسيادته. (شرح الشفا 1/ 43-44)

''جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب ہاشمی مدنی معروف بہ صادق کی امامت ،جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے''۔

(37) احمد بن یوسف قرمانی (متوفی:1019ھ)

احمد بن یوسف قرمانی اپنی کتاب ''أخبار الدول ''میں امام صادق علیہ السلام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کان (رضی الله عنه)من بین أخوته خلیفة أبیه ووصیّه، ونقل عنه من العلوم ما لم ینقل من غیره.وکان رأساً فی الحدیث، روی عنه یحیی بن سعید، وابن جریج، ومالک بن أنس، والثوری، وابن عیینة، وأبو حنیفة، وشعبة، وأبو أیّوب السجستانی،وغیرهم .وُلِد بالمدینة سنة :ثمانین من الهجرة.

''امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے والد کے جانشین اور وصی تھے،ان سے جو علوم حاصل کیے گئے،وہ کسی دوسرے سے نہیں،وہ علم حدیث کے سرخیل تھے،ان سے حدیث کی روایت یحی بن سعید،ابن جریج،مالک بن انس،ثوری، ابن عیینہ،ابو حنیفہ،شعبہ،ابو ایوب سجستانی وغیرہ نے کی ہے،وہ مدینہ منورہ میں سنہ ۸۰/ ہجری میں پیدا ہوئے''۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

ومناقبه کثیرة، تُوفّی فی سنة:ثمان وأربعین ومئة وله من العمر ثمان وستّون سنة، وقیل:إنّه مات مسموماً فی زمن المنصور.ودُفِنَ بالبقیع الذی فیه أبوه وجدّه وعمّ جدّه، فللّه درّه من قبرٍ ما أکرمه وأشرفه .(أخبار الدول وآثار الأول1/336-334)

''امام جعفر صادق علیہ السلام کے مناقب بہت سے ہیں،ان کی وفات ۱۴۸/ہجری میں ہوئی،انھوں نے کل ۶۸/سال کی عمر پائی،یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عباسی خلیفہ منصور کے زمانے میں ان کی وفات زہرخورانی سے ہوئی،ان کی تدفین بقیع میں اسی قبر میں ہوئی جس میں ان کے والد،ان کے دادا اور دادا کے چچا دفن کیے گئے تھے۔کس قدر خوش بخت وہ قبر جس میں اس قدر مکرم اور اشرف حضرات مدفون ہیں''۔

(38)محمد بن عبدالرؤوف مناوی قاہری(متوفی:1031ھ)

محمد بن عبدالرؤوف مناوی قاہری اپنی کتاب ''الکواکب الدريّة'' میں لکھتے ہیں:

جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی بن الحسين بن علی بن أبی طالب ...كان إماماً نبيلاً ...قال أبو حاتم: ثقة لا يُسأل عن مثله، وله كرامات كبيرة ومكاشفات شهيرة.

''امام جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ایک شریف اور باوقار امام تھے، ابوحاتم کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، ان کے جیسے شخص کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا، ان کی کئی ایک کرامات اور مشہور مکاشفات ہیں''۔

ان میں سے ایک یہ ہے: ایک بار عباسی خلیفہ منصور کے یہاں ان کی چغلی کھائی گئی، جب امام محترم حج پر گئے تو چغل خور کو لایا گیا۔

امام نے کہا: کیا تو اپنی سچائی پر قسم کھا سکتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں، اور قسم کھالی۔

امام جعفر نے منصور سے کہا: میرے الفاظ دہرا کر یہ قسم کھائے۔

منصور نے چغل خور سے کہا: قسم کھا۔

امام نے کہا: تو کہہ کہ میں اللہ کی قوت وطاقت سے بری ہوں اور اپنی طاقت وقوت کا سہارا لے کر کہتا ہوں کہ امام جعفر نے اس اس طرح کا کام کیا ہے۔

پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن پھر ان الفاظ کو دہراتے ہوئے اس نے قسم کھائی۔

ابھی قسم پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ اسی جگہ گر کر مر گیا۔

ایک دوسری کرامت یہ ذکر کی جاتی ہے کہ ایک بار کسی سرکش اور باغی انسان نے ان کے غلام کو قتل کر دیا۔ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے، پھر بہ وقت سحر اس پر بددعا کی، اچانک اس سرکش کی موت کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔

ایک تیسری کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب انھیں اطلاع ملی کہ حکم بن عباس کلبی نے ان کے چچا زید کے بارے میں یہ شعر کہا ہے:

صَلَبْنَا لَکُمْ زَیْدَاً عَلَی جِذْعِ نَخْلَةٍ
وَلَمْ نَرَ مَهْدِیَّاً عَلَی الجِذْعِ یُصْلَبُ

''ہم نے تمھارے سامنے تمھارے زید کو کھجور کے تنے پر سولی پر لٹکا دیا اور ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی مہدی بھی کھجور کے تنے پر سولی پر لٹکایا جا سکتا ہے''۔

جب یہ شعر امام جعفر صادق نے سنا تو بددعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کردے، چنانچہ اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔ (الکواکب الدریّة، ص: 94)

(39) احمد بن شہاب الدین خفاجی (متوفی: 1069ھ)

احمد بن شہاب الدین خفاجی امام صادق علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

جعفر الصادق، أبو عبد الله بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، روی عنه کثیرون، کمالک والسفیانان وابن جریح وابن إسحاق، واتفقوا علی إمامته وجلالته وسیادته، وُلِدَ سنة: 80هـ، وتُوفّی سنة: 148هـ قیل مسموماً، وثّقه فی روایته: الشافعی، وابن معین، وأبو حاتم، والذهبی، وهو مِن فضلاء أهل البیت وعلمائهم. (الإمام الصادق والمذاهب الأربعة لأسد حیدر 59/1، ونقله محمّد علی دخیل فی" أئمّتنا" 1/485عن "شرح الشفا" 1/124.)

''امام جعفر صادق ابوعبداللہ بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے بہت سے لوگوں جیسے مالک، دونوں سفیان، ابن جریج، ابن اسحاق نے حدیث کی روایت کی ہے، وہ سب ان کی امامت، جلالت اور سیادت پر متفق ہیں، سنہ ۸۰؍ہجری میں ولادت اور ۱۴۸؍ہجری میں وفات ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ ان کی وفات زہرخورانی سے ہوئی تھی۔ امام شافعی، ابن معین، ابوحاتم اور ذہبی نے ان کی توثیق کی ہے، وہ اہل

بیت کے فضلاء اور علماء میں سے تھے''۔

(40) شیخ مومن بن حسن شبلنجی (متوفی بعد:1083ھ)

شیخ مومن بن حسن شبلنجی اپنی کتاب'' نور الأبصار ''میں'' فصل فی ذکر مناقب سیّدنا جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہم''، کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

ومناقبه كثيرة تكاد تفوت عدّ الحاسب، ويُحار في أنواعها فَهُم اليَقِظ الكاتب، روى عنه جماعة من أعيان الأئمّة وأعلامهم كيحيى بن سعيد، ومالك بن أنس، والثوري، وابن عيينة، وأبي حنيفة، وأيّوب السختياني، وغيرهم.

''امام جعفر صادق کے مناقب بہت سے ہیں، انھیں کسی کے لیے شمار کرنا آسان نہیں ہے، ایک ذہین اور تیز کاتب بھی ان کو لکھتے ہوئے حیرت میں پڑ جائے گا، کئی ایک کبار ائمہ اور علماء کی جماعت جیسے یحی بن سعید، مالک بن انس، ثوری، ابن عیینہ، ابوحنیفہ اور ایوب سختیانی وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے''۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ امام جعفر ثقہ تھے، ان جیسے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا۔

''حیاۃ الحیوان الکبری'' میں فائدہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''ابن قتیبہ اپنی کتاب'' أدب الکاتب'' میں لکھتے ہیں:

وكتاب الجفر كتبه الإمام جعفر الصادق بن محمّد الباقر رضي الله عنهما فيه كلّ ما يحتاجون علمه إلى يوم القيامة.

''کتاب الجفر'' جسے امام جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہما نے لکھا ہے، اس میں ہر وہ علم موجود ہے جس کی قیامت تک لوگوں کو ضرورت پڑے گی۔اسی کتاب جفر کی

طرف ابوالعلاء معری نے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے:

لَقَد عَجِبُوا لآلِ البَيْتِ لَمّا
أَتَاهُم عِلْمُهُم فِي جِلْد جَفْرِ

''لوگوں کو آل بیت پر اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب ان کے پاس وہ ان کا وہ علم آیا جو جفر کی جلد میں موجود تھا''۔

وَمِرْآةُ المُنَجِّمِ وَهِيَ صُغْرَى
تُرِيْهِ كُلَّ عَامِرَةٍ و قَفْرِ

''علم نجوم کا وہ آئینہ بھی اسی میں ہے، جو بظاہر تو بہت چھوٹا لیکن اس میں تمام آبادیاں اور ویرانے دکھائی دیتے ہیں''۔

''الفصول المهمّة'' میں ہے:

نقل بعض أهل العلم أنّ كتاب الجفر الذى بالمغرب يتوارثه بنو عبد المؤمن بن على من كلام جعفر الصادق، وله فيه المنقبة السَّنيَّة، والدرجة التى فى مقام الفضل عَلِيَّه، و(كان)جعفر الصادق رضى الله عنه مجاب الدعوة، إذا سأل الله شيئاً لا يتمّ قوله إلاّ وهو بين يديه. (نور الأبصار فى مناقب آل النبىّ المختار 161-160)

''بعض اہل علم نے یہ نقل کیا ہے کہ وہ کتاب جفر جسے دیار مغرب میں عبدالمومن کی نسلیں ایک دوسرے کو منتقل کرتی ہیں، وہ امام جعفر کا کلام ہے۔جس میں ان کی منقبت اور ان کے مقام رفیع کا تذکرہ ہے۔امام جعفرالصادق رضی اللہ عنہ مجاب الدعوات تھے، جب بھی اللہ سے کوئی چیز طلب کرتے تو ابھی ان کے الفاظ پورے نہیں ہوئے کہ درخواست منظور ہوگئی اور طلب کردہ چیز حاصل ہوگئی''۔

(41)شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد بن عماد حنبلی اپنی کتاب ''شــذرات الذھب'' میں ۱۴۸ھ ہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها تُوفِّى الإمام، سلالة النبوّة، أبو عبد الله جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن زين العابدين على بن الحسين الهاشمى العلوى ...وكان سيّد بنى هاشم فى زمانه، عاش ثمانياً وستّين سنة وأشهراً.

ووُلِدَ سنة: ثمانين بالمدينة، ودُفن بالبقيع فى قبّة أبيه وجدّه وعمّ جدّه الحسن، وقد ألّف تلميذه جابر بن حيّان الصوفى كتاباً فى ألف ورقة يتضمّن رسائله، وهى خمسمئة، وهو عند الإماميّة من الاثنى عشر بزعمهم ...وقال فى "المغنى": جعفر بن محمّد بن على ثقة ...وقد وثّقه ابن معين وابن عدى. (شذرات الذهب فى أخبار مَن ذهب 1/362)

''اسی سنہ میں سلیل نبوت امام ابوعبداللہ جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین علی بن حسین ہاشمی علوی کی وفات ہوئی، وہ اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار تھے، ۶۸ سال اور چند مہینے وہ حیات رہے۔ ان کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۰ ہجری میں ہوئی تھی، بقیع کے اسی قبے میں ان کی تدفین ہوئی جس میں ان کے والد، دادا اور دادا کے چچا امام حسن علیہم السلام مدفون ہیں۔ ان کے ایک شاگرد جابر بن حیان صوفی نے ایک ہزار اوراق کی ایک کتاب لکھی جس میں ان کے پانچ سو رسائل شامل ہیں، امامیہ کے اپنے خیال کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ ''المغنی'' میں لکھا ہے کہ جعفر بن محمد علی ثقہ ہیں، ابن معین اور ابن عدی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے''۔

(42) حسین بن محمد دیار بکری (متوفی: 1111ھ)

حسین بن محمد دیار بکری اپنی کتاب ''تاريخ الخميس'' میں لکھتے ہیں:

وفى سنة: ثمان وأربعين ومئة، تُوفّى سيّد بنى هاشم جعفر بن محمّد

الصادق أبو عبد الله العلوی المدنی(تاریخ الخمیس2/325)

''سنہ ۱۴۸ ہجری میں سردار بنو ہاشم جعفر بن محمد صادق ابوعبداللہ علوی مدنی کی وفات ہوئی''۔

(43) محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (متوفی: 1122ھ)

محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی اپنی کتاب ''شرح على موطأ الإمام مالک''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد، أبو عبد الله، فقيه صدوق إمام، مات سنة: ثمان وأربعين ومئة(شرح الزرقانی علی موطّأ الإمام مالک2/403)

''امام جعفر بن محمد ابوعبداللہ فقیہ، صدوق اور امام تھے، ۱۴۸ ہجری میں ان کی وفات ہوئی''۔

(44) شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (متوفی: 1171ھ)

شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی اپنی کتاب ''الإتحاف بحبّ الأشراف''میں لکھتے ہیں:

السادس من الأئمّة جعفر الصادق، ذو المناقب الكثيرة والفضائل الشهيرة، روى عنه الحديث أئمّة كثيرون مثل: مالك بن أنس، وأبى حنيفة، ويحيى بن سعيد، وابن جريج، والثورى، وابن عيينة، وشعبة، وغيرهم رضى الله عنهم، وُلد رضى الله عنه بالمدينة المنوّرة سنة: ثمانين من الهجرة، وغررُ فضائله وشرفه على جبهات الأيّام كاملةٌ .وأندية المجد والعز بمفاخره ومآثره آهلة .وتُوفِّى رضى الله عنه سنة: ثمان وأربعين ومئة فى شوّال، قيل إنّه مات بالسُمّ فى أيّام المنصور، ودُفِنَ بالبقيع فى القبّة التى دُفِنَ فيها أبوه وجدّه...(الإتحاف بحبّ الأشراف147-146)

''چھٹے امام جعفر صادق ہیں، جو بہت سے مناقب اور کئی ایک مشہور فضائل کا حامل ہیں، بہت سے ائمہ جیسے مالک بن انس، ابوحنیفہ، یحیٰ بن سعید، ابن جریج، ثوری، ابن

عیینہ،شعبہ وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔امام محترم رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں سنہ ۸۰ھ ہجری میں ہوئی،ان کے فضائل اور مجد وشرف کے واقعات مشہور ہیں،اسی طرح ان کی عزت وتکریم کی فخریہ باتوں سے مجلسیں آباد ہیں۔امام محترم رضی اللہ عنہ کی وفات ماہ شوال سنہ ۱۴۸ھ ہجری میں ہوئی،یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ منصور کے عہد حکومت میں زہر خورانی سے ان کی وفات ہوئی۔اور وہ بقیع کی اسی قبر میں دفن کیے گئے جس میں ان کے والد اور ان کے دادا مدفون ہیں''۔

(45) محمد امین سویدی (متوفی:1246ھ)

محمد امین سویدی اپنی کتاب ''سبائک الذھب''میں لکھتے ہیں:

جعفر الصادق، کان من بین أخوته خلیفة أبیه ووصیّه، نُقل عنه من العلوم ما لم ینقل عن غیره، وکان إماماً فی الحدیث. (سبائک الذھب فی معرفة قبائل العرب74)

''امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے باپ کے خلیفہ اور وصی تھے،جو علوم ان سے نقل کیے گئے ہیں،کسی دوسرے سے نقل نہیں کیے گئے اور وہ حدیث میں امام تھے''۔

(46) خیر الدین زرکلی (متوفی:1396ھ)

خیر الدین زرکلی اپنی کتاب''الأعلام''میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین السبط، الهاشمی القرشی، أبو عبد الله، الملقّب بالصادق:سادس الأئمّة الاثنی عشر عند الإمامیّة.

کان من أجلاّء التابعین، وله منزلة رفیعة فی العلم.أخذ عنه جماعة منهم الإمامان أبو حنیفة ومالک، ولقّب بالصادق؛ لأنّه لم یُعرف عنه

الـكـذب قـط، لـه أخبـار مـع الـخـلفاء من بنی العبّاس و كان جريئاً عليهم صـدّاعـاً بـالـحقّ، له(رسائل)مجموعة فی كتاب، ورد ذكرها فی (كشف الـظـنـون)، يُـقـال إنّ جـابـر بـن حيّان قام بجمعها. مولده ووفاته بالمدينة .(الأعلام2/126)

''جعفر بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط، ہاشمی قرشی، ابوعبداللہ جن کا لقب صادق تھا، وہ امامیہ کے مسلک کے مطابق بارہ اماموں میں سے چھٹے امام تھے۔ امام محترم کا شمار بڑے تابعین میں ہوتا ہے، علمی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند تھا، ان سے ایک جماعت خاص طور پر امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے علم حاصل کیا ہے، ان کا لقب صادق ہے کیوں کہ انھیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا گیا، خلفائے بنوعباسیہ کے ساتھ ان کے بہت سے واقعات ہیں، وہ حق بات کہنے کے معاملے میں ان کے سامنے بڑی جراء ت کا اظہار کرتے تھے۔ ان کے رسائل کا مجموعہ ایک کتاب کی شکل میں ہے جس کا ذکر ''کشف الظنون'' میں ہے، بیان کیا جاتا ہے جابر بن حیان نے ان رسائل کو جمع کیا تھا، ان کی ولادت اور وفات مدینہ منورہ میں ہوئی''۔

(47) محمود بن وہیب بغدادی (ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہوسکا)

محمود بن وہیب بغدادی اپنی کتاب ''جوهرة الكلام'' میں لکھتے ہیں:

جـعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زين العابدين بن الحسين بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم أجمعين، و كنيته أبو عبد الله، وقيل أبو إسـماعيل، و ألقابه :الـصـادق، والـفاضل، والطاهر، وأشهرها الأوّل، نقل الناس عنه من العلوم ما سارت به الركبان وانتشر صيته فی جميع البلدان، وروی عـنـه الأئـمّة الكبار كيحيی، ومالك، وأبی حنيفة. (الإمـام الصادق والمذاهب الأربعة لأسد حيدر 1/ 59 عن جوهرة الكلام 59)

''جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین، کی کنیت ابوعبداللہ تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی کنیت ابواسماعیل تھی، ان کے القاب صادق، فاضل، طاہر تھے لیکن میں پہلا لقب زیادہ مشہور تھا، لوگوں نے ان سے بہت سے علوم حاصل کیے جن کو قافلوں نے دور دراز کے علاقوں میں پہنچایا، ان کی شہرت شہروں شہروں تک پہنچی۔ بڑے بڑے ائمہ جیسے یحیٰ، مالک اور ابوحنیفہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے''۔

تنبیہ

اسد حیدر اپنی کتاب ''**الإمام الصادق والمذاهب الأربعة**'' میں امام صادق علیہ السلام کی طرف زجر اور فال کی نسبت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

یہ ایک بڑی غلطی اور اشتباہ پیدا کرنے والی بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام محترم سیاسی حالات کے اپنے تجزیے سے پردے کے پیچھے کے واقعات کو پڑھ لیتے تھے، اپنی خاص حکمت اور صفائے باطن سے مستقبل کو پڑھ لیتے تھے اور پھر آگے آنے والے واقعات کی خبر دے دیتے تھے، جیسے کہ انھوں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ خلافت سفاح کو ملے گی، اس کے بعد منصور کے ہاتھ میں آئے گی اور انھوں نے یہ بھی خبر دے دی تھی کہ محمد اور ابراہیم، منصور کے ہاتھوں قتل کیے جائیں گے۔ انھوں نے اس اجلاس میں جسے عباسیوں اور علویوں میں سے ہاشمیوں نے منعقد کیا تھا، محمد بن عبداللہ کی بیعت کی مخالفت کی تھی اور عبداللہ بن حسن سے کہا:

ایسا نہ کرو کیوں کہ اب یہاں خلافت یہاں آنے والی نہیں ہے۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، واقعہ وہ نہیں ہے۔ امام صادق نے فرمایا: یہ اور اس کے بیٹے تجھ سے کم تر ہیں، پھر انھوں نے ابوالعباس کی پشت پر ہاتھ مارا اور مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبدالصمد بن علی اور ابوجعفر منصور ان کے پیچھے پیچھے آئے اور ان سے پوچھا کہ کیا یہ بات آپ کہہ رہے ہیں، انھوں نے فرمایا: ہاں، میں کہہ رہا

ہوں، اللہ کی قسم، مجھے اس کا خوب علم بھی ہے۔

ہمارے اندر طاقت نہیں کہ ہم ائمہ علیہم السلام کے علم پر کوئی تفصیلی گفتگو کریں، اور ان چیزوں کا تذکرہ کروں جن کے حقائق ان پر منکشف ہو چکے تھے، انھوں نے بہت سے واقعات کی اطلاع ان کے وقوع سے پہلے دے دی تھی، امام صادق سے تو اس سلسلے میں بہت سی باتیں منقول ہیں، ان کا یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں،

رہا ان کی طرف زجر اور فال کی نسبت کا معاملہ تو یہ ایک بڑی غلطی ہے، محض نام کی یکسانیت اور زمانہ کی قربت کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہوا ہے۔ وہ اس طرح کہ جعفر بن محمد بلخی جو ابومعشر فلکی کے نام سے معروف تھا، وہ فن زجر اور علم فال میں بڑا مشہور تھا، علم نجوم میں وہ اپنے دور کا استاذ تھا۔ لوگوں نے اس کے واقعات بیان کیے ہیں اور اس کا عام چرچا رہا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں:

ظاہر یہ ہو رہا ہے کہ جس علم فال اور اختلاج اعضاء کی نسبت امام جعفر بن محمد صادق کی طرف کی جاتی ہے، وہ جعفر بن ابی معشر کی طرف منسوب ہے۔ وہ امام صادق نہیں ہیں، بلکہ لوگ غلط طور پر ان علوم کی نسبت امام محترم کی طرف کر دیتے ہیں۔ (الإمام الصادق والمذاهب الأربعة1/64-63)

امام موصوف کی مدح میں علمائے اہل سنت کے مختلف اقوال موجود ہیں اور انھوں نے اپنی توثیقات درج کی ہیں، ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ان کے اقوال یہاں درج کروں، ان ائمہ کے اسماء کی طرف اشارہ کیے دیتا ہوں، وہ یہ ہیں:

(1) امام محمد بن ادریس شافعی

(امام شافعی کا قول امام ذہبی نے اپنی کتاب " سير أعلام النبلاء "[6/256-257] میں اور ابن حجر نے اپنی کتاب " تهذيب التهذيب "[2/69] میں نقل کیا ہے)

(2) امام نسائی

(امام نسائی کا قول ابن حجر نے اپنی کتاب'' تھذیب التھذیب ''[2/69] میں نقل کیا ہے)

(3)امام یحی بن معین

(امام یحی بن معین کا قول امام ذہبی نے اپنی کتاب'' سیر أعلام النبلاء ''[6/257] میں اورابن حجر نے اپنی کتاب'' تھذیب التھذیب ''[2/69] میں نقل کیا ہے)

(4)امام ابوزرعہ

(امام ابوزرعہ کا قول رازی نے اپنی کتاب''الجرح والتعدیل ''[2/487] میں نقل کیا ہے)

(5)ابن ابی خیثمہ

(ابن ابی خیثمہ کا قول ابن حجر نے اپنی کتاب'' تھذیب التھذیب ''[2/69] میں نقل کیا ہے)

اس طرح یہ واضح ہوگیا کہ امام صادق کی جلالت شان ،ان کی عظمت اور قدرومنزلت پر اجماع ہے۔جوکوئی مزید تفصیل چاہے گا تو اسے امام کے سلسلے میں بہت سے مدحیہ کلمات ملیں گے اوران کی تعریف میں کہے گئے جملے بھی سامنے آئیں گے۔

فصل ششم

اہل بیت کے ساتویں امام

کاظم موسی بن جعفر علیہ السلام

دریچہ معرفت امام علیہ السلام

ان کا نفس پاکیزہ اوران کا باطن اخلاص سے مزین ہے۔وہ بیت نبوی کا ایک ایسا روشن ستارہ تھے جس نے نسلوں کی راہوں کو روشنی دی ہے،ان کی عطائے مسلسل سے دنیا کی تاریکیاں کافور ہوئی ہیں،ان کے مقدر کا ستارہ آسمان کی بلندیوں پر ہے اور انھوں نے مجد وشرف کی کئی ایک اعلی منزلیں طے کی ہیں۔وہ علم ، بردباری،شجاعت ، رواداری ، اور فضل وکرم میں ممتاز تھے،ساتھ ہی ساتھ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ سے وابستہ تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ دلوں کی دھڑکن اور مرجع خلائق بن گئے تھے۔ان کی فضیلت اور ان کی منقبت کا ذکر جمیل کرنے میں اہل قلم نے ایک دوسرے سے سبقت دکھائی ہے اور ان کی شان کی عظمت واضح کی ہے۔

امام محترم کی مدح وثنا میں کبار علمائے اہل سنت کے اقوال ذکر کرنے سے پہلے ہم قارئین محترم کے سامنے پہلے امام محترم کے مختصر احوال زندگی بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں:

ان کا نام ونسب یہ ہے:

امام موسی بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ۔

ان کی والدہ حمیدہ بربریہ تھیں،جن کو حمیدہ مصفاۃ بھی کہا جاتا ہے۔

ان کا شمار افضل ترین خواتین میں ہوتا ہے،امام صادق علیہ السلام نے جن کلمات سے ان کی مدح وتوصیف کی ہے،ان سے ان کی عظمت اور قدر ومنزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں:

حمیدة مُصَفّاة من الأدناس کسبیکة الذهب، ما زالتُ الأملاک

تحرسها حتّی أُدِّیَت إلیّ کرامةً من الله لی و الحُجّة من بعدی.

''حمیدہ گندگیوں سے اسی طرح صاف تھیں جس طرح سونے کا سکہ میل کچیل سے صاف ہوتا ہے۔فرشتے برابر ان کی حفاظت ونگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی طرف سے بطور کرامت میری زوجیت میں آئیں اور بعد والوں کے لیے حجت بنیں''۔

امام علیہ السلام کی ولادت مقام ابواء(مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک شہر جہاں رسول کریم ﷺ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وہب کی وفات ہوئی اور جہاں ان کو دفن کیا گیا) میں ۷/صفر سنہ ۱۲۸/ہجری کو ہوئی۔

امام کاظم علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن ہے۔انھیں ابوالحسن اول کہا جاتا ہے ۔ ابوابراہیم اور ابوعلی بھی ان کی کنیت ہے ۔وہ عبد صالح اور کاظم (علیہ السلام) کے نام سے مشہور ہیں۔

وہ اپنے والدامام صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد سنہ ۱۴۸/ہجری میں مسلمانوں کے امیر تسلیم کیے گئے،وقت وہ کل بیس(۲۰) سال کے تھے۔

انھوں نے چار عباسی خلفاء کا دور دیکھا جو یہ ہیں:ابوجعفر منصور،اس کا بیٹا محمد جو مہدی کے نام سے مشہور ہے، پھراس کا بیٹا موسیٰ جو ہادی کے نام سے جانا جاتا ہےاور پھر اس کا بھائی ہارون بن مہدی جس کا لقب رشید ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنی زندگی کے بیشتر ماہ وسال جیل کی تاریکیوں میں گزارے، پہلے انھیں مہدی عباسی نے جیل میں ڈالالیکن اس نے پھر آزاد کردیا۔پھر جب ہارون رشید کا دورخلافت آیا تو اس نے امام کوگرفتار کرالیا اور ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ بغداد میں سندی بن شاہک کی جیل میں وہ شہید ہوگئے۔

امام علیہ السلام کی تاریخ شہادت ۲۵/رجب سنہ ۱۸۳/ہجری ہے۔

امام علیہ السلام کی تدفین مقابر قریش نامی قبرستان میں عمل میں آئی جو آج کل کاظمیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

امام کاظم علیہ السلام کبار علمائے اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں اہل سنت کے بڑے علماء کے اقوال ذکر کیے جارہے ہیں جن سے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی شان وعظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

(1) امام شافعی (متوفی:204ھ)

امام شافعی نے'' **تحفة العالم** ''میں لکھا ہے:

قبر موسى الكاظم، الترياق المجرّب.

''امام موسیٰ کاظم کی قبر تریاق مجرب ہے''۔

یعنی ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔

(**أئمّتنا لمحمّد علی دخیل** 2/ 65 ، **تحفة العالم** 2/22 کے حوالے سے، احمد زینی دحلان نے بھی اپنی کتاب میں اسے نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: **الدرر السنيّة فی الردّ علی الوهابيّة** 6 /4)

(2) امام احمد بن حنبل (متوفی:241ھ)

امام احمد بن حنبل نے ایک سند جواس طرح ہے:

الإمام علی الرضا، عن أبيه موسى الكاظم، عن أبيه جعفر الصادق، عن أبيه محمّد الباقر، عن أبيه علی زين العابدين، عن أبيه الحسين بن علی، عن أبيه علی بن أبی طالب، عن الرسول الأكرم صلوات الله عليهم أجمعين.

اس پر یہ فرمایا:

لو قرأت هذا الإسناد على مجنون لبرء مِن جُنَّتِهِ . (**الصواعق المحرقة لابن حجر الهيتمی**، ص: 310)

''اگر میں یہ سند کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اپنے جنون سے شفا پاجائے''۔

(3)حسن بن ابراہیم، ابوعلی خلال شیخ الحنابلہ

حسن بن ابراہیم، ابوعلی خلال شیخ الحنابلہ جو تیسری صدی ہجری کے عالم ہیں، فرماتے ہیں:

ما همّني أمرٌ، فقصدتُ قبر موسى بن جعفر فتوسّلت به، إلاّ سهّلَ الله تعالى لي ما أُحِبُّ.

''جب بھی میرے سامنے کوئی مشکل آئی تو میں امام موسیٰ بن جعفر کی قبر کا ارادہ کیا، میں نے وہاں پہنچ کر ان کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسانی پیدا کردی جسے میں پسند کرتا تھا''۔(ان کا یہ قول خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد[1/120] میں اور ابن جوزی نے منتظم[9/89] میں نقل کیا ہے)

(4)ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی:250ھ)

ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ نے اپنے رسائل میں ایک ہی سلسلہ کلام میں دس اماموں کی مدح کرتے ہوئے امام کاظم کا ذکر کیا ہے۔ یہ گفتگو ان باتوں کی تردید کے ضمن میں آئی ہے جن کو لے کر بنوامیہ، بنوہاشم پر فخر کرتے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومَنِ الذي يُعَدُّ مِنْ قريش ما يَعُدّه الطالبيّون عَشَرة في نسق؛ كلّ واحد منهم :عالم، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاکٍ، فمنهم خلفاء، ومنهم مُرشّحون :ابن ابن ...هكذا إلى عشرة، وهم الحسن العسكري بن علي بن محمّد بن علي بن موسى بن جعفر بن محمّد بن علي بن الحسين بن علي عليهم السلام، وهذا لم يتّفق لبيت من بيوت العرب ولا من بُيوت العجم. (رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے، زاہد ہے، عابد ہے، بہادر ہے، سخی ہے، طاہر ہے، صاحب تزکیہ ہے، ان میں سے بعض خلفاء ہیں، بعض بہترین منتظم ہیں،

بیٹا، پوتا، پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔ اور وہ ہیں: حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔ یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو"۔

(5) محمد بن ادریس بن منذر، ابوحاتم رازی (متوفی: 277ھ)

محمد بن ادریس بن منذر، ابوحاتم رازی امام محترم کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثقةٌ صدوق، إمامٌ مِن أئمّة المسلمين.

"وہ ثقہ اور صدوق تھے، مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام تھے"۔

(ان یہ قول ان کے بیٹے رازی نے" الجرح والتعديل "[8/138] میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی نے" سير أعلام النبلاء "[6/280] میں بھی اسے نقل کیا ہے)

(6) رازی ابن ابی حاتم (متوفی: 327ھ)

رازی ابن ابی حاتم جیسا کہ اپنی کتاب "الجرح والتعديل" میں اپنے والد کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صدوقٌ إمام.

"امام محترم صدوق اور امام تھے"۔

(ملاحظہ ہو: "الجرح والتعديل" [8/139]، نیز ان کا یہ قول امام ذہبی نے "ميزان الاعتدال" [4/201] میں ذکر کیا ہے)

(7) خطیب بغدادی (متوفی: 463ھ)

خطیب بغدادی اپنی کتاب "تاريخ بغداد" میں لکھتے ہیں:

أخبرنا الحسن بن أبي بكر، أخبرنا الحسن بن محمّد بن يحيى العلوي، حدّثني جدّي قال: كان موسى بن جعفر يُدعى العبد الصالح مِن عبادته واجتهاده، روى أصحابُنا أنّه دخل مسجد رسول الله فسجد

سجدةً فی أوّل اللیل، وسُمع وهو یقول فی سجوده:عظم الذنب عندی فلیحسن العفو عندک، یا أهل التقوی ویا أهل المغفرة،فجعل یرددها حتّی أصبح، وکان سخیّاً کریماً، وکان یبُلغه عن الرجل أنّه یؤذیه، فیبعث إلیه بصرّة فیها ألف دینار، وکان یصرّر الصرر ثلاثمئة دینار، وأربعمئة دینار ومئتی دینار، ثمّ یقسّمها بالمدینة، وکان مثل صرر موسی بن جعفر إذا جاء ت الإنسان الصرّة فقد استغنی،ثُمّ ذکر أخباراً فی مدُحه والثناء علیه .(تاریخ بغداد 13/27)

’’ہمیں خبر دی حسن بن ابی بکر نے،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسن بن محمد بن یحیی علوی نے ،وہ کہتے ہیں کہ مجھے سے میرے داد نے بیان کیا کہ موسی بن جعفرکو ان کی عبادت اور اطاعت الٰہی میں جد وجہد کی وجہ سے عبدصالح کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہمارے ساتھیوں نے بیان کیا کہ ایک بار وہ رسول اللہﷺ کی مسجد میں داخل ہوئے اور رات کے ابتدائی پہر میں انھوں نے سجدہ کیا،سنا گیا کہ وہ اپنے سجدوں میں یہ دعا کررہے تھے:’’**عظم الذنب عندی فلیحسن العفو عندک، یا أهل التقوی ویا أهل المغفرة** ’’(میرے دامن گناہوں سے بھر گیا ہے تو اپنی جانب سے اچھی طرح ان کو معاف کردے،اے صاحب تقوی اور اے صاحب مغفرت)۔یہی دعا کرتے کرتے انھوں نے صبح کردی۔امام موصوف سخی تھے،کریم تھے،انھیں جب کسی آدمی کے بارے میں یہ خبر ملتی تھی کہ وہ انھیں تکلیف دینے کا ارادہ رکھتا ہےتو اس کے پاس ہزار دینار سے بھر تھیلی بھجوادیا کرتے تھے ۔وہ دوسو،تین سواور چارسو دینار کی تھیلی بنواکر مدینہ میں تقسیم کراتے تھے۔امام موسی بن جعفر کی تھیلیاں اتنے دینار سے بھری ہوتی تھیں کہ جب آدمی اسے پاتا تو بے نیاز ہوجاتا تھا‘‘۔

اس کے بعد خطیب بغدادی نے ان کے سلسلے میں مدح وثناء کے واقعات اور روایات کا ذکر کیا ہے۔

(8) عبدالکریم بن محمد سمعانی (متوفی: 562ھ)

عبدالکریم بن محمد سمعانی اپنی کتاب '' الأنساب ''میں لکھتے ہیں:

وھو موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب ...ومشھدہ ببغداد مشھور یُزار ...زُرتُہُ غیر مرّۃ مع ابنہ محمّد بن الرضا علی بن موسی. (أنساب السمعانی5/405)

''وہ موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں،ان کا مشہد بغداد میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔میں نے کئی بار ان کے بیٹے محمد بن رضا علی بن موسی کے ساتھ ان کی قبر کی زیارت کی ہے''۔

(9) ابوالفرج عبدالرحمان بن جوزی (متوفی: 597ھ)

ابوالفرج عبدالرحمان بن جوزی اپنی کتاب '' صفۃ الصفوۃ ''میں لکھتے ہیں:

کان یُدعی العبد الصالح؛ لأجل عبادتہ واجتھادہ وقیامہ باللیل، وکان کریماً حلیماً، إذا بلغہ عن رجل یؤذیہ بعث إلیہ بمال. (صفۃ الصفوۃ 2/184، ترجمۃ رقم: 191)

''امام موسی کاظم کو بندۂ صالح کہہ کر پکارا جاتا تھا،اس کی وجہ ان کی عبادت ،اللہ کی اطاعت میں سعی وجہد اور تہجد گزاری تھی ،وہ بڑے کریم اور حلیم تھے،جب انھیں یہ خبر ملتی کہ کوئی انھیں تکلیف دینا چاہتا ہے تو اس کے پاس مال بھجوادیا کرتے تھے''۔

اس کے بعد ابن جوزی نے ان کے کچھ واضح مناقب اور خوبصورت فضائل کا ذکر کیا ہے۔اور وہ ہی ہے جو شقیق بلخی کے ساتھ سفر حج میں پیش آیا تھا۔اور جسے امام سے شقیق نے براہ راست دیکھا تھا اور وہ اس طرح کہ امام نے ان کے دل میں موجود بات بتادی اور ایسا دوبار ہوا۔اسی طرح بلخی نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح امام کی دعا سے کنویں کا پانی اوپر آگیا اور اس طرح ان کا چھاگل پانی کے ساتھ اوپر آگیا جو کنویں کی گہرائی میں جاگرا

تھا،اس کے بعد شقیق نے امام سے کھانا طلب کیا،امام نے ان کو چھاگل دی،اس میں سے انھوں نے پیا تو ستو اور شکر کا وہ مزہ آیا کہ اس طرح کا مزہ اور خوشبو کا انھوں نے کوئی تجربہ نہیں کیا تھا۔ شقیق نے اسے خوب پیا اور شکم سیر اس طرح ہوئے کہ کئی دن گزر گئے،انھیں بھوک اور پیاس کا احساس تک نہ ہوا۔ یہ واقعہ تفصیل سے ابن جوزی نے ذکر کیا ہے،کوئی پڑھنا چاہے تو اسے ان کی کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اسی طرح ابن جوزی نے اپنی دوسری کتاب ''**المنتظم**'' میں امام کا ترجمہ لکھا ہے اور اسی طرح کے مدحیہ کلمات استعمال کیے ہیں،جو ابھی آپ کی نظروں میں آ چکے ہیں۔ (**المنتظم** 9/87)

(10) فخر رازی (متوفی: 604ھ)

فخر رازی اپنی تفسیر میں ''الکوثر'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والقول الثالث الكوثر أولاده ...فالمعنى أنّه يعطيه نسلاً يبقون على مرّ الزمان، فانظر كم قُتل من أهل البيت ثُم العالَم ممتلىء منهم، ولم يبقَ من بني أميّة في الدنيا أحد يعبأ به، ثمّ انظر كم كان فيهم من الأكابر من العلماء كالباقر، والصادق، والكاظم، والرضا عليهم السلام.(تفسير الفخر الرازي:مجلّد 16، ج32/125)

''تیسرا قول: ''**الکوثر**'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولاد ہے۔ایسی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ آپ کو ایسی نسل عطا کرے گا جو مرور زمانہ کے ساتھ باقی رہے گی۔لہذا دیکھو کہ اہل بیت میں کتنے لوگ قتل کیے گئے،پھر بھی دنیا ان کے وجود سے بھری ہوئی ہے لیکن آج دنیا میں بنوامیہ کا کوئی ایک ایسا شخص باقی نہیں ہے جو قابل ذکر ہو،پھر یہ بھی دیکھو ان اہل بیت میں کیسے کیسے اکابر علماء جیسے باقر،صادق،کاظم اور رضا علیہم السلام پیدا ہوئے''۔

(11)ابن اثیر جزری (متوفی:630ھ)

ابن اثیر جزری اپنی کتاب''الکامل فی التاریخ''میں لکھتے ہیں:

وکان یلقّب بالکاظم؛ لأنّه کان یحسن إلی مَن یُسیء إلیه، کان هذا عادته أبداً . (الکامل فی التاریخ6/14)

''امام محترم کا لقب کاظم تھا، کیوں کہ جو کوئی ان کے ساتھ برا برتاؤ کرتا، اس کے ساتھ وہ حسن سلوک کیا کرتے تھے''۔ یہی ان کا ہمیشہ کا معمول تھا''۔

(12)عارف شیخ محیی الدین محمد بن علی معروف بہ ابن عربی (متوفی:638ھ)

عارف شیخ محیی الدین محمد بن علی معروف بہ ابن عربی اپنی کتاب''المناقب''جو شیخ فضل اللہ اصبہانی کی کتاب'' وسیلة الخادم إلی المخدوم ''کے آخر میں مطبوع ہے، فرماتے ہیں:

وعلی شجرة الطور،والکتاب المسطور،والبیت المعمور،والسقف المرفوع،والسرّ المستور،والرقّ المنشور،والبَحرالمَسْجُور،وآیة النور، کلیم أیمن الإمامة،منشأ الشرف والکرامة،نورمصباح الأرواح،جلاء زجاجة الأشباح،ماء التخمیر الأربعینی،غایة معارج الیقینی،إکسیر فلزات العرفاء،معیار نقود الأصفیاء،مرکز الأئمّة العلویة،محور فلک المصطفویّة،الآمر للصور والأشکال بقبول الاصطبار والانتقال،النور الأنور أبی إبراهیم، موسی بن جعفر، علیه صلوات الله الملک الأکبر .

(شرح إحقاق الحق للسید المرعشی28/570)

''جبل طور کے درخت پر، کتاب مسطور میں، بیت معمور میں، بلند چھت کے نیچے پوشیدہ راز، کھلی ہوئی کتاب میں، جوش مارنے والے سمندر میں، روشنی کی علامت، ایمن امانت کے کلیم، شرف وکرامت کا منبع، روحوں کے چراغ کی روشنی، عالی عمارتوں کے شیشے

کی چمک ،تخمیر اربعین کے پانی، یقین کے زینوں کی منتہا، عارفین کے ٹوٹے دلوں کے اکسیر،نقو د اصفیاء کا معیار،علوی اماموں کا مرکز،سمائے مصطفوی کا محور،اشخاص وافراد کوصبر اور آگے بڑھ جانے کا حکم دینے والے نور انور ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ اللہ الملک الاکبر''۔

(13) محمد بن طلحہ شافعی (متوفی:652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب'' مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول ''میں لکھتے ہیں:

هو الإمام الكبير القدر، العظيم الشأن، الكبير المجتهد الجادّ في الاجتهاد، المشهور بالعبادة، المواظب على الطاعات، المشهود له بالكرامات، يبيت الليل ساجداً وقائماً، ويقطع النهار متصدّقاً وصائماً، ولِفَرْطِ حلمه وتجاوزه عن المعتدين عليه دُعى كاظماً، كان يُجازى المسىء بإحسانه إليه، ويُقابل الجانى بعفُوه عنه، ولكثرة عبادته كان يُسمّى بالعبد الصالح، ويُعرف بالعراق باب الحوائج إلى الله لِنُجحِ مطالب المتوسّلين إلى الله تعالى به، كرامته تُحار منها العقول، وتقضى بأنّ له عند الله تعالى قَدَم صدُق لا تَزَل ولا تزول. وأمّا مناقبه فكثيرة، ولو لم يكن منها إلاّ العناية الربّانيّة لكفاه ذلك منقبة. (مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول2/120)

''امام کاظم بڑی قدر ومنزلت والے تھے،ان کی شان بڑی تھی،اجتہاد کے میدان میں جادۂ مستقیم پر چلتے تھے،وہ اپنی عبادات کے لیے مشہور ہیں،اطاعت الٰہی کے کاموں میں ہمیشگی برتتے تھے،ان کی کرامات کی گواہی دی جاتی ہے ،رات سجدے اور قیام میں گزارتے،ان کے دن کے اوقات صدقہ دیتے ہوئے اور روزہ رکھتے ہوئے گزرتے

تھے، اپنی بہت زیادہ بردباری اور زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظر انداز کرنے کی وجہ سے وہ کاظم کہے جاتے تھے، جو ان کے ساتھ برا کرتا، اس کے ساتھ وہ اچھا کرتے، ظلم کرنے والے کو معاف کر دیا کر دیا کرتے، کثرت عبادت کی وجہ سے بندۂ صالح کہے جاتے تھے، عراق میں ان کی شہرت اس طرح تھی کہ وہ اللہ کی نظر میں ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کا دروازہ کہے جاتے تھے، کیوں کہ ان کا وسیلہ لینے والے اللہ کے دربار میں کامیابی سے ہم کنار ہوتے تھے، ان کی کرامات حیرت میں ڈال دینے والی ہیں، ان کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انھیں اللہ کی بارگاہ میں خاص مقبولیت حاصل تھی۔ جہاں تک سوال ان کے مناقب کا ہے تو وہ بہت ہیں۔ اگر ان کے اندر ربانی عنایت کے علاوہ کوئی اور منقبت نہ ہوتی تو صرف ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے یہی کافی تھی''۔

اس کے بعد محمد بن طلحہ شافعی نے امام محترم کے بعض مناقب کا ذکر کیا ہے جس میں شقیق بلخی کا وہ قصہ بھی ہے جو پیچھے ہم بیان کر چکے ہیں۔

(14) سبط ابن الجوزی (متوفی: 654ھ)

سبط ابن الجوزی اپنی کتاب '' تذکرة الخواص ''میں لکھتے ہیں:

وكان موسى جواداً حليماً، وإنّما سُمّي الكاظم؛ لأنّه كان إذا بلغه عن أحد شيء بعث إليه بمال. (تذكرة الخواص.312)

''امام موسی کاظم علیہ السلام سخی تھے، بردبار تھے، انھیں کاظم اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب انھیں یہ خبر ملتی تھی کہ فلاں شخص ان کی برائی کرتا ہے تو اس کے پاس مال بھیج دیا کرتے تھے''۔

اس کے بعد سبط ابن جوزی نے اپنی سند سے شقیق بلخی کا وہ واقعہ ذکر کیا ہے جس کی طرف اشارہ پیچھے ہو چکا ہے۔

(15) ابن ابی حدید معتزلی (متوفی: 655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی جاحظ کا وہ کلام جو پیچھے گزر چکا ہے، اس کو نقل کر کے اور اس کی

تائید کرتے ہوئے بحث کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

ونحن نذكر ما أجاب به أبو عثمان عن كلامهم ونضيف إليه من قبلنا أموراً لم يذكرها فنقول.... (شرح نهج البلاغة 270/15)

''بنوامیہ کی ان باتوں کا جواب جو وہ بنو ہاشم پر اپنی فوقیت میں کہا کرتے تھے،اس کا جو جواب ابوعثان نے دیا ہے،اس کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم مزید کچھ باتیں اور نقل کرتے ہیں جوانھوں نے ذکر نہیں کیے،پس ہم کہتے ہیں۔۔۔۔''

اسی طرح انھوں نے اسی فصل میں امام محترم کے بارے میں لکھا ہے:

ومِن رجالنا موسى بن جعفر بن محمّد -وهو العبد الصالح -جمع من الفقه والدين والنُسُک والحلم والصبر. (شرح نهج البلاغة 291/15)

''ہمارے رجال میں سے ایک موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں،جو ایک بندۂ صالح تھے ،فقہ،دین،عبادت،بردباری اور علم کے جامع تھے''۔

(16) ابن الساعی (متوفی:674ھ)

ابن الساعی اپنی کتاب'' مختصر تاريخ الخلفاء ''میں لکھتے ہیں:

أمّا الإمام الكاظم فهو صاحب الشأن العظيم، والفخر الجسيم، كثير التهجّد، الجادّ في الاجتهاد، المشهود له بالكرامات، المشهور بالعبادات، المواظِب على الطاعات، يبيت الليل ساجداً وقائماً، ويقطع النهار متصدّقاً وصائماً، ولفرط حلمه وتجاوزه عن المعتدين عليه كان كاظماً، يُجازي المسيء بإحسانه إليه، ويُقابل الجاني بعفوه عنه، ولكثرة عبادته يسمّى بالعبد الصالح، ويُعرف بالعراق بباب الحوائج إلى الله لِنُجُح المتوسّلين إلى الله تعالى به، كراماته تُحار منها العقول، وتقضي بأنّ له قَدَم صدق عند الله لا تزول. (حياة الإمام موسى بن جعفر لباقر شريف

القرشي1/166عن مختصر أخبار الخلفاء 39)

''امام کاظم بڑی شان والے تھے،صحت میں قابل فخر تھے، بہ کثرت تہجد پڑھنے والے تھے،اجتہاد کے میدان میں جادۂ مستقیم پر چلتے تھے،ان کی کرامات کی گواہی دی جاتی ہے ،وہ اپنی عبادات کے لیے مشہور ہیں،اطاعت الٰہی کے کاموں میں ہمیشگی برتتے تھے،رات سجدے اور قیام میں گزارتے،ان کے دن کے اوقات صدقہ دیتے ہوئے اور روزہ رکھتے ہوئے گزرتے تھے،اپنی بہت زیادہ بردباری اور زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظرانداز کرنے کی وجہ سے وہ کاظم کہے جاتے تھے،جو ان کے ساتھ برا کرتا،اس کے ساتھ وہ اچھا کرتے،ظلم کرنے والے کو معاف کر دیا کرتے،کثرت عبادت کی وجہ سے بندۂ صالح کہے جاتے تھے،عراق میں ان کی شہرت اس طرح تھی کہ وہ اللہ کی نظر میں ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کا دروازہ کہے جاتے تھے،کیوں کہ ان کا وسیلہ لینے والے اللہ کے دربار میں کامیابی سے ہم کنار ہوتے تھے،ان کی کرامات حیرت میں ڈال دینے والی ہیں،ان کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ انھیں اللہ کی بارگاہ میں خاص مقبولیت حاصل تھی''۔

(17)ابن خلکان(متوفی:681ھ)

ابن خلکان اپنی کتاب'' وفيات الأعيان ''میں لکھتے ہیں:

أحد الأئمّة الاثنى عشر رضى الله عنهم أجمعين. (وفيات الأعيان 4/503)

''امام موسیٰ کاظم بارہ اماموں رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک تھے''۔

اس کے بعد ابن خلکان نے خطیب بغدادی کی عبارت بغیر کسی تعلیق اور تبصرے کے نقل کی ہے۔

(18) ابوالحجاج یوسف مزی(متوفی:742ھ)

ابوالحجاج یوسف مزی نے اپنی کتاب'' تهـذيـب الكمال ''میں ابوحاتم کا گزشتہ قول نقل کیا ہے،اسی طرح انھوں نے امام محترم کی مدح وثنا میں کئی ایک واقعات کا ذکر کیا ہے۔(تهذيب الكمال 29/43)

(19) شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی:748ھ)

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی نے اپنی کتاب ''سیـر أعلام النبلاء'' میں لکھا ہے:

الإمام، القدوة، السيّد أبو الحسن العلوى، والد الإمام على بن موسى الرضا، مدنيّ، نزل بغداد.

''امام علی بن موسی رضا کے والد سید ابوالحسن علوی امام اور قدوہ تھے، مدنی ان کی نسبت تھی، بغداد میں مقیم رہے تھے''۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی دوسری کتاب'' العبر ''میں لکھتے ہیں:

وكان صالحاً عابداً جواداً حليماً كبير القدر.

''امام محترم صالح، عابد، سخی اور جلیل القدر تھے''۔

امام ذہبی نے اپنی مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں ابوحاتم کا مذکورہ بالا قول نقل یہ نقل کیا ہے کہ امام ثقہ، صدوق اور مسلمانوں کے ایک امام تھے۔اس عبارت پر ذہبی نے کوئی تعلیق نہیں چڑھائی ہے۔(سير أعلام النبلاء 6/270 ميزان الاعتدال 4/201، العبر 1/222)

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی نے اپنی تیسری کتاب'' تـاريـخ الإسـلام ''میں بھی امام کا ترجمہ لکھتے ہوئے ان کے بارے میں یہ کہا ہے:

وكـان صـالـحـاً، عالماً عابداً، متألّهاً. (تاريخ الإسلام: حوادث وفيات 181-190ھ، ص 417)

''امام محترم صالح، عالم، عابد اور بڑے اللہ والے تھے''۔

(20) یافعی یمنی مکی (متوفی:768ھ)

یافعی یمنی مکی اپنی کتاب'' مرآة الجنان ''میں لکھتے ہیں:

وفيها (أى سنة 183هـ) تُوفّى السيّد أبو الحسن موسى الكاظم وَلَدُ جعفر الصادق، كان صالحاً عابداً جواداً حليماً كبير القدر، وهو أحد الأئمّة الاثنى عشر على اعتقاد الإماميّة، وكان يُدعى بالعبد الصالح من عبادته واجتهاده، وكان سخيّاً كريماً .كان يبلغه عن الرجل أنّه يؤذيه فيبعث إليه بصُرّة فيها ألف دينار. (مرآة الجنان1/305أحداث سنة 183)

''اور اسی یعنی سنہ ۱۸۳رہجری میں سید ابوالحسن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق صالح تھے، عابد تھے، سخی تھی، بردبار تھے، جلیل القدر تھے، وہ امامیہ کے اعتقاد کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک تھے، اپنی عبادت اور ریاضت کی وجہ سے بندۂ صالح کہے جاتے تھے ،وہ سخی اور کریم تھے۔ جب انھیں کسی کے بارے میں یہ اطلاع ملتی کہ وہ انھیں برا کہہ رہا ہے تو اس کے پاس ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیج دیا کرتے تھے''۔

(21) ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی (متوفی:774ھ)

ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی اپنی کتاب'' البداية والنهاية ''میں لکھتے ہیں:

وكان كثير العبادة والمروءة، إذا بلغه عن أحد أنّه يؤذيه أرسل إليه بالذهب والتّحف ...وأهدى له -مرّة -عبدٌ عصيدةً فاشتراه واشترى المزرعة التي هو فيها بألف دينار وأعتقه ووهب المزرعة له. (البداية والنهاية10/197)

''امام موصوف بہ کثرت عبادت کرنے والے اور صاحب مروت تھے۔ جب انھیں کسی کے بارے میں خبر ملتی کہ وہ انھیں تکلیف دینا چاہتا ہے تو اس کے پاس سونا، تحفہ اور ہدیہ بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک غلام جسے اس کے مالک نے باندھ کر رکھا تھا، اسے

انھوں نے خرید لیا اور پھر ایک ہزار دینار کی کاشت کی ایک زمین خریدی ،غلام کو آزاد کر کے کاشت کی زمین اسے ہبہ کر دی''۔

(22) محمد خواجہ بخاری (متوفی:822ھ)

محمد خواجہ بخاری اپنی کتاب''فصل الخطاب''میں لکھتے ہیں:

ومِن أئمّة أهل البيت أبو الحسن موسى الكاظم بن جعفر الصادق رضي الله عنهما وكان رضي الله عنه صالحاً عابداً جواداً حليماً كبير القدر كثير العلم كان يُدعى بالعبد الصالح، وفي كلّ يوم يسجد لله سجدةً طويلة بعد ارتفاع الشمس إلى الزوال. (ينابيع المودّة للقندوزی الحنفی،ص459)

''اہل بیت کے ایک امام ابوالحسن موسی کاظم بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما تھے۔ موصوف صالح، عابد،سخی، بردبار،جلیل القدر،کثیرالعلم تھے۔وہ بندۂ صالح کے نام سے پکارے جاتے تھے، ہر روز سورج بلند ہونے سے زوال تک ایک طویل سجدہ کرتے تھے''۔

(23) ابن حجر عسقلانی (متوفی:852ھ)

ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب''تهذيب التهذيب''میں ابوحاتم کا گزشتہ قول نقل کرتے ہیں،اسی طرح وہ یحی بن حسن بن جعفر نسابہ کا یہ قول ذکر کرتے ہیں:

كان موسى بن جعفر يُدعى العبد الصالح؛ من عبادته واجتهاده.

''امام موسیٰ بن جعفر کو ان کی عبادت وریاضت کی وجہ سے بندۂ صالح کہہ کر بلایا جاتا تھا''۔

ابن حجر امام محترم کی تاریخ وفات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بہت سے ہیں''۔(تهذيب التهذيب 8/393 :)

(24) ابن صباغ مالکی (متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب''الفصول المهمّة''میں بعض اہل علم کا قول نقل کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

قال بعض أهل العلم:الكاظم هو الإمام الكبير القدر، والأوحد الحجّة الحَبْر، الساهر ليله قائماً، القاطع نهاره صائماً، المُسمّى لفرط حلمه وتجاوزه عن المعتدين كاظماً، وهو المعروف عند أهل العراق بباب الحوائج إلى الله وذلک لِنُجُحِ قضاء حوائج المسلمين.(الفصول المهمّة221)

''بعض اہل علم کہتے ہیں کہ امام کاظم ایک جلیل القدر امام تھے،وہ اپنی خصوصیات میں منفرد تھے،حجت تھے ،ایک بڑے عالم تھے،رات قیام کی حالت میں اور دن نفلی روزے کی حالت میں گزارتے تھے،اپنی بے مثال بردباری اور زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظر انداز کرنے کی وجہ سے کاظم کہلائے۔اہل عراق کے درمیان ان کی شہرت باب الحوائج کی حیثیت سے تھی، کیوں کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کی حاجات پوری ہوجایا کرتی تھیں''۔

اپنی اسی کتاب میں وہ آگے لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه وكراماته الظاهرة وفضائله وصفاته الباهرة فتشهد له بأنّه قبّة الشرف وعلاها وسما إلى أَوُج المزايا، فبلغ أعلاها،وذُلّلت له كواهل السيادة وامتطاها،وحكم في غنائم المجد فاختار صفاياها فاصطفاها.(الفصول المهمّة222)

''امام موصوف کے مناقب،ان کی ظاہری کرامات،ان کے فضائل اوران کی روشن صفات اس بات کی گواہی دیتی تھیں کہ وہ مجد وشرف کی بلندی پر تھے،وہ اوصاف وکمالات کی طرف بڑھے تو سب سے اونچی منزل پر تھے،بوڑھی اور تجربہ کار سیاست انکے سامنے جھک گئی،مجد وبزرگی کی غنیمت میں بھی انھوں نے صرف پاک وصاف چیزوں کا انتخاب کیا''۔

(25) جمال الدین یوسف بن تغری بردی اتا بکی (متوفی:874ھ)

جمال الدین یوسف بن تغری بردی اتا بکی اپنی کتاب'' النجوم الزاهرة ''میں لکھتے ہیں:

وفيها (سنة: 183) تُوفّي موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن على زين العابدين بن السيّد الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم أجمعين. كان موسى المذكور يدعى بالعبد الصالح؛ لعبادته، وبالكاظم؛ لحلمه،وُلد بالمدينة سنة: ثمان أو تسع وعشرين ومئة، وكان سيّداً عالماً فاضلاً سَنِيّاً جواداً، ممدوحاً مُجاب الدعوة. (النجوم الزاهرة2/112)

''اور اسی سنہ یعنی ۱۸۳ر ہجری میں امام موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن سید حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کی وفات ہوئی۔امام موسی کاظم اپنی عبادت کی وجہ سے بندۂ صالح کہے جاتے تھے اور اپنی بردباری کی وجہ سے کاظم کے لقب سے ملقب تھے،ان کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۲۹ر ہجری میں ہوئی تھی، وہ سید، عالم، فاضل، عالی مرتبت، سخی، ممدوح اور مستجاب الدعوات تھے''۔

(26) احمد بن عبداللہ خزرجی (متوفی:923ھ)

احمد بن عبداللہ خزرجی اپنی کتاب'' **خلاصة تذهيب تهذيب الكمال** ''میں ابوحاتن کا قول جو گزر چکا ہے، نقل کرتے ہیں، اس پر کوئی تعلیق نہیں چڑھاتے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان رضی کے مطابق ہے جسے وہ قبول کر کے اپنی کتاب میں درج کر رہے ہیں''۔(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال3/63)

(27) عبدالوہاب شعرانی (متوفی:973ھ)

عبدالوہاب شعرانی اپنی ''**الطبقات**''میں لکھتے ہیں:

أحد الأئمّة الاثنى عشر، وهو ابن جعفر بن محمّد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين ...كان يُكنّى بـ (العبد الصالح)؛ لكثرة عبادته واجتهاده وقيامه بالليل، وكان إذا بلغه عن أحد يؤذيه يبعث إليه بمال. (طبقات الشعرانی الکبری1/55)

''بارہ اماموں میں سے ایک ابن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین تھے، کثرت عبادت وریاضت اور قیام اللیل کی وجہ سے وہ ''عبد صالح'' کہے جاتے تھے اور جب انھیں یہ خبر ملتی تھی کہ فلاں شخص انھیں تکلیف پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے پاس مال بھجوادیا کرتے تھے''۔

(28)ابن حجر ہیتمی (متوفی:974ھ)

ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب ''الصواعق المُحرقة'' میں لکھتے ہیں:

موسى الكاظم: وهو وارثه(أي جعفر الصادق)علماً ومعرفة وكمالاً وفضلاً، سُمّيَ الكاظم؛ لكثرة تجاوزه وحلمه، وكان معروفاً عند أهل العراق بباب قضاء الحوائج عند الله، وكان أعبد أهل زمانه وأعلمهم وأسخاهم. ومِن بديع كراماته: ما حكاه ابن الجوزي والرامهرمزي وغيرهما عن شقيق البلخي. (الصواعق المحرقة308-307)

''امام موسی کاظم علم، معرفت، فضل وکمال میں ان کے یعنی امام جعفر صادق کے وارث تھے، اپنے خلاف ہونے والی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے اور زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظرانداز کرنے کی وجہ سے انھیں کاظم کہا جاتا تھا، اہل عراق کے یہاں وہ اس حیثیت سے معروف تھے کہ اللہ کی نظر میں وہ ضرورتیں پوری کرنے کا دروازہ ہیں، وہ اپنے زمانے کے بڑے عبادت گزار تھے، سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ سخی تھے، ان کی سب سے زیادہ خوبصورت کرامات وہ ہیں جن کو ابن

جوزی اور رامہرمزی نے شقیق بلخی کے حوالے سے بیان کیا ہے''۔

(29) احمد بن یوسف قرمانی (متوفی: 1019ھ)

احمد بن یوسف قرمانی اپنی کتاب ''أخبار الدول'' میں لکھتے ہیں:

هو الإمام الكبير القدر، الأوحد، الحجّة، الساهر ليله قائماً، القاطع نهاره صائماً، المُسمّى لِفَرْطِ حِلْمه وتجاوزه عن المعتدين كاظماً، وهو المعروف عند أهل العراق بباب الحوائج؛ لأنّه ما خاب المتوسّل به في قضاء حاجة قط. وكان له كرامات ظاهرة ومناقب باهرة، اقترع قمّة الشرف وعلاها، رسماً إلى أوج المزايا فبلغ عُلاها، فمِن ذلك ما ذكره ابن الجوزي في كتابه"مثير الغرام الساكن إلى أشرف الأماكن"عن شقيق البلخي.(أخبار الدول 1/337)

''امام کاظم ایک بڑے جلیل القدر، منفرد، حجت، صالح عالم تھے، اپنی راتیں جاگ کر اللہ کے حضور قیام کر کے اور دن نفلی روزے رکھ کر گزارتے تھے، بے انتہا بردباری اور زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظر انداز کرنے کی وجہ سے انھیں کاظم کہا جاتا تھا، وہ اہل عراق میں اللہ کی نظر میں ضرورتیں پوری کرنے والا دروازہ یقین کیے جاتے تھے، کیوں کہ جو کوئی ان کا وسیلہ لیتا تھا، وہ کبھی نامراد نہیں رہتا تھا۔ ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں، ان کے مناقب روشن ہیں، مجد و شرف کی بلند چوٹی پر فائز تھے، اپنی امتیازات اور خصوصیات کی وجہ سے بلندیاں چھو رہے تھے، ان کی بعض کرامات کا تذکرہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ''''میں شقیق بلخی کے حوالے سے کیا ہے''۔

اس کے بعد انھوں نے شقیق کا قصہ نقل کیا ہے جس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

(30) ابن عماد حنبلی (متوفی: 1089ھ)

ابن عماد حنبلی اپنی کتاب ''شذرات الذهب'' میں لکھتے ہیں:

وفيها (سنة 183هـ تُوفّى) السيّد الجليل أبو الحسن موسى الكاظم بن جعفر الصادق ووالد على بن موسى الرضا. وُلد سنة: ثمان وعشرين ومئة. رَوى عن أبيه، قال أبو حاتم: ثقة إمام من أئمّة المسلمين، وقال غيره: كان صالحاً عابداً، جواداً حليماً، كبير القدر. بلغه عن رَجُل الأذى له فبعث إليه بألف دينار. (شذرات الذهب 1/486)

''اسی سنہ ۱۸۳ر ہجری میں سید جلیل ابوالحسن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق اور علی بن موسیٰ رضا کے والد محترم کی وفات ہوئی۔ان کی ولادت ۱۲۸ر ہجری میں ہوئی تھی، انھوں نے اپنے والد سے حدیث کی روایت کی ہے، ابوحاتم کہتے ہیں: وہ ثقہ اور مسلمانوں کے امام تھے، بعض دوسروں کا کہنا ہے کہ وہ صالح، عابد، سخی، بردبار اور جلیل القدر تھے، ایک آدمی کے سلسلے میں انھیں خبر ملی کہ وہ انھیں برا بھلا کہتا ہے تو اس کے پاس انھوں نے ایک ہزار دینار بھجوا دیے''۔

(31) عبداللہ شبراوی (متوفی: 1171ھ)

عبداللہ شبراوی اپنی کتاب'' الإتحاف بحبّ الأشراف ''میں کہتے ہیں:

كان من العظماء الأسخياء، وكان والده جعفر يحبّه حبّاً شديداً. (الإتحاف بحبّ الأشراف 148)

''امام محترم عظیم لوگوں میں سے تھے، سخی تھے، ان کے والد محترم امام جعفر ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے''۔

اس کے بعد عبداللہ شبراوی نے امام کے بارے میں مزید گفتگو کی ہے اور ان کے بعض ارشادات نقل کیے ہیں۔

(32) حسن بن عبداللہ بخشی (متوفی: 1190ھ)

حسن بن عبداللہ بخشی اپنی کتاب''النور الجلی فی نسب النبی ''میں لکھتے ہیں:

وهـو الإمـام الـكبيـر الـقدر،والكثير الخير،كان رضى الله عنه يسهر ليـلـه ويـصـوم نهـاره،وسـمّـى كـاظـماً؛ لفرط تجاوزه عن المعتدين،وهو الـمعـروف عـند أهل العراق بباب الحوائج؛ لأنّه ما خاب المتوسّل به فى قـضـاء حـاجتـه قط،وكانت له كرامات ظاهرة ومناقب باهرة، تسنّم ذروة الشـرف،وعلاها وسما أوج المزايا فبلغ أعلاها. (حياة الإمام موسى بن جعفر للشيخ القرشى1/167عن النور الجلى 97)

''امام کاظم ایک جلیل القدر اور خیر کثیر کے حامل امام تھے،آپ رضی اللہ عنہ راتوں کو جاگتے اور دن میں نفلی روزے رکھتے تھے،زیادتی کرنے والوں سے درگزر کرنے کی وجہ سے انھیں کاظم کہا جاتا تھا،اہل عراق میں وہ باب حوائج کی حیثیت سے مشہور تھے، کیوں کہ ان کے وسیلے سے دعا کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا تھا۔ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں،ان کے مناقب روشن ہیں،مجد وشرف کی بلند چوٹی پر فائز تھے،اپنی امتیازات اور خصوصیات کی وجہ سے بلندیاں چھو رہے تھے''۔

(33) شیخ محمد بن علی صبان (متوفی:1206ھ)

شیخ محمد بن علی صبان اپنی کتاب''إسعاف الراغبين''میں لکھتے ہیں:

أمّا موسى الكاظم فكان معروفاً عند أهل العراق بباب قضاء الحوائج عـنـد الـلـه، وكـان من أعبد أهل زمانه ومن أكابر العلماء الأسخياء ولقّب بالكاظم؛ لكثرة تجاوزه وحلمه. (إسعاف الراغبين المطبوع بهامش نور الأبصار 246)

''امام موسی کاظم اہل عراق کے یہاں اللہ کی نظر میں ضرورتیں پوری کرنے کا دروازہ یقین کیے جاتے تھے،وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزار تھے،کا شمار سخاوت کرنے والے بڑے علماء میں ہوتا تھا،زیادتیوں کو بہ کثرت نظر انداز کرنے اور بردباری کی

وجہ سے کاظم کے نام سے جانے جاتے تھے''۔

(34) محمد امین سویدی (متوفی:1246ھ)

محمد امین سویدی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

موسی الکاظم:هو الإمام الکبیر القدر الکثیر الخیر، کان یقوم لیله ویصوم نهاره، وسمّی الکاظم؛ لفرط تجاوزه عن المعتدین. (سبائک الذهب75)

''امام موسی کاظم بڑے جلیل القدر اور خیر کثیر کے حامل امام تھے،راتوں میں تہجد پڑھتے اور دن میں نفلی روزے رکھتے،ان کا نام کاظم اس لیے پڑا کیوں کہ وہ زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظر انداز کیا کرتے تھے''۔

(35) شیخ مومن شبلنجی (متوفی:1308ھ)

شیخ مومن شبلنجی اپنی کتاب'' **کتابه نور الأبصار** ''میں'' **فصل فی ذکر مناقب سیّدنا موسی الکاظم** ''کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

قال بعض أهل العلم:الکاظم هو الإمام الکبیر القدر، الأوحد، الحجّة، الحَبْر، الساهر لیله قائماً، القاطع نهاره صائماً، المسمّی لفرط حلمه وتجاوزه عن المعتدین کاظماً، وهو المعروف عند أهل العراق بباب الحوائج إلی الله؛ وذلک لِنُجُحِ قضاء حوائج المتوسّلین به. ومناقبه رضی الله عنه کثیرة شهیرة. (نور الأبصار164)

''بعض اہل علم کہتے ہیں کہ امام کاظم ایک بڑے جلیل القدر،منفرد، حجت،صالح عالم تھے،اپنی راتیں جاگ کر اللہ کے حضور قیام کرکے اور دن نفلی روزے رکھ کر گزارتے تھے، بے انتہا بردباری اور زیادتی کرنے والوں کو بہ کثرت نظر انداز کرنے کی وجہ سے انھیں کاظم کہا جاتا تھا،وہ اہل عراق میں اللہ کی نظر میں ضرورتیں پوری کرنے والا دروازہ یقین کیے

جاتے تھے، کیوں کہ جو کوئی ان کا وسیلہ لیتا تھا، اس کی ضرورتیں پوری ہو جاتی تھیں۔ آں رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت ہیں اور مشہور ہیں''۔

(36) یوسف بن اسماعیل نبہانی (متوفی: 1350ھ)

یوسف بن اسماعیل نبہانی اپنی کتاب ''جامع كرامات الأولياء''میں لکھتے ہیں:

موسى الكاظم أحد أعيان أكابر الأئمّة من ساداتنا آل البيت الكرام، هداة الإسلام رضى الله عنهم أجمعين ونفعنا ببركاتهم، وأماتنا على حبّهم وحبّ جدّهم الأعظم صلّى الله عليه وسلم. (جامع كرامات الأولياء 2/495)

''موسیٰ کاظم، ہمارے آل بیت کرام اور ہادیان اسلام رضی اللہ عنہم کے بڑے اور خاص اماموں میں سے ایک تھے، ان کی برکتوں سے اللہ ہمیں نفع پہنچائے، ہمارا خاتمہ ان کی اور ان کے نانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہو''۔

(37) علی جلال حسینی مصری (متوفی: 1351ھ)

علی جلال حسینی مصری کہتے ہیں:

جمع من الفقه والدين والنسک والحلم والصبر، مالا مزيد عليه.

(أئمّتنا لمحمّد على دخيل 2/69 عن الحسين 2/207.)

''امام کاظم فقہ، دین، عبادت، بردباری اور صبر کے جامع تھے، جس سے زیادہ کا تصور بھی محال ہے''۔

(38) ڈاکٹر زکی مبارک (متوفی: 1371ھ)

ڈاکٹر زکی مبارک اپنی کتاب'' شرح زهر الآداب''میں لکھتے ہیں:

كان موسى بن جعفر سيّداً من سادات بنى هاشم وإماماً مقدّماً فى العلم والدين. (أئمّتنا لمحمّد على دخيل، ص: 69 عن شرح زهر الآداب 1/132)

(39) سید علی فکری (متوفی: 1372ھ)

سید علی فکری اپنی کتاب ''أحسن القصص'' میں لکھتے ہیں:

قال بعض أهل العلم: الكاظم هو الإمام الكبير القدر، الأوحد، الحجّة، الحَبْر، جمع من الفقه والدين بما لا مزيد عليه. (حياة الإمام موسى بن جعفر 1/168)

''بعض اہل علم کہتے ہیں: امام کاظم جلیل القدر امام ہیں، منفرد ہیں، حجت ہیں، صالح عالم ہیں، وہ فقہ اور دین کے ایسے جامع ہیں کہ اس پر مزید کچھ نہیں کہا جا سکتا''۔

(40) خیر الدین زرکلی (متوفی: 1396ھ)

خیر الدین زرکلی اپنی کتاب ''الأعلام'' میں لکھتے ہیں:

كان من سادات بني هاشم، ومِن أعبد أهل زمانه، وأحد كبار العلماء الأجواد. (الأعلام 7/321)

''امام کاظم سادات بنو ہاشم میں سے تھے، اپنے دور کے سب سے بڑے عبادت گزار تھے اور بڑے سخی علماء میں ان کا شمار تھا''۔

(41) محمود بن وہیب قراغولی حنفی

محمود بن وہیب قراغولی حنفی اپنی کتاب ''جوهرة الكلام'' میں لکھتے ہیں:

هو الوارث لأبيه رضى الله عنهما علماً ومعرفة وكمالاً وفضلاً، سمّى بـ (الكاظم) لكظمه الغيظ وكثرة تجاوزه وحلمه. وكان معروفاً عند أهل العراق بـ (باب قضاء الحوائج عند الله)، وكان أعبد أهل زمانه، وأعلمهم وأسخاهم. (أئمّتنا 2/68 عن جوهرة الكلام 139)

''امام محترم علم، معرفت، فضل وکمال میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے وارث تھے، ان کا لقب کاظم اس لیے تھا کیوں کہ وہ غصہ پی جاتے تھے، دوسروں کی غلطیوں کو بہ کثرت نظر

انداز کرتے تھے اور بہت زیادہ بردبار تھے۔اہل عراق کے یہاں یہ مشہور تھا کہ اللہ کے نزدیک ضرورتیں پوری کرنے کا دروازہ ہیں، وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزار تھے، سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے سخی تھے''۔

(42) عبدالسلام ترمانینی

عبدالسلام ترمانینی اپنی کتاب ''أحداث التاريخ الإسلامی بترتيب السنين ''میں لکھتے ہیں:

هو موسى بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زين العابدين بن الحسين بن علی بن أبی طالب، أبو الحسن سادس الأئمّة الاثنی عشر عند الإماميّة. كان يلقّب بالكاظم؛ لأنّه كان يحسن لِمَن أساء إليه، وكان من سادات بنی هاشم، ومِن أعبد أهل زمانه، وأحد كبار العلماء الأجواد.

(أحداث التاريخ الإسلامی بترتيب السنين: ج1، مجلّد2، ص 1070أحداث سنة 183هـ)

''وہ موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کی کنیت ابوالحسن ہے، امامیہ کے مسلک کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے چھٹے امام ہیں، ان کا لقب کاظم ہے، کیوں کہ جو کوئی ان کے ساتھ برا برتاؤ کرتا، وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، وہ بنو ہاشم کے سادات میں سے تھے، اپنے دور کے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور بڑے سخی علماء میں ان کا شمار ہے''۔

(43) عارف احمد عبدالغنی (معاصر)

عارف احمد عبدالغنی اپنی کتاب ''الجوهر الشفاف فی أنساب السادة الأشراف''میں امام کاظم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان أسود اللون، عظيم الفضل، رابط الجأش، واسع العطاء. لقّب

بـالكاظم؛ لكظمه الغيظ وحلمه،وكان يخرج في الليل وفي كُمّه صُرَر من الـدراهـم،فيُعـطـي لـمَـن لَـقِيَـهُ، ومَن أراد برّه،وكان يُضرب المثل بصرّة مـوسـى، وكـان أهـله يقولون:عجباً لمن جاء ته صرّة موسى فشكا القلة. (الجوهر الشفاف في أنساب السادة الأشراف 1/41)

''امام کاظم سانولے رنگ کے تھے، بڑی فضیلت والے تھے، دلوں کو جوڑنے والے تھے، بہت زیادہ سخی اور فیاض تھے، ان کا لقب کاظم اس لیے تھا کیوں کہ غصہ کو ضبط کرنے والے اور بردبار تھے۔ وہ راتوں کوگشت پر نکلا کرتے تھے، ان کے ہاتھ میں درہموں کی تھیلیاں ہوتی تھیں، جس سے بھی ملاقات ہوتی اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہتے تو اس کے ہاتھ میں تھیلی پکڑا دیتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی تھیلی سے ان کی مثال دی جاتی تھی، ان کے اہل خانہ کہا کرتے تھے کہ اس شخص پر حیرت ہے جس کے پاس موسیٰ کی تھیلی آئے اور وہ قلت رزق کی شکایت کرے''۔

یہ ہیں امام موسیٰ بن جعفر کاظم، اصحاب سیر وسوانح امام محترم کے مقام ومرتبہ کی عظمت پر متفق ہیں، گزشتہ صفحات میں کبار اہل سنت کے جو اقوال ذکر کیے گئے، اختصار کے پیش نظر اور طوالت کے خوف سے، ہم اب اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

فصل ہفتم

اہل بیت کے آٹھویں امام

رضا علی بن موسی علیہ السلام

امام علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

امام محترم نے رسالت ونبوت کے گھر میں نشو ونما پائی ، وحی کے سرچشمے سے سیرابی حاصل کی ، امامت کی گود میں پرورش پائی ، جس کے نتیجے میں عظمت وسربلندی کے اس مینار پر پہنچے جس سے آگے کسی عظمت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

پرورش اور تربیت کے اس نتیجے میں ایک ایسا مدرسہ بن گئے جس نے دنیا میں عطا وبخشش کی بارش کردی اور ساری انسانیت مختلف نوعیت کے اقدار ، فضائل اور مکارم اخلاق سے ہم کنار ہوئی۔

امام موصوف نے اپنی حکمت بالغہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے مامون عباسی کی ان تمام آرزوؤں پر پانی پھیر دیا جو وہ ان کو ولی عہد بنا کر حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔انھوں نے اصل محمدی اسلام کا دفاع کیا۔ان سے جو کوئی یہودی ، عیسائی ، مجوسی ، صابی ، برہمن ، ملحد اور دہریہ ، اسی طرح ان کے مخالف مسلمانوں کے مختلف فرقے باتیں کرتے تو انھیں لاجواب کردیتے اور اپنے دلائل سے ان پر حجت تمام کردیتے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ، علماء ان کے گرویدہ ہوگئے اور عوام کی طرف سے یہ آواز اٹھنے لگی کہ امام محترم مامون سے کہیں زیادہ خلافت کی اہلیت رکھتے ہیں۔

اپنی ان تمام خوبیوں اور صفات کی وجہ سے امام رضا تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگئے ، اور کتابیں ان کی مدح وثنا سے بھر گئیں۔اس سے پہلے کہ ہم امام رضا علیہ السلام کے بارے میں کبار علمائے اہل سنت کے اقوال وکلمات پیش کریں ، مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی پر اختصار کے ساتھ گفتگو کرلی جائے۔

امام محترم کا نام ونسب یہ ہے:

علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

ان کی والدہ محترمہ کے کئی ایک نام ہیں جیسے نجمہ، اروی اور تکتم۔
ان کی کنیت ام البنین تھی۔

سمجھ بوجھ اور دین داری میں وہ افضل ترین خاتون تھیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام موسی بن جعفر کی والدہ حمیدہ کی ملکیت میں تھیں، وہ اپنی مالکن حمیدہ کی بڑی تعظیم کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کی جلالت شان کی وجہ سے کبھی ان کے سامنے نہیں بیٹھتی تھیں۔ روایات بتاتی ہیں کہ ایک دن حمیدہ نے اپنے بیٹے امام موسی علیہ السلام سے کہا: اے میرے بیٹے! تکتم ایک ایسی کنیز ہے کہ اس سے افضل کنیز میں نے نہیں دیکھی ، مجھے یقین ہے کہ اگر اللہ نے اس کو اولاد دی تو وہ ضرور نمایاں ہوگی۔ میں اسے تمھیں ہبہ کرتی ہوں، اس ک حسن سلوک سے پیش آنا۔ چنانچہ جب امام رضا علیہ السلام کی ان کے یہاں ولادت ہوئی تو امام موسی علیہ السلام نے ان کا نام طاہرہ رکھ دیا۔

امام علیہ السلام کی ولادت مدینہ منورہ میں جمعرات کے دن ۱۱/ذی قعدہ کو سنہ ۱۴۸/ہجری میں ہوئی۔

امام علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن تھی۔

امام علیہ السلام کئی ایک القاب سے تھے۔ جیسے صابر، رضی اور وفی وغیرہ۔

لیکن ان کا سب سے مشہور لقب رضا ہے۔

امام علیہ السلام کو ۳۵/سال کی عمر میں اس وقت مسلمانوں کا امام تسلیم کیا گیا جب ۱۸۳/ہجری میں ان کے والد امام کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوگئی۔

امام علیہ السلام کی مدت امامت بیس سال ہے، انھوں نے اس عرصے میں تین عباسی خلفاء دیکھے جن کے نام ہیں: ہارون رشید، اس کے دونوں بیٹے امین اور مامون، مامون ہی کے عہد خلافت میں امام محترم کو شہید کیا گیا۔

امام علیہ السلام کو مامون عباسی کی طرف سے سنہ ۲۰۱/ہجری میں ولی عہد کا منصب قبول کرنے کے لیے مجبور کیا گیا۔

اسی لیے ان کی خواہش کے خلاف انھیں ان کے نانا رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ کو چھوڑنے کے لیے مجبور کیا گیا اور اس وقت کے عباسی دارالحکومت ''مرو'' لے جایا گیا۔ مرو کو راجدھانی سنہ ۲۰۰ رہجری میں بنایا گیا تھا۔

امام علیہ السلام کو طوس میں سنہ ۲۰۳ رہجری کے ماہ صفر کے آخر میں شہید کیا گیا۔

اور امام علیہ السلام کی تدفین دار حمید بن قحطبہ میں سرزمین طوس میں واقع ''سناباذ'' نامی بستی میں عمل میں آئی۔ اسی جگہ پر ہارون رشید کو بھی دفن کیا گیا تھا، امام ابوالحسن علیہ السلام کی قبر ہارون رشید کی قبر کے سامنے قبلہ کی طرف ہے۔

امام رضا علیہ السلام کبار علمائے اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں اہل سنت کے بڑے علماء کے اقوال ذکر کیے جارہے ہیں جن سے امام علی بن موسی رضا علیہ السلام کی شان وعظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

(1) محمد بن عمر الواقدی (متوفی: 207ھ)

محمد بن عمر الواقدی لکھتے ہیں:

سمع على الحديث من أبيه وعمومته وغيرهم، وكان ثقة يفتي بمسجد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وهو ابن نَيّف وعشرين سنة، وهو من الطبقة الثامنة من التابعين من أهل المدينة. (سبط ابن الجوزي: تذكرة الخواص 315)

''امام علی رضا نے حدیث کی سماعت اپنے والد، چچاؤں اور بعض دوسرے حضرات سے کی، وہ ثقہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فتوی دیتے تھے جب کہ ابھی ان کی عمر بیس سال سے کچھ ہی زائد تھی، ان کا تعلق تابعین مدینہ کے آٹھویں طبقہ سے ہے''۔

(2) امام احمد بن حنبل (متوفی: 241ھ)

امام احمد بن حنبل نے ایک سند جو اس طرح ہے:

الإمام علی الرضا، عن أبیه موسی الکاظم، عن أبیه جعفر الصادق، عن أبیه محمّد الباقر، عن أبیه علی زین العابدین، عن أبیه الحسین بن علی، عن أبیه علی بن أبی طالب، عن الرسول الأکرم صلوات اللہ علیہم أجمعین.

اس پر یہ فرمایا:

لو قرأت ھذا الإسناد علی مجنون لبریء مِن جُنَّتِہِ . (الصواعق المحرقۃ لابن حجر الھیتمی،ص:310)

''اگر میں یہ سند کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اپنے جنون سے شفا پا جائے''۔

(3) ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی: 250ھ)

ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ نے اپنے رسائل میں ایک ہی سلسلہ کلام میں دس اماموں کی مدح کرتے ہوئے امام کاظم کا ذکر کیا ہے۔ یہ گفتگو ان باتوں کی تردید کے ضمن میں آئی ہے جن کو لے کر بنوامیہ، بنوہاشم پر فخر کرتے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومَنِ الذی یُعَدُّ مِنْ قریش ما یَعُدّہ الطالبیّون عَشَرۃ فی نسق؛ کلّ واحد منھم :عالم، زاھد، ناسک، شجاع، جواد، طاھر، زاکٍ، فمنھم خلفاء، ومنھم مُرشّحون :ابن ابن ...ھکذا إلی عشرۃ، وھم الحسن العسکری بن علی بن محمّد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی علیھم السلام، وھذا لم یتّفق لبیت من بیوت العرب ولا من بُیوت العجم. (رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے، زاہد ہے، عابد ہے، بہادر ہے، سخی ہے، طاہر ہے، صاحب تزکیہ ہے، ان میں سے بعض خلفاء ہیں، بعض بہترین منتظم ہیں،

بیٹا، پوتا، پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں: حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔ یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(4) ابن حبان (متوفی: 354ھ)

ابن حبان اپنی کتاب ''الثقات'' میں لکھتے ہیں:

وهو علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أبو الحسن، من سادات أهل البیت وعقلائهم وجلّة الهاشمیّین ونبلائهم ومات علی بن موسی الرضا بطوس من شربة سقاه إیّاها المأمون، فمات من ساعته وقبره بسناباذ خارج النوقان مشهور، یُزار بجنب قبر الرشید، قد زرتُه مراراً کثیرة، وما حلّت بی شدّة فی وقت مقامی بطوس فزرتُ قبر علی بن موسی الرضا صلوات الله علی جدّه وعلیه ودعوتُ الله إزالتها عنّی إلاّ استُجیب لی وزالتُ عنّی تلک الشدّة، وهذا شیء جرّبته مراراً فوجدتُه کذلک، أماتنا الله علی محبّة المصطفی وأهل بیته صلّی الله علیه وعلیهم أجمعین. (الثقات 457 - 456 / 8)

''علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسن سادات اہل بیت میں سے ہیں، اہل بیت کے ذہین ترین لوگوں میں ان کا شمار ہے، وہ ہاشمیوں میں ایک جلیل القدر اور شریف ہستی سمجھے جاتے ہیں۔امام علی بن موسی رضا کی وفات طوس میں ہوئی ،وفات کا سبب وہ مشروب تھا جو مامون نے آپ کو پینے کے لیے دیا تھا۔ مشروب پیتے ہی امام کا انتقال ہوگیا۔ان کی قبر نوقان کے باہر سناباذ میں مشہور ہے، اس کی زیارت کی جاتی ہے، یہ قبر ہارون رشید کی قبر کے بغل میں ہے۔میں نے اس قبر کی بارہا زیارت کی ہے۔اور طوس میں قیام کے دوران جب بھی مجھ پر کوئی مشکل وقت آیا تو میں

امام علی بن موسیٰ رضا صلوات اللہ علی جدہ وعلیہ کی قبر کی زیارت کو پہنچ گیا اور وہاں اللہ سے اس مشکل کو دور کرنے کی دعا کی تو دعا قبول ہوئی اور مجھ سے وہ مشکل دور ہوگئی۔اس چیز کا تجربہ میں نے بار بار کیا ہے اور نتیجہ اسی طرح کا سامنے آیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کی محبت پر فرمائے''۔

(5) حاکم نیسابوری (متوفی:405ھ)

حاکم نیسابوری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

کان یُفتی فی مسجد رسول الله (صلّی الله علیه وآله وسلّم)وهو ابن نَیّف وعشرین سنة.روی عنه من أئمّة الحدیث: آدم بن أبی إیاس، ونصر بن علی الجهضمی، ومحمّد بن رافع القشیری وغیرهم. (ابن حجر :تهذیب التهذیب .5/746)

''امام علی رضا رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فتوے دیتے تھے، جب کہ ابھی ان کی عمر بیس سال سے کچھ ہی زیادہ تھی، ائمہ حدیث میں آدم بن ابی ایاس، نصر بن علی جہضمی اور محمد بن رافع قشیری وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے''۔

(6) حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن جوزی (متوفی:597ھ)

حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن جوزی اپنی کتاب ''المنتظم'' میں لکھتے ہیں:

علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب ...سمع أباه وعمومته وكان یُفتی فی مسجد رسول الله وهو ابن نَیّف (وعشرین)سنة، وكان المأمون قد أمر بإشخاصه من المدینة، فلمّا قَدِمَ (نیسابور)خرج وهو علی بَغْلَة شهباء ، فخرج علماء البلد فی طلبه مثل: یحیی بن یحیی، وإسحاق بن (راهویه)، ومحمّد بن رافع،

وأحمد بن حرب، وغيرهم. (المنتظم10/120)

''علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طال نے حدیث کی سماعت اپنے والداوراپنے چچاؤں سے کی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فتوی دیتے تھے جب کہ ابھی ان کی عمر بیس سال سے کچھ ہی زیادہ تھی، مامون نے انھیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا، جب وہ نیسابور آ گئے تو ایک دن شہباء نامی اپنے خچر پر سوار ہو کر نکلے تو شہر کے علماء جیسے یحی بن یحی، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اوراحمد بن حرب وغیرہ ان کی تلاش میں باہر آئے''۔

(7) عبدالکریم بن محمد سمعانی (متوفی:562ھ)

عبدالکریم بن محمد سمعانی اپنی کتاب'' الأنساب''میں لکھتے ہیں:

والرضا كان مِن أهل العلم والفضل مع شرف النسب. (الأنساب3/74)

''امام رضا شرافت نسب کے ساتھ ساتھ اہل علم وفضل میں سے تھے''۔

(8) فخر رازی (متوفی:604ھ)

فخر رازی اپنی تفسیر میں''الکوثر'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والقول الثالث الكوثر أولاده ...فالمعنى أنّه يعطيه نسلاً يبقون على مرّ الزمان، فانظر كم قُتل من أهل البيت ثُم العالَم ممتلىء منهم، ولم يبقَ من بني أميّة في الدنيا أحد يعبأ به، ثمّ انظر كم كان فيهم من الأكابر من العلماء كالباقر، والصادق، والكاظم، والرضا عليهم السلام. (تفسير الفخر الرازي: مجلّد 16، ج32/125)

''تیسرا قول:''الکوثر'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولاد ہے۔ ایسی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ آپ کو ایسی نسل عطا کرے گا جو مرور زمانہ کے ساتھ باقی رہے گی۔ لہذا دیکھو کہ اہل بیت میں کتنے لوگ قتل کیے گئے، پھر بھی دنیا ان کے وجود سے بھری ہوئی

ہے لیکن آج دنیا میں بنوامیہ کا کوئی ایک ایسا شخص باقی نہیں ہے جو قابل ذکر ہو، پھر یہ بھی دیکھو ان اہل بیت میں کیسے کیسے اکابر علماء جیسے باقر، صادق، کاظم اور رضا علیہم السلام پیدا ہوئے''۔

(9) عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی (متوفی: 623ھ)

عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی اپنی کتاب'' التدوین ''میں لکھتے ہیں:

علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب أبو الحسن الرضا، من أئمّة أهل البیت وأعاظم ساداتهم. وأکابرهم. (التدوین فی أخبار قزوین.3/269)

''علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسن رضا ائمہ اہل بیت میں سے تھے، ان کے اکابرین اور بڑے سادات میں ان کا شمار تھا''۔

(10) علامہ عارف شیخ محیی الدین ابن عربی (متوفی: 638ھ)

علامہ عارف شیخ محیی الدین ابن عربی اپنی کتاب'' المناقب ''میں جو فضل اللہ بن روزبہان اصفہانی کی کتاب'' وسیلة الخادم إلی المخدوم ''کے آخر میں ملحق ہے، لکھتے ہیں:

وعلی السرّ الإلهی والرائی للحقائق کما هو النور اللاهوتی، والإنسان الجبروتی، والأصل الملکوتی، والعالم الناسوتی، مصداق معلم المطلق، والشاهد الغیبی المحقَّق، روح الأرواح وحیاة الأشباح، هندسة الموجود الطیّار فی منشآت الوجود، کهف النفوس القدسیّة، غوث الأقطاب الأنسیّة، الحجّة القاطعة الربّانیّة، محقّق الحقائق الإمکانیّة، أزل الأبدیّات وأبد الأزلیّات، الکنز الغیبی والکتاب اللاریبی، قرآن المجملات الأحدیّة وفرقان المفصلات الواحدیّة، إمام الوری، بدر

الـدُجَـى، أبى محمّد على بن موسى الرضا عليه السلام. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشى28/657)

''راز الٰہی سے واقف،حقائق کو نور لاہوتی،انسان جبروتی،اصل ملکوتی اور عالم ناسوتی کی طرح دکھانے والے،معلم مطلق کے مصداق،غیب حقیقی کا مشاہدہ کرنے والے،روحوں کی روح،بزرگوں کی زندگی،کائنات میں موجود اشیاء کا ہندسہ،نفوس قدسیہ کے غار،اقطاب انسانی کے غوث،اللہ کی حجت قاطعہ،امکانی حقائق کو ثابت کردکھانے والے،ابدیات کے ازل اور ازلیات کے ابد،غیبی خزانہ،کتاب اربی،مجملات احدیت کے قرآن،مفصلات واحدیت کے فرقان،خلق کے امام،تاریکیوں کے چاندابومحمد علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام''۔

(11)ابن النجار(متوفی:643ھ)

ابن النجار اپنی کتاب'' **ذیل تاریخ بغداد** ''میں لکھتے ہیں:

وکـان مـن الـعـلـم والـديـن بمكان، كان يُفتى فى مسجد رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم وهو ابن نَيِّف وعشرين سنة. (ذيل تاريخ بغداد4 /135)

''امام رضا علیہ السلام کا علم اور دین میں ایک بڑا مقام تھا،وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اسی وقت سے فتوی دیتے تھے جب ان کی عمر ابھی بیس سال سے کچھ ہی زیادہ تھی''۔

(12)محمد بن طلحہ شافعی(متوفی:652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب''**مطالب السؤول فى مناقب آل الرسول** ''میں لکھتے ہیں:

قـد تـقـدّم الـقـول فـى أميـر المؤمنين على، وفى زين العابدين على، وجاء هذا على الرضا ثالثهما، ومَن أمعن النظر والفكرة وجده فى الحقيقة

وارثهما، فيحكم كونه ثالث العَلِيِّين، نما إيمانه وعلا شأنه، وارتفع مكانه، واتّسع إمكانه، وكثر أعوانه، وظهر برهانه، حتّى أحلّه الخليفة المأمون محلّ مهجته ...وصفاته سنيّة، ومكارمه حاتميّة، وشنشنته أخزميّة، وأخلاقه عربيّة، ونفسه الشريفة هاشميّة، وأرومته الكريمة نبويّة، فمهما عدّ من مزاياه كان أعظم منه، ومهما فصّل من مناقبه كان أعلى رتبة منه.
(مطالب السؤول.2/128)

''امیر المومنین علی اور علی زین العابدین کے بارے میں گفتگو ہوچکی ہے،اب یہ ان کے تیسرے امام رضا ہیں، جو بھی ان کی شخصیت اور کردار پر گہری نظر ڈالے گا،اسے معلوم ہوگا کہ صحیح معنوں میں ان دونوں کے وارث یہی تھے،ان کے بارے میں صحیح رائے یہی ہے کہ وہ تین عظیم اور بلند ہستیوں میں سے ایک تھے،ان کا ایمان بڑا مضبوط اوران کی شان بہت بڑی تھی، وہ بڑے عالی مرتبت تھے،ان کے علم وعمل میں بڑی وسعت تھی، ان کے معین ومددگار بھی بہت تھے،ان کی عظمت کے دلائل واضح تھے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ مامون نے انھیں ولی عہد بنایا،ان میں موجود صفات بہت عمدہ تھیں،ان کے اخلاق بلند تھے، ان کے اندر خوبیاں بے شمار تھیں، وہ عربی اخلاق کے حامل تھے،ان کی ذات ہاشمی شرفاء کی تھی،ان کی اصل نبوی جود وسخاوت تھی،جس قدر بھی ان کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے وہ کم ہی ہوں گی،اسی طرح جس قدر بھی ان کے مناقب بیان کیے جائیں،ان کا مقام ان سے کہیں اعلی تھا''۔

(13) سبط ابن جوزی (متوفی:654ھ)

سبط ابن جوزی اپنی کتاب'' تذكرة الخواص ''میں لکھتے ہیں:

امام علی رضا کا شمار اپنے وقت کے فضلاء، اتقیاء اور سخی لوگوں میں ہوتا ہے۔ان کی ذات کے بارے میں ابونواس کہتا ہے:

قیل لی أنتَ أَوحَدُ الناسِ طُرّاً

فی کلامٍ مِن المَقَال بَدِیْهِ

''مجھ سے کہا گیا کہ تو بلاشبہ تمام شاعروں میں منفرد مقام رکھتا ہے اور فی البدیہہ اشعار کہنے میں تیرا جواب نہیں''۔

لَکَ فِی جَوْهَرِ الکَلاَمِ فُنُوْنٌ

یَنْثُرُ الدُرَّ فِی یَدَی مُجْتَنِیْهِ

''تیری شاعری میں مختلف ادبی اصناف ہوا کرتی ہیں،اور تو چننے والوں کے ہاتھوں میں موتی بکھیر کر رکھ دیتا ہے''۔

فَعَلَی مَا تَرَکتَ مَدْحَ ابْنَ مُوْسَی

وَالخِصَال الّتِی تَجَمَّعْنَ فِیْهِ

''اس کے باوجود تم نے آج تک امام ابن موسی علیہ السلام کی مدح کیوں نہیں کی جب کی ان کے اندر تمام قسم کی خوبیاں جمع ہیں''۔

قُلْتُ لاَ أَهْتَدِی لِمَدْحِ إِمَامٍ

کَانَ جِبْرَائِیْل خَادِمَاً لأَبِیْهِ

''میں نے جواب میں یہ عرض کیا کہ میری مجال کہاں کہ میں ایسے امام کی مدح کروں جس کے والد گرامی کے خدمت گزار جبرئیل علیہ السلام تھے''۔

(تذکرة الخواص 321)

(14) ابن ابی حدید معتزلی (متوفی: 655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی جاحظ کا وہ کلام جو پیچھے گزر چکا ہے، اس کو نقل کر کے اور اس کی تائید کرتے ہوئے بحث کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

ونحن نذکر ما أجاب به أبو عثمان عن کلامهم ونضیف إلیه من قبلنا

أموراً لم يذكرها فنقول....(شرح نهج البلاغة 15/270)

''بنوامیہ کی ان باتوں کا جواب جو وہ بنو ہاشم پر اپنی فوقیت میں کہا کرتے تھے، اس کا جو جواب ابوعثمان نے دیا ہے، اس کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم مزید کچھ باتیں اور نقل کرتے ہیں جو انھوں نے ذکر نہیں کیے، پس ہم کہتے ہیں۔۔۔۔''

اسی طرح انھوں نے اسی فصل میں امام محترم کے بارے میں لکھا ہے:

ومن رجالنا موسى بن جعفر بن محمّد -وهو العبد الصالح -جمع من الفقه والدين والنسک والحلم والصبر .وابنه على بن موسى المرشح للخلافة والمخطوب له بالعهد كان أعلم الناس وأسخى الناس وأكرم الناس أخلاق.(شرح نهج البلاغة.15/291)

''ہمارے عظیم رجال میں سے موسیٰ بن جعفر بن محمد تھے، وہ ایک عبد صالح تھے، فقاہت، دین داری، بردباری اور صبر واستقامت کے جامع تھے، اور ان کے بیٹے علی بن موسیٰ جو خلافت کی پوری اہلیت رکھتے تھے، جن کو ولی عہد نامزد بھی کر دیا گیا تھا، تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم، سب سے زیادہ سخی اور سب سے بڑے بااخلاق تھے''۔

(15) ابن خلکان (متوفی:681ھ)

ابن خلکان اپنی کتاب'' **وفيات الأعيان** ''میں لکھتے ہیں:

وهو أحد الأئمّة الاثنى عشر على اعتقاد الإماميّة، وكان المأمون قد زوّجه ابنته أمّ حبيب فى سنة :اثنتين ومئتين، وجعله ولىَّ عَهْدِهِ، وضرب اسمه على الدنانير والدراهم، وكان السبب فى ذلک أنّه استحضر أولاد العبّاس الرجال منهم والنساء ، وهو بمدينة مرُو من بلاد خراسان، وكان عددهم ثلاثة وثلاثين ألفاً ما بين الكبار والصغار، واستدعى عليّاً المذكور، فأنزله أحسن منزله، وجمع خواصّ الأولياء وأخبرهم أنّه نظر

فی أولاد العبّاس وأولاد علی بن أبی طالب، رضی الله عنهم، فلم یجد فی وقته أحداً أفضل ولا أحقّ بالأمر من علی الرضا، فبایعه وأمر بإزالة السواد من اللباس والأعلام .

''امامیہ کے عقیدے کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں،خلیفہ عباسی مامون نے ان سے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح ۲۰۲ رہجری میں کر دیا تھا۔ن کو اپنا ولی عہد بھی مورر کیا تھا،ان کے نام کے درہم و دینار بھی جاری کر دیے تھے۔اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس نے ایک دن مرو میں جو بلاد خراسان کا ایک شہر ہے،عباس کی تمام اولاد کو جن میں مرد اور عورتیں سب شامل تھیں،جمع کیا،چھوٹے بڑے ملا کر ان کی تعداد ۳۳ر ہزار تھی،اس کے بعد اس نے امام علی کو بلایا،ان کو بیٹھنے کے لیے اچھی جگہ دی،اس نے اپنے خواص کو جمع کر کے انھیں بتایا کہ میں نے عباس کی موجود اولاد پر نظر ڈالی تو مجھے ان میں امام علی رضا سے افضل اور خلافت کا مستحق کسی کو نہیں پایا۔یہ کہہ کر اس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور سیاہ رنگ کو لباس اور جھنڈے سے ہٹانے کا حکم دیا''۔

ابونواس نے ان کے متعلق ہی یہ اشعار کہے ہیں:

قِیْلَ لِی أَنْتَ أَوْحَدُ النَاسِ طُرًّا

''مجھ سے کہا گیا کہ تو بلا شبہ تمام شاعروں میں منفرد مقام رکھتا ہے۔۔۔۔۔۔

آخری شعر تک جو اوپر ذکر کیے جا چکے ہیں۔

ان اشعار کے کہنے کا سبب یہ ہوا کہ ابونواس سے اس کے کچھ دوستوں نے کہا: میں نے تجھ سے زیادہ بے شرم نہیں دیکھا،تو نے شراب،کوئی ٹیلہ و پہاڑ اور کوئی مغنی نہیں چھوڑا جس پر کچھ نہ کچھ اشعار نہ کہے ہوں،یہ تیرے زمانے میں امام علی بن موسی رضا رضی اللہ عنہما ہیں،جن کے بارے میں تو نے کچھ نہیں کہا۔یہ سن کر ابونواس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں نے ان کے سلسلے میں کوئی شعر ان کی تعظیم کی وجہ سے نہیں کہا،مجھ جیسا شاعر ان کی جیسی عظیم شخصیت پر شاعری کرنے کی طاقت کہاں رکھتا ہے۔پھر کچھ گھنٹوں کے بعد

اس نے یہ اشعار کہے۔

ابونواس نے امام محترم کی شان میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

مطھّرون نقیّات جیوبھم

تجری الصّلاۃ علیھم أینما ذکروا

''وہ پاکیزہ اور طہارت میں ممتاز حضرات ہیں، ان کے دامن تمام عیوب ونقائص سے پاک ہیں، جہاں کہیں ان کا ذکر جمیل ہوتا ہے تو ان پر درودوں کی برسات ہوتی ہے''۔

من لم یکن علویّا حین تنسبه

فما له فی قدیم الدّھر مفتخر

''جب کسی کا نسب بیان کیا جائے اور وہ علوی نہ ہو تو پھر کبھی بھی اس کے پاس کوئی قابل فخر چیز نہیں ہے جس کا ذکر کیا جائے''۔

الله لمّا برأ خلقا فأتقنه

صفّاکم واصطفاکم أیھا البشر

''اے دنیا کے انسانو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب کسی مخلوق کو پیدا کیا تو اسے خوب مستحکم کیا، اللہ نے تمھیں صاف اور پاکیزہ بنایا اور تمھیں اس نے منتخب کیا ہے''۔

فأنتم الملأ الأعلی وعندکم

علم الکتاب وما جاء ت به السّور

''آپ حضرات کا تعلق ملأ اعلی سے ہے اور آپ لوگوں کے پاس کتاب الٰہی کا علم ہے اور قرآن پاک کی بہت سی سورتوں میں آپ حضرات کا ذکر جمیل ہے''۔

(وفیات الأعیان3/236)

(16) حافظ جوینی (متوفی:722ھ)

حافظ جوینی اپنی کتاب'' فرائد السمطین ''میں لکھتے ہیں:

الإمام الثامن، مظهر خفيّات الأسرار، ومُبْرِز خبيات الأمور الكوامن، منبع المكارم والميامن، ومتبع الأعالى الحضارم والأيامن، منيع الجناب، رفيع القباب، وسيع الرحاب، هموم السحاب، عزيز الألطاف، غزير الأكناف، أمير الأشراف، قرّة عين آل ياسين وآل عبد مناف، السيّد الطاهر المعصوم، والعارف بحقائق العلوم، والواقف على غوامض السرّ المكتوم، والمُخْبِر بما هو آتٍ، وعمّا غبر ومضى، المرضى عند الله سبحانه برضاه عنه فى جميع الأحوال؛ ولِذَا لُقِّب بالرضا على بن موسى صلوات الله على محمّد وآله خصوصاً عليه ما سحّ سحاب وهما، وطلع نبات ونما..(فرائد السمطين2/187)

''آٹھویں امام، رازہائے سربستہ کو ظاہر کرنے والے، کائنات کی مخفی باتوں سے پردہ اٹھانے والے، مکارم اخلاق اور عطیات وبرکات کا سرچشمہ، اعلی کرداروں کے متبع، عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرنے والے، بلند قبہ والے ،وسیع دسترخوان سجانے والے، جود وکرم کی بارش برسانے والے ،لطف وکرم کے خوگر، دور کے لوگوں پر بھی نوازشیں کرنے والے، اشراف کے امیر، آل یاسین اور آل عبدمناف کی آنکھوں کی ٹھنڈک ،سید، طاہر، معصوم، علوم کے حقائق سے باخبر، پوشیدہ امور سے واقف، آنے والے واقعات کی پیشگی خبر دینے والے، جو کچھ گزر گیا، اس سے باخبر کرنے والے، ہر قسم کے حالات میں اللہ سبحانہ کی رضا سے خوش اور مطمئن، اسی لیے ان کا لقب رضا ہے اور نام ہے: علی بن موسی ، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمدﷺ پر، آپ کی تمام آل پر اور بطور خاص امام علی رضا پر جب تک روئے زمین پر پانی برستا رہے اور زمین سے نباتات اگتی اور سرسبز ہوتی رہیں''۔

(17) شمس الدین ذہبی (متوفی: 748ھ)

شمس الدین ذہبی اپنی کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' کے نویں جزء میں لکھتے ہیں:

علی الرضا، الإمام السيّد، أبو الحسن، علی الرضا بن موسی الكاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن علی بن الحسين، الهاشمی العلوی المدنی ...وكان من العلم والدين والسؤدد بمكان، يُقال:أفتى وهو شاب فی أيّام مالک ...وقد كان علی الرضا كبير الشأن، أهلاً للخلافة. (سير أعلام النبلاء 388-9/387)

''علی رضا، امام، سید، ابوالحسن، علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر، بن علی بن حسین ہاشمی علوی مدنی، علم، دین داری اور سیادت میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے جوانی کے ایام میں امام مالک کے دور میں فتوے دینے شروع کر دیے تھے، امام علی رضا بڑی شان والے تھے اور خلافت کی پوری اہلیت رکھتے تھے''۔

امام ذہبی کتاب کے تیرہویں جزء میں ائمہ کا مختصراً تذکرہ کرتے ہوئے امام کاظم علیہ السلام پر اپنی بات مکمل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وابنه علی بن موسی الرضا: كبير الشأن، له علم وبيان ووقع فی النفوس. (سير أعلام النبلاء13/121)

''امام موسی کاظم کے بیٹے امام علی بن موسی رضا بڑی شان والے تھے، ان کا علم بہت وسیع تھا اور وہ فصیح البیان تھے، وگوں کے دلوں میں انھوں نے اپنی محبت کی شمع روشن کر رکھی تھی''۔

امام ذہبی اپنی کتاب '' تاریخ الإسلام ''میں لکھتے ہیں:

كان سيّد بنی هاشم فی زمانه وأجلّهم وأنبلهم ...مات فی صفر سنة: ثلاث ومئتين عن خمسين سنة بطوس، ومشهده مقصود بالزيارة رحمه الله. (تاريخ الإسلام: حوادث وفيات210-201ص272-269)

''امام علی رضا اپنے دور میں بنوہاشم کے سردار، سب سے باعظمت اور سب سے زیادہ شریف انسان تھے، ماہ صفر سنہ ۲۰۳ھ ہجری میں طوس کے اندر پچاس سال کی عمر میں ان کی

وفات ہوئی۔ان کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے اور مقصد پورا ہوتا ہے۔اللہ ان پر رحم فرمائے“۔

(18) مورخ محقق محمد بن شاکر کتبی (متوفی:764ھ)

مورخ محقق محمد بن شاکر کتبی اپنی کتاب” عیون التواریخ “میں لکھتے ہیں:

وھو أحد الأئمّة الاثنی عشر، کان سیّد بنی ھاشم فی زمانه. (حیاة الإمام الرضا للشیخ باقر شریف القرشی1/62عن عیون التواریخ 3 : ورقة 226)

”امام علی رضا بارہ اماموں میں سے ایک ہیں،وہ اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار تھے“۔

(19) عبداللہ بن اسعد یافعی (متوفی:768ھ)

عبداللہ بن اسعد یافعی اپنی کتاب”مرآة الجنان“میں لکھتے ہیں:

وفیھا(203 ھـ)تُوفّی الإمام الجلیل المعظّم، سلالة السادة الأکارم، أبو الحسن علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أحد الأئمّة الاثنی عشر، أولی المناقب الذین انتسبتُ الإمامیّة إلیھم، وقصروا بناء مذھبھم علیه .وکان المأمون قد زوّجه ابنتَه أُمّ حبیبة وجعله ولیّ عھده، وضرب اسمه علی الدینار والدرھم ...وکان السبب فی ذلک أنّه استحضر أولاد العبّاس الرجال منھم والنساء، وھو بمدینة مرُو من بلاد خراسان، وکان عددھم ثلاثة وثلاثین ألفاً بین کبیر وصغیر، واستدعی علیّاً المذکور، فأنزله أحسن منزل، وجمع خواصّ الأولیاء، وأخبرھم أنّه نظر فی أولاد العبّاس وأولاد علی بن أبی طالب، فلم یجد أحداً فی وقته أفضل، ولا أحقّ بالخلافة من علی الرضا، فبایعه،وأمر بإزالة السواد من اللباس والأعلام، وأبدل ذلک بالخضرة.(مرآة الجنان2/10)

”اور اسی یعنی ۲۰۳ھ ہجری میں امام جلیل ومعظم ،سادات اکارم کی نسل سے تعلق

رکھنے والے ابوالحسن علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی وفات ہوئی جو بارہ اماموں میں سے ایک تھے، صاحب مناقب تھے جن کی طرف امامیہ اپنا انتساب کرتے ہیں اور اپنے عقیدہ ومسلک کی بنیاد ان پر ہی قائم کرتے ہیں۔

خلیفہ عباسی مامون نے ان سے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح کر دیا تھا۔ان کو اپنا ولی عہد بھی مامور کیا تھا، ان کے نام کے درہم و دینار بھی جاری کر دیے تھے۔اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس نے ایک دن مرو میں جو بلاد خراسان کا ایک شہر ہے، عباس کی تمام اولاد کو جن میں مرد اور عورتیں سب شامل تھیں، جمع کیا، چھوٹے بڑے ملا کر ان کی تعداد ۳۳ر ہزار تھی، اس کے بعد اس نے امام علی کو بلایا، ان کو بیٹھنے کے لیے اچھی جگہ دی، اس نے اپنے خواص کو جمع کر کے انھیں بتایا کہ میں نے عباس کی موجود اولاد پر نظر ڈالی تو مجھے ان میں امام علی رضا سے افضل اور خلافت کا مستحق کسی کو نہیں پایا۔یہ کہہ کر اس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور سیاہ رنگ کو لباس اور جھنڈے سے ہٹانے کا حکم دیا اور اس کی جگہ سبز رنگ کو رواج دیا''۔

(20) ابن حجر عسقلانی (متوفی: 852ھ)

ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''تهذيب التهذيب ''میں امام حاکم کا گزشتہ قول، اسی طرح سمعانی کا قول بغیر کسی تبصرے کے نقل کرتے ہیں۔'' (تهذيب التهذيب-745 /5 746)

(21) ابن صباغ مالکی (متوفی: 855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب'' الفصول المهمّة''میں لکھتے ہیں:

قال الشيخ كمال الدين بن طلحة: تقدّم أمير المؤمنين علی بن أبی طالب(عليه السلام)، وزين العابدين علی بن الحسين(عليه السلام)، وجاء

علـى بـن مـوسـى الـرضـا هـذا ثـالثهما،ومَن أمعن نظره وفكره،وجده فى الـحـقيـقة وارثهـما،نما إيمانه وعلا شأنه وارتفع مكانه وكثر أعوانه وظهر بـرهـانـه، حتّـى أدخله الخليفة المأمون محلّ مهجته وأشركه فى مملكته، وفـوّض إليـه أمـر خـلافتـه وعـقد له على رؤوس الأشهاد عقد نكاح ابنته. وكـانـت مـنـاقبـه عَـلِيَّة، وصـفـاتـه سَـنيّة، ونفسه الشريفة زكيّة هاشميّة، وأرومته الكريمة نبويّة.(الفصول المهمّة233)

''شیخ کمال الدین طلحہ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اورزین العابدین علی بن حسین علیہ السلام کا تذکرہ ہو چکا ہے،اب یہ تیسرے امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام ہیں، جو بھی فکرونظر کی گہرائی سے کام لے گا تو اسے پتا چلے گا کہ حقیقت میں ان دونوں کے وارث یہی ہیں۔ان کا ایمان مستحکم ہوا،ان کا مقام بلند ہوا،ان کے طرف داروں میں اضافہ ہوا اوران کی امامت کے دلائل سامنے آئے یہاں تک کہ خلیفہ مامون نے ان کو اپنے مصاحبین میں جگہ دی اور انھیں کارحکومت میں شامل کرلیا،خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کردیا،اوراعلانیہ اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی۔ان کے مناقب بہت ہیں،ان کی صفات عمدہ ہیں،ان کی ذات شریف، پاکیزہ اور ہاشمی ہے اوران کا نسلی تعلق نبی اکرمﷺ سے ہے''۔

(22)جمال الدین اتابکی معروف بہ ابن تغری (متوفی:874ھ)

جمال الدین اتابکی معروف بہ ابن تغری اپنی کتاب'' الـنـجـوم الـزاهـرة''میں لکھتے ہیں:

وفيها (سنة: 203) تُـوفّـى عـلـى الـرضـا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طـالـب الإمـام، أبو الحسن الهاشمى العلوى الحسينى، كان إماماً عالماً ...

وكان علي هذا سيّد بني هاشم في زمانه وأجلّهم. (النجوم الزاهرة2/174)

''اور اسی سنہ یعنی ۲۰۳ رہجری میں امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسن ہاشمی علوی حسینی اپنے وقت کے امام اور جید عالم تھے، اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار تھے، ان کا شمار ہاشمی خاندان کے بڑے لوگوں میں ہوتا تھا''۔

(23) حافظ سمہودی شافعی (متوفی:911ھ)

حافظ سمہودی شافعی اپنی کتاب ''**جواهر العقدَين**'' میں لکھتے ہیں:

وأمّا علي الرضا بن موسى الكاظم، فكان أوحد زمانه جليل القدر ...(جواهر العقدَين446)

''جہاں تک سوال امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کا ہے تو وہ اپنے زمانے میں یکتا اور جلیل القدر تھے''۔

(24) صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی (متوفی:923ھ)

صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی اپنی کتاب ''**الخلاصة**'' میں لکھتے ہیں:

كان سيّد بني هاشم، وكان المأمون يعظّمه ويجلّه، وعهد له بالخلافة وأخذ له العهد. (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال 2/257)

''امام محترم بنو ہاشم کے سردار تھے، عباسی خلیفہ مامون ان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ان کی قدر ومنزلت کا معترف تھا، اس نے ان سے خلافت کا وعدہ کیا تھا اور اس بات پر ان سے عہد لیا تھا''۔

(25) ابن حجر ہیتمی (متوفی:974ھ)

ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب ''**الصواعق المحرقة**'' میں امام کاظم اور ائمۂ سابقین علیہم السلام پر اپنی گفتگو مکمل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علـى الرضا: وهو أنبههم ذِكْراً وأجلّهم قدراً؛ ومِن ثمّ أَحلّه المأمون مـحلّ مهـجتـه، وأنـكـحـه ابـنتـه، وأشـركـه فى مملكته، وفوّض إليه أمر خلافته. (الصواعق المحرقة309)

''امام علی رضا کا اپنے زمانے میں سب سے زیادہ تذکرہ تھا، اور سب سے زیادہ ان کی قدر ومنزلت تھی، اسی وجہ سے خلیفہ مامون نے ان کو اپنے مصاحبین میں جگہ دی، اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی اور انھیں کارحکومت میں شامل کرلیا، خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کردیا''۔

(26) احمد بن یوسف قرمانی (متوفی:1019ھ)

احمد بن یوسف قرمانی اپنی کتاب ''أخبار الدول'' میں لکھتے ہیں:

وكانت مناقبه عليّة، وصفاته سَنيّة، ...وكان رضى الله عنه قليل النوم كثير الصوم، وكان جلوسه فى الصيف على حصير، وفى الشتاء على جلُد شاة. (أخبار الدول وآثار الأول1/341)

''امام محترم کے مناقب بہت عالی اور ان کی صفات بہت عمدہ تھیں، امام رضی اللہ عنہ راتوں کو بہت کم سوتے تھے، بہ کثرت روزہ رکھتے تھے، گرمیوں میں بیٹھنے کے لیے چٹائی اور سردیوں میں بکری کی کھال کا استعمال کرتے تھے''۔

(27) ابن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

ابن عماد حنبلی اپنی کتاب '' شذرات الذهب'' میں لکھتے ہیں:

(وفيها203هـ تُـوفّـى)علـى بـن مـوسـى الرضا الإمام أبو الحسن الـحسينـى بطوس، وله خمسون سنة، وله مشهد كبير بطوس يُزار، روى عـن أبيـه مـوسـى الـكـاظـم، عـن جدّه جعفر بن محمّد الصادق، وهوأحد الأئمّة الاثنى عشر فى اعتقاد الإماميّة .(شذرات الذهب)

''اور اسی یعنی ۲۰۳ ہجری میں امام ابوالحسن علی بن موسی رضا حسینی نے طوس میں وفات پائی، ان کی عمر اس وپچاس سال کی تھی، طوس میں ان کا بڑا مزار ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے، انھوں نے اپنے والد امام موسی کاظم اور اپنے دادا امام جعفر بن محمد صادق سے حدیث کی روایت کی ہے۔ امامیہ کے عقیدے کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے ایک تھے''۔

(28) عبداللہ شبراوی (متوفی: 1171ھ)

عبداللہ شبراوی اپنی کتاب'' **الإتحاف بحبّ الأشراف**''میں لکھتے ہیں:

كان رضي الله عنه كريماً جليلاً، مهاباً موقّراً ...قال بعضهم :علي بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق، فاق أهل البيت شانه، وارتفع فيهم مكانه، وكثر أعوانه، وظهر برهانه، حتّى أحلة الخليفة المأمون محلّ مهجته، وأشركه في خلافته، وفوّض إليه أمر مملكته، وعقد له على رؤوس الأشهاد عقد نكاح ابنته، وكانت مناقبه علية، وصفاته سَنيّة، ونفسه الشريفة هاشميّة، وأرومته الكريمة نبويّة، وكراماته أكثر مِن أنْ تُحْصَر، وأشهر مِن أنْ تُذكَر. (الإتحاف بحبّ الأشراف156-155)

''امام رضی اللہ عنہ بڑے کریم اور جلیل القدر تھے، ان کا بڑا رعب تھا، وہ قابل احترام تھے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ علی بن موسی کاظم بن جعفر صادق کی شان وعظمت اہل بیت میں بہت تھی، ان کے درمیان ان کا مقام بلند ہوا، ان کے طرف داروں میں اضافہ ہوا اور ان کی امامت کے دلائل سامنے آئے یہاں تک کہ خلیفہ مامون نے ان کو اپنے مصاحبین میں جگہ دی اور انھیں کار حکومت میں شامل کرلیا، خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کردیا، اور اعلانیہ اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی۔ ان کے مناقب بہت ہیں، ان کی صفات عمدہ ہیں، ان کی ذات شریف، پاکیزہ اور ہاشمی ہے اور ان کا نسلی تعلق

نبی اکرم ﷺ سے ہے،ان کی کرامات بے شمار ہیں،اور اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی''۔

(29) محمد امین سویدی (متوفی:1264ھ)

محمد امین سویدی اپنی کتاب'' سبائک الذھب ''میں لکھتے ہیں:

كانت أخلاقه عَلِيَّة، وصفاته سنيّة ...كراماته كثيرة، ومناقبه شهيرة، لا يسعها مثل هذا الموضع. (سبائک الذھب75)

''امام محترم کے اخلاق بہت بلند اور ان کی صفات بہت عمدہ تھیں،ان کی کرامات بہت ہیں ،اسی طرح ان کے مناقب مشہور ہیں، یہاں گنجائش نہیں کہ ان کا تذکرہ کیا جاسکے''۔

(30) شیخ مومن شبلنجی (متوفی:بعد1308ھ)

شیخ مومن شبلنجی نے اپنی کتاب'' نور الأبصار ''میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک فصل اس طرح قائم کی ہے:

فصل:فى ذكر مناقب سيّدنا على الرضا، بن موسى الكاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن على زين العابدين، بن الحسين بن على، بن على بن أبى طالب، رضى الله عنهم أجمعين. (نور الأبصار فى مناقب آل النبى المختار168)

''فصل:سیدنا علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب کے بیان میں''۔

(31) یوسف اسماعیل نبہانی (متوفی:1350ھ)

یوسف اسماعیل نبہانی اپنی کتاب''جامع كرامات الأولياء''میں لکھتے ہیں:

علـى الـرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق، أحد أكابر الأئمّة ومـصـابيـح الأمّة، مـن أهـل بيـت النبوّة، ومعادن العلم والعرفان، والكرم والـفتوّة .كـان عـظـيـم الـقـدر مشهـور الذكر، وله كرامات كثيرة.(جامع كرامات الأولياء 2/311)

''علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بڑے اماموں میں سے ایک تھے،وہ امت کا روشن چراغ تھے،اہل بیت نبوی کے فرد جلیل تھے،علم وعرفان اور سخاوت وشجاعت کا خزانہ تھے،عظیم القدر تھے،ان کا چرچا بڑا مشہور تھا،ان کی بہت سی کرامات ہیں''۔

(32)علی جلال حسینی (متوفی:1351ھ)

علی جلال حسینی امام علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

كـان أعـلـم الـناس في وقته وأسخاهم، وُلِدَ سنة148 :، وقُبض سنة: 203وهـو ابـن خمس وخمسين سنة.(أئـمّتـنـا لمحمّد على دخيل 2/154 عن الحسين 2/207)

''امام محترم اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ سخی تھے۔سنہ ۱۴۸ر ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ۲۰۳ر ہجری میں وفات پائی،وفات کے وقت ان کی عمر ۵۵ر سال کی تھی''۔

(33)عبداللہ عفیفی (متوفی:1363ھ)

عبداللہ عفیفی کہتے ہیں:

عـلـى بن موسى الرضا، عميد هذا البيت وزعيمه، والإمام المرتضى من آل البيت.(أئمّتنا لمحمّد على دخيل2/154عن المرأة العربيّة93 /3)

''امام علی بن موسیٰ رضا اہل بیت کا ستون اور ان کے سربراہ تھے،آل بیت کے وہ ایک ایسے امام تھے جو خلق خدا میں پسند کیے جاتے تھے''۔

(34) فاضل علی بن عبداللہ فکری حسینی قاہری (متوفی: 1372ھ)

فاضل علی بن عبداللہ فکری حسینی قاہری اپنی کتاب ''أحسن القصص'' میں لکھتے ہیں:

علـمه وفضله: قال إبراهيم بن العبّاس: ما رأيتُ الرضا سُئل عن شيء إلاّ علـمه، ولا رأيت أعلم منه بما كان في الزمان إلى وقت عصره، وكان المأمون يمتحنه بالسؤال عن كلّ شيء، فيجيبه الجواب الشافي الكافي.

تعبّده: وكان قليل النوم، كثير الصوم، لا يفوته صوم ثلاثة أيّام من كلّ شهر. ويقول: ذلک صيام الدهر. معروفه وتصدّقه: وكان كثير المعروف والصدقة، وأكثر ما يكون ذلک منه في الليالي المظلمة...

زهُده وورعه: كان زاهداً ورعاً، وكان جلوسه في الصيف على حصير، وفي الشتاء على مسح. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشي 28: 623 - 622، عن أحسن القصص 4/289)

''امام محترم کا علم وفضل: ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ امام رضا سے کوئی سوال کیا گیا ہو اور اس کا انھوں نے جواب نہ دیا ہو، اور ان کے دور تک میں نے ان سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا، مامون ہر قسم کے سوال کرکے ان کا امتحان لیتا تھا، امام محترم اس کے ہر سوال کا شافی اور کافی جواب دیتے تھے۔

امام محترم کی عبادت: وہ بہت کم سوتے تھے، بہ کثرت روزے رکھتے تھے، ہر ماہ کے تین روزے ان سے کبھی فوت نہیں ہوئے، وہ کہتے تھے کہ یہی صوم دہر ہے۔

امام محترم کے کار خیر اور صدقہ وخیرات: وہ نیکی اور بھلائی کے کام بہت کرتے تھے، اسی طرح صدقہ وخیرات میں بھی پیش پیش تھے اور یہ کام وہ عام طور پر اندھیری راتوں میں کیا کرتے تھے۔

امام محترم کا زہد وتقوی: وہ بڑے زاہد اور متقی تھے، گرمیوں میں چٹائی پر اور سردیوں

میں کھردرے کپڑے (یا بکری کی کھال) پر بیٹھا کرتے تھے"۔

(35) خیرالدین زرکلی (متوفی: 1396ھ)

خیرالدین زرکلی اپنی کتاب "الأعلام" میں لکھتے ہیں:

علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق، أبو الحسن الملقّب بالرضا: ثامن الأئمّة الاثنی عشر عند الإمامیّة، ومن أجلاّء السادة أهل البیت وفضلائهم. (الأعلام 5/26)

"علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کی کنیت ابوالحسن اور لقب رضا ہے۔ امامیہ کے نزدیک وہ آٹھویں امام ہیں، ان کا شمار اہل بیت کے جلیل القدر اور ان کے فضلاء میں ہوتا ہے"۔

(36) دکتور عبدالسلام ترمانینی

دکتور عبدالسلام ترمانینی اپنی کتاب "أحداث التاریخ الإسلامی" میں لکھتے ہیں:

هو علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أبو الحسن، الملقّب بالرضا. ثامن الأئمّة الاثنی عشریّة عند الإمامیّة...وکان من أجلاّء السادة أهل البیت وفضلائهم. (أحداث التاریخ الإسلامی بترتیب السنین، أحداث سنة 203، ج1، مجلّد 2 ص1169)

"علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کی کنیت ابوالحسن اور لقب رضا ہے۔ امامیہ کے نزدیک وہ آٹھویں امام ہیں، ان کا شمار اہل بیت کے جلیل القدر اور ان کے فضلاء میں ہوتا ہے"۔

(37) محمود بن وہیب

محمود بن وہیب امام علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكراماته،أي الرضا،كثيرة رضي الله عنه، إذْ هو فريد زمانه. (حياة الإمام الرضا للشيخ القرشي 1/62)

''امام رضارضی اللہ عنہ کی کرامات بہت ہیں،وہ اپنے زمانے میں یکتااور بے مثل تھے''۔

(38)فاضل باقر امین وردمحامی،رکن اتحادمورخین عرب

فاضل باقر امین وردمحامی،رکن اتحادمورخین عرب اپنی کتاب'' معجم العلماء العرب''میں لکھتے ہیں:

علي بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق، أبو الحسن الملقّب بالرضا:ثامن الأئمّة الاثنى عشر عند الإماميّة، ومن أجلاّء السادة أهل البيت وفضلائهم. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشي 28/628، عن معجم العلماء العرب 1/153)

''علی بن موسیٰ کاظم بن جعفرصادق کی کنیت ابوالحسن اورلقب رضاہے۔امامیہ کےنزدیک وہ آٹھویں امام ہیں،ان کا شماراہل بیت کےجلیل القدراوران کےفضلاء میں ہوتاہے''۔

(39) فاضل ہادی حمو

فاضل ہادی حمواپنی کتاب''أضواء على الشيعة الإماميّة''میں لکھتے ہیں:

وعلى كلٍّ فالإمام الرضا كان في أزهى عصور الحضارة الإسلاميّة، فقد عاصر المأمون حقبةً، وكان له في مجالسه العلميّة ونشاطه الفكري نصيب عظيم، وكان المأمون يخصّه بعقد المناظرات، ويجمع له العلماء والفقهاء والمتكلّمين من جميع الأديان، فيسألونه ويجيب الواحد تِلْوَ الآخر، حتّى لا يبدي أحد منهم إلاّ الاعتراف له بالفضل، ويُقِرُّ على نفسه بالقصور أمامه.(شرح إحقاق الحقّ 28/623، عن أضواء على الشيعة الإماميّة 134)

''بہر حال قصہ مختصر یہ کہ امام رضا علیہ السلام اسلامی تہذیب کے عروج اور اس کی بالا دستی کے دور میں تھے، مامون کے ساتھ انھوں نے ایک عرصہ گزارا تھا، مامون کی علمی اور فکری مجالس میں امام رضا کا خصوصی کردار تھا، مامون ان کے لیے بطور خاص مناظرے کی مجلسیں آراستہ کرتا تھا، جس میں مختلف مذاہب کے علماء، فقہاء اور متکلمین جمع ہوتے تھے، سارے لوگ امام رضا علیہ السلام سے سوالات کرتے، وہ یکے بعد دیگرے سب کو جواب دیتے، اپنے سوال کا جواب پا کر ہر شخص ان کی فضیلت کا اعتراف کرتا اور ان کے سامنے اپنی کوتاہ علمی کا اقرار کرتا''۔

(40) عارف احمد عبد الغنی

عارف احمد عبد الغنی اپنی کتاب'' **الجوهر الشفّاف فی أنساب السادة الأشراف**'' میں امام رضا علیہ السلام کے تذکرے کے وقت لکھتے ہیں:

ولم يكن فی الطالبيّين فی عصره مثله، بايع له المأمون لولاية العهد، وضرب اسمه على الدنانير والدراهم، وخطب له على المنابر، ثمّ تُوفّی بطوس، ودُفن بها. (الجوهر الشفّاف فی أنساب السادة الأشراف 1/159)

''طالبیین میں ان کے دور میں ان کے جیسا کوئی نہیں تھا، مامون نے ولی عہد بنا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے نام کے درہم و دینار کے سکے جاری کیے، خطبات میں ان کا نام شامل کیا گیا، لیکن طوس ہی میں امام محترم کی وفات ہوگئی اور وہیں ان کو دفن کیا گیا''۔

یہ ہیں کبار علمائے اہل سنت کے اقوال وارشادات، ان کے علاوہ ابھی بہت سے اقوال وارشادات کتابوں میں موجود ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فصل ہشتم

اہل بیت کے نویں امام

جواد محمد بن علی علیہ السلام

امام علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

امام محمد جواد علیہ السلام کی عمر اگر چہ کم تھی لیکن وہ نابغۂ عصر تھے، اپنے زمانے میں ان کی حیثیت ایک عجوبے کی تھی، انھوں نے اپنے کثرت علم اور بلیغ حکمت سے علماء اور مفکرین کو حیرت زدہ کردیا تھا۔ انھوں نے اپنی ربانی زبان اور الہامی جوابات سے یہ ثابت کردیا تھا کہ اللہ کی زمین پر وہی خلیفہ ہیں، اور اس کی بادشاہت میں رہنے والوں کے خلاف حجت ہیں۔ علماء کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا جو اپنی متاع گم گشتہ کی تلاش میں تھا، اور اپنے دور کے امام کا متلاشی تھا، ان کا سامنا ائمۂ اہل بیت کے نویں امام سے ہوگئی جو حسن وجمال، علو مرتبت اور وقار وعظمت کا پیکر تھے، امام محترم نے ان علماء کے تمام سوالوں کے جواب بڑے یقین سے دیے اور ان کے تمام شبہات کا ازالہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دل ان کی عظمت قائل ہوگئے اور ان کی ذات ان کی گرویدہ ہوگئی۔ اس سے ان کے دلوں کو شکوک دور ہوگئے اور ان کے پاس اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں تھا کہ ان کی امامت کو تسلیم کرلیں اور ان کی فضیلت کا اقرار کرلیں بلکہ ان کو سب سے افضل تسلیم کرلیں۔ اسی اعتراف واقرار کے ساتھ وہ اپنے اپنے شہروں کو واپس گئے، اور اپنی آنکھوں سے امام جواد علیہ السلام کے جو مناقب اور ان کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا، اس کو عام کریں۔ اس طرح امام کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور ہر جگہ ان کا چرچا عام ہوگیا۔

امام محترم نے رسالت محمدی کا اپنی تمام ابعاد کے ساتھ ایک مکمل نمونہ پیش کیا۔ وہ ٹھیٹھ اسلامی اخلاق کے حامل تھے، فضائل ومکارم کا بہتا ہوا چشمہ تھے، بہت جلد ان کے اردگرد علماء، راویان حدیث اور جمہور جمع ہوگئے اور وہ ہر ایک کو اپنے شیریں چشمے سے سیراب کرنے لگے۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخ نے اپنے حافظے میں ہمیشہ کے لیے انھیں محفوظ کرلیا اور ہر دور میں لکھی جانے والی کتابوں میں ان کا ذکر خیر اور ان کی مدح وثنا کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہوگیا۔

اس سے پہلے کہ ہم امام جواد علیہ السلام کی شخصیت کو کبار علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کے مختصر احوال بیان کردیں۔

امام علیہ السلام کا نام ونسب یہ ہے:

امام محمد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین.

امام علیہ السلام کی والدہ کا نام سبیکہ تھا، ان کا نسلی تعلق نوبیہ سے تھا، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کا نام خیزران تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ کے خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں۔

امام علیہ السلام کی ولادت ماہ رمضان سنہ ۱۹۵ر ہجری میں ہوئی۔

امام علیہ السلام کے القاب تقی، منتجب، جواد، مرتضیٰ تھے، امام محمد باقر علیہ السلام سے ممتاز کرنے کے لیے انھیں ابوجعفر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام کی ایک کنیت ابوجعفر بھی تھی۔

امام علیہ السلام نے امامت کی ذمہ داریاں بالکل ابتدائی عمر یعنی تقریباً ۸ر سال کی عمر میں سنبھال لی تھیں، کیوں کہ ان کے والد محترم امام رضا علیہ السلام کی وفات سنہ ۲۰۳ر ہجری میں ہوگئی تھی۔

امام علیہ السلام کی مدت امامت کل ۱۷ر سال ہے، ان کے دور امامت میں دو عباسی خلفاء ہارون رشید کے بیٹے مامون اور معتصم تھے۔

امام علیہ السلام کو ۲۰۴ر ہجری میں مامون نے بغداد طلب کرلیا تھا، اس نے امام کی

بڑی آؤ بھگت کی اوران کی فضیلت کا چرچا کیا، اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح بھی ان کے ساتھ کردیا۔ان سب کے پیچھے اس کے سیاسی اغراض ومقاصد تھے جن کو بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

امام علیہ السلام اپنی بیوی کی معیت میں فرصت دیکھ کر مناسب وقت پر مدینہ واپس آگئے تاکہ عباسی حکومت کی خواہش کے علی الرغم اپنی اسلامی سرگرمیوں کو منظّم کرسکیں۔

لیکن جیسے ہی اپنے بھائی مامون کے بعد معتصم خلیفہ ہوااس نے امام کو دوبارہ بغداد بلالیا، تاکہ امام کی تمام سرگرمیاں اس کے سامنے رہیں، یہ واقعہ سنہ ۲۲۰ھ ہجری کا ہے۔

امام علیہ السلام کی شہادت ذی قعدہ کے آخر میں اسی سنہ ۲۲۰ھ ہجری میں ہوئی جس میں معتصم نے آپ کو بغداد طلب کیا تھا۔

امام علیہ السلام کو مقابر قریش میں ان کے دادا امام موسی علیہ السلام کی پشت پر دفن کیا گیا۔

امام علیہ السلام کبار علمائے اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں امام محمد جواد علیہ السلام کی عظمت وفضیلت سے متعلق کبار علمائے اہل سنت کے کلمات اوراقوال ملاحظہ فرمائیں:

(1)ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی:250ھ)

ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ نے اپنے رسائل میں ایک ہی سلسلہ کلام میں دس اماموں کی مدح کرتے ہوئے امام جواد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔یہ گفتگو ان باتوں کی تردید کے ضمن میں آئی ہے جن کو لے کر بنوامیہ، بنوہاشم پر فخر کرتے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومَنِ الذی يُعَدُّ مِنْ قريش ما يَعُدّه الطالبيّون عَشَرة فی نسق؛ كلّ واحد منهم :عالم، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاكٍ، فمنهم خلفاء ، ومنهم مُرشّحون :ابن ابن ...هكذا إلى عشرة، وهم الحسن

العسكرى بن على بن محمّد بن على بن موسى بن جعفر بن محمّد بن على بن الحسين بن على عليهم السلام ، وهذا لم يتّفق لبيت من بيوت العرب ولا من بُيوت العجم. (رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے،زاہد ہے،عابد ہے،بہادر ہے،سخی ہے، طاہر ہے،صاحب تزکیہ ہے،ان میں سے بعض خلفاء ہیں،بعض بہترین منتظم ہیں، بیٹا، پوتا، پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں: حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔ یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(2) علامہ عارف شیخ محیی الدین ابن عربی (متوفی:638ھ)

علامہ عارف شیخ محیی الدین ابن عربی اپنی کتاب'' المناقب''میں لکھتے ہیں:

وعلى باب الله المفتوح وكتاب الله المشروح ماهية الماهيّات، مطلق المقيّدات، وسرّ السريّات الوجود، ظلّ الله الممدود، المنطبع فى مرآة العرفان، والمنقطع مِن نيله حَبْل الوجدان، غواص بحر القدم، محيط الفضل والكرم، حامل سرّ الرسول، مهندس الأرواح والعقول، أديب معلمة الأسماء والشؤون، فهرس الكاف والنون، غاية الظهور والإيجاد، محمّد بن على الجواد عليه السلام. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشى 29/21، عن المناقب المطبوع فى آخر 'وسيلة الخادم' لابن روزبهان الأصبهانى296)

''اللہ تعالیٰ کا باب مفتوح، کتاب اللہ کی تفسیر، ماہیات کی ماہیت، مقیدات کے مطلق، رازہائے کائنات کے راز، اللہ کا سایۂ دراز، عرفان کا روشن آئینہ، وجدان کی رسی

توڑنے والے سے الگ،سمندر کی گہرائی میں غوطہ زن،سراپا فضل وکرم،راز رسول کے حامل،روحوں اور عقلوں کے طبیب حاذق،اسماء وحالات کے مظاہر کے ادیب،کاف ونون کی فہرست،ظہور وایجاد کے منتہیٰ امام محمد بن علی جواد علیہ السلام‘‘۔

(3) محمد بن طلحہ شافعی (متوفی: 652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب’’ مطالب السؤول ‘‘میں لکھتے ہیں:

هذا أبو جعفر محمّد الثانی، فإنّه تقدّم فی آبائه(علیهم السلام)أبو جعفر محمّد وهو الباقر بن علی فجاء هذا باسمه وكنيته واسم أبيه، فعُرف بأبی جعفر الثانی، وهو وإنْ كان صغير السنّ فهو كبير القدر رفيع الذكر.

’’یہ ہیں ابوجعفر محمد ثانی،ان کے آباء علیہم السلام میں ابوجعفر محمد جن کا نام باقر بن علی ہے، یہ اپنے نام،اپنی کنیت اوراپنے باپ کے نام پر ہیں،ابوجعفر ثانی کی حیثیت سے ان کی شہرت ہے، یہ عمر میں اگر چہ کم ہیں لیکن بڑے جلیل القدر اور رفیع الذکر ہیں‘‘۔

محمد بن طلحہ شافعی آگے لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه فما اتّسعت حلبات مجالها، ولا امتدّت أوقات آجالها، بل قضتْ عليه الأقدار الإلهيّة بقلّة بقائه فی الدنيا بحُكْمِهَا وأَنْجَالِهَا، فقلّ فی الدنيا مقامه، وعجّل القدوم عليه لزيارة حمامه، فلم تَطُل بها مدّته، ولا امتدّت فيها أيّامه. (مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول 141-2/140)

’’امام محترم کے مناقب اپنے ظہور کے لیے درکار وسعت نہ پا سکے،ان کی مدت حیات کا دورانیہ دراز نہیں ہوسکا، بلکہ اللہ کی مقررہ کردہ تقدیر نے اپنے حکم اور فیصلے کے مطابق ان کا صحیفۂ حیات سمیٹ دیا، دنیا میں ان کے قیام کی مدت بڑی مختصر رہی،ان کے محبین کے لیے ان کے روضے کی زیارت جلدی مقدر کر دی گئی،اسی لیے ان کی مدت

حیات لمبی نہیں ہوئی اور نہ اس کے ایام نے وسعت اختیار کی''۔

(4) سبط ابن جوزی (متوفی:654ھ)

سبط ابن جوزی اپنی کتاب'' تذكرة الخواص ''میں لکھتے ہیں:

وكان على منهاج أبيه في:العلم، والتقى، والزهد، والجود. (تذكرة الخواص 321)

''امام محمد جواد علیہ السلام علم،تقوی،زہداور سخاوت میں اپنے والد محترم کا عکس جمیل تھے''۔

(5) ابن ابی حدید معتزلی (متوفی:655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی جاحظ کا وہ کلام جو پیچھے گزر چکا ہے،اس کو نقل کر کے اور اس کی تائید کرتے ہوئے بحث کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

ونحن نذكر ما أجاب به أبو عثمان عن كلامهم ونضيف إليه من قبلنا أموراً لم يذكرها فنقول.... (شرح نهج البلاغة 15/270)

''بنوامیہ کی ان باتوں کا جواب جو وہ بنو ہاشم پر اپنی فوقیت میں کہا کرتے تھے،اس کا جو جواب ابوعثمان نے دیا ہے،اس کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم مزید کچھ باتیں اور نقل کرتے ہیں جو انھوں نے ذکر نہیں کیے،پس ہم کہتے ہیں۔۔۔''

(6) ابن تیمیہ (متوفی:728ھ)

ابن تیمیہ اپنی کتاب'' منهاج السنّة''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن علي الجواد كان من أعيان بني هاشم وهو معروف بالسخاء والسؤدد؛ ولهذا سمّي الجواد. (منهاج السنّة 4/68)

''محمد بن علی جواد اعیان بنوہاشم میں سے تھے،سخاوت وسیادت میں معروف تھے، اسی مناسبت سے انھیں جواد کہا جاتا تھا''۔

(7) شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی:748ھ)

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی کتاب ''تاریخ الإسلام'' میں لکھتے ہیں:

محمّد بن الرضا علی بن الکاظم موسی بن الصادق جعفر بن الباقر محمّد بن زین العابدین علی بن الشهید الحسین بن أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب .أبو جعفر الهاشمی الحسینی .کان یلقّب :بالجواد، وبالقانع، وبالمرتضی .کان من سروات آل بیت النبی (ﷺ) ...تُوفِّی ببغداد فی آخر سنة مئتین وعشرین، شابّاً طریّاً له خمس وعشرون سنة .وکان أحد الموصوفین بالسخاء ؛ ولذلک لُقّب بالجواد .وقبره عند قبر جدّه موسی. وقیل تُوفِّی فی آخر سنة تسع عشرة، رحمه الله ورضی عنه .وهو أحد الأئمّة الاثنی عشر الذین تدّعی الشیعة فیهم العصمة .وکان مولده فی سنة خمس وتسعین ومئة. (تاریخ الإسلام:حوادث وفیات 220-211، ص385، ترجمة رقم372)

'' محمد بن رضا علی بن کاظم موسی بن صادق جعفر بن باقر محمد بن زین العابدین علی بن شہید حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب، ابوجعفر ہاشمی حسینی، کے القاب جواد، قانع اور مرتضی تھے، ان کا شمار آل بیت نبی کے سخی ترین لوگوں میں ہوتا تھا، سنہ۲۲۰ر ہجری کے آخر میں بغداد میں وفات پائی، اس وقت جوان رعنا تھے، عمر کل ۲۵ر سال کی تھی، سخاوت وفیاضی میں پیش پیش تھے، اسی لیے ان کا لقب جواد ہے، ان کی قبر ان کے دادا امام موسی کی قبر کے پاس ہے۔ ایک قول یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی وفات سنہ۲۱۹ر ہجری کے آخر میں ہوئی، اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت کے سایے میں رکھے اور ان سے راضی ہو۔ وہ ان بارہ اماموں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں شیعہ حضرات کا دعوی ہے کہ وہ معصوم ہیں، ان کی ولادت سنہ۱۹۵ر ہجری میں ہوئی''۔

(8)صلاح الدین صفدی (متوفی:764ھ)

صلاح الدین صفدی اپنی کتاب ’’ الوافی بالوفیات ‘‘میں لکھتے ہیں:

محمّد بن علی هو الجواد بن الرضا بن الكاظم موسى بن الصادق جعفر رضی الله عنهم .كان يلقَّب :بالجواد، وبالقانع، وبالمرتضى، وكان من سروات آل بيت النبوّة ....وكان من الموصوفين بالسخاء ؛ ولذلك لُقّب الجواد، وهو أحد الأئمّة الاثنى عشر، ومولده سنة خمس وتسعين ومئة. (الوافی بالوفیات4/105)

’’ محمد بن علی سے مراد جواد بن رضا بن کاظم موسی بن صادق جعفر رضی اللہ عنہم ہیں ان کے القاب جواد، قانع اور مرتضی تھے،ان کا شمار آل بیت نبوت کے سخی ترین لوگوں میں ہوتا ہے ،وہ جود وسخا کی صفت سے متصف تھے ،اسی لیے ان کا لقب جواد تھا،وہ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں،ان کی ولادت سنہ۱۹۵رہجری میں ہوئی‘‘۔

(9)علامہ یافعی (متوفی:768ھ)

علامہ یافعی اپنی کتاب’’مرآة الجنان ‘‘میں سنہ۲۲۰رہجری کے واقعات میں لکھتے ہیں:

وفيها تُوفِّى الشريف أبو جعفر محمّد الجواد ...أحد الاثنى عشر إماماً الذين يدّعى الرافضة فيهم العصمة ...وكان المأمون قد نوّه بذكره وزوّجه بابنته. (مرآة الجنان 2/60)

’’اسی سنہ میں شریف ابوجعفر محمد جواد کی وفات ہوئی جوان بارہ اماموں میں سے ایک ہیں جن کی عصمت کا دعوی روافض کرتے ہیں،عباسی خلیفہ مامون نے ان کا خوب چرچا کیا اوران سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کردیا‘‘۔

(10)ابن صباغ مالکی (متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب’’ الفصول المهمّة‘‘میں لکھتے ہیں:

قـال صـاحب كتاب مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، هو أبو جعفر الثانی ...وإنْ كـان صغير السنّ فهو كبير القدر، رفيع الذكر، القائم بـالإمـامة بـعـد عـلـی بن موسی الرضا. (الـفـصـول الـمهـمّة فی معرفة أحوال الأئمّة253)

''کتاب ''مـطـالب السؤول فی مناقب آل الرسول'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ وہ ابوجعفر ثانی تھے، اگرچہ ان کی عمر کم تھی تاہم وہ جلیل القدر اور رفیع الذکر تھے، امام علی بن موسیٰ رضا کے بعد منصب امامت پر یہی فائز تھے''۔

(11) محدث فقیہ ابن حجر ہیتمی (متوفی:974ھ)

محدث فقیہ ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب ''الصواعق المحرقة'' میں لکھتے ہیں:

وتُـوفّـی(الإمـام الرضا)رضی الله عنه وعمره خمس وخمسون سنة، عـن خـمسة ذكـور وبـنـت، أجـلّهـم محمّد الجواد، لكنّه لم تطل حياته.(الصواعق المحرقة311)

''امام رضا رضی اللہ عنہ کل ۲۵ ؍سال کی عمر میں وفات پاگئے، ان کے پانچ بیٹے اور بیٹیاں تھے، ان میں سب سے جلیل القدر محمد جواد تھے لیکن انھوں نے زیادہ عمر نہیں پائی''۔

(12) قرمانی (متوفی:1019ھ)

قرمانی اپنی کتاب ''أخبار الدول'' میں لکھتے ہیں:

وأمّـا مـنـاقبـه فـمـا امتدّت أوقاتها ولا تأخّر ميقاتها، بل قضتُ عليه الأقـدار الإلهيّة بـقـلّة بقائه فی الدنيا، فقلّ مقامه وعاجله حمامه، ولم تطل أيّامه ...قُبـض رضـی الـله عنه ببغداد؛ لأنّ المعتصم استقدمه مع زوجته أمّ الـفـضل بنت المأمون، ودُفِنَ فی مقابر قريش فی ظهر جدّه موسی الكاظم رضی الله عنهما.(أخبار الدول وآثار الأول فی التاريخ348-1/346)

''امام محترم کے مناقب اپنے ظہور کے لیے درکار وسعت نہ پا سکے،ان کی مدت حیات کا دورانیہ دراز نہیں ہوسکا، بلکہ اللہ کی مقررہ کردہ تقدیر نے اپنے حکم اور فیصلے کے مطابق ان کا صحیفۂ حیات سمیٹ دیا، دنیا میں ان کے قیام کی مدت بڑی مختصر رہی،ان کے محبین کے لیے ان کے روضے کی زیارت جلدی مقدر کردی گئی،اسی لیے ان کی مدت حیات لمبی نہیں ہوئی اور نہ اس کے ایام نے وسعت اختیار کی۔امام رضی اللہ عنہ بغداد میں وفات پا گئے کیوں کہ عباسی خلیفہ معتصم نے انھیں ان کی بیوی ام فضل بنت مامون کے ساتھ بغداد طلب کرلیا تھا،ان کی تدفین مقابر قریش میں ان کے دادا امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی پشت پر ہوئی''۔

(13)ابوالفلاح عبدالحی بن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

ابوالفلاح عبدالحی بن عماد حنبلی اپنی کتاب ''شذرات الذهب''میں لکھتے ہیں:

وفيها(أى عشرين ومئتين)تُوفّى الشريف أبو جعفر محمّد الجواد بن علـى بـن موسى الرضا الحسينى أحد الاثنى عشر إماماً الذين تدّعى فيهم الرافضة العصمة، وله خمس وعشرون سنة، وكان المأمون قد نوّه بذكره وزوّجه بابنته، وسكن بها بالمدينة.

''''اسی سنہ یعنی ۲۲۰ھ ہجری میں شریف ابوجعفر محمد جواد بن علی بن موسی رضا حسینی کی وفات ہوئی جو ان بارہ اماموں میں سے ایک ہیں جن کی عصمت کا دعوی روافض کرتے ہیں،انھوں نے کل ۲۵/سال کی عمر پائی،عباسی خلیفہ مامون نے ان کا خوب چرچا کیا اور ان سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کردیا تھا اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ مدینہ میں رہ رہے تھے''۔

ابوالفلاح عبدالحی بن عماد حنبلی آگے لکھتے ہیں:

وتُـوفّى ببغداد آخر السنة، ودُفن عند جدّه موسى، ومشهدهما يُنتابه العامّة بالزيارة. (شذرات الذهب 146/2)

''امام علیہ السلام اسی سال کے آخر میں بغداد میں وفات پا گئے،ان کی تدفین ان

کے دادا امام موسیٰ کے پاس عمل میں آئی ،ان کی قبر عام لوگوں کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے''۔

(14) علامہ عارف خواجہ مولوی عبدالفتّاح
ابن محمد نعمان حنفی ہندی (متوفی:1096ھ)

علامہ عارف خواجہ مولوی عبدالفتّاح ابن محمد نعمان حنفی ہندی اپنی کتاب'' **مفتاح العارف**[**المخطوط**] ''میں لکھتے ہیں:

كان الإمام محمّد بن على الرضا يُكنّى بأبى جعفر، فهو سَمِيُّ جَدِّه الباقر وكَنِيِّهِ؛ ولذلك يُقال له أبو جعفر الثانى، وكان(عليه السلام) صاحب الخوارق والكرامة من طفوليّته، ويُقال إنّه أخبر أنّ موته يكون ثلاثين شهراً بعد موت المأمون، فكان كما أخبر. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشى 19/585 ، عن مفتاح العارف[مخطوط])

''امام محمد بن علی رضا کی کنیت ابوجعفر تھی،اس طرح وہ اپنے دادا کے نام اوران کی کنیت پر تھے،اسی لیے انھیں ابوجعفر ثانی کہا جاتا ہے۔امام علیہ السلام اپنے بچپن سے ہی صاحب خوارق وکرامات تھے۔بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ خبر دے دی تھی کہ ان کی وفات مامون کی وفات کے تیس ماہ بعد ہوگی،چنانچہ ایسا ہی ہوا''۔

(15) شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (متوفی:1171ھ)

شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی اپنی کتاب''**الإتحاف بحبّ الأشراف** ''میں لکھتے ہیں:

(التاسع):من الأئمّة محمّد الجواد، وهو أبو جعفر محمّد الجواد بن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم، وُلِدَ تاسع عشر رمضان، سنة خمس وتسعين ومئة، وكراماته رضى الله عنه كثيرة

ومناقبه شهيرة. (الإتحاف بحبّ الأشراف168)

''نویں امام محمد جواد ہیں،ان کا نام ونسب یہ ہے: ابوجعفر محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔ان کی ولادت ۱۹؍رمضان سنہ ۱۹۵؍ہجری کو ہوئی ،امام رضی اللہ عنہ کی کرامات بہت ہیں اوران کے مناقب مشہور ہیں''۔

(16) شیخ مومن شبلنجی (متوفی:بعد1308ھ)

شیخ مومن شبلنجی اپنی کتاب'' نور الأبصار ''میں امام جوادعلیہ السلام پرایک مکمل فصل قائم کرکے لکھتے ہیں:

فصل:في ذكر مناقب محمّد الجواد بن علي الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علي زين العابدين بن الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين.

''فصل: محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب کے بیان میں''۔

محمد بن طلحہ کا وہ قول جو پیچھے گزر چکا ہے،اس کونقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قال صاحب كتاب مطالب السؤول في مناقب آل الرسول صلّى الله عليه وسلّم هذا محمّد أبو جعفر الثاني فإنّه قد تقدّم في آبائه أبو جعفر محمّد الباقر بن علي فجاء هذا باسمه وكنيته واسم أبيه، فعُرِف بأبي جعفر الثاني وإنْ كان صغير السن فهو كبير القدر رفيع الذكر، ومناقبه رضي الله عنه كثيرة. (نور الأبصار للشبلنجي177)

''کتاب''مطالب السؤول في مناقب آل الرسول ''میں ہے: یہ ہیں ابوجعفر محمد ثانی،ان کے آباءعلیہم السلام میں ابوجعفر محمد جن کا نام باقر بن علی ہے، یہ اپنے نام

،اپنی کنیت اور اپنے باپ کے نام پر ہیں،ابوجعفر ثانی کی حیثیت سے ان کی شہرت ہے،یہ عمر میں اگر چہ کم ہیں لیکن بڑے جلیل القدر اور رفیع الذکر ہیں اور امام رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت ہیں''۔

(17) یوسف بن اسماعیل نبہانی (متوفی: 1350ھ)

یوسف بن اسماعیل نبہانی اپنی کتاب'' جامع كرامات الأولياء ''میں لکھتے ہیں:

محمّد الجواد بن على الرضا أحد أكابر الأئمّة ومصابيح الأمّة، من ساداتنا أهل البيت .تُوفِّى محمّد الجواد رضى الله عنه فى آخر ذى القعدة سنة220 :، وله من العمر خمس وعشرون سنة وشهر، رضى الله عنه وعن آبائه الطيّبين الطاهرين وأعقابهم أجمعين، ونفعنا ببركتهم آمين. (جامع كرامات الأولياء 169-1/168)

''محمد جواد بن علی رضا بڑے اماموں میں سے ایک تھے،امت کا چراغ تھے،اہل بیت کے ہمارے سادات میں سے تھے،محمد جواد رضی اللہ عنہ کی وفات ذی قعدہ سنہ ۲۲۰/ہجری کے آخر میں ہوئی،اس وقت ان کی عمر ۲۵/سال اور کچھ ماہ کی تھی،اللہ ان سے اوران کے تمام پاکیزہ اسلاف واخلاف اجداد سے راضی ہواوران کی برکت سے ہمیں فائدہ پہنچائے۔آمین''۔

(18) شریف علی فکری قاہری (متوفی: 1372ھ)

شریف علی فکری قاہری اپنی کتاب'' أحسن القصص ''میں لکھتے ہیں:

لقد أحسن المأمون إليه، وقرّبه وبالغ فى إكرامه، ولم يزل مشغوفاً به لِمَا ظهر له من فضله وعلمه، وكمال عقله، وظهور برهانه، مع صِغَر سِنِّهِ، وعَزَمَ على تزويجه بابنته أمّ الفضل. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشى 29: 15/، عن أحسن القصص .4/295)

''امام علیہ السلام کے ساتھ مامون کا سلوک اچھا ہوگیا،اس نے انھیں اپنا مقرب

بنالیا،ان کی حد درجہ تکریم کرنے لگا،جس مامون نے کم عمری کے باوجود ان کے علم وفضل اور کمال عقل کا مشاہدہ کیا اور ان کی عظمت کے دلائل اس کے سامنے واضح ہوگئے تو اس نے اپنی بیٹی ام فضل سے ان کا نکاح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا''۔

(19) خیرالدین زرکلی (متوفی:1396ھ)

خیرالدین زرکلی اپنی کتاب ''الأعلام''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن علی الرضا بن موسی الکاظم الطالبی الهاشمی القرشی، أبو جعفر الملقّب بالجواد، تاسع الأئمّة الاثنی عشر عند الإمامیّة، کان رفیع القدر کأسلافه، ذکیّاً، طلق اللسان، قویّ البدیهة. (الأعلام 6/271-272)

''محمد بن علی ضا بن موسی کاظم طالبی،ہاشمی،قرشی کی کنیت ابوجعفر اور لقب جواد ہے۔وہ امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے نویں امام ہیں،اپنے اسلاف کی طرح وہ بھی عظیم المرتبت،ذہین،فصیح البیان اور حاضر جواب تھے''۔

(20) محمود بن وہیب

محمود بن وہیب اپنی کتاب'' جوهرة الکلام''میں لکھتے ہیں:

وهو الوارث لأبیه علماً وفضلاً، وأجلّ أخوته قدراً وکمالاً. (أئمّتنا لمحمّد علی دخیل2/206 ، عن جوهرة الکلام 147)

''وہ علم وفضل میں اپنے والد محترم کے وارث تھے،قدرومنزلت اور کمال میں اپنے تمام بھائیوں میں ممتاز تھے''۔

(21) شیخ محمود شیخانی

شیخ محمود شیخانی اپنی کتاب'' الصراط السوی''میں لکھتے ہیں:

وکان محمّد الجواد -رضی الله عنه -جلیل القدر عظیم المنزلة

.(قادتنا كيف نعرفهم 15/7، عن الصراط السوىّ 402)

''امام محمد جواد رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت تھے''۔

(22) سید محمد عبد الغفار ہاشمی افغانی

سید محمد عبد الغفار ہاشمی افغانی اپنی کتاب ''أئمّة الهدى''میں لکھتے ہیں:

خاف الملک المعتصم على ذهاب ملكه إلى الإمام محمّد الجواد (عـليه السلام)، إذْ كان له قدر عظيم علماً وعملاً .(موسوعة الإمام الجواد 1/363)

''بادشاہ معتصم کو اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اس کی بادشاہت امام محمد جواد علیہ السلام کی طرف نہ چلی جائے، کیوں کہ علم وعمل میں میں ان کی بڑی قدر و قیمت تھی''۔

(23) فاضل ہادی حمو

فاضل ہادی حمو اپنی کتاب '' أضواء على الشيعة''میں لکھتے ہیں:

هـو أبـو جـعفر محمّد الجواد بن علی الرضا، مات فخلفه فی الإمامة وهـو ابـن سبـع أو تسع سنين، وقد شغف به المأمون لمّا رأى من فضله مع صِغَرِ سِنِّه، ونبوغه فی العلم والحكمة والأدب، وكمال العقل ما لم يساوه أحدٌ فی ذلک من أهل زمانه، فزوّجه ابنته أمّ الفضل كما زوّج أباه مِن قَبل مِن أخته أمّ حبيب. (شـرح إحـقاق الحقّ للسيّد المرعشی 4/29 عـن أضواء على الشيعة الإماميّة 136)

''وہ ہیں ابوجعفر محمد جواد بن علی رضا علیہما السلام، امام علی رضا کی وفات ہوئی تو ان کو سات یا نو سال کی عمر میں امامت کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ جب مامون نے دیکھا کہ باوجود صغر سنی کے وہ صاحب فضیلت ہیں، علم، حکمت، ادب اور کمال عقل میں جہاں تک ان کی رسائی ہے، ان کے معاصرین میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں، تو اس نے اپنی بیٹی ام

فضل کا نکاح ان کے ساتھ کردیا جس طرح اس سے پہلے اس کے باپ نے اس کی بہن ام حبیب کا نکاح ان کے والد سے کرادیا تھا''۔

(24) دکتور عبد السلام ترمانینی

دکتور عبد السلام ترمانینی اپنی کتاب'' **أحداث التاريخ الإسلامي بترتيب السنين** ''میں لکھتے ہیں:

هو محمّد بن علي الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علي زين العابدين بن الحسين السبط بن علي بن أبي طالب، أبو جعفر الملقّب بالجواد. تاسع الأئمّة الاثنى عشر عند الإماميّة، كان ذكيّاً طَلِق اللسان، حاضر البديهة . (أحداث التاريخ الإسلامي بترتيب السنين: مجلّد2، ج1، ص1259أحداث سنة.220)

''وہ ہیں: محمد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط بن علی بن ابی طالب، ابوجعفر، ان کا لقب جواد تھا، وہ امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے نویں امام تھے، وہ بڑے ذہین، فصیح اللسان اور حاضر جواب تھے''۔

(25) عارف احمد عبد الغنی

عارف احمد عبد الغنی اپنی کتاب'' **الجوهر الشفّاف في أنساب السادة الأشراف** ''میں امام جواد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان جليل القدر عظيم المنزلة. (الجوهر الشفّاف في أنساب السادة الأشراف1/160)

''امام جواد علیہ السلام جلیل القدر اور عظیم المرتبت تھے''۔

اس کے علاوہ بہت سے کلمات اور اقوال ہیں، جن میں ان کے کہنے والوں نے امام سلام اللہ علیہ کی خوب خوب تعریف کی ہے۔

فصل نہم

اہل بیت کے دسویں امام

ہادی علی بن محمد علیہ السلام

امام علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

امام علی ہادی علیہ السلام پاکیزہ ذات، دل کے صاف اور سراپا اخلاص تھے۔ وہ اس بابرکت سفینہ کے رکن رکین تھے جس پر جو سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا ، وہ ڈوب گیا۔ وہ خانوادۂ رسالت و امامت سے تعلق رکھتے تھے، ان کے حق میں وصیت وخلافت کا اقرار کیا گیا تھا، وہ شجرۂ محمدی کی ایک شاخ اور شجرۂ نبویہ کا شیریں پھل تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کا نور چمکا، ان کا ستارہ روشن ہوا، خلق خدا کو ان کے علو مرتبت اور عظمت کا علم ہوا، عباسی خلیفہ متوکل نے پریشان کرنے اور محاصرہ کرنے کے سارے جتن کر لیے پھر بھی ان کی عزت کم نہ کر سکا اور نہ ان کی شان میں کوئی کمی آئی، بلکہ اس سے امام کے سورج میں مزید چمک پیدا ہوئی، ان کا ستارہ اقبال مزید بلندیوں پر پہنچا اور ان کی شہرت دور دور تک ہوگئی۔ اس طرح ان کی شخصیت نے تاریخ کے صفحات میں دائمی جگہ حاصل کر لی اور جب تک دنیا باقی رہے گی، ان کی عظمت ، مدح، فضائل اور مکارم اخلاق کے تذکرے کتابوں میں جاری رہیں گے۔

امام محترم کی مدح وثنا میں کبار علمائے اہل سنت کے اقوال ذکر کرنے سے پہلے ہم قارئین محترم کے سامنے پہلے امام محترم کے مختصر احوال زندگی بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں:

ان کا نام ونسب یہ ہے:

علی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

امام علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قرب ''صریا'' میں ہوئی۔ (مدینہ منورہ سے قریب ایک بستی کا نام ہے جسے امام موسی کاظم علیہ السلام نے بسایا تھا)

ان کی تاریخ ولادت ۱۵؍ذی الحجہ سنہ ۲۱۲ھ ہجری ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق ان کی ولادت سنہ۲۱۴ رہجری میں ہوئی۔

اصحاب الحدیث کی روایت کے مطابق امام محترم کی والدہ کا نام سمانہ تھا اور وہ عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔

امام علیہ السلام کے القاب یہ ہیں: نجیب، مرتضی، ہادی، نقی، عالم، فقیہ، امین، موتمن، طیب، متوکل، عسکری اور انھیں ابوالحسن ثالث بھی کہا جاتا ہے۔

اپنے والد امام محمد جواد علیہ السلام کی وفات سنہ۲۲۰ رہجری میں انھیں مسلمانوں کا امام تسلیم کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر بہ اختلاف روایات ۸ر یا ۶ رسال کی تھی۔

امام علیہ السلام کی مدت امامت ۳۳ رسالوں پر محیط ہے۔

اس دوران چھ عباسی خلفاء مسند خلافت پر متمکن ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

معتصم، واثق، متوکل، منتصر، مستعین اور معتز۔

امام علیہ السلام کی سرگرمیوں اور اشاعت حق کے لیے ان کی طرف سے جاری بامقصد تحریکات سے متوکل بہت خوف زدہ تھا، اسی لیے اس نے یحی بن ہرثمہ کو بھیج کر انھیں مدینہ سے سامراء لے آیا۔

یہ واقعہ سنہ۲۳۴ رہجری کے آس پاس پیش آیا۔

امام علیہ السلام کو عباسی حکومت کی جانب سے مختلف نوعیت کے ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا۔

امام علیہ السلام کو اپنی زندگی کے کئی ماہ وسال جیل کی تاریکیوں میں گزارنے پڑے۔

امام علیہ السلام کا قیام سامراء میں ہی رہا یہاں تک کہ وہ ۳ رر جب سنہ۲۵۴ رہجری کو وہیں شہید کر دیے گئے۔

امام علیہ السلام کو ان کے اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔

سامراء میں ان مزار مشہور ہے، اس کی زیارت کے لیے عوام وخواص ہر چہار جانب سے آتے ہیں۔

امام علیہ السلام کبار علمائے اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں امام علی ہادی علیہ السلام کی عظمت وفضیلت سے متعلق کبار علمائے اہل سنت کے کلمات اور اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(1) ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی:250ھ)

ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ نے اپنے رسائل میں ایک ہی سلسلہ کلام میں دس اماموں کی مدح کرتے ہوئے امام ہادی علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ یہ گفتگو ان باتوں کی تردید کے ضمن میں آئی ہے جن کو لے کر بنوامیہ، بنوہاشم پر فخر کرتے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومنِ الذی یُعَدُّ مِنْ قریش ما یَعُدُّه الطالبیّون عَشَرة فی نسق؛ کلّ واحد منهم :عالم، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاکٍ، فمنهم خلفاء ، ومنهم مُرشحون :ابن ابن ابن ابن، هکذا إلی عشرة، وهم الحسن (العسکری) بن علی بن محمّد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی (علیهم السلام)، وهذا لم یتّفق لبیت من بیوت العرب ولا من بُیوت العجم. (رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے، زاہد ہے، عابد ہے، بہادر ہے، سخی ہے، طاہر ہے، صاحب تزکیہ ہے، ان میں سے بعض خلفاء ہیں، بعض بہترین منتظم ہیں، بیٹا، پوتا، پڑپوتا اور پھر لکڑ پوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں: حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔ یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(2) شہاب الدین ابوعبداللہ، یاقوت بن عبداللہ حموی (متوفی:626ھ)

شہاب الدین ابوعبداللہ، یاقوت بن عبداللہ حموی اپنی کتاب ''معجم البلدان

''میں شہر عسکر سامراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا العسكر يُنسب إلى المعتصم، وقد نُسب إليه قوم من الأجلاّء، منهم: على بن محمّد بن على بن موسى بن جعفر بن محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم، يُكنّى أبا الحسن الهادى، وُلِد بالمدينة ونُقل إلى سامرّا، وابنه الحسن بن على وُلِد بالمدينة أيضاً ونقل إلى سامّرا؛ فسُمِّيا بالعسكريّين لذلك، فأمّا على فمات فى رجب سنة 254 :هـ،ومقامه بسامرّا عشرين سنة، وأمّا الحسن فمات بسامرّا أيضاً سنة 260 هـ، ودُفِنَا بسامرّا، وقبورهما مشهورة هناك، ولولدهما المنتظر هناك مشاهد معروفة. (معجم البلدان :ج6 - 5، ص328)

''یہ عسکر منسوب کیا جاتا ہے عباسی خلیفہ معتصم کی طرف ،بعض بڑے جلیل القدر علماء بھی اس کی طرف منسوب ہیں،ان میں سے ایک علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ، ہیں،ان کی کنیت ابوالحسن ہادی ہے۔وہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور سامراء منتقل کردیے گئے،ان کے بیٹے حسن بن علی کی ولادت بھی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی ،وہ بھی سامراء منتقل کردیے گئے تھے،اسی لیے دونوں کوعسکری کہا جاتا ہے۔علی کی وفات رجب سنہ ۲۵۴ ہجری میں ہوئی ،بیس سال تک وہ سامراء میں رہے،حسن کی وفات بھی سامراء میں سنہ ۲۶۰ ہجری میں ہوئی ۔دونوں سامراء میں دفن کیے گئے ۔دونوں کی قبریں وہاں مشہور ہیں۔دونوں کے بیٹے منتظر کے مشاہد بھی وہاں معروف ہیں''۔

(3) علامہ عارف شیخ محیی الدین ابن عربی (متوفی:638ھ)

علامہ عارف شیخ محیی الدین ابن عربی اپنی کتاب'' المناقب ''میں لکھتے ہیں:

وعلى الداعى إلى الحقّ أمين الله على الخلْق، لسان الصدق، وباب

السلُم، أصل المعارف، ومنبت العلم، منجی أرباب المعادات، ومنقذ أصحاب الضلالات والبدعات، إنسان عين الإبداع، أنموذج أصول الاختراع، مهجة الكونين ومحجّة الثقلين، مفتاح خزائن الوجوب، حافظ مكان الغيوب، طيّار جوّ الأزل والأبد، علی بن محمّد عليه صلوات الله الملک الأحد. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشی29/48، عن المناقب المطبوع فی آخر'وسيلة الخادم' لفضل الله بن روزبهان 297)

''حق کی طرف دعوت دینے والے،مخلوق پر اللہ کے امین،راست بازی میں طاق، صلح وامن کا دروازہ،معرفت الٰہی کی اساس،علم کا سرچشمہ،عداوت رکھنے والوں کی نجات کا باعث،گمراہوں اور بدعتیوں کو ہلاکت کے گڈھے سے نکالنے والے،ایجاد واختراع کے ماہر،کائنات کی رونق،جن وانس کے لیے حجت،دنیا کے خزانے کی کنجی،مکان غیب کے حافظ،ازل وابد کی فضا میں پرواز کرنے والے علی بن محمد صلوات اللہ الملک الاحد''۔

(4) محمد بن طلحہ شافعی (متوفی:652 ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب'' **مطالب السؤول** ''میں لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه: فمنها ما حلّ فی الآذان محلّ حلاها بأشنافها، واكتنفتُه شَغَفَاً به اكتناف اللئالیء الثمينة بأصدافها، وشهد لأبی الحسن أنّ نفسه موصوفة بنفائس أوصافها، وأنّه نازلة من الدوحة النبويّة فی ذری أشرافها، وشرفات أعرافها. (مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول145-2/144)

''امام محترم کے مناقب یوں تو بے شمار ہیں،ان میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے خلق خدا کے دلوں میں اپنے لیے مقام محبوبیت پیدا کیا ہے،موتی جس طرح سیپوں میں اپنی جگہ بنالیتے ہیں،اسی طرح لوگوں نے ان کو اپنے دلوں میں جگہ دے رکھی تھی،ابوالحسن کے لیے یہ شہادت موجود ہے کہ وہ متنوع اوصاف سے متصف تھے،خاندان رسالت

ونبوت سے اپنے تعلق کا اظہار وہ اپنے انہی اوصاف واخلاق کریمانہ سے کرتے تھے''۔

(5)ابن ابی الحدید معتزلی(متوفی:655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی جاحظ کا وہ کلام نقل کرتے ہیں جوانھوں نے اہل بیت کے دس اماموں کی مدح وثنا میں کہا ہے، بحث کی ابتدا میں جو گفتگو انھوں نے کی ہے،اس کی تائید کے طور پر جاحظ کا کلام نقل کیا ہے اوراس کے بعد کہتے ہیں:

ونحن نذكر ما أجاب به أبو عثمان عن كلامهم، ونضيف إليه من قِبلنا أموراً لم يذكرها فنقول... (شرح نهج البلاغة15/270)

''بنوامیہ کی باتوں کا جو جواب جاحظ نے دیا ہے،اسے ہم نقل کرتے ہین اوراس میں مزید چندایسی باتوں کا اضافہ بھی کرتے ہیں جوان کے کلام میں نہیں ہیں............۔

(6)ابن خلکان(متوفی:681ھ)

ابن خلکان اپنی کتاب'' وفيات الأعيان ''میں لکھتے ہیں:

ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا،جن کا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے،وہ ان کے پوتے تھے،ان کا نسب بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں،وہ عسکری کی نسبت سے مشہور ہیں اورامامیہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔

كان قد سُعي به إلى المتوكّل، وقيل:إنّ في منزله سلاحاً وكتباً وغيرها من شيعته، وأوهموه أنّه يطلب الأمر لنفسه، فوجّه إليه بعدّة من الأتراك ليلاً، فهجموا عليه في منزله على غفلة، فوجدوه وحده في بيت مغلق، وعليه مدرعة من شعر، وعلى رأسه ملحفة من صوف، وهو مستقبل القبلة يترنّم بآيات من القرآن في الوعد والوعيد، ليس بينه وبين الأرض بساط إلاّ الرمل والحصى، فأُخذ على الصورة التي وُجد عليها، وحُمل إلى المتوكّل في جوف الليل، فَمَثَلَ بين يديه والمتوكّل يستعمل الشراب

وفـي يـده كـأس، فلـمّا رآه، أعظمه وأجلسه إلى جنبه، ولم يكن في منزله شـيء مـمّا قيل عنه، ولا حالة يُتعلّق عليه بها، فناوله المتوكّل الكأس الذى كـان بيـده، فـقال:يا أمير المؤمنين ما خامر لحمي ودمي قط، فاعفني منه. فأعفاه.

''عباسی خلیفہ متوکل سے ان کی شکایت کی گئی اور بادشاہ کو بتایا گیا کہ ان کے گھر میں ہتھیار ہیں، کتابیں ہیں اور ان کے علاوہ ان کے طرف داروں کی ایک تعداد بھی وہاں رہتی ہے۔متوکل کو اس وہم میں ڈالا گیا کہ وہ خود خلافت کے لیے کوشاں ہیں۔ چنانچہ ترکوں کی ایک تعداد رات میں ان کی طرف متوجہ ہوئی اور اچانک ان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ ترک فوجیوں نے دیکھا کہ ایک بند گھر میں وہ تنہا ہیں، ان کے بدن پر بالوں کی ایک دلائی اور سر پر اون کی ایک چادر ہے، وہ قبلہ رو بیٹھے، وعد و وعید سے متعلق قرآنی آیات کی ترنم سے تلاوت کر رہے ہیں۔ زمین پر بستر کے نام پر صرف ریت اور کنکر ہے، اسی حالت میں ان کو گرفتار کر لیا گیا اور آدھی رات ہی کو ان کو متوکل کے پاس لے جایا گیا، امام محترم کو متوکل کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ متوکل اس وقت شراب نوشی میں مصروف تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ جب متوکل نے امام کو دیکھا تو ان کی تعظیم کی اور اپنے بغل میں بٹھالیا۔ متوکل کو بتایا گیا کہ ان کے گھر کے سلسلے میں جو خفیہ اطلاعات ملی تھیں، ایسی کوئی چیز وہاں نہیں تھی اور نہ کوئی رسی تھی جس پر وہ لٹک سکتے تھے۔ یہ سن کر متوکل نے اپنے ہاتھ میں موجود شراب کا پیالہ ان کی طرف بڑھایا۔ یہ دیکھ کر امام محترم نے فرمایا: امیر المومنین! میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا ہے لہذا مجھے معاف کریں۔ اس پر متوکل نے شراب کے لیے کوئی اصرار نہیں کیا بلکہ انھیں اس سے معاف رکھا''۔

وقـال:أنشدني شعراً أستحسنه.فـقال:إنّي لقليل الرواية للشعر.قال: لا بدّ أنْ تنشدني.فأنشـده:

''متوکل نے کہا: اچھا مجھے کچھ عمدہ اشعار سنایئے۔ امام نے جواب دیا: مجھے اشعار

کے سلسلے کی روایات کا بہت کم علم ہے۔اس نے کہا:نہیں،آپ کو اشعار سنانے ہی پڑیں گے۔چنانچہ امام محترم نے یہ اشعار سنائے:

باتوا على قلل الأجبال تحرسهم
غلب الرّجال فما أغنتهم القلل

''انھوں نے پہرے داروں کی نگرانی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر رات گزاری لیکن شہ سواران پر غالب آگئے اور پہاڑوں کی چوٹیاں ان کے کسی کام نہ آئیں''۔

و استنزلوا بعد عزّ من معاقلهم
فأودعوا حفرا يا بئس ما نزلوا

''عزت وافتخار کی بلندیوں پر پہنچنے کے بعد وہ اپنے مقام سے نیچے اتار لیے گئے اور اس کے بعد ایسے گھڑوں کے سپرد کر دیے گئے جو انتہائی برے اور باعث ذلت تھے''۔

ناداهم صائح من بعد ما قبروا
أين الأسرّة و التيجان و الحلل

''موت کے بعد جب انھیں قبروں کے حوالے کر دیا گیا تو ایک پکارنے والے نے ان سے پکار کر پوچھا کہ کہاں گیا خاندان،تخت وتاج اور شاہی لباس''۔

أين الوجوه التى كانت منعّمة
من دونها تضرب الأستار و الكلل

''کہاں ہیں آج وہ چہرے جو نعمتوں میں خوش حالی کی زندگی گزار رہے تھے اور جو ایسے محلوں میں رہتے تھے جن پر خوبصورت پردے لگے تھے اور جن کے سروں پر تاج ہوا کرتے تھے''۔

فأفصح القبر عنهم حين ساء لهم
تلك الوجوه عليها الدود يقتتل

''جب ان کا برا وقت آیا تو قبر نے ان کے بارے میں صاف طور پر اعلان کر دیا کہ

ان چہروں کا گوشت کھانے کے لیے کیڑے باہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں''۔

قد طال ما أكلوا دهرا و ما شربوا
فأصبحوا بعد طول الأكل قد أكلوا

''ایک طویل عرصے تک وہ عیش و آرام سے کھاتے پیتے رہے لیکن اس کے بعد وہ خود کھائے ہوئے بھس بن گئے''۔

قال:فأشفق مَن حضر علی علی، وظنّ أنّ بادرة تبدر إليه، فبكى المتوكّل بكاءً كثيراً حتّى بلّت دموعُه لحيتَه، وبكى مَن حضره، ثمّ أمر برفع الشراب، ثمّ قال:يا أبا الحسن أعليك دَين؟قال:نعم، أربعة آلاف دينار .فأمر بدفُعها إليه، وردّه إلى منزله مُكرَّم .(وفيات الأعيان3/238)

''امام علی ہادی کے پاس اس وقت جو لوگ موجود تھے، راوی کا بیان ہے کہ سب پر خوف طاری تھا اور وہ یہی سوچ رہے تھے کہ اب تلوار ان پر اٹھنے ہی والی ہے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ یہ اشعار سن کر متوکل بری طرح رونے لگا یہاں تک کہ آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی، اسے روتا دیکھ کر حاضرین بھی رونے لگے۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ یہاں سے شراب ہٹادی جائے اور اس نے کہا: اے ابوالحسن! شاید آپ مقروض ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، چار ہزار دینار میرے ذمہ قرض ہے۔ متوکل نے حکم دیا کہ یہ چار ہزار دینار امام محترم کو عطا کر دیے جائیں۔ اس کے بعد عزت و احترام کے ساتھ ان کو متوکل نے ان کے گھر بھیج دیا''۔

(7) ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن علی (متوفی:732ھ)

ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن علی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

وفي هذهِ السَنَة :(أی 254هـ) ...تُوفِّي علی الهادی وعلی التقی وهو أحد الأئمّة الإثني عشر عند الإماميّة، وهو علی الزكی بن محمّد

الـجواد المقدّم ذكره فی سنة :عشـريـن ومئتين، وكان علی المذكور قد سُـعِـیَ به إلی المتوكّل أنّ عنده كتباً وسلاحاً، فأرسل المتوكّل جماعة من الأتـراک، وهـجـمـوا عليه ليلاً علی غفلة، فوجدوه فی بيت مغلق، وعليه مَـدُرَعَة مِـن شـعـر، وهو مستقبل القبلة، يترنّم بآيات من القرآن فی الوعد والـوعيـد، لیـس بينـه وبیـن الأرض بسـاط إلاّ الرمل والحصی ...الخ).(تاريخ أبی الفداء:مجلّد1، ج2، ص44)

''اسی سنہ یعنی ۲۵۴ رہجری میں علی ہادی اور علی تقی کا انتقال ہوا جو امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے ایک تھے اور وہ ہیں:علی زکی بن محمد جواد جن کا ذکر سنہ ۲۲۰ رہجری کے واقعات میں ہو چکا ہے،عباسی خلیفہ متوکل سے ان کی شکایت کی گئی اور بادشاہ کو بتایا گیا کہ ان کے گھر میں ہتھیار ہیں ، کتابیں ہیں۔چنانچہ ترکوں کی ایک تعداد رات میں ان کی طرف متوجہ ہوئی اور اچانک ان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ترک فوجیوں نے دیکھا کہ ایک بند گھر میں وہ تنہا ہیں،ان کے بدن پر بالوں کی ایک دلائی اور سر پر اون کی ایک چادر ہے ،وہ قبلہ رو بیٹھے،وعد و وعید سے متعلق قرآنی آیات کی ترنم سے تلاوت کر رہے ہیں۔زمین پر بستر کے نام پر صرف ریت اور کنکر ہے۔۔۔۔''

(8) شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی:748ھ)

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی کتاب''تاريخ الإسلام ''میں لکھتے ہیں:

علـی بـن مـحـمّـد بـن علـی بـن مـوسی بن جعفر بن محمّد بن زين العـابـديـن، السيّـد الشـريف، أبـو الحسن العلویّ الحسينیّ الفقيه، أحد الاثـنـی عشر، وتلقّبه الإماميّة الهادی ...تُـوفّـی علی رحمه الله سنة :أربع وخـمسين، وله أربعون سنة.(تاريخ الإسلام:وفيات سنة-251 :سنة 260: ص218)

''علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن زین العابدین، سید شریف، ابوالحسن علوی حسینی، فقیہ، بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، امامیہ نے انھیں ہادی کا لقب دیا ہے، امام رحمہ اللہ کی وفات سنہ ۲۵۴ ہجری میں چالیس سال کی عمر میں ہوئی''۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی کتاب'' العبر ''میں لکھتے ہیں:

وفيها (أى سنة 254 :تُوفِّى):أبو الحسن على بن الجواد محمّد، بن الرضا على، بن الكاظم موسى ...العلوىّ الحسينىّ المعروف بالهادى .تُوفِّى بسامرّاء وله أربعون سنة، وكان فقيهاً إماماً متعبّداً. (العبر فى أخبار مَن غبر 1/364)

''اور اسی سنہ یعنی ۲۵۴ ہجری میں ابوالحسن علی بن جواد بن رضا علی بن کاظم موسی علوی حسینی معروف بہ ہادی کی وفات ہوئی، ان کا انتقال سامراء میں ہوا، اس وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی، وہ فقیہ، امام اور عبادت گزار تھے''۔

ذہبی امام سے متعلق اپنی ایک تیسری کتاب'' السیر ''میں لکھتے ہیں:

شريف جليل. (سير أعلام النبلاء 121 /13)

''امام محترم شریف النسب اور جلیل القدر تھے''۔

(9) ابن وردی، زین الدین عمر بن مظفر (متوفی: 749ھ)

ابن وردی، زین الدین عمر بن مظفر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

على الملقّب بالزكيّ وبالهاديّ وبالتقيّ، أحد الأئمّة الاثنى عشر على رأى الإماميّة، وهو ابن الجواد، كان قد سُعى به إلى المتوكّل، أنّ عنده كتباً وسلاحاً، فأرسل إليه الأتراك ليلاً، على غفلةٍ، فوجدوه فى بيت مغلق، وعليه مدرعة شعر، مستقبل القبلة، يترنّم بآيات فى الوعد والوعيد، ليس بينه وبين الأرض إلاّ الرمل والحصى ...الخ) .(تاريخ ابن

الوردی1/318)

''امام علی جن کا لقب زکی، ہادی اور تقی ہے،امامیہ کی رائے کے مطابق وہ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، وہ امام جواد علیہ السلام کے بیٹے ہیں،عباسی خلیفہ متوکل سے ان کی شکایت کی گئی اور بادشاہ کو بتایا گیا کہ ان کے گھر میں ہتھیار ہیں، کتابیں ہیں۔ چنانچہ ترکوں کی ایک تعداد رات میں ان کی طرف متوجہ ہوئی اور اچانک ان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ ترک فوجیوں نے دیکھا کہ ایک بند گھر میں وہ تنہا ہیں، ان کے بدن پر بالوں کی ایک دلائی اور سر پر اون کی ایک چادر ہے، وہ قبلہ رو بیٹھے، وعد و وعید سے متعلق قرآنی آیات کی ترنم سے تلاوت کر رہے ہیں۔ زمین پر بستر کے نام پر صرف ریت اور کنکر ہے۔۔۔۔''

(10)صلاح الدین صفدی(متوفی:764ھ)

صلاح الدین صفدی اپنی کتاب'' الوافی بالوفیات''میں لکھتے ہیں:

هو أبو الحسن الهادی بن الجواد بن الرضا بن الكاظم بن الصادق بن الباقر بن زين العابدين، أحد الأئمّة الإثنى عشر، عند الإماميّة .كان قد سُعی به إلی المتوكّل، وقيل :إنّ فی منزله سلاحاً وكتباً وغيرها من شيعته، وأوهموه أنّه يَطلب الأمر لنفسه، فوجّه إليه عدّة من الأتراک، فهجموا (فهاجموا) منزله علی غفلة، فوجدوه فی بيت مغلق، وعليه مدرعة من شعر، وعلی رأسه ملحفة من صوف، وهو مستقبل القبلة، يترنّم بآيات من القرآن فی الوعد والوعيد، ليس بينه وبين الأرض بساط إلاّ الرمل والحصی......(الوافی بالوفيات.22/72)

إلی آخر القصّة التی تقدّمت مراراً، بما فيها الأبيات الشعريّة التی قرأها الإمام علی المتوكّل.

''وہ ہیں: ابوالحسن ہادی بن جواد بن رضا بن کاظم بن صادق بن باقر بن زین العابد ین،امامیہ کے عقیدے کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک،عباسی خلیفہ متوکل سے ان کی شکایت کی گئی اور بادشاہ کو بتایا گیا کہ ان کے گھر میں ہتھیار ہیں، کتابیں ہیں۔ چنانچہ ترکوں کی ایک تعداد رات میں ان کی طرف متوجہ ہوئی اور اچانک ان کے گھر پر حملہ کردیا۔ترک فوجیوں نے دیکھا کہ ایک بند گھر میں وہ تنہا ہیں،ان کے بدن پر بالوں کی ایک دلائی اور سر پر اون کی ایک چادر ہے ،وہ قبلہ رو بیٹھے،وعد ووعید سے متعلق قرآنی آیات کی ترنم سے تلاوت کررہے ہیں۔زمین پر بستر کے نام پر صرف ریت اور کنکر ہے۔۔۔۔

آخری قصے تک جو بار بار گزر چکا ہے،اسی واقعہ میں وہ اشعار بھی ہیں جو امام محترم نے متوکل کے سامنے پڑھے تھے''۔

(11) یافعی عبداللہ بن اسعد(متوفی:768ھ)

یافعی عبداللہ بن اسعد اپنی کتاب''مرآۃ الجنان''میں لکھتے ہیں:

(فیها (سنة 254 :) تُـوفِّـی العسکری أبو الحسن الهادی بن محمّد الـجـواد بـن عـلـی الـرضـا بـن مـوسـی الکاظم بن جعفر الصادق العلویّ الـحسینیّ، عاش أربعین سنة، وکان متعبّداً فقیهاً إماماً ...وکان قد سُعی به إلـی الـمتـوکّـل........وذکـر القصّة المتقدّمة .(مـرآ ـة الـجـنان وعبرة الیقظان2/119)

''اور اسی سنہ یعنی ۲۵۴ھ ہجری میں عسکری ابوالحسن ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علوی حسینی کی وفات ہوئی،اس وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی،وہ فقیہ،امام اور عبادت گزار تھے''۔عباسی خلیفہ متوکل کے یہاں ان کے خلاف شکایت کی گئی۔۔۔۔۔اور پھر پورا واقعہ انھوں نے ذکر کیا جو گزر چکا ہے۔

(12)ابن کثیر دمشقی (متوفی:774ھ)

ابن کثیر دمشقی اپنی کتاب'' البداية و النهاية''میں لکھتے ہیں:

وأمّا أبو الحسن على الهادى(فهو)ابن محمّد الجواد بن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين الشهيد بن على بن أبى طالب، أحد الأئمّة الاثنى عشر ...وقد كان عابداً زاهداً ...وقد ذكر للمتوكّل أنّ بمنزله سلاحاً وكتباً كثيرة من الناس، فبعث كَبْسَةً فوجدوه جالساً مستقبل القبلة، وعليه مدرعة من صوف، وهو على التراب، ليس دونه حائل، فأخذوه كذلك ...) (البداية والنهاية11/19)

''ابوالحسن علی ہادی سے مراد ابن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب ہیں، جو بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، وہ بڑے عابدوزاہد تھے۔عباسی خلیفہ متوکل کو بتایا گیا کہ امام علی ہادی کے گھر پرلوگوں کے اسلحے اور کتابیں ہیں، یہ سن کرمتوکل نے اچانک چھاپہ مارنے کاحکم دیا لیکن وہاں جاکر لوگوں نے دیکھا کہ امام قبلہ رخ بیٹھے ہیں،ان کے جسم پر اونی چادر ہے،وہ زمین پر بیٹھے ہیں،ان کے اورزمین کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے،اسی حال میں ان کوگرفتارکرلیا گیا۔۔۔''

(13)محمد خواجہ بارسای بخاری (متوفی:822ھ)

محمدخواجہ بارسای بخاری امام علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان أبو الحسن على الهادى عابداً فقيهاً إماماً، قيل للمتوكّل:إنّ فى منزله أسلحة يطلب الخلافة، فوجّه رجالاً هجموا عليه فدخلوا داره، فوجدوه فى بيته وعليه مدرعة من شعر، وعلى رأسه الشريف مَلْحَفَة من

صوف، وهو مستقبل القبلة، ليس بينه وبين الأرض بساط إلاّ الرمل والحصى ...الخ) (ينابيع المودّة للقندوزی الحنفی 2/463)

''امام ابوالحسن علی ہادی عابد اور فقیہ تھے۔متوکل خلیفہ عباسی کو بتایا گیا کہ امام ہادی کے گھر اسلحہ ہے،وہ خلافت حاصل کرنے کی کوشش میں لگے ہیں،متوکل نے اپنے سپاہیوں کو ان کے گھر پر اچانک حملہ کرنے کا حکم دیا۔حملہ آور سپاہیوں کو وہ اپنے گھر میں اس طرح ملے کہ ان کے بدن پر بالوں والا ایک جبہ اور ان کے سر پر اونی کی ایک چادر تھی ،فرش پر ان کے نیچے ریت اور کنکر بچھی تھی''۔

(14)ابن صباغ مالکی (متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب''الفصول المهمّة''میں لکھتے ہیں:

قال بعض أهل العلم:فَضْل أبی الحسن علی بن محمّد الهادی قد ضرب علی الحرّة قبابه، ومدّ علی نجوم السماء أطنابه، فما تُعدّ منقبة إلاّ وإليه نحيلتها، ولا تُذكر كريمة إلاّ وله فضيلتها، ولا تُورد محمدة إلاّ وله تفضلها وجملتها، ولا تُستعظم حالة سُنَنِيَّة إلاّ وتظهر عليه أدلّتها، استحقّ ذلک؛ بما فی جوهر نفسه من كرم تفرّد بخصائصه، ومجد حكم فيه علی طبعه الكريم، بحفظه من الشرب حفظ الراعی لقلايصه، فكانت نفسه مهذّبة، وأخلاقه مستعذبة، وسيرته عادلة، وخلاله فاضلة، ومبازه إلی العفاة واصلة، وزموع المعروف بوجود وجوده عامرة آهلة، جری من الوقار والسكون والطمأنينة والعفّة والنزاهة والخمول فی النباهة علی وتيرة نبويّة، وشنشنة علويّة، ونفس زكيّة، وهمّة عَلِيَّة، لا يفارقها بها أحد من الأنام ولا يدانيها، وطريقة حسنة لا يشاركه فيها خلق، ولا يُطمع فيها.

(الفصول المهمّة270)

''بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ امام ابوالحسن علی بن محمد ہادی کی فضیلت کا اندازہ اس سے کریں کہ حرہ پر ان کی قبر پر قبہ بنا ہے، آسمان کے ستاروں تک جس کی طنابیں کھنچی ہیں، کوئی منقبت ایسی نہیں جس کی نسبت ان کی طرف نہ ہو، جس اخلاق کریمانہ کا ذکر کریں، اس کی فضیلت سے وہ ہم کنار ہیں، جس خوبی کا بھی تذکرہ کیا جائے، اس کی ہر فضیلت ان کے اندر موجود ہے، جس بلند مرتبے کا حوالہ دیا جائے، وہ نہ صرف ان کے اندر پایا جاتا ہے بلکہ اس کے دلائل بھی ظاہر ہیں، ان کی ذات شریف جود وکرم کی خصوصیات سے بھرپور ہے، مجد وشرافت ان کی طبیعت ثانیہ ہے، رعایا ان کی نگرانی میں محفوظ ہے، ان کی ذات تہذیب وشائستگی سے منور ہے، ان کے اخلاق وعادات شیریں ہیں، ان کی سیرت عدل وانصاف کا مظہر ہے، وہ عادات فاضلہ سے ہم کنار ہیں، عفت وپاک دامنی ان کی صفت ہے، معروفات کا وجود ان کے دم سے ہے، وقار، طمانیت، عفت، نزاہت، اور گوشہ نشینی کی صفات وہی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کا طریقہ رہا ہے، وہ علوی خوبیوں کے حامل ہیں، ان کا نفس پاکیزہ ہے، ان کی ہمت بلند ہے، ان کی محبوبیت کا عالم یہ ہے کہ کوئی ان سے الگ نہیں رہ سکتا اور نہ کوئی ان صفات میں ان کا مدمقابل بن سکتا ہے، وہ جس احسن طریقے پر گامزن ہیں، کوئی شخص اس میں ان کا شریک نہیں بن سکتا اور نہ اس کی طمع کرسکتا ہے''۔

(15) محمد بن طولون (متوفی: 953ھ)

محمد بن طولون اپنی کتاب ''الأئمّة الاثنا عشر'' میں لکھتے ہیں:

وعاشرهم ابنه علی، وهو أبو الحسن علی الهادی، بن محمّد الجواد، بن علی الرضا، بن موسی الکاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن علی زین العابدین، بن الحسین، بن علی، بن أبی طالب، رضی الله عنهم، المعروف بالعسکری عند الإمامیّة.

کان قد سُعی به عند المتوکّل، وقیل: إنّ فی منزله سلاحاً وکتباً

وغيـرهـا مـن شيـعتـه، وأوهموه أنّه يطلب الأمر لنفسه، فوجّه إليه بعدّة من الأتـراک، فهـجـمـوا عـلـيـه فى منزله على غفلة، فوجدوه وحده فى بيت مغلق، وعليه مدرعة من شعر، وعلى رأسه ملحفة من صوف، وهو مستقبل الـقبلة، يترنّم بآيات من القرآن فى الوعد والوعيد، ليس بينه وبين الأرض بساط إلاّ الرمل والحصى. (الأئمّة الاثنا عشر 108-107)

''دسویں امام، امام محمد جواد کے بیٹے امام علی ہیں۔ان کا نام ونسب یہ ہے: ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد ابن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہم، جو امامیہ کے یہاں عسکری کے لقب سے معروف ہیں۔

عباسی خلیفہ متوکل سے ان کی شکایت کی گئی اور بادشاہ کو بتایا گیا کہ ان کے گھر میں ہتھیار ہیں، کتابیں ہیں اور ان کے علاوہ ان کے طرف داروں کی ایک تعداد بھی وہاں رہتی ہے۔متوکل کو اس وہم میں ڈالا گیا کہ وہ خود خلافت کے لیے کوشاں ہیں۔ چنانچہ ترکوں کی ایک تعداد رات میں ان کی طرف متوجہ ہوئی اور اچانک ان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ ترک فوجیوں نے دیکھا کہ ایک بند گھر میں وہ تنہا ہیں، ان کے بدن پر بالوں کی ایک دلائی اور سر پر اون کی ایک چادر ہے، وہ قبلہ رو بیٹھے، وعد و وعید سے متعلق قرآنی آیات کی ترنم سے تلاوت کر رہے ہیں۔ زمین پر بستر کے نام پر صرف ریت اور کنکر ہے۔۔۔۔''

(16) ابن حجر ہیتمی (متوفی: 974ھ)

ابن حجر ہیتمی اپنی کتاب ''الصواعق المحرقة'' میں لکھتے ہیں:

(وتُوفِّي (الجواد) ...وعـمـره خمس وعشرون سنة ...عن ذَكَرَيْن وبِنْتَيْن، أجلّهم على العسكرى :سُمّى بذلک؛ لأنّه لَمّا وجّه لإشخاصه من المدينة النبويّة إلى (سرّ مَن رأى)، وأسكنه بها، وكانت تسمّى العسكر،

فعُرف بالعسكری، وكان وارث أبيه علماً وسخاءً .(الصواعق المحرقة 312)

''امام جواد علیہ السلام کی وفات ۲۵/سال کی عمر میں ہوئی۔انھوں نے اپنے پیچھے دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں،سب سے بڑے امام عسکری تھے۔ان کا نام عسکری اس وجہ سے پڑا کیوں کہ انھیں مدینہ منورہ سے بلاکر''سرمن رأی''میں آباد کردیا گیا تھا۔جسے عسکر کہا جاتا تھا،اسی نسبت سے وہ عسکری کہلائے ۔وہ علم اور سخاوت میں اپنے والد کے سچے جانشین تھے''۔

(17) قرمانی احمد بن یوسف (متوفی:1019ھ)

قرمانی احمد بن یوسف اپنی کتاب''أخبار الدول''میں لکھتے ہیں:

وأمّا مناقبه فنفيسة وأوصافه شريفة ...(أخبار الدول وآثار الأول1/349)

''امام محترم کے مناقب بہت عمدہ اوران کے اوصاف شرافت کا مظہر ہیں''۔

(18) ابن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

ابن عماد حنبلی اپنی کتاب'' شذرات الذهب''میں۲۵۴/ہجری کی وفیات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها أبو الحسن علی، بن الجواد محمّد، بن الرضا علی، بن الكاظم موسی، بن جعفر الصادق، العلوی الحسينی المعروف بالهادی، كان فقيهاً إماماً متعبّداً ...(شذرات الذهب2/272)

''اوراسی سنہ میں ابوالحسن علی بن جواد محمد بن رضا علی بن کاظم موسی بن جعفر صادق علوی حسینی معروف بہ ہادی کی وفات ہوئی،وہ فقیہ اور عابد امام تھے''۔

(19) عبداللہ شبراوی (متوفی:1171ھ)

عبداللہ شبراوی اپنی کتاب'' الإتحاف بحبّ الأشراف''میں لکھتے ہیں:

العاشر من الأئمّة على الهادى، وُلِد رضى الله عنه بالمدينة، فى رجب، سنة :أربع عشرة ومئتين، وكراماته كثيرة. (الإتحاف بحبّ الأشراف136)

''دسویں امام علی ہادی ہیں،امام رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں رجب سنہ ۲۱۴ رہجری میں ہوئی،ان کی کرامات بہت ہیں''۔

(20) محمدامین سویدی بغدادی (متوفی:1246ھ)

محمدامین سویدی بغدادی اپنی کتاب'' سبائک الذهب''میں لکھتے ہیں:

وُلِدَ :بالمدينة، وكنيته :أبو الحسن، ولقبه :الهادى ...ومناقبه كثيرة . (سبائک الذهب77)

''امام محترم مدینہ میں پیدا ہوئے،ان کی کنیت ابوالحسن تھی،لقب ہادی تھا اوران کے مناقب بہت ہیں''۔

(21) شیخ مومن شبلنجی (متوفی:1308ھ)

شیخ مومن شبلنجی اپنی کتاب'' نور الأبصار''میں لکھتے ہیں:

فصل:فى ذكر مناقب سيّدنا على الهادى، بن محمّد الجواد، بن على الرضا، بن موسى الكاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن على زين العابدين، بن الحسين، بن على، بن أبى طالب، رضى الله عنه ۔ ومناقبه رضى الله عنه كثيرة، قال فى الصواعق :كان وارث أبيه علْماً ومنحاً . (نور الأبصار181)

''فصل:سیدنا علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کے بیان میں،امام محترم کے مناقب بہت ہیں،صواعق میں لکھا ہے کہ وہ علم وسخاوت میں

اپنے والد کے سچے وارث تھے''۔

(22) شریف علی فکری حسینی قاہری (متوفی: 1372ھ)

شریف علی فکری حسینی قاہری اپنی کتاب ''أحسن القصص'' میں لکھتے ہیں:

نسبه :هو سيّدنا على الهادى، بن محمّد الجواد، بن على الرضا، بن موسى الكاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن على زين العابدين، بن الحسين، بن على، بن أبى طالب، رضى الله عنهم .وأُمّه:أُمّ وَلَد، يُقال لها :سمانة المغربيّة .مولده:وُلد أبو الحسن الهادى بالمدينة، فى رجب، سنة :أربع عشرة ومئتين للهجرة.

''امام محترم کا نام ونسب یہ ہے: سیدنا علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ان کی والدہ محترمہ ام ولد تھیں، جنھیں سمانہ مغربیہ کہا جاتا تھا، امام ابوالحسن ہادی مدینہ منورہ میں رجب سنہ ۲۱۴ رہجری میں پیدا ہوئے تھے''۔

اسی کتاب کے ص: 301 پر وہ لکھتے ہیں:

كان أبو الحسن العسكرى وارث أبيه علماً ومنحاً، وكان فقيهاً فصيحاً جميلاً مهيباً، وكان أطيب الناس بهجةً، وأصدقهم لهجةً . (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشى29/32، عن أحسن القصص 4/300)

''امام ابوالحسن عسکری علم اور سخاوت میں اپنے والد کے وارث تھے، وہ فقیہ، فصیح البیان، حسین وجمیل اور بارعب شخصیت کے مالک تھے، پاکیزگی میں وہ تمام لوگوں سے ممتاز تھے اور راست بازی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا''۔

(23) خیر الدین زرکلی (متوفی: 1396ھ)

خیر الدین زرکلی اپنی کتاب '' الأعلام'' میں لکھتے ہیں:

علی الملقّب بالهادی، بن محمّد الجواد، بن علی الرضی، بن موسی بن جعفر الحسینی الطالبی :عاشر الأئمة الاثنی عشر عند الإمامیة، وأحد الأتقیاء الصلحاء ، ولد بالمدینة، ووشی به إلی المتوکّل العبّاسی ... . (**الأعلام**4/323)

''امام علی علیہ السلام کا لقب ہادی تھا،ان کا نسب یہ تھا:ابن محمد جواد بن علی رضی بن موسیٰ بن جعفر حسینی طالبی،وہ اما میہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے دسویں امام تھے،اتقیاء اور صلحاء میں سے ایک تھے،مدینہ منورہ میں ان کی ولادت ہوئی ،عباسی خلیفہ متوکل کے یہاں ان کی چغلی کھائی گئی۔۔۔۔''

(24)سید محمد عبدالغفار ہاشمی حنفی

سید محمد عبدالغفار ہاشمی حنفی اپنی کتاب'' أئمّة الهدی ''میں لکھتے ہیں:

فلمّا ذاعت شهرته (أی الهادی (علیه السلام)) استدعاه الملک المتوکّل من المدینة المنوّرة؛ حیث خاف علی ملکه وزوال دولته إلیه بما له من علم کثیر، وعمل صالح وسداد رأی، وقول حقّ، وأسکنه بدار ملکه بالعراق فی عاصمة(سامراء)،وأخیراً دسّ له السم؛ وتُوفِّی منه یوم الاثنین، فی 25من جمادی الآخرة، سنة254 :، وکان عمره إذ ذاک الوقت 40سنة، ومدّة إمامته 30سنة، ودُفِنَ بداره فی(سامراء) التی هی خَرِبَة الآن، إلاّ من فئة قلیلة من العرب.وعلی مرقده قبّة جمیلة، رضی الله عنه وعلیه السلام.(شرح إحقاق الحقّ للسیّد المرعشی 12/445 ، عن أئمّة الهدی 136)

''جب امام ہادی علیہ السلام کی شہرت پھیلنے لگی تو خلیفہ متوکل نے انھیں مدینہ منورہ سے بلوالیا،کیوں اسے ان کے علم کثیر،عمل صالح ،درست رائے اور قول حق کی وجہ سے

اسے اندیشہ لاحق ہو چکا تھا کہ کہیں اس کی حکومت نہ چلی جائے اور اس کی سلطنت کو زوال نہ ہو جائے، اس نے انھیں مدینہ سے لاکر عراق میں اس کی راجدھانی سامراء میں رکھا اور آکر ایک دن انھیں زہر پلادیا، امام علیہ السلام پیر کے دن ۲۵/جمادی الاخری سنہ ۲۵۴/ہجری کو وفات پاگئے۔اس وقت ان کی عمر کل چالیس سال کی تھی، ان کی امامت کی مدت ۳۰/سال ہے۔انھیں ان کے آبائی گھر میں جو سامراء میں تھا، دفن کیا گیا جو آج کل ویران ہے۔اس میں اب صرف چند عرب قبائل آباد رہ گئے ہیں، ان کے مزار پر ایک خوبصورت قبہ بنا ہوا ہے۔اللہ ان سے راضی ہو اور ان پر اللہ کی سلامتی ہو"۔

(25) محمود بن وہیب بغدادی

محمود بن وہیب بغدادی اپنی کتاب " جوهرة الكلام" میں لکھتے ہیں:

هو على الهادى، بن محمّد الجواد، بن على الرضا، بن موسى الكاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن على زين العابدين، بن الحسين، بن على، بن أبى طالب، رضى الله عنهم أجمعين ...قال فى الصواعق :وكان وارث أبيه علماً وسخاءً.

"وہ ہیں: علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔صواعق محرقہ میں ہے کہ وہ علم وسخاوت میں اپنے والد کے سچے جانشین تھے"۔

امام محترم علیہ السلام پر گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اللّهمّ إنّا نسألک بهؤلاء ، أهل بيت رسولک، أنْ تنوّر قلوبنا بالتمام، وتشرح صدورنا للإسلام، وتحيينا على دين هؤلاء الكرام، وتُمِيْتَنَا على ملّة رسولک عليه الصلاة والسلام، وعلى آله وأصحابه السادة الأعلام، والتابعين لهم إلى يوم المقام. (أئمّتنا لمحمّد على دخيل

2/256، عن جوهرة الكلام 154)

''اے اللہ! ہم تیرے رسول کے اہل بیت کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمارے دلوں کو پورے طور پر منور کردے، تو ہمارے دلوں کو اسلام کے لیے کھول دے، ہمیں ان مکرم شخصیات کے دین پر زندہ رکھ اور اپنے رسول علیہ الصلاۃ والسلام، آپ کے آل واصحاب اور قیامت تک ان کی پیروی کرنے والے لوگوں کے دین پر وفات دے''۔

(26) شیخانی

شیخانی اپنی کتاب ''الصراط السویّ ''میں لکھتے ہیں:

وكان على العسكری صاحب وقار وسكون وهيبة وطمأنينة، وعفّة ونزاهة، وكانت نفسه زكيّة وهمّته عليّة، وطريقته حسنة مرضيّة، رضی الله تعالى عنه وعن سَلَفه وخَلَفه. (قادتنا كيف نعرفهم للسيّد الميلانی7/60، عن الصراط السوی :409[مخطوط])

''امام علی عسکری بڑے باوقار، بارعب، پرسکون، طمانیت، عفت اور پاکیزگی کے حامل تھے، ان کا نفس پاکیزہ، ہمت بلند، وطیرہ اللہ کی مرضی کے عین مطابق اور خوبصورت تھا، اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے اسلاف واخلاف سے راضی ہو''۔

(27) عبدالسلام ترمانینی

عبدالسلام ترمانینی اپنی کتاب'' أحداث التاريخ الإسلامی ''میں لکھتے ہیں:

هو علی، الملقّب بالهادی ابن محمّد الجواد ...كان على جانب عظيم من التقوى والصلاح. (أحداث التاريخ الإسلامی:المجلّد الأوّل ج /2 ص 131أحداث سنة 254هـ)

''ان کا اسم گرامی علی ہے جب کہ لقب ہادی اور وہ امام ابن محمد جواد علیہ السلام کے

بیٹے ہیں، صلاح وتقویٰ میں ان کا اپنا ایک منفرد مقام تھا''۔

(28) عارف احمد عبدالغنی

عارف احمد عبدالغنی اپنی کتاب'' **الجوهر الشفّاف فی أنساب السادة الأشراف** ''میں امام ہادی علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان فی غاية الفضل ونهاية النُبل، أشخصه المتوكّل(الخليفة)إلى (سرّ مَن رأى)، فأقام بها إلى أنْ تُوفّی. (الجوهر الشفّاف فی أنساب السادة الأشراف 1/160)

''امام محترم بڑے صاحب فضیلت اور انتہائی شریف تھے ،متوکل عباسی خلیفہ نے انھیں''سر من رأی'' بلالیا تھا، وہیں ان کا قیام رہا یہاں تک کہ یہیں وفات پا گئے''۔

(29) یونس احمد سامرائی

یونس احمد سامرائی اپنی کتاب''**سامراء فی أدب القرن الثالث**''جو بغداد یونیورسٹی کے تعاون سے شائع ہوئی ہے، اس میں وہ سامراء کی طرف عسکری کی نسبت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

(فالعسكری) نسبة إلى العسكر وهو -كما مر بنا -مِن أسماء سامرّاء ...

''عسکری کی نسبت عسکر کی طرف ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، وہ سامراء کا ہی ایک نام ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

وقد حَمَل هذهِ النسبة جماعة من الأجلاّء منهم:أبو الحسن على الهادی بن محمّد الجواد العسكری، وابنه الحسن العسكری، وأبو القاسم محمّد بن الحسن العسكری وهو المهدی المنتظر.(سامرّاء فی

أدب القرن الثالث الهجری46)

''عسکری کی اس نسبت سے کئی ایک جلیل القدر حضرات معروف ہیں جیسے ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد عسکری، ان کے بیٹے حسن عسکری اور ابوالقاسم محمد بن حسن عسکری اور وہی مہدی منتظر ہیں''۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کـما تُوفّی فیها و دُفن عدد غیر قلیل من الأفاضل و العلماء المحدّثین والقضاة واللغویّین و ...منهم :أبو الحسن علی بن محمّد العسکری، وابنه أبـو محمّد الحسن بن علی العسکری والد المنتظَر. (سامرّاء فی أدب القرن الثالث الهجری70)

''سامراء میں کئی ایک فضلاء، علماء، محدثین، قضاۃ اور ماہرین لغت نے وفات پائی ہے اور اسی سرزمین مین مدفون ہیں جیسے ابوالحسن علی بن محمد عسکری، ان کے بیٹے ابومحمد حسن بن علی عسکری منتظر کے والد''۔

اس طرح کے اقوال وکلمات یوں تو امام ہادی علیہ السلام کے بارے میں متعدد اور بے شمار ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر صرف مذکورہ بالا کلمات واقوال پر اکتفا کرتے ہیں۔

فصل دہم

اہل بیت کے گیارہویں امام

عسکری حسن بن علی علیہ السلام

امام علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

پاکیزہ اور طاہر ذات گرامی، مجسم حسن اخلاق اور سیرت محمدیہ کا پیکر جمیل ، یہ اس شخصیت کی اعلیٰ صفات ہیں جسے دنیا ابو محمد عسکری سلام اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے جو بیت نبوی کے رکن رکین اور عترت طاہرہ و مطہرہ کی نسل سے تھے۔

امام علیہ السلام اپنے پاکیزہ آباء واجداد کی طرح ایک ایسا نور تھے جس کی مقدس روشنی سے دنیا روشن تھی اور عطا و بخشش کا ایسا سرچشمہ تھے جس کا فیض سارے جہان میں عام تھا۔

وہ روئے زمین پر نور محمدی کا عکس جمیل تھے جن کے حسن اخلاق و کردار سے تاریک راستے بھی روشن تھے۔

یہاں ہم قارئین کے سامنے اہل بیت سے سخت عداوت رکھنے والے ایک شخص کی گواہی نقل کرتے ہیں، آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ امام عسکری علیہ السلام کی کیسی تصویر پیش کرتا ہے۔

یہ احمد بن عبیداللہ بن خاقان ہے جو عباسی حکومت کا ایک آفیسر تھا اور قم میں ضیاع اور خراج کا ذمہ دار والی تھا۔ ایک دن اس کی مجلس میں علویوں اور ان کے مسلک کا تذکرہ چھڑ گیا۔ وہ سخت قسم کا ناصبی تھا اور اہل بیت علیہم السلام سے منحرف تھا۔ اس نے کہا: میں نے سر من رأی میں علویوں میں حسن بن علی بن محمد بن رضا جیسا شخص نہیں دیکھا۔ وہ اپنے اخلاق، کردار، عفت و پاک دامنی، مجد و شرافت میں اپنے تمام اہل خانہ بلکہ بنو ہاشم کے تمام افراد سے ممتاز تھے۔ بنو ہاشم کے لوگ ان کو اپنے درمیان کے بڑے بوڑھوں پر بھی فوقیت دیتے تھے۔

والیان حکومت، وزراء اور عام لوگوں کی نظر میں ان کا یہی مقام تھا۔ مجھے وہ منظر آج بھی یاد ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے پاس تھا اور وہ لوگوں کی ایک مجلس میں سربراہ کی حیثیت سے موجود تھے، اسی درمیان میں دربان حاضر ہوئے اور عرض کیا: ابو محمد بن رضا

دروازے پر ہیں۔ میرے والد نے بلند آواز سے کہا: انھیں اندر آنے کی اجازت دو، مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ دربانوں نے میرے باپ کے سامنے ایک شخص کو اس کی کنیت سے پکارا جب کہ ان کے سامنے صرف خلیفہ، ولی عہد یا جس کو کنیت سے متعارف کرانے کی سلطان نے اجازت دی ہو، کے علاوہ کسی کو اس کی کنیت سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں ایک وجیہ، حسن قامت، خوبصورت چہرہ، اچھے بدن اور نوعمر شخص اندر داخل ہوے، ان کی جلالت وہیبت دیدنی تھی، جب میرے والد کی ان پر نظر پڑی تو وہ ان کی طرف لپکے، مجھے نہیں معلوم ہے کہ میرے والد کسی اور ہاشمی یا والی ریاست کے لیے اس طرح آگے بڑھے ہوں، جب میرے والد ان سے قریب ہوئے تو معانقہ کیا، ان کا چہرہ اور سینہ چوما، اپنے ہاتھ میں ان کا ہاتھ لیا اور اپنی مسند پر لاکر انھیں بٹھایا۔ اور خود ان کے بغل میں جا کر بیٹھے، ان سے وہ باتیں کرتے رہے اور گفتگو میں بار بار ان پر اپنی جان چھڑکنے کے رویے کا اظہار کرتے رہے۔ میری آنکھیں یہ منظر دیکھ کر حیران تھیں، اسی دوران دربان اندر آیا اور اس نے خبر دی کہ موفق یعنی ابواحمد بن متوکل عباسی، جو معتز، مہدی اور معتمد کا بھائی تھا، آیا ہے۔ معمول یہ تھا کہ جب موفق میرے والد کے پاس آتا تو ان کے دربان اور گارڈ اسے لے کر اندر آتے۔ یہ سب آنے والے میرے والد دروازے کے درمیان کھڑے ہوگئے۔ اس میں آنے جانے کے دو دروازے تھے۔ اس درمیان میرے والد برابر ابومحمد کی طرف متوجہ ہوکر ان سے باتیں کرتے رہے، جب ان کی نظر موفق کے خاص لوگوں پر پڑی تو انھوں نے ابومحمد سے کہا: آپ کی مرضی جب یہاں سے جانا چاہیں چلے جائیں، میری ذات آپ پر قربان، پھر میرے والد نے اپنے دربانوں سے کہا کہ ابومحمد کو دروازے کے پیچھے لے جاؤ تا کہ موفق کی نظر ان پر نہ پڑے۔ پھر امام محترم کھڑے ہوئے، میرے والد نے بھی کھڑے ہوکر ان سے معانقہ کیا اور وہ چلے گئے۔

میں نے اپنے والد کے دربانوں اور ان کے خدام سے پوچھا: تمھارا ستیاناس ہو، یہ کون صاحب تھے جن کو تم نے میرے والد کے سامنے ان کی کنیت سے پکارا اور میرے

والد ان کے ساتھ اس طرح ادب واحترام سے پیش آئے۔انھوں نے جواب دیا کہ یہ علوی ہیں، جب کو حسن بن علی کہا جاتا ہے، یہ ابن رضا کے نام سے مشہور ہیں، یہ سن کر میری حیرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ میں مسلسل ان کے سلسلے میں اور ان کے ساتھ اپنے والد کے رویے کے تعلق سے فکرمند رہا۔

جب رات ہوئی تو میرے والد کی عادت تھی کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے اور سلطان کے پاس کل کیا کچھ پیش کیا جانا ہے اور کیا مشورے دینے ہیں، ان پر غور کیا کرتے تھے۔

جب وہ نماز پڑھ کر بیٹھے تو میں آ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا، اس وقت ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔انھوں نے مجھ سے پوچھا: احمد! کیا کوئی ضرورت ہے؟

میں نے عرض کیا: ہاں، ابا جان۔ وہ صاحب کون تھے جن کوں نے دیکھا تھا اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ آپ نے کس طرح ان کا احترام واکرام کیا اور اپنے ماں باپ ان پر قربان کردینے کی بات کہی۔

انھوں نے جواب دیا: بیٹے! وہ رافضہ کے امام حسن بن علی تھے جو ابن رضا کے نام سے مشہور ہیں۔اس کے بعد وہ بھی اور میں بھی تھوڑی دیر خاموش رہے۔

پھر میرے والد نے بتایا کہ میرے بیٹے! اگر خلافت ہمارے خلفائے بنوعباس سے چلی جائے تو بنو ہاشم میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو خلافت کا حق رکھتا ہو۔ وہ صاحب فضیلت ہیں، عفت و پاکبازی میں ممتاز ہیں، ان کردار، ان کا تقوی، ان کا زہد، ان کی عبادت، ان کا حسن اخلاق اور ان کی صلاحیت کا کوئی جواب نہیں ہے۔اگر تم ان کے والد کو دیکھتے تو تم ان کی صورت میں ایک انتہائی بہادر، شریف اور فاضل انسان دیکھتے۔

یہ سن کر میری بے چینی مزید بڑھ گئی، مجھے اپنے والد پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ میں نے ان کی زبان سے امام کے بارے میں جو کچھ سنا اور اپنے والد کا ان کے ساتھ جو برتاؤ دیکھا ، اس سے میری فکر مزید بڑھ گئی تھی۔اب میرا یہ مقصد بن چکا تھا کہ ان کے بارے میں پتا

لگاؤں اور ان کے سلسلے میں تفتیش کروں چنانچہ اس کے بعد میں نے بنو ہاشم،فوج کے قائدین،حکومت کے سکریٹریز،قاضیوں،فقہاء اور دوسرے تمام انسانوں میں سے جس سے بھی ان کے بارے میں سوال کیا،ہر ایک نے ان کی جلالت قدر،ان کی عظمت،ان کے مقام بلند،ان کی شیریں کلامی اور اپنے خانوادہ میں سب سے عالی مرتبت ہونے تذکرہ کیا۔ یہ سب احوال سن کر میری نظر میں ان کی وقعت بڑھ گئی۔ میں نے ان کے دوست دشمن جس سے بھی ان کا حال پوچھا،ہر ایک نے ان کے بارے میں اچھی بات کہی اوران کی تعریف کی۔

یہی وجہ ہے کہ امام محترم کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے اور ہر دور کے مصنفین ان کی مدح وثنا میں قلم اٹھاتے رہے ہیں۔اس سے پہلے کہ میں امام محترم کو کبار علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں آپ کے سامنے لاؤں،مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کے بارے میں مختصر طور پر کچھ باتیں عرض کردوں۔

امام محترم کا نام ونسب یہ ہے:

حسن بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

امام محترم کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

بروز جمعہ ۸/ربیع الآخر ۲۳۲/ہجری۔

امام علیہ السلام کی والدہ کا نام سلیل یا ایک روایت کے مطابق حدیث تھا،وہ ایک عارف باللہ خاتون تھیں،ان کا شمار صالحات میں ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام کے القاب ہادی،سراج اور عسکری تھے،وہ،ان کے والد اوران کے دادا اپنے اپنے زمانے میں ابن رضا کے نام سے مشہور تھے۔

امام علیہ السلام کی کنیت ابومحمد تھی۔(مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول لمحمّد بن طلحة الشافعی2/148)

سنہ۲۵۴ھ؍ہجری میں اپنے والد امام ہادی علیہ السلام کی وفات کے بعد مسلمانوں کے امام تسلیم کیے گئے۔

ان کی امامت مدت چھ(۶) سال ہے۔

اس درمیان تین عباسی خلفاء: معتز، مہدی اور معتمد سے انھیں سابقہ پڑا۔

امام محترم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ظالموں کے قید خانوں میں گزاری۔

امام علیہ السلام کو معتمد عباسی کے زمانے میں ۸؍ربیع الاول ۲۶۰؍ہجری کو شہید کر دیا گیا۔

امام علیہ السلام کی تدفین سامراء میں ان کے اپنے اسی گھر میں عمل میں آئی جہاں ان کے والد کو دفن کیا گیا تھا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کبار علمائے اہل سنت کی نظر میں

ذیل میں ہم کبار علمائے اہل سنت کے ایسے اقوال کا تذکرہ کررہے ہیں جن سے امام حسن عسکری علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ ہوجائے گا۔

(1) ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ (متوفی:250ھ)

ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ نے اپنے رسائل میں ایک ہی سلسلہ کلام میں دس اماموں کی مدح کرتے ہوئے امام حسن عسکری کا ذکر کیا ہے۔ یہ گفتگو ان باتوں کی تردید کے ضمن میں آئی ہے جن کو لے کر بنو امیہ، بنو ہاشم پر فخر کرتے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ومَنِ الذی یُعَدُّ مِنْ قریش ما یَعُدّہ الطالبیّون عَشَرة فی نسق؛ کلّ واحد منهم :عالم، زاهد، ناسک، شجاع، جواد، طاهر، زاکٍ، فمنهم خلفاء، ومنهم مُرشّحون :ابن ابن ...هکذا إلی عشرة، وهم الحسن العسکری بن علی بن محمّد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی علیهم السلام، وهذا لم یتّفق لبیت من بیوت

العرب ولا من بُيوت العجم. (رسائل الجاحظ109)

''قریشیوں اور غیر قریشیوں میں بھلا کون ہے جو ایک ہی ترتیب میں دس طالبیوں کے برابر ہے۔ان دسوں میں سے ہر ایک عالم ہے،زاہد ہے،عابد ہے،بہادر ہے،سخی ہے،طاہر ہے،صاحب تزکیہ ہے،ان میں سے بعض خلفاء ہیں،بعض بہترین منتظم ہیں، بیٹا،پوتا،پڑپوتا اور پھر لکڑپوتا کی ترتیب سے یہ دس اصحاب فضیلت ہیں۔اور وہ ہیں:حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی علیہم السلام۔یہ شرف نہ کسی عربی گھرانے کو حاصل ہے اور نہ کسی عجمی گھرانے کو''۔

(2) شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی (متوفی:626ھ)

شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی اپنی کتاب'' **معجم البلدان** ''میں شہر عسکر سامراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا العسكر يُنسب إلى المعتصم، وقد نُسب إليه قوم من الأجلاّء، منهم :على بن محمّد بن على بن موسى بن جعفر بن محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم، يُكنّى أبا الحسن الهادى ...وابنه الحسن بن على، وُلِد بالمدينة أيضاً ونُقل إلى سامرّاء؛ فسُمّيا بالعسكريّين لذلك، فأمّا على فمات فى رجب سنة 254 :ومقامه بسامرّاء عشرين سنة، وأمّا الحسن فمات بسامرّا أيضاً سنة 260 :هـ، ودُفنا بسامرّا، وقبورهما مشهورة هناك، ولولدهما المنتظر هناك مشاهد معروفة . (معجم البلدان: ج 6-5، ص328)

''یہ عسکر منسوب کیا جاتا ہے عباسی خلیفہ معتصم کی طرف،بعض بڑے جلیل القدر علماء بھی اس کی طرف منسوب ہیں،ان میں سے ایک علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، ہیں،ان کی کنیت ابوالحسن ہادی ہے۔وہ

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور سامراء منتقل کردیے گئے،ان کے بیٹے حسن بن علی کی ولادت بھی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی ،وہ بھی سامراء منتقل کردیے گئے تھے،اسی لیے دونوں کوعسکری کہا جاتا ہے۔علی کی وفات رجب سنہ ۲۵۴ رہجری میں ہوئی ،بیس سال تک وہ سامراء میں رہے،حسن کی وفات بھی سامراء میں سنہ ۲۶۰ رہجری میں ہوئی ۔دونوں سامراء میں دفن کیے گئے ۔دونوں کی قبریں وہاں مشہور ہیں۔دونوں کے بیٹے منتظر کے مشاہد بھی وہاں معروف ہیں''۔

(3)محمد بن طلحہ شافعی (متوفی:652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب'' مطالب السؤول ''میں لکھتے ہیں:

اعلم أنّ المنقبة العليا والمزيّة الكبرى التى خصّه الله بها، وقلّده فريدها، ومنحه تقليدها، وجعلها صفة دائمة لا يبلى الدهر جديدها، ولا تنسى الألُسنة تلاوتها وترديدها، أنّ المهدى محمّداً نسله المخلوق منه، وَوَلَده المنتسب إليه وبضعته المنفصلة عنه. (مطالب السؤول فى مناقب آل الرسول2/148)

''معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ نے ان کو جس بڑی منقبت اور بڑی خصوصیت سے سرفراز کیا ہے،جس کا ہاران کے گلے میں ڈالا ہے اور جو اللہ کا خاص عطیہ ہے، جسے ان کی دائمی صفت بتایا ہے جس کو زمانہ کبھی پرانا نہیں کرسکے گا بلکہ وہ ہمیشہ نیا اور تازہ رہے گا،جس کا تذکرہ زبانیں ہمیشہ کرتی رہیں گی اور جس کے ترانے ہمیشہ زبانوں پر رہیں گے ،وہ یہ کہ امام مہدی محمد انھیں کی نسل سے ہوں گے،انھیں کی طرف منسوب ان کی اولاد میں سے ہوں گے اور وہ انھیں کے جسم کا ایک حصہ ہوں گے''۔

(4)سبط ابن جوزی (متوفی:654ھ)

سبط ابن جوزی اپنی کتاب'' تذکرة الخواص ''میں لکھتے ہیں:

هـو الـحسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسی الرضا بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب. وکان عالماً ثقة. (تذکرة الخواص324)

''وہ ہیں: حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی رضا بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔امام حسن بن علی عسکری ثقہ عالم تھے''۔

(5)ابن ابی حدید معتزلی (متوفی:655ھ)

ابن ابی حدید معتزلی جاحظ کا وہ کلام نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اہل بیت کے دس اماموں کی مدح وثنا میں کہا ہے، بحث کی ابتدا میں جو گفتگو انھوں نے کی ہے،اس کی تائید کے طور پر جاحظ کا کلام نقل کیا ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں:

ونـحـن نـذکـر ما أجاب به أبو عثمان عن کلامهم، ونضیف إلیه من قِبلنا أموراً لم یذکرها فنقول... (شرح نهج البلاغة15/270)

''بنوامیہ کی باتوں کا جو جواب جاحظ نے دیا ہے،اسے ہم نقل کرتے ہین اور اس میں مزید چند ایسی باتوں کا اضافہ بھی کرتے ہیں جو ان کے کلام میں نہیں ہیں............۔

(6)عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی (متوفی:768ھ)

عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی اپنی کتاب'' مـرآة الجنان ''میں لکھتے ہیں:

وفیها(أی سنة: 232)، وقیـل سـنة:ستّین، تُوفِّی الشریف العسکری الـحسـن بن علی بن محمّد بن علی بن موسی الرضا بن جعفر الصادق بن مـحـمّـد البـاقـر بـن عـلی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضـی الـله تعالی عنهم، أحد الأئمّة الاثنی عشر علی اعتقاد الإمامیّة، وهو والد المنتظر صاحب السرداب.(مرآة الجنان.2/81)

''اسی سنہ۲۳۲رہجری اور ایک قول کے مطابق ۲۶۰رہجری میں شریف عسکری حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی رضا بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہم، کی وفات ہوئی، وہ امامیہ کے عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک تھے اور وہ امام منتظر صاحب سرداب کے والد ہیں''۔

(7)ابن صباغ مالکی (متوفی:855 ھ)

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب ''الفصول المهمّة''میں لکھتے ہیں:

مناقب سيّدنا أبى محمّد الحسن العسكرى دالّة على أنّه السرى ابن السرى، فلا يَشكّ فى إمامته أحد، ولا يمترى، واحد زمانه من غير مدافع، ويسبح وحده من غير منازع، وسيّد أهل عصره، إمام أهل دهره، أقواله سديدة، وأفعاله حميدة، وإذا كانت أفاضل زمانه قصيدة فهو فى بيت القصيدة، وإنْ انتظموا عقداً كان مكان الواسطة الفريدة، فارس العلوم الذى لا يُجارَى، ومبيّن غوامضها فلا يحاول ولا يُمَارَى، كاشف الحقائق بنظره الصائب، مظهر الدقائق بفكره الثاقب، المحدّث فى سرّه بالأمور الخفيّات، الكريم الأصل والنفس والذّات، تغمّده الله برحمته وأسكنه فسيح جنّاته بمحمّد (ﷺ) آمين. (الفصول المهمّة279)

''سیدنا ابومحمد حسن عسکری کے مناقب اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ سری بن سری ہیں، ان کی امامت میں کسی کو شک نہیں ہے اور نہ کسی کو اس سے اختلاف ہے۔ یہ بھی معلوم رہے، اپنے زمانے میں یکتا تھے، کوئی ان کا مدمقابل نہیں تھا، ان کی شہرت تھی اور انھیں کا چرچا تھا، وہ اپنے دور کے سردار تھے اور اپنے زمانے کے امام تھے، ان کے اقوال حق وصواب ہوتے تھے، ان کے تمام کاموں کی تعریف کی جاتی تھی، اگر ان کے زمانے کے فضلاء قصیدہ تھے تو ان کی حیثیت بیت قصیدہ کی تھی، اگر کوئی لڑی بنائی جاتی تو درمیان کا

موتی وہی تھے،تمام علوم کے شہسوار تھے ، یہاں بھی کوئی ان کے جیسا نہیں تھا،علوم کے سمندر میں غوطہ زنی کرتے تھے ،اپنی روشن بصیرت سے حقائق سے پردے اٹھادیتے تھے ،اپنے فکر ثاقب سے باریکیوں کوکھول دیتے تھے،مخفی چیزوں کو بیان کردیا کرتے تھے،نفس اورذات کے اعتبار سے کریم وشریف تھے،محمدﷺ کے صدقے اللہ انھیں اپنی رحمتوں سے ڈھانپ دے اوراپنی وسیع جنت میں ان کا ٹھکانا بنائے۔آمین''۔

(8)نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی (متوفی:911ھ)

نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی اپنی کتاب ''جواهر العقدَین''میں لکھتے ہیں:

وأمّا ولده أبو محمّد الحسن الخالص، فكان عظيم الشأن ...وقد سبقتُ له كرامة جليلة -لَمّا حَبَسَهُ -المعتمد على الله ابن المتوكّل العبّاسي. (جواهر العقدَين فى فضل الشرفين448)

''اوران کے بیٹے ابومحمد حسن خالص بڑی شان والے تھے،جب انھیں معتمد علی اللہ بن متوکل عباسی نے جب انھیں محبوس کردیا تھا تو ان کے ہاتھوں بڑی بڑی کرامتوں کا ظہور ہوا تھا''۔

(9)احمد بن فضل بن محمد باکثیر حضرمی شافعی :(متوفی:1047ھ)

احمد بن فضل بن محمد باکثیر حضرمی شافعی اپنی کتاب ''وسيلة المآل''میں لکھتے ہیں:

أبو محمّد الحسن الخالص ابن على العسكرى، كان عظيم الشأن جليل المقدار ...ووقع له مع المعتمد -لمّا حَبَسَه -كرامة ظاهرة مشهورة. (قادتنا كيف نعرفهم للسيّد الميلانى 7/115، عن وسيلة المآل فى عدّ مناقب الآل 426)

''ابومحمد حسن خالص بن علی عسکری بڑی شان والے تھے،جب انھیں معتمد علی اللہ بن متوکل عباسی نے جب انھیں محبوس کردیا تھا تو ان کے ہاتھوں کئی ایک مشہور اور بڑی

کرامتوں کا ظہور ہوا تھا‘‘۔

(10) عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (متوفی: 1171ھ)

عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی اپنی کتاب ’’ الإتحاف بحبّ الأشراف ‘‘میں لکھتے ہیں:

الحادی عشر من الأئمّة الحسن الخالص ويلقّب أيضاً بالعسكری، وُلِد -رضی الله عنه -بالمدينة لثمان خلون من ربيع الأوّل، سنة:اثنتين وثلاثين ومئتين، وتُوفِّی -رضی الله عنه -يوم الجمعة لثمان خلون من ربيع الأوّل، سنة :ستّين ومئتين، وله من العمر ثمان وعشرون سنة، ويكفيه شرفاً أنّ الإمام المهدی المنتظر من أولاده، فلله درّ هذا البيت الشريف والنسب الخضيم المنيف، وناهيک به من فخار وحسبک فيه من علوّ مقدار، فهم جميعاً فی كرم الأرومة وطيب الجرثومة كأسنان المشط متعادلون، ولسهام المجد مقتسمون، فيا له من بيت عالی الرتبة سامی المحلّة، فلقد طاول السماء عُلاً ونُبلاً، وسما علی الفرقدَين منزلةً ومحلًّا، واستغرق صفات الكمال فلا يُستثنی فيه بغير ولا بإلاّ، انتظم فی المجد هؤلاء الأئمّة انتظام اللآلی، وتناسقوا فی الشرف فاستوی الأوّل والتالی، وكم اجتهد قومٌ فی خفُض منارهم والله يرفعه، وركبوا الصعب والذلول فی تشتيت شَمُلهم والله يجمعه، وكم ضيّعوا من حقوقهم ما لا يهمله الله ولا يضيعه .أحيانا اللهُ علی حبّهم وأماتنا عليه، وأدخلنا فی شفاعة مَن ينتمون فی الشرف إليه صلّی الله عليه وسلّم، وكانت وفاته بسرّ مَن رأی، ودُفن بالدار التی دُفن فيها أبوه. (الإتحاف بحبّ الأشراف: 178-179)

''گیارہویں امام حسن خالص ہیں،جن کا لقب عسکری بھی ہے۔امام موصوف ۸؍ربیع الاول۲۳۲؍ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔اورامام رضی اللہ عنہ کی وفات بروز جمعہ ۸؍ربیع الاول ۲۶۰؍ہجری میں ہوئی۔اس وقت ان کی عمر کل اٹھائیس (۲۸) سال کی تھی،ان کی عظمت وشرف کے لیےصرف یہی ایک بات کافی ہے کہ امام مہدی منتظران کی اولاد میں سے ہوں گے۔اس بیت شریف اورنسب پر وقار کا کیا کہنا،ان کے لیے باعث فخر اور ان کی قدر ومنزلت کے باعث اعزاز یہی ہے کہ وہ سب کنگھی کے دندانوں کی طرح مساوی مقام رکھتے ہیں۔مجد وشرافت میں ہرایک کی جداگانہ شناخت ہے،ان کا گھر کیا ہی عالی مرتبت ہے،ان کا محلّہ شرف وعزت کا حامل ہے،ان کی شرافت آسمان کی بلندیاں چھورہی ہے ،ان کی اونچائی چاند اور سورج کی طرح ہے، ہر ایک صفات کمالیہ سے متصف ہے، یہ تمام ائمہ ایک ہی لڑی کے موتی ہیں،مجد وشرف میں سب کو یکساں مقام حاصل ہے،کتنی قوموں نے ان کی عظمت کے مینار کو نیچے کرنے کی کوشش کی ،لیکن اللہ نے اسے ہمیشہ اونچا ہی رکھا،ان کی جمعیت کومنتشر کرنے کی بار بارکوششیں کی گئیں لیکن اللہ نے ان کی اجتماعیت کو باقی رکھا۔ان کے حقوق برابر ضائع کیے جاتے رہےلیکن اللہ ان کی حفاظت کرتا رہا،اللہ ان کی محبت پرہمیں زندہ رکھے اوران کی محبت پر ہی حسن خاتمہ نصیب فرمائے اورہمیں بھی اس ذات گرامی کی شفاعت عطا فرمائے ،مجد وشرف میں جس کی طرف وہ اپنا انتساب کرتے ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ۔امام محترم کی وفات سرمن رأی میں ہوئی اوراسی گھر میں دفن کیے گئے جس میں ان کے والد کودفن کیا گیا تھا''۔

(11)عباس بن نورالدین مکی(متوفی:1180ھ)

عباس بن نورالدین مکی اپنی کتاب''نزهة الجليس''میں لکھتے ہیں:

أبو محمّد الإمام الحسن العسكری :نسبه أشهر من القمر ليلة أربعة

عشر، يُعرف هو وأبوه بالعسكرى، وأمّا فضائله فلا يحصرها اللَّسَن...(حياة الإمام الحسن العسكرى للقرشى69، عن نزهة الجليس 2/184)

''امام ابومحمد حسن عسکری کے نسب کا کیا کہنا وہ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہے۔وہ اوران کے والد دونوں عسکری کی نسبت سے شہرت رکھتے ہیں۔ جہاں تک سوال ان کے فضائل ومناقب کا ہے تو زبانیں ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں''۔

(12) شیخ مومن شبلنجی (متوفی:بعد1308ھ)

شیخ مومن شبلنجی اپنی کتاب''نور الأبصار''میں لکھتے ہیں:

فصل فی ذکر مناقب الحسن الخالص بن علی الهادی ..رضی الله عنهم ...ومناقبه رضی الله عنه کثیرة.

''فصل:امام حسن خالص بن علی ہادی رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان۔اورامام رضی اللہ عنہ کےمناقب بہت ہیں''۔

آگےمزید لکھتے ہیں:

تتمّة فی الکلام علی وفاته وولده رضی الله عنه، فی الفصول المهمّة :ولمّا ذاع خبر وفاته ارتجّت سرّ مَن رأی، وقامت صیحة واحدة، وعُطّلتُ الأسواق، وغلّقتُ الدکاکین، ورکب بنو هاشم والکتّاب والقضاة والمعدلون وسائر الناس إلی جنازته، فکانت سرّ مَن رأی یومئذ شبیهة بالقیامة، فلمّا فرغوا من تجهیزه بعث الخلیفة إلی أبی عیسی بن المتوکّل لیصلّی علیه، فصلّی علیه ودُفن فی البیت الذی دُفن فیه أبوه مِن دارهما بسرّ مَن رأی، وکانت وفاة أبی محمّد الحسن بن علی فی یوم الجمعة لثمان خلوُنَ من شهر ربیع الأوّل، سنة :ستّین ومئتین، وخلّف من الوُلُد ابنه محمّد.(نور الأبصار فی مناقب آل بیت النبیّ المختار185-183)

''امام کی وفات اوران کے بیٹے رضی اللہ عنہ پر گفتگو'' **الفصول المهمّة** ''میں کی گئی ہے۔جب ان کی وفات کی خبر عام ہوئی تو سرمن رأی میں کہرام مچ گیا، ہرطرف ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی ، بازار بند ہو گئے ، دکانیں بند کر دی گئیں، بنو ہاشم ،حکومت کے افسران، قاضی، عدلیہ کے لوگ اور دیگر تمام حضرات ان کے جنازے میں شریک ہوئے ،سرمن رأی میں اس دن میدان حشر کا منظر تھا، جب ان کی تجہیز سے لوگ فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ابوعیسی بن متوکل کے پاس پیغام بھیجا کہ نماز جنازہ پڑھائیں، چنانچہ انھوں نے امام کی نماز جنازہ پڑھائی۔امام کو سرمن رأی کے اپنے اسی گھر میں دفن کیا گیا جس میں ان کے والد کو دفن کیا گیا تھا۔امام ابومحمد حسن بن علی کی وفات جمعہ کے دن ۸؍ربیع الاول کو ۲۶۰؍ہجری میں ہوئی۔اپنے پیچھے اپنا وارث انھوں نے اپنے بیٹے محمد کو چھوڑا''۔

(13)یوسف نبہانی (متوفی:1350ھ)

یوسف نبہانی اپنی کتاب ''**جامع كرامات الأولياء**''میں لکھتے ہیں:

الحسن العسكري أحد أئمّة ساداتنا أهل البيت العظام، وساداتهم الكرام، رضي الله عنهم أجمعين، ذَكَرَه الشبراوي في الإتحاف بحبّ الأشراف، ولكنّه اختصر ترجمته ولم يذكر له كرامات، وقد رأيتُ له كرامة بنفسي. (جامع كرامات الأولياء22-21 /2)

''حسن عسکری اہل بیت کے ہمارے بڑے اماموں میں سے تھے،اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سرداروں میں سے ایک تھے۔شبراوی نے اپنی کتاب ''**الإتحاف بحبّ الأشراف**''میں ان کا ذکر کیا ہے لیکن بڑے اختصار سے کام لیا ہے،ان کی کرامات کا بھی ذکر نہیں کیا، میں نے ذاتی طور پر ان کی ایک کرامت کا مشاہدہ کیا''۔

(14)علی جلال حسینی (متوفی:1351ھ)

علی جلال حسینی فرماتے ہیں:

أبو محمّد الحسن الزكي، ويُقال له العسكري أيضاً، وُلِد في سنة: 232، وكان أوحد زمانه في الفضل والعفاف، والزهد والعبادة.(أئمّتنا لمحمّد علي دخيل313-2/312، عن الحسين .2/207)

''ابومحمد حسن زکی، جن کو عسکری بھی کہا جاتا ہے، کی ولادت ۲۳۲ھ/ہجری میں ہوئی ،فضیلت، پاک دامنی، زہداورعبادت میں اپنے زمانے میں سب سے منفرد اور ممتاز تھے''۔

(15) شریف علی بن دکتورمحمد عبداللہ فکری حسینی قاہری (متوفی:1372ھ)

شریف علی بن دکتور محمد عبداللہ فکری حسینی قاہری اپنی کتاب'' أحسن القصص ''میں لکھتے ہیں:

نسبه:هو سيّدنا الحسن الخالص، بن علي الهادي، بن محمّد الجواد، بن علي الرضا، بن موسى الكاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن علي زين العابدين، بن الحسين، بن علي، بن أبي طالب رضي الله عنهم .وأمّه أمّ ولد، يُقال لها :حديث، وقيل :سوسن .(

''امام محترم کا نام ونسب یہ ہے:سیدنا حسن خالص بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ان کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام حدیث یا سوسن تھا''۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

مولده:وُلِدَ أبو محمّد الخالص بالمدينة لثمان خلتْ من شهر ربيع الآخر، سنة:اثنتين وثلاثين ومئتين من الهجرة.

''ابومحمد خالص کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸/ربیع الآخر کو سنہ ۲۳۲ھ/ہجری میں ہوئی۔

آگے (ص:305پر) مزید لکھتے ہیں:

كانت وفاة أبي محمّد الحسن بن علي في يوم الجمعة لثمان خلون

مـن شهـر ربيع الأوّل، سنة ستّين ومئتين، وكان عمره يوم وفاته 28 :سنة، ولـمّـا ذاع خبر وفاته ارتجّت سرّ مَن رأى وقامت صيحة واحدة، وعطّلت الأسواق، وغلّقت الدكاكين، وركب بنو هاشم والقواد والكتّاب والقضاة وسـائر الناس إلى جنازته، وكانت سر من رأى يومئذ شبيهةٌ بالقيامة.(شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشى61-29/60، عن أحسن القصص 4/304)

''ابومحمد حسن بن علی کی وفات جمعہ کے دن ۸/ربیع الاول کو ۲۶۰/ہجری میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر کل ۲۸/سال کی تھی۔ جب ان کی وفات کی خبر عام ہوئی تو سرمن رأی میں کہرام مچ گیا، ہرطرف ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی، بازار بند ہوگئے، دکانیں بند کردی گئیں، بنوہاشم، حکومت کے افسران، قاضی، عدلیہ کے لوگ اور دیگر تمام حضرات ان کے جنازے میں شریک ہوئے، سرمن رأی میں اس دن میدان حشر کا منظر تھا''۔

(16) خیرالدین زرکلی (متوفی:1396ھ)

خیرالدین زرکلی اپنی کتاب'' الأعلام''میں لکھتے ہیں:

الـحسـن بن على الهادى بن محمّد الجواد الحسينى الهاشمى :أبو مـحـمّد الإمام الحادى عشر عند الإماميّة، وُلِد فى المدينة وانتقل مع أبيه الهـادى إلـى سـامـرّاء فـى الـعـراق وكـان اسـمها مدينة العسكر؛ فقيل له العسكرى -كأبيه -نسبةً إليها .وبـويـع بالإمامة بعد وفاة أبيه، وكان على سنن سَلَفِه الصالح تقىً ونسُكاً وعبادة .وتُوفِّى بسامرّاء .

''حسن بن علی ہادی بن محمد جواد حسینی ہاشمی، ابومحمد امامیہ کے نزدیک گیارہویں امام ہیں، مدینہ منورہ میں ان کی ولادت ہوئی، اپنے والد ہادی کے ساتھ یہ سامراء منتقل ہوگئے جوعراق میں ہے جس کو عسکر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے اپنے والد کی طرح وہ بھی عسکری کہے جاتے ہیں۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ پر امامت

کی بیعت لی گئی، امام محترم تقوی، عبادت اور ریاضت میں اپنے سلف صالحین کے نقش قدم پر تھے۔امام موصوف کی وفات سامراء میں ہی ہوئی''۔

قال صاحب الفصول المهمّة :لمّا ذاع خبر وفاة الحسن ارتجّت سرّ مَن رأى(سامرّاء)،وقامت صيحة واحدة، وعُطّلت الأسواق، وغُلّقت الدكاكين، وركب بنو هاشم والقوّاد والكتّاب والقضاة وسائر الناس إلى جنازته، ودُفن في البيت الذي دُفن به أبوه. (الأعلام2/200)

''صاحب''الفصول المهمّة ''نے لکھا ہے:جب ان کی وفات کی خبر عام ہوئی تو سر من رأی میں کہرام مچ گیا، ہر طرف ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی، بازار بند ہو گئے ،دکانیں بند کر دی گئیں، بنو ہاشم ،حکومت کے افسران، قاضی، عدلیہ کے لوگ اور دیگر تمام حضرات ان کے جنازے میں شریک ہوئے ،اور پھر انھیں اسی گھر میں دفن کیا گیا جس میں ان کے والد مدفون ہیں''۔

(17) محمد بن عبد الغفار ہاشمی حنفی

محمد بن عبد الغفار ہاشمی حنفی اپنی کتاب'' أئمّة الهدى ''میں لکھتے ہیں:

وكثر أتباعه، وذاع صِيتُه، واتّجهت إليه الأنظار، ودسّ له المعتمد العبّاسي سُمّاً فتُوفّي منه. (شرح إحقاق الحقّ للسيّد المرعشي 12/475 عن أئمّة الهدى 138)

''امام محترم کے متبعین کی بڑی کثرت تھی،ان کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا، چاروں طرف سے نظریں ان کی طرف اٹھتی تھیں۔معتمد عباسی خلیفہ نے دسیسہ کاری کی ،انھیں زہر دلوادیا، جس سے ان کی وفات ہوگئ''۔

(18) محمد ابو الہدی افندی

محمد ابو الہدی افندی اپنی کتاب'' ضوء الشمس ''میں لکھتے ہیں:

قد علم المسلمون فی المشرق والمغرب أنّ رؤساء الأولیاء وأئمّة الأصفیاء من بعده علیه الصلاة والسلام من ذرّیّته وأولاده الطاهرین، یتسلسلون بطناً بعد بطن، وجیلاً بعد جیل، إلی زمننا هذا. وهم الأولیاء بلا ریب، وقادتهم إلی الحضرة القدسیّة المحفوظة من الدَنَس والعَیب، ومَن فی الأولیاء الصدر الأوّل بعد الطبقة المشرفة بصحبة النبی الکریم کالحسن والحسین والباقر والکاظم والصادق والجواد والهادی والتقی والنقی والعسکری. (شرح إحقاق الحقّ 621 /19، عن ضوء الشمس 1/119)

''مشرق ومغرب کے تمام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تمام بڑے اولیاء اور صاف وپاکیزہ ائمہ آپ کی ذریت طاہرہ میں سے ہوئے، ایک نسل سے دوسری نسل تک یہ سلسلہ جاری رہا اور آج بھی ہمارے دور تک جاری ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ قیادت ہر عیب وآلائش سے پاک ہے، نبی اکرم ﷺ کے دور میں جو اولیائے کرام تھے، اس اولین طبقہ کے بعد جن کو یہ شرف حاصل ہوا، وہ ہیں: امام حسن، امام حسین، امام باقر، امام کاظم، امام صادق امام جواد، امام ہادی، امام تقی، امام نقی اور امام عسکری''۔

(19) عارف احمد عبدالغنی

عارف احمد عبدالغنی اپنی کتاب'' **الجوهر الشفّاف فی أنساب السادة الأشراف**'' میں امام عسکری علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کان من الزهد والعلم علی أمر عظیم، وهو والد الإمام المهدی، ثانی عشر الأئمّة عند الإمامیّة وهو القائم المنتظر عندهم. (الجوهر الشفاف فی أنساب السادة الأشراف 161-1/160)

''امام موصوف زہد وعلم کے اعلی مقام پر فائز تھے، وہ امام مہدی کے والد تھے جو اما

میہ کے نزدیک بارہویں امام اوران کی نظر میں قائم منتظر ہیں‘‘۔

(20) یونس احمد سامرائی

یونس احمد سامرائی اپنی کتاب’’ **سامرّاء فی أدب القرن الثالث**‘‘میں جو جامعہ بغداد کے تعاون سے شائع ہوئی ہے،اس میں سامراء کی طرف عسکری کی نسبت کے تعلق سے لکھتے ہیں:

(فالعسكرى) نسبة إلى العسكر وهو -كما مر بنا -مِن أسماء سامرّاء ...

’’عسکری کی نسبت عسکر کی طرف ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں،وہ سامراء کا ہی ایک نام ہے‘‘۔

آگے لکھتے ہیں:

وقد حمل هذهِ النسبة جماعة من الأجلاّء منهم:أبو الحسن على الهادى بن محمّد الجواد العسكرى وابنه الحسن العسكرى وأبو القاسم محمّد بن الحسن العسكرى وهو المهدى المنتظر. (سامرّاء فى أدب القرن الثالث الهجرى،ص:46)

’’عسکری کی اس نسبت سے کئی ایک جلیل القدر حضرات معروف ہیں جیسے ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد عسکری،ان کے بیٹے حسن عسکری اور ابوالقاسم محمد بن حسن عسکری اور وہی مہدی منتظر ہیں‘‘۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

كما تُوفِّى فيها ودُفن عدد غير قليل من الأفاضل والعلماء المحدّثين والقضاة واللغويّين و ...منهم أبو الحسن على بن محمّد العسكرى وابنه أبو محمّد الحسن بن على العسكرى والد المنتظر. (سامرّاء فى أدب القرن

الثالث الھجری،ص:70)

''سامراء میں کئی ایک فضلاء،علماء،محدثین،قضاۃ اور ماہرین لغت نے وفات پائی ہے اوراسی سرزمین مین مدفون ہیں جیسے ابوالحسن علی بن محمد عسکری،ان کے بیٹے ابومحمد حسن بن علی عسکری منتظر کے والد''۔

امام محترم کی مدح وثنا میں اقوال وکلمات بےشمار ہیں،لیکن طوالت کے خوف سے ہم صرف مذکورہ بالا اقوال پراکتفا کرتے ہیں۔

فصل یازدہم

اہل بیت کے بارہویں امام

مہدی منتظر محمد بن حسن علیہ السلام

فکر اسلامی میں عقیدۂ مہدویت

سرسری جائزہ

جن مسائل پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، ان میں ایک مسئلہ آخری زمانے میں امام مہدی کے ظہور کا بھی ہے جو دنیا میں اس وقت عدل وانصاف کا نظام قائم کریں گے جب وہ ظلم وناانصافی سے بھر چکی ہوگی۔

مہدویت کا مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عترت میں سے ایک شخص آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے، اللہ کی سچی حکومت قائم کریں گے اور جو روئے امین ایک طویل عرصے سے جس عدل وانصاف سے محروم چلی آ رہی ہوگی، اسے عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ یہ نظریہ اور عقیدہ بدیہی ہے جس پر مسلمانوں کے تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اس کا انکار جہل وضلالت ہے، اسلام کی واضح شاہ راہ سے انحراف ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔

اس مسئلے میں احادیث شریفہ متواتر ہیں، مزید برآں اس کی بیشتر سندیں علمائے اسلام کی صراحت کے مطابق صحیح ہیں۔ چوں کہ اس مسئلہ پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اور یہ مسئلہ اسی طرح واضح ہے جس طرح سورج رابعۃ النہار پر روشن ہوتا ہے، اس لیے ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ اس کے حق میں ثبوت اور دلائل پیش کیے جائیں، لیکن افادے کے نقطۂ نظر سے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس سلسلے میں چند علماء کے اقوال اور بعض ضروری احادیث پیش کردی جائیں:

☆ حافظ ابوالحسن آبری (متوفی: 363ھ) لکھتے ہیں:

قد تواترت الأخبار واستفاضت بكثرة رواتها عن المصطفى صلّى الله عليه وسلّم فى المهدى، وأنّه من أهل بيته، وأنّه يملک سبع سنين،

ویملأ الأرض عدلاً، وأنّ عیسی علیه الصلاة والسلام یخرج فیساعده علی قتل الدجّال، وأنّه یؤمّ هذہِ الأمّة وعیسی خلفه فی طول مِن قصّته وأمره.

''امام مہدی کے بارے میں احادیث متواتر ہیں اور مصطفیٰ ﷺ سے بہ کثرت روایات مروی ہیں کہ وہ اہل بیت میں سے ہوں گے، سات سالوں تک حکومت کریں گے ،زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے،اسی درمیان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا جو دجال کو قتل کرنے میں امام مہدی کی مدد کریں گے،امام مہدی ہی اس وقت امت کی امامت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے ہوں گے''۔اس طرح آبری نے امام مہدی کا واقعہ تفصیل سے ذکر کیا ہے۔(حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کا یہ قول اپنی کتاب'' تھذیب التھذیب ''[7/133] میں نقل کیا ہے)

☆امام قرطبی اپنی تفسیر میں سورہ توبہ کی آیت (33) کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں:

وقیل:المهدی هو عیسی فقط، وهو غیر صحیح؛ لأنّ الأخبار الصحاح قد تواترت علی أنّ المهدی من عترة رسول الله صلّی الله علیه وسلّم، فلا یجوز حمْله علی عیسی. (الجامع لأحکام القرآن 8/113)

''کہا گیا ہے کہ امام مہدی صرف عیسیٰ علیہ السلام ہیں،لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ صحیح احادیث میں تواتر کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ امام مہدی رسول اللہ ﷺ کی عترت میں سے ہوں گے لہذا ان کو عیسیٰ علیہ السلام پر محمول کرنا جائز نہیں ہے''۔

☆کتانی نے مہدی سے متعلق احادیث کے متواتر ہونے کی بات حافظ سخاوی،محمد بن احمد سفارینی حنبلی اور محمد بن علی شوکانی وغیرہ سے نقل کرنے کے بعد اپنا نقطۂ نظر اس طرح واضح کرتے ہیں:

والحاصل أنّ الأحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متواترة، وکذا الواردة فی الدجّال، وفی نزول سیّدنا عیسی بن مریم علیهما السلام. (نظم

المتناثر من الحديث المتواتر، ص:229-228)

''مختصر یہ کہ مہدی منتظر سے متعلق احادیث متواتر ہیں،اسی طرح دجال کے خروج اور سیدنا عیسی ابن مریم علیہ السلام کے نزول سے متعلق بھی احادیث متواتر ہیں''۔

امام مہدی علیہ السلام کی احادیث کے متواتر ہونے سے متعلق یہ تو چند علماء کے اقوال تھے، رہا سوال ان احادیث کا جو امام مہدی کے سلسلے میں مروی ہیں تو ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جارہا ہے:

☆امام احمد نے اپنی مسند میں اپنی سند سے ابوسعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتّى تمتلىء الأرض ظلماً وعدواناً، قال:ثمّ يخرج رجل من عترتي أو من أهل بيتي يملؤها قِسطاً وعدلاً كما مُلئتْ ظلماً وعدوان. (مسند أحمد3/36)

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین ظلم وسرکشی سے بھر نہیں جاتی، پھر میری عترت یا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کھڑا ہوگا اور وہ اسی طرح زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وناانصافی سے بھری ہوگی''۔

اس حدیث کی تخریج ابن حبان نے اپنی صحیح[15/236] میں،اور امام حاکم نے اپنی مستدرک[4/557] میں کی ہے۔امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے،امام ذہبی نے تلخیص مستدک [4/557] میں اس حکم سے اتفاق ظاہر کیا ہے اور شیخ البانی نے سلسلہ صحیحہ [4/39-40، رقم الحدیث:1529] میں دونوں سے اپنی موافقت کی بات کہی ہے۔

☆ مجمع زوائد میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُبشّركم بالمهدي يُبعث على اختلاف من الناس وزلازل، فيملأ الأرض قسطاً وعدلاً كما مُلئتْ جوراً وظلماً، يرضى عنه ساكن السماء

وساكن الأرض يُقسِّم المال صِحَاحَاً، قال له رجل :ما صحاحاً؟قال : بالسويّة بين الناس، ويملأ الله قلوب أُمّة محمّد صلّى الله عليه وسلّم غناء ً، ويسعهم عدلُه، حتّى يأمر منادياً فينادى فيقول:مَن له فى مال حاجة؟ فما يقوم من الناس إلاّ رجل واحد فيقول أنا، فيقول:إئتِ السدان يعنى الخازن فقل له:إنّ المهدى يأمرک أنْ تعطينى مالاً، فيقول له احُثُ حتّى إذا جعله فى حجره وأبرزه ندم فيقول: كنتُ أجشع أمّة محمّد نفساً أو عجز عنّى ما وسعهم قال فيردّه فلا يقبل منه فيقال له:إنّا لا نأخذ شيئاً أعطيناه، فيكون كذلک سبع سنين أو ثمان سنين أو تسع سنين، ثمّ لا خير فى العيش بعده، أو قال ثمّ لا خير فى الحياة بعده.(المسند، 3:37، رقم 11344)

''میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں اختلاف واضطراب کے زمانہ میں بھیجے جائیں گےتو وہ زمین کوعدل وانصاف سے بھر دیں گےجس طرح وہ (ان سے پہلے)ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ زمین اور آسمان والے ان سے خوش ہوں گے۔ وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دیں گے (یعنی اپنی عطا میں وہ کسی سے امتیاز نہیں برتیں گے) اللہ تعالیٰ (اُن کے دورِخلافت میں) میری امت کے دلوں کو استغناء و بے نیازی سے بھر دے گا۔ (اور بغیر امتیاز و ترجیح کے) اُن کا انصاف سب کو عام ہوگا۔ وہ اپنے منادی کو حکم دیں گے کہ عام اعلان کردے کہ جسے مال کی حاجت ہو (وہ مہدی کے پاس آ جائے اس اعلان پر)مسلمانوں کی جماعت میں سے بجز ایک شخص کے کوئی بھی نہیں کھڑا ہوگا۔ مہدی اس سے فرمائیں گے، خازن کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ مہدی نے مجھے مال دینے کا تمہیں حکم دیا ہے (یہ شخص خازن کے پاس پہنچے گا) تو خازن اس سے کہے گا:اپنے دامن میں (حسب تمنا) بھر لے چنانچہ وہ (حسب خواہش)دامن میں بھر لے گا اور خزانے سے باہر لائے گا تو اسے (اپنے اس عمل پر)ندامت ہوگی اور (اپنے دل میں کہے گا کیا) امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں سب سے بڑھ کر لالچی اور حریص میں ہی ہوں یا

یوں کہے گا: میرے ہی لیے وہ چیز نا کافی ہے جو دوسروں کے واسطے کافی ووافی ہے۔(اس ندامت پر) وہ مال واپس کرنا چاہے گا۔مگراس سے یہ مال قبول نہیں کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ہم دے دینے کے بعد واپس نہیں لیتے۔ (امام) مہدی عدل وانصاف اور احسان وعطا کے ساتھ آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے۔ان کی وفات کے بعد زندگی میں کوئی خیر (یعنی لطفِ زندگی) باقی نہیں رہے گا''۔

ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے کافی اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے،امام احمد نے اسے کئی ایک سندوں نے ذکر کیا ہے ،مسند ابویعلی میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ منقول ہے،دونوں کے رجال ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد7/313)

☆امام ابوداود نے اپنی سنن میں اپنی سند سے ام سلمہؓ سے روایت ذکر کی ہے،وہ بیان کرتی ہیں:

سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول:المهدى مِن عترتى مِن وُلْد فاطمة .(سنن أبى داود2/310)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ امام مہدی عترت میں سے فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے''۔

اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ نے اپنی سنن [4/154] میں اور امام حاکم نے اپنی مستدرک [4/557] میں کی ہے۔شیخ البانی کہتے ہیں کہ یہ سند جید ہے،اس کے تمام راوی ثقہ ہیں،اور اس کے شواہد بھی بہت ہیں [سلسلہ ضعیفہ:1/181]۔سیر اعلام النبلاء [10/663] کے محقق نے بھی اس حدیث کی سند کو جید لکھا ہے۔

امام مہدی سے متعلق احادیث بہت ہیں،اکابر محدثین نے ان کی صحت پر اجماع کیا ہے۔

شیخ البانی پانچ بڑے محدثین: ترمذی،ذہبی،حاکم،ابن حبان اور ابن تیمیہ کی جانب سے احادیث مہدی کی تصحیح کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فهؤلاء خمسة من كبار أئمّة الحديث قد صحّحوا أحاديث خروج

المهدی و معهم أضعافهم من المتقدّمین و المتأخّرین.

''یہ پانچ بڑے ائمۂ حدیث ہیں جنھوں نے امام مہدی کے ظہور سے متعلق احادیث کو صحیح کہا ہے، ان کی تائید میں بہت سے علمائے متقدمین اور متاخرین نے بھی ان کی صحت کا اقرار کیا ہے۔ میں ذیل میں بعض ایسے ناموں کا ذکر کر رہا ہوں:

(۱) ابوداود نے، سنن میں (احادیث مہدی پر انھوں نے سکوت اختیار کیا ہے)

(۲) عقیلی نے

(۳) ابن العربی نے عارضۃ الأحوذی میں

(۴) قرطبی نے جیسا کہ سیوطی کی اخبار المہدی میں ہے۔

(۵) طیبی نے جیسا کہ شیخ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح میں ہے۔

(۶) ابن قیم الجوزیہ نے المنار المنیف میں، احادیث مہدی کی تکذیب کرنے والوں کی تردید کی ہے۔

(۷) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں۔

(۸) ابوالحسن آبری نے مناقب شافعی میں جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

(۹) شیخ ملا علی قاری نے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے۔

(۱۰) سیوطی نے العرف الوردی میں۔

(۱۱) علامہ ک پوری نے تحفۃ الاحوذی میں۔ ان کے علاوہ بھی بہت بڑی تعداد ہے ان علماء اور محدثین نے جنھوں نے اس موضوع کی احادیث کو صحیح کہا ہے۔

(سلسلة الأحادیث الصحیحة للألبانی 4/41 ، فی تعلیقه علی حدیث 1529)

ایسی صورت میں الٰہی حکومت کے قیام کے لیے آخری زمانے میں مہدی منتظر کے ظہور پر کسی گفتگو کی ضرورت نہیں ہے، اسی لیے ہم یہاں گزشتہ فصول کی طرح کبار علمائے اہل سنت کے اقوال ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی مدح وثنا میں نقل کرنے کو نظر انداز کر کیا امام مہدی کی ولادت کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہیں جو ہمارے اہل سنت بھائیوں کے یہاں

قبول اور عدم قبول کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔

امامیہ اثنا عشری شیعہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امام مہدی منتظر کی ولادت ہوچکی ہے اور وہ ہیں محمد بن حسن عسکری علیہ السلام، وہ زندہ ہیں لیکن نگاہوں سے غائب ہیں، علمائے اہل سنت کی خاصی بڑی تعداد امامیہ کے ان نظریے کی موید ہے۔

اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام محمد بن حسن عسکری علیہ السلام کے مختصر حالات تحریر کردیے جائیں:

امام علیہ السلام کی معرفت کا دریچہ

وہ ہیں: محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن علی بن ابی طالب علیہم جمیعاً سلام اللہ.

امام علیہ السلام کی ولادت ''سرّ مَن رأی'' میں ۱۵ر شعبان ۲۵۵ر ہجری کو ہوئی۔

ان کی والدہ کا نام نرجس بتایا گیا ہے۔

ان کے فخر وشرف کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کے پیٹ سے آل محمد ﷺ کے مہدی نے جنم لیا ہے جو انسانیت کے مسیحا ہیں۔

امام سلام اللہ علیہ کے القاب مہدی، حجت، خلف، منتظر اور قائم وغیرہ ہیں۔

ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

امام علیہ السلام کو مسلمانوں کا امام سنہ ۲۶۰ر ہجری میں اس وقت تسلیم کیا گیا جب ان کے والد امام عسکری علیہ السلام کی وفات ہوگئی، اس وقت ا کی عمر پانچ سال کی تھی۔

امام علیہ السلام کی غیبوبت صغری اسی دن سے شروع ہوگئی تھی جس دن ان کے والد امام حسن عسکری کی وفات ہوئی تھی اور وہ ربیع الاول کی ۸ر تاریخ تھی اور سنہ ہجری ۲۶۰ر تھا۔

غیبوبت صغری کا وقفہ اور دورانیہ ۶۹ر سالوں پر محیط ہے۔ اس دوران امام علیہ السلام

نے اپنے اور اپنے متبعین اور غلاموں کے درمیان رابطے کے لیے مندرجہ ذیل چار سفراء کی تعیین فرمائی:

(۱) شیخ موثوق بہ ابوعمرو عثمان بن سعید عمری رحمہ اللہ.

(۲) شیخ موثوق بہ ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید عمری رحمہ اللہ.

(۳) شیخ موثوق به ابو القاسم حسین بن روح رحمه الله.

(۴) شیخ موثوق بہ ابوالحسن علی بن محمد سمری رحمہ اللہ۔(الغیبة للشیخ الطوسی 353-393)

غیبوبت صغری کا یہ وقفہ سنہ ۳۲۹ رہجری میں اس وقت ختم ہوا جب چوتھے سفیر کی وفات ہوگئی۔(الغیبة للشیخ الطوسی394-393)

اس وقفہ کو غیبوبت صغری سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقفے میں لوگوں کے لیے ممکن تھا کہ وہ ان سفراء کے ذریعے امام سے رابطہ رکھ سکیں۔

ان چاروں سفراء کا کام یہ تھا کہ امام علیہ السلام کے متبعین سے تحریری صورت میں سوالات حاصل کر کے امام علیہ السلام تک پہنچا دیتے تھے۔

امام علیہ السلام سوال کے اسی ورق پر جواب لکھ کر دستخط فرما دیا کرتے تھے، اسی لیے ان کو ''توقیعات'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

چوتھے سفیر کی وفات کے بعد غیبوبت کبری شروع ہوتی ہے جو اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ ان کے ظہور کی اجازت نہ دے۔

امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے متعلق کبار علمائے اہل سنت کے اقوال

امامیہ شیعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام مہدی کی ولادت ہو چکی ہے اور وہ ہیں: امام محمد بن حسن عسکری، ائمۂ اہل بیت میں سے بارہویں امام۔امامیہ کے نزدیک نبی اکرم

ﷺ کی حدیث کے مطابق امام بارہ ہوں گے، پہلے امام علی بن ابی طالب ہیں اور آخری امام مہدی منتظر۔

کبار علمائے اہل سنت کی ایک جم غفیر ٹھیک وہی بات کہتی ہے جو امامیہ شیعہ کہتے ہیں کہ مہدی منتظر کی ولادت ہوچکی ہے اور وہ محمد بن حسن عسکری ہیں لیکن وہ نظروں سے غائب ہیں جب کہ ان کا ایک گروہ محمد بن حسن کی ولادت کا قائل ہے لیکن ان کی مہدویت کا منکر ہے یا اس پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ان حضرات کے نظریے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی آخری زمانے میں پیدا ہوں گے،ان کے اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمین اس طویل فترت میں کسی امام اور حجت سے خالی ہے حالانکہ یہ نظریہ نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ آیا ہے:

مَن مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتةً جاهليّة.

''جو اس حال میں مر گیا کہ اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا،اس کی موت جاہلیت پر ہوئی''۔

یہ حدیث اپنے مضمون کے اعتبار سے فریقین کے نزدیک متواتر کا درجہ رکھتی ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ امام ہر دور اور ہر زمانے میں موجود رہیں گے۔(حدیث اگرچہ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے لیکن اس سے صرف ایک ہی مضمون سامنے آتا ہے۔مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:صحیح ابن حبان[10/434]،مسند ابی داود[259]اور ابن ابی عاصم کی کتاب'' السُنّة بتحقيق الألبانی''[489])

عن قریب یہ بات قارئین پر واضح ہوجائے گی کہ وہ تمام حضرات جو محمد بن حسن کی ولادت کے قائل ہیں(اللہ جلد ہی ان کا ظہور عمل میں لائے)چاہے وہ مہدویت کا انکار کرنے والر ہوں یا اس مسئلے پر خاموش رہنے والے ہوں،ان میں سے کوئی ان کی وفات کا ذکر نہیں کرتا بلکہ اس سلسلے میں وہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو تیر تکے چلا کر ان کی وفات کے سلسلے میں کہانت کا رویہ اپنایا ہے۔ان شاء اللہ اپنی جگہ ہر

ان کا کلام آگے زیر بحث لایا جائے گا۔

یہ اپنے میں خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہی بات حق ہے جو شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ امام سلام اللہ علیہ زندہ ہیں لیکن نظروں سے غائب ہیں۔

پھر یہ بعض لوگ جن کی نگاہوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور جو اپنی سرکشی میں اندھے ہو گئے ہیں، محمد بن حسن کی ولادت کا سے انکار کر کے راحت محسوس کر رہے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ حسن عسکری اپنا کوئی وارث چھوڑے بغیر وفات پا گئے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ ان کی یہ ایک مایوسی بھری کوشش ہے تا کہ اثنا عشریہ کے عقیدہ کو غلط ثابت کر سکیں اور یہ دعوی کر سکیں کہ اثنا عشریہ کا کوئی بارہواں امام نہیں ہے۔

حقیقت میں یہ فصل صرف جھوٹ اور بہتان کی تردید پر مشتمل ہے جس کے گھڑنے والوں نے چمک دار نور الٰہی کو ڈھکنے کی کوشش کی ہے لیکن تاریکی میں اتنا دم خم کہاں کہ وہ اس شعلے کو بجھا سکے اور باطل میں کہاں اتنی طاقت ہے کہ وہ حق پر غالب آ سکے، خواہ باطل کی تگ و تاز ایک لمحہ کے لیے کیوں نہ ہو لیکن اس کے مقابلے میں حق کی سطوت روز قیامت تک باقی رہے گی۔

قارئین محترم آیئے اور رحمان کی فیض رسانیوں کا مشاہدہ کیجئے، اپنی آنکھوں سے اس جماعت کے ان اقوال کو دیکھئے جو مہدی علیہ السلام کی ولادت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، اس سے ہر اس شخص کے نظریے کی جڑ کٹ جائے گی جس کی بصیرت ختم ہو گئی ہے، اور جس کے نفس نے اسے حقیقت میں تحریف کرنے پر آمادہ کیا ہے اور جس کے قلم نے فضیحت والے جھوٹ سے کاغذ سیاہ کیے ہیں۔

قارئین محترم کے سامنے صاف اور واضح نظریہ آ جائے، اس کے لیے ہم نے ان کے اقوال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

پہلے حصہ میں ان کبار علمائے اہل سنت کے اقوال پیش کیے جائیں گے جو امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کے قائل ہیں لیکن ان کی مہدویت کے منکر ہیں یا اس مسئلے میں

خاموش ہیں۔

دوسرے حصے میں ان کبار علمائے اہل سنت کے اقوال پیش کیے جائیں گے جو محمد بن حسن کی ولادت کے بھی قائل ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ مہدی منتظر صلوات اللہ وسلامہ علیہ وہی ہیں۔

دونوں گروہوں میں نقطۂ اشتراک یہی ہے کہ دونوں امام مہدی کی ولادت شریفہ کے قائل ہیں۔

قسم اول

ان کبار علمائے اہل سنت کے اقوال جو امام محمد بن حسن علیہ السلام کی ولادت کے قائل ہیں لیکن ان کی مہدویت کے منکر یا اس پر سکوت اختیار کیے ہوئے ہیں

(1) ابن ازرق فارقی (متوفی: بعد 577ھ)

ابن ازرق فارقی اپنی تاریخ ''تاريخ ميّا فارقين'' میں لکھتے ہیں:

إنّ الحجّة المذكور ولد تاسع شهر ربيع الأوّل سنة: ثمان وخمسين ومئتين، وقيل: ثامن شعبان سنة: ست وخمسين، وهو الأصح.

''حجت مذکور کی ولادت ۹ ربیع الاول سنہ ۲۵۸ ہجری میں ہوئی، بعض حضرات نے تاریخ ولادت ۸ شعبان سنہ ۲۵٦ ہجری لکھی ہے اور یہی صحیح ہے''۔

(ابن خلکان نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن ان کے نام کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ کتب تراجم میں دو حضرات ایسے ہمیں ملتے ہیں جو اس کنیت کے حامل ہیں: (۱) عبداللہ بن محمد بن عبدالوارث فارقی (متوفی: 590ھ) جیسا کہ حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ذکر کیا ہے اور ''معجم المولفین [6/130] میں رضا کحالہ نے ان کی پیروی کی ہے۔ (۲) احمد بن یوسف بن علی (متوفی: بعد 577ھ) جیسا کہ ''الأعلام'' [1/273] کے مصنف نے ذکر کیا ہے۔ لیکن تحقیق اور متابعت کے بعد ہمیں احمد بن یوسف بن ازرق کی کتاب تاریخ ''میّا فارقین'' ملی جسے ڈاکٹر بدوی عبداللطیف، استاذ تاریخ اسلامی، کلیہ

اصول الدین اور مدیر جامعہ از ہر نے اپنی تحقیق سے شائع کیا ہے۔محقق نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ اس تاریخ سے ابن خلکان نے کئی مواقع پر اقتباسات نقل کیے ہیں، انھوں نے اس خاص جگہ کا بھی ذکر کیا ہے۔اس سے یہ متعین ہوجاتا ہے کہ ابن خلکان کی مراد احمد بن یوسف سے ہے۔ابن خلکان نے ان کا یہ قول ''وفیات الاعیان'' [4/30-31] میں نقل کیا ہے)

(2) شہاب الدین، ابوعبداللہ
یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی (متوفی:626ھ)

شہاب الدین، ابوعبداللہ، یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی اپنی کتاب ''**معجم البلدان**'' میں شہر عسکر سامراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وهذا العسكر يُنسب إلى المعتصم، وقد نُسب إليه قوم من الأجلاّء ، منهم: على بن محمّد بن على بن موسى بن جعفر بن محمّد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم، يُكنّى أبا الحسن الهادى، وُلد بالمدينة ونُقل إلى سامرّا، وابنه الحسن بن على ولد بالمدينة أيضاً، ونُقل إلى سامرّا؛ فَسُمِّيَا بالعسكريّين لذلک، فأمّا على فمات فى رجب سنة: 254، ومقامه بسامرّا عشرين سنة، وأمّا الحسن فمات بسامرّا أيضاً سنة: 260 هـ، ودُفنا بسامرّا، وقبورهما مشهورة هناک، ولولدهما المنتظر هناک مشاهد معروفة. (معجم البلدان: ج 6-5،ص328)

یہ عسکر منسوب کیا جاتا ہے عباسی خلیفہ معتصم کی طرف، بعض بڑے جلیل القدر علماء بھی اس کی طرف منسوب ہیں، ان میں سے ایک علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، ہیں، ان کی کنیت ابوالحسن ہادی ہے۔وہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور سامراء منتقل کردیے گئے، ان کے بیٹے حسن بن علی کی ولادت بھی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی، وہ بھی سامراء منتقل کردیے گئے تھے، اسی لیے دونوں

کوعسکری کہا جاتا ہے۔علی کی وفات رجب سنہ ۲۵۴ رہجری میں ہوئی ،بیس سال تک وہ سامراء میں رہے،حسن کی وفات بھی سامراء میں سنہ ۲۶۰ رہجری میں ہوئی ۔دونوں سامراء میں دفن کیے گئے ۔دونوں کی قبریں وہاں مشہور ہیں۔دونوں کے بیٹے منتظر کے مشاہد بھی وہاں معروف ہیں''۔

(3)ابن اثیر جزری (متوفی:630ھ)

ابن اثیر جزری اپنی کتاب'' الکامل فی التاریخ ''میں سنہ ۲۶۰ رہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفیھا تُوفِّی أبو محمّد العلوی العسکری، وھو أحد الأئمّة الاثنی عشر، علی مذھب الإمامیّة، وھو والد محمّد، الذی یعتقدونه المنتظر. (الکامل فی التاریخ7/274)

''اوراسی سنہ میں ابومحمد علوی عسکری نے وفات پائی،وہ امامیہ کے مذہب کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک تھے،وہ محمد کے والد تھے جن کوامامیہ امام منتظر سمجھتے ہیں''۔

(4)ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن خلکان(متوفی:681ھ)

ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن خلکان اپنی کتاب''وفیات الأ عیا ن''میں حجت منتظر کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

أبو القاسم محمّد بن الحسن العسکری بن علی الھادی بن محمّد الجواد المذکور قبله، ثانی عشر الأئمّة الاثنی عشر علی اعتقاد الإمامیّة، المعروف بالحجّة، وھو الذی تزعم الشیعة أنّه المنتظر والقائم والمھدی ...کانت ولادته یوم الجمعة منتصف شعبان سنة :خمس وخمسین ومئتین، ولمّا تُوفِّی أبوه ...کان عمره خمس سنین، واسم أُمّه:

خمط، وقيل:نرجس ...وذكر ابن الأزرق في(تاريخ ميّافارقين):أنّ الحجّة المذكور ولد تاسع شهر ربيع الأوّل سنة :ثمان وخمسين ومئتين، وقيل : في ثامن شعبان، وهو الأصح. (وفيّات الأعيان32-4/31)

''ابوالقاسم محمد بن حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، امامیہ کے عقیدہ کے مطابق وہ بارہویں امام ہیں، جو حجت کے لقب سے مشہور ہیں، یہی وہ محمد ہیں جن کو شیعہ منتظر، قائم اور مہدی سمجھتے ہیں۔ان کی ولادت جمعہ کے دن ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری کو ہوئی۔جب ان کے والد کی وفات ہوئی تو ان کی عمر پانچ سال کی تھی۔ان کی والدہ کا نام خمط یا نرجس تھا۔ابن ازرق نے ''تاریخ میافارقین'' میں ذکر کیا ہے کہ حجت مذکور کی ولادت ۹/ربیع الاول سنہ ۲۵۸/ہجری کو ہوئی۔ایک قول کے مطابق سنہ مذکور میں ۸/شعبان کو ہوئی اور یہی تاریخ زیادہ صحیح ہے''۔

(5) مورخ شہیر ابوالفداءعمادالدین اسماعیل بن علی (متوفی:732ھ)

مورخ شہیر ابوالفداءعمادالدین اسماعیل بن علی اپنی کتاب ''**المختصر فی تاریخ البشر**'' میں سنہ۲۵۴/ہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام حسن عسکری کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحسن العسكري المذكور هو والد محمّد المنتظر صاحب السرداب، والمنتظر ثاني عشرهم ويلقّب أيضاً القائم والمهدي والحجة، ومولد المنتظر سنة:خمس وخمسين ومئتين. (المختصر في أخبار البشر:مجلّد1، ج2، ص45)

''مذکور حسن عسکری والد ہیں محمد منتظر کے جو صاحب سرداب ہیں، منتظر بارہویں امام ہیں،ان کا لقب قائم، مہدی اور حجت ہے۔امام منتظر کی ولادت سنہ ۲۵۵/ہجری میں ہوئی''۔

(6) مورخ شہیر شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی: 748ھ)

مورخ شہیر شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی کتاب ''تاریخ الإسلام'' میں امام حسن عسکری کا ترجمہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

وأمّا ابنه محمّد بن الحسن الذی یدعوه الرافضة: القائم، الخَلَف، الحجّة، فوُلِد سنة: ثمان وخمسین، وقیل سنة: ست وخمسین، عاش بعد أبیه سنتَین ثمّ عُدِم، ولم یُعلم کیف مات. (تاریخ الإسلام: 19/113 حوادث السنوات 251-260ھ)

''ان کے بیٹے محمد بن حسن ہیں جن کو روافض قائم، خلف اور حجت کہتے ہیں۔ ان کی ولادت ۲۵۸ رہجری یا ۲۵۶ رہجری میں ہوئی۔ اپنے والد کے بعد وہ دو سال لوگوں کے سامنے رہے اور پھر غائب کردیے گئے۔ البتہ یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان کی وفات کیسے ہوئی''۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی اپنی دوسری کتاب ''العبر فی خبر مَن غبر'' میں سنہ ۲۵۶ رہجری کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفیها (أی تُوفّی) محمّد بن الحسن العسکری بن علی الهادی بن محمّد الجواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق العلوی الحسینی أبو القاسم، الذی تُلقّبه الرافضة: الخلف، الحجّة، وتلقّبه بالمهدی وبالمنتظر، وتلقّبه بصاحب الزمان، وهو خاتمة الاثنی عشر، وضلال الرافضة ما علیه مزید، فإنّهم یزعمون أنّه دخل السرداب الذی بسامرّاء فاختفی وإلی الآن. وکان عمره لمّا عُدِم تسع سنین أو دونه. (العبر 1/381).

''اور اسی سنہ میں محمد بن حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علوی حسینی ابوالقاسم کی وفات ہوئی جن کا لقب روافض خلف، حجت، مہدی، منتظر

،صاحب زمان بتاتے ہیں۔وہ آخری بارہویں امام تھے۔روافض کی گمراہی اس سے کچھ سوا ہے،ان کا خیال ہے کہ وہ سامراء میں موجود تہہ خانے میں داخل ہوگئے اور آج تک وہیں روپوش ہیں۔جب وہ غائب ہوئے تو ان کی عمر نو سال یا اس سے کچھ کم تھی‘‘۔

کوئی حرج نہیں اگر یہاں تھوڑی دیر رک کر ذہبی کے کلمات کا تجزیہ کرلیں۔یہاں ہم سرداب والے جھوٹ پر بات نہیں کرین گے جسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو حسد اور نفرت سے آزاد ہے۔البتہ شیخ الاسلام سے جو ہمارے اوپر ضلالت اور خرافات پھیلانے کا الزام عائد کرتے ہیں،یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں بتائیں کہ امام حجت کی وفات کیسے ہوئی ،کیوں کہ ان کی وفات کی کیفیت کا علم کسی کو نہیں ہے؟ کاش ہمیں وہ یہ بھی بتاتے کہ ان کی قبر کہاں ہے؟ یہ ان کے تمام آباء واجداد کی قبریں ہیں،جو معروف ومعلوم ہیں،پھر ان کی قبر کیسے ضائع ہوگئی جب کہ یہ اس پاکیزہ نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس سے محبت کرنے کو اللہ نے اپنی کتاب محکم میں واجب قرار دیا ہے۔کیا ذہبی کو اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ ان کی ولادت ہوئی ہے؟ کیا وہ اس کا اقرار نہیں کرتے ہیں کہ وہ غائب کردیے گئے تھے؟ پھر ان کے لیے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ان کی طرف موت کی نسبت کی جائے۔کیا یہ معدوم ہونے کی گواہی نہیں ہے جو تمام لوگوں کے نزدیک صحیح نہیں ہے پھر ذہبی کے نزدیک کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔

(7)زین الدین عمر بن مظفر معروف بہ ابن الوردی(متوفی:749ھ)

زین الدین عمر بن مظفر معروف بہ ابن الوردی اپنی تاریخ میں سنہ۲۶۰رہجری کے بڑے واقعات کے ضمن میں امام حسن عسکری کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحسن العسكري والد محمّد المنتظر صاحب السرداب، والمنتظر ثاني عشرهم، ويلقّب أيضاً القائم، والمهدي، والحجّة، ومولد المنتظر سنة: خمس وخمسين ومئتين. (تاريخ ابن الوردى.1/319)

’’حسن عسکری جو محمد منتظر صاحب سرداب، منتظر اور بارہویں امام کے والد تھے۔ ان کا لقب قائم، مہدی اور حجت ہے۔ منتظر کی ولادت سنہ ۲۵۵ہجری میں ہوئی‘‘۔

(8) صلاح الدین، خلیل بن ایبک صفدی (متوفی: 764ھ)

صلاح الدین، خلیل بن ایبک صفدی اپنی کتاب ’’ **الوافی بالوفیات** ‘‘ میں امام حسن عسکری کا ترجمہ درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأمّا ابنه محمّد الحجّة الخَلَف الذی تدّعیه الرافضة، فوُلِد سنة: ثمان وخمسین، وقیل: ست وخمسین، عاش بعد أبیه سنتین، ومات. عُدِمَ ولم یُعْلَم کیف مات. (الوافی بالوفیات 12/113)

’’رہے ان کے بیٹے محمد حجت، ان کے جانشین جن کے بارے میں روافض دعوی کرتے ہیں، ان کی ولادت سنہ ۲۵۸ہجری میں ہوئی، ایک دوسرے قول کے مطابق ان کی ولادت سنہ ۲۵۶ہجری میں ہوئی۔ وہ اپنے والد کی وفات کے بعد دو سال زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے، معلوم نہیں کہ ان کی وفات کیسے ہوئی‘‘۔

ذہبی کے کلام پر جو حاشیہ لگایا جا چکا ہے، وہی حاشیہ یہاں بھی لگا لیں۔

(9) حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی: 852ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اپنی کتاب ’’ **لسان المیزان** ‘‘ میں کذاب جعفر کا ترجمہ درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أخو الحسن الذی یُقال له العسکری، وهو الحادی عشر من الأئمّة الإمامیّة ووالد محمّد صاحب السرداب. (لسان المیزان 2/119)

’’وہ بھائی ہے حسن کا جن کو عسکری کہا جاتا ہے اور جو امامیہ کے نزدیک گیارہویں امام ہیں اور محمد صاحب سرداب کے والد ہیں‘‘۔

(10) نورالدین عبدالرحمان بن احمد بن قوام الدین دشتی جامی حنفی (متوفی: 898ھ)

نورالدین عبدالرحمان بن احمد بن قوام الدین دشتی جامی حنفی اپنی کتاب'' شواهد النبوّة''میں لکھتے ہیں:

وی إمام دوازدهم است، وکنیت وی أبو القاسم است، ولقّبه الإماميّة بالحجّة، والقائم، والمهدی، والمنتظر، وصاحب الزمان .وهو عندهم خاتم الاثنی عشر إماماً، وإنّهم يزعمون أنّه دخل السرداب الذی فی سرّ مَّن رأی، وأمّه تنظر إليه فلم يخرج إليها، وذلک فی سنة :خمس وستّين ومئتين، وقيل :فی سنة :ست وستّين ومئتين، وهو الأصح، فاختفى إلى الآن على زعمهم .مادر وی أمّ ولد بوده است، صيقل نام، وقيل : سوسن، وقيل:نرجس، وقيل غير ذلک، وولادت وی در سر مَن رأی بوده است، فی الثالث والعشرين من رمضان سنة :ثمان وخمسين ومئتين.(شواهد النبوّة 405-404)

''وہ بارہویں امام ہیں،ان کی کنیت ابوالقاسم ہے،ان کا لقب امامیہ نے حجت،قائم، مہدی،منتظر،صاحب زمان بتایا ہے۔ان کے نزدیک وہ آخری بارہویں امام ہیں،ان کا خیال ہے کہ وہ سرمن رائی میں موجود سرنگ میں داخل ہوگئے تھے،ان کی ماں وہاں سے نکلنے کا انتظار کرتی رہیں لیکن وہ باہر نہیں نکلے۔یہ واقعہ سنہ ۲۶۵ رہجری کا ہے،ایک دوسرے قول کے مطابق سنہ ۲۶۶ رہجری کا ہے اور یہی دوسرا قول زیادہ صحیح ہے۔ان کا خیال ہے کہ وہ آج تک نگاہوں سے غائب ہیں۔ان کی والدہ ام ولد تھیں،ان کا نام صیقل،سوسن یا نرجس تھا۔ان کے کچھ مزید نام بتائے گئے ہیں۔ان کی ولادت سرمن رائی میں ۲۳ ر رمضان سنہ ۲۵۸ رہجری میں ہوئی تھی''۔

(11) شمس الدین محمد بن طولون دمشقی حنفی (متوفی:953ھ)

شمس الدین محمد بن طولون دمشقی حنفی اپنی کتاب "الأئمّة الاثنا عشر" میں لکھتے ہیں:

وثانی عشرهم ابنه محمّد بن الحسن، وهو أبو القاسم محمّد بن الحسن بن علی الهادی بن محمّد الجواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب، رضی الله عنهم.

ثانی عشر الأئمّة الاثنی عشر، علی اعتقاد الإمامیّة، المعروف بالحجّة وهو الذی تزعم الشیعة أنّه المنتظر، والقائم، والمهدی...

کانت ولادته -رضی الله عنه -یوم الجمعة منتصف شعبان سنة: خمس وخمسین ومئتین، ولمّا تُوفِّی أبوه المتقدّم ذکره -رضی الله عنهما -کان عمره خمس سنین.

"بارہویں امام ،امام عسکری کے بیٹے محمد بن حسن ہیں۔ان کا نام ونسب یہ ہے: ابوالقاسم محمد بن حسن بن علی الہادی بن محمد جواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

امامیہ کے عقیدے کے مطابق وہ بارہویں امام ہیں جو حجۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔

یہی وہ امام ہیں جن کے بارے میں شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ وہ امام منتظر، امام قائم اورامام مہدی ہیں۔ان کو صاحب سرداب بھی کہا جاتا ہے۔

ان کے سلسلے میں شیعہ حضرات کے بہت سے اقوال ہیں۔وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ آخری زمانے میں سر من رأی میں موجود سرداب سے ان کا ظہور ہوگا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ولادت جمعہ کے دن ۱۵ رشعبان کو سنہ ۲۵۵ رہجری میں ہوئی ،جب ان کے والد محترم جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے،کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر

پانچ سال کی تھی''۔

اس کے بعد ابن طولون نے ائمۂ اہل بیت کے سلسلے میں اپنے چند اشعار لکھے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

علیک بالأئمّة الاثنی عشر

من آل بیت المصطفی خیر البشر

''اپنے اوپران بارہ اماموں کی محبت لازم کرلو جن کا تعلق تمام انسانوں سے افضل مصطفیٰ ﷺ کے گھرانے سے ہے''۔

أبو تراب حسن حسین

و بغض زین العابدین شین

''وہ ہیں ابوتراب، حسن اور حسین اور امام زین العابدین سے بغض رکھنا قابل نفریں اور باعث مذمت ہے''۔

محمّد الباقر کم علم دری

و الصّادق ادع جعفرا بین الوری

''محمد باقر کے علم کی وسعت اور گہرائی کسے معلوم ہے اور امام جعفر جو خلق خدا میں صادق کے لقب سے ممتاز ہیں''۔

موسی هو الکاظم و ابنه علی

لقّبه بالرّضا و قدره علیّ

''امام کاظم جن کا نام موسی ہے اور ان کے بیٹے علی جو الرضا کے لقب سے شہرت رکھتے ہیں اور جن کی بڑی قدر ومنزلت ہے''۔

محمّد التّقیّ قلبه معمور

علی التّقی درّه منثور

''امام محمد تقی جن کا قلب تقوی سے معمور ہے اور جن کے اوصاف وکمالات ہر چہار

جانب پھیلے ہوئے ہیں یعنی ان کا چرچا ہر زبان پر ہے''۔

و العسکریّ الحسن المطهّر
محمّد المهدیّ سوف یظهر

''اورامام حسن عسکری جوطہارت و پاکیز گی میں ممتاز ہیں اورامام محمد مہدی جن کا جلد ہی ظہور ہونے والا ہے''۔

(الأئمّة الاثنا عشر :الفصل الخاص بالحجّة المهدی،ص:118-117)

ان اشعار سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے کہ ابن طولون مہدویت کے قائل ہیں اور وہ شیعہ کی طرح محمد بن حسن کومہدی منتظر سمجھتے ہیں۔واللہ اعلم۔

(12)حسین بن محمد دیاربکری قاضی مورخ (متوفی:ھ)

حسین بن محمد دیاربکری قاضی مورخ اپنی کتاب''تاریخ الخمیس''میں لکھتے ہیں:

وفی سنة:ستّین ومئتین، مات الحسن بن علی الجواد بن الرضا العلویّ، أحد الأئمّة الاثنی عشر الذین تعتقد الرافضة عصمتَهم، وهو والد منتظرهم محمّد بن الحسن. (تاریخ الخمیس2/343)

''سنہ ۲۶۰ رہجری میں حسن بن علی جواد بن رضا علوی کی وفات ہوئی۔وہ ان بارہ اماموں میں سے ایک تھے،روافض جن کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں،وہ ان کے امام منتظر محمد بن حسن کے والد ہیں''۔

(13)احمد بن حجر ہیتمی شافعی (متوفی:974ھ)

احمد بن حجر ہیتمی شافعی اپنی کتاب''الصواعق المحرقة''کے گیارہویں باب کے تیسری فصل کے آخر میں لکھتے ہیں:

أبو محمّد الحسن الخالص، وجعل ابن خِلّکان هذا هو العسکریّ، وُلِدَ سنة:اثنتین وثلاثین ومئتین -إلی أنْ قال -مات بسرّ مَن رأی، ودُفِن

عـنـد أبيـه وعـمّـه، وعمره ثمانية وعشرون سنة. ويُقال: إنّه سُمّ أيضاً، ولم يـخـلّف غيـر ولده أبى القاسم محمّد الحجّة، وعمره عند وفاة أبيه خمس سـنيـن، لكن آتاه الله فيها الحكمة، ويسمّى القائم المنتظر؛ قيل: لأنّه سُتر بالمدينة وغاب، فلم يُعرف أين ذهب. (الصواعق المحرقة. ص: 314-313)

''ابومحمد حسن خالص، ابن خلکان نے انھیں کوعسکری کہا ہے۔ان کی ولادت سنہ ۲۳۲ر ہجری میں ہوئی۔آگے وہ لکھتے ہیں: ان کی وفات سر من رأی میں ہوئی، ان کے والد اور چچا کے ساتھ ان کو دفن کیا گیا۔اس وقت ان کی عمر ۲۸ر سال کی تھی، کہا جاتا ہے کہ ان کو بھی زہر دیا گیا تھا۔اپنے پیچھے انھوں نے صرف ایک بیٹا چھوڑا جس کا نام ابوالقاسم محمد حجت تھا۔والد کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی، البتہ اللہ نے انھیں حکمت عطا کی، ان کا نام قائم منتظر ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ مدینہ میں روپوش ہوگئے تھے، پھر یہ پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں چلے گئے''۔

(14) محمد بن حسین بن عبداللہ حسینی سمرقندی مدنی (متوفی: 996ھ)

محمد بن حسین بن عبداللہ حسینی سمرقندی مدنی اپنی کتاب'' **تحفة الطالب** ''میں امام عسکری علیہ السلام کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

وأمّا ولده محمّد المهدى بن الحسن العسكرى بن على الهادى بن مـحـمّـد الـجـواد بـن عـلـى الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن مـحـمّـد البـاقـر بـن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طالب، رضى الله عنهم ورحمة الله عليهم أجمعين، فهو الثانى عشر من الأئمّة.

ولـد يـوم الـجـمـعة مـنتصف شعبان، سنة: خمس وخمسين ومئتين. وقيـل: وُلـد تـاسـع عشـر شهـر ربيـع الثـانى سنة: ثمان وخمسين ومئتين. وقيل: وُلِد ثامن شعبان سنة: ست وخمسين ومئتين، وهو الأصح.

وكنيته:أبو القاسم.وألقابه:الحجّة، والخلف الصالح، والقائم، والمنتظر، وصاحب الزمان، وأشهرها المهدى.

وصفته:شاب، ربعة، حسن الوجه والشعر، أقنى الأنف، أجلى الجبهة.

وكان عمره حين تُوفِّي أبوه خمس سنين.والشيعة يقولون:إنّه دخل السرداب فى دار أبيه وأمّه تنظر إليه، فلم يخرج منه، وذلك فى سنة:خمس وستين ومئتين، وعمره يومئذ تسع سنين، وقيل:كان عمره حين دخل السرداب أربع سنين، وقيل:خمس سنين.وقيل:دخل السرداب سنة:خمس وسبعين ومئتين، وعمره يومئذ سبع عشرة سنة،وهم ينتظرون خروجه من السرداب فى آخر الزمان وذلك فى سرّ من رأى، وأقاويلهم فيه كثيرة، والله أعلم أنّى ذلك كان. (تحفة الطالب بمعرفة مَن ينتسب إلى عبد الله وأبى طالب،ص:54)

''امام عسکری علیہ السلام کے بیٹے محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ورحمۃ اللہ علیہم اجمعین ، وہ بارہویں امام ہیں۔

امام محترم جمعہ کے دن ۱۵؍شعبان سنہ ۲۵۵؍ہجری کو پیدا ہوئے۔ایک دوسرے قول کے مطابق ان کی ولادت ۱۹؍ربیع الثانی سنہ ۲۵۸؍ہجری کو ہوئی ،ایک تیسرے قول کے مطابق وہ ۸؍شعبان سنہ ۲۵۶؍ہجری کو پیدا ہوئے اور یہی ااخری قول زیادہ صحیح پ ہے۔

ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، جب کہ ان کے القاب حجت ،خلف صالح ،قائم ،منتظر، صاحب زماں ہیں لیکن مشہور لقب مہدی ہے۔ان کا حلیہ یہ ہے: خوب رونو جوان، پرنور چہرہ، حسین زلفیں ،ستواں ناک اور روشن پیشانی۔

جس وقت ان کے والد کی وفات ہوئی ،اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی ،شیعہ

حضرات کہتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے سرداب (تہہ خانے) میں داخل ہوئے، ان کی والدہ انھیں دیکھ رہی تھیں، لیکن وہ اس میں سے باہر نہیں آئے۔ یہ واقعہ ۲۵۶ھ ہجری کا ہے، اس وقت ان کی عمر نو سال کی تھی، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جس وقت وہ سرداب میں داخل ہوئے، اس وقت ان کی عمر چار سال کی تھی، بعض لوگوں نے اس وقت ان کی عمر پانچ سال لکھی ہے، بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ تہہ خانے میں سنہ ۲۷۵ھ ہجری میں داخل ہوئے، اس کی وقت ان کی عمر سترہ (۱۷) سال کی تھی، شیعہ سرمن رأی کے تہہ خانے سے آخری زمانے میں ان کے باہر نکلنے کے منتظر ہیں، اس بابت ان کے بہت سے اقوال ہیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سب کیسے اور کہاں ہوگا''۔

(15) شیخ ملا علی قاری (متوفی:1014ھ)

شیخ ملا علی قاری اپنی کتاب ''مرقاة المفاتیح''میں بارہ خلفاء سے متعلق حدیث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: وقد حمل الشيعة الاثنى عشر على أنّهم من أهل بيت النبوّة متوالية، أعم مِن أنْ تكون لهم خلافة حقيقيّة أو استحقاقاً، فأوّلهم على، فالحسن، فالحسين، فزين العابدين، فمحمّد الباقر، فجعفر الصادق، فموسى الكاظم، فعلى الرضا، فمحمّد التقى، فعلى النقى، فحسن العسكرى، فمحمّد المهدى رضوان الله تعالى عليهم أجمعين على ما ذكره زبدة الأولياء خواجة محمّد بارسا فى كتاب(فصل الخطاب) مفصّلة، وتبعه مولانا نور الدين عبد الرحمان الجامى فى أواخر(شواهد النبوّة)،وذكر فضائلهم ومناقبهم وكراماتهم ومقاماتهم مجملة، وفيه ردّ على الروافض حيث يظنّون بأهل السُنّة أنّهم يبغضون أهل البيت باعتقادهم الفاسد ووهمهم الكاسد.(مرقاة المفاتيح 3864 /9 :، شرح

حدیث رقم5983)

''میں کہتا ہوں کہ شیعہ نے اس حدیث کو اہل بیت نبوت کے ان بارہ خلفاء پر محمول کیا ہے جو یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے ہیں خواہ ان کی خلافت حقیقی رہی ہو یا وہ خلافت کا استحقاق رکھتے رہے ہوں۔ پہلے خلیفہ علی، پھر حسن، ان کے بعد حسین ، پھر یکے بعد دیگرے زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسی کاظم، علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری اور پھر محمد مہدی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین جیسا کہ زبدۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا نے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ان کی ہی پیروی نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے ''شواہد النبوۃ'' میں کی ہے۔اور اختصار کے ساتھ ان کے فضائل، مناقب، کرامات اور مقام کو بیان کیا ہے۔اس میں تردید ہے ان روافض پر جو اپنے فاسد عقیدہ کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت، اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں''۔

ملا علی قاری کے اس کلام سے واضح ہے کہ وہ وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو شیعہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد ہادی جو پیدا ہوئے ہیں، وہی ابن عسکری علیہ السلام ہیں۔

(16) احمد بن یوسف قرمانی (متوفی:1019ھ)

احمد بن یوسف قرمانی اپنی کتاب'' أخبار الدول وأثار الأول ''میں''ابوالقاسم محمد حجۃ خلف صالح کا بیان'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

وكان عمره عند وفاة أبيه خمس سنين، آتاه الله فيها الحكمة، كما أوتيها يحيى(عليه السلام)صبيّاً. (أخبار الدول وآثار الأُول فى التاريخ1/353)

''ان کی عمر ان کے والد کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی۔اللہ نے انھیں حکمت اسی طرح عطا فرمائی تھی جس طرح اس نے یحیی علیہ السلام کو بچپن ہی میں حکمت سے نوازا تھا''۔

(17) ابوالمجد عبدالحق دہلوی بخاری (متوفی:1052ھ)

ابوالمجد عبدالحق دہلوی بخاری مناقب ائمہ سے متعلق اپنے مخصوص رسالے میں لکھتے ہیں:

وأبو محمّد الحسن العسكری ولده:م ح م د -رضی الله عنهما - معلوم عند خواصّ أصحابه وثقاته. (کشف الأستار عن وجه الغائب عن الأنظار 62-63.)

''اور ابومحمد حسن عسکری کے بیٹے م ح م د رضی اللہ عنہ،کو ان کے خاص اصحاب اور معتبر لوگ جانتے تھے''۔

(18) شہاب الدین، ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد بن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

شہاب الدین، ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد بن عماد حنبلی اپنی کتاب'' **شذرات الذهب فی أخبار من ذهب** ''میں سنہ۲۶۰ رہجری کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام حسن عسکری کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيها: (أی تُوفِّی) الحسن بن علی بن محمّد الجواد بن علی الرضا بن موسی الكاظم بن جعفر الصادق العلویّ الحسينیّ، أحد الاثنی عشر الذين تعتقد الرافضة فيهم العصمة، وهو والد المنتظر محمّد، صاحب السرداب. (شذرات الذهب فی أخبار مَن ذهب2/290)

''اور اسی سنہ میں حسن بن علی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق علوی حسینی نے وفات پائی۔وہ ان بارہ اماموں میں سے ایک تھے جن کو روافض معصوم سمجھتے ہیں، وہ محمد منتظر صاحب سرداب کے والد تھے''۔

(19) عبدالملک بن حسین بن عبدالملک مکی عصامی (متوفی:1111ھ)

عبدالملک بن حسین بن عبدالملک مکی عصامی اپنی کتاب'' **سمط النجوم العوالی**

فی أنباء الأوائل والتوالی‘‘میں لکھتے ہیں:

وهو الإمام محمّد المهدی بن الحسن العسکری بن علی التقیّ بن محمّد الجواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله تعالی عنهم أجمعین.

وُلِد یوم الجمعة منتصف شعبان سنة: خمس وخمسین ومئتین، وقیل: سنة: ست وهو الصحیح، أمّه: أُمّ ولد، اسمها: صقیل، وقیل: سوسن، وقیل: نرجس، کنیته: أبو القاسم، ألقابه: الحجّة، والخَلَف الصالح، والقائم، والمنتظر، وصاحب الزمان، والمهدی وهو أشهرها. (سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی4/138)

’’وہ ہیں امام محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی تقی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین. جمعہ کے دن ۱۵؍شعبان سنہ ۲۵۵؍ہجری کو پیدا ہوئے، بعض لوگوں نے ۲۵۶؍ہجری لکھا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ان کی والدہ ام ولد تھیں، ان کا نام صیقل، سوسن یا نرجس تھا۔ان کی کنیت ابوالقاسم اور القاب حجت، خلف صالح، قائم، منتظر، صاحب زمان اور مہدی تھے، آخری لقب زیادہ مشہور ہے‘‘۔

(20) عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (متوفی: 1171ھ)

عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی اپنی کتاب ’’**الإتحاف بحبّ الأشراف**‘‘میں لکھتے ہیں:

الثانی عشر من الأئمّة أبو القاسم محمّد الحجّة الإمام، قیل: هو المهدی المنتظر، وَلَد الإمام محمّد الحجّة، ابن الإمام الحسن الخالص

رضی الله عنه بسرّ مَن رأی لیلة النصف من شعبان سنة :خمس وخمسین ومئتین قبل موت أبیه بخمس سنین، وکان أبوه قد أخفاه حین وُلِدَ وستر أمره لصعوبة الوقت وخوفه من الخلفاء ؛ فإنّهم کانوا فی ذلک الوقت یتطلّبون الهاشمیّین ویقصدونهم بالحَبس والقتل ویریدون إعدامهم.

وکان الإمام محمّد الحجّة یُلقّب أیضاً بالمهدی، والقائم، والمنتظر، والخَلَف الصالح، وصاحب الزمان، وأشهرها المهدی؛ ولذلک ذهبتُ الشیعة أنّه الذی صحّت الأحادیث بأنّه یظهر آخر الزمان، وأنّه موجود فی السرداب الذی دخله فی سرّ مَن رأی، ولهم فی ذلک تألیف.

والصحیح خلاف ما ذهبوا إلیه، وأنّ المهدی الذی صحّت به الأحادیث وأنّه یظهر آخر الزمان خلافه، وإنْ کان أیضاً من أشراف آل البیت الکریم لکنّه یُولد ویَنشأ کغیره، لا أنّه من المعمّرین.

وقد أشرق نور هذهِ السلسلة الهاشمیّة والبیضة الطاهرة النبویّة والعصابة العلویّة، وهم اثنا عشر إماماً، مناقبهم عَلِیَّة، وصفاتهم سنیّة، ونفوسهم شریفة أبیّة، وأرومتهم کریمة محمّدیّة، وهم:محمّد الحجّة بن الحسن الخالص بن علی الهادی بن محمّد الجواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الإمام الحسین أخی الإمام الحسن وَلَدَی اللیث الغالب علی بن أبی طالب، رضی الله تعالی عنهم أجمعین. (الإتحاف بحبّ الأشراف - 179 : 180)

’’بارہویں امام ابوالقاسم محمد حجت ہیں، کہا جاتا ہے کہ وہی مہدی منتظر ہیں، امام حجت محمد بن امام حسن خالص رضی اللہ عنہ سر من رأی میں ۱۵رشعبان سنہ ۲۵۵رہجری کو اپنے والد کی وفات سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ جب ان کی ولادت ہوئی تو ان کے

والد نے انھیں چھپادیا اور ان کی پیدائش کومخفی رکھا کیوں کہ حالات بہت مشکل تھے اور بادشاہوں کا خوف تھا،اس وقت کے حکم راں ہاشمیوں کے پیچھے پڑے ہوئے تھے،انھیں جیل میں قید کررہے تھے،قتل کرارہے تھے تاکہ وہ صفحۂ ہستی سے معدوم ہوجائیں۔

امام محمد حجت کے مزید القاب مہدی،قائم،منتظر،خلف صالح اور صاحب زماں تھے لیکن مشہور لقب مہدی تھا۔اسی لیے شیعہ کہتے ہیں کہ یہ وہی امام مہدی ہیں جن کے بارے میں صحیح احادیث آئی ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظہور فرمائیں گے،سرمن رائی کے جس تہہ خانے میں وہ داخل ہوئے تھے،وہ اسی میں موجود ہیں،اس سلسلے میں ان کی تالیف بھی ہے۔

صحیح بات ان کے نظریے اور عقیدے کے خلاف ہے۔جس مہدی کے بارے میں صحیح احادیث آئی ہیں،اور جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے،شیعی عقیدہ اس کے برعکس ہے،ہاں یہ بات درست ہے کہ وہ آل بیت کریم کے اشراف سے ہوں گے لیکن وہ پیدا ہوں گے،دوسرے بچوں کی طرح نشوونما پائیں گے۔نہ کہ وہ معمرین میں سے ہوں گے۔

اس سلسلہ ہاشمیہ،نبی کی پاکیزہ نسل اور علوی جماعت کا نور خوب چمکا۔وہ کل بارہ امام ہیں،ان کے مناقب بہت ہیں،ان کی صفات عالی مرتبت ہیں،ان کے نفوس آبائی شرف سے ہم کنار ہیں،ان کے اخلاق محمدی خوبیوں سے مزین ہیں اور وہ بارہ امام یہ ہیں:
محمد حجۃ بن حسن خالص بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن امام حسین اخی امام حسن بیٹے شیر خدا علی بن ابی طالب، رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین''۔

(21) احمد بن علی بن عمر شہاب الدین ابونجاح مینی حنفی دمشقی (متوفی: 1172ھ)

احمد بن علی بن عمر شہاب الدین ابونجاح مینی حنفی دمشقی اپنی کتاب'' فتح المنّان

''جو شیخ بہاءالدین عاملی کے قصیدہ بہ عنوان'' وسيلة الفوز والأمان، في مدح صاحب الزمان'' کی شرح ہے، شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وليعلم أنّ هذهِ القصيدة في مدُح المهدي الموعود به أنّه يخرج في آخر الزمان وذهب الإماميّة -ومنهم الناظم -إلى أنّه محمّد بن الحسن العسكري، أحد الأئمّة الاثني عشر -باصطلاحهم -الذين أثبتوا لهم العصمة في اعتقادهم، وأنّه مختفٍ بسرداب بسرّ مَن رأى، إلى أنُ يأتي أوان ظهوره، وهذا باطل؛ لأنّ محمّد بن الحسن العسكري تُوفِّي في حياة والده، وأخذ ميراث والده عمّه جعفر. (شرح الشيخ أحمد المنيني على قصيدة بهاء الدين العاملي صاحب الكشكول والمطبوعة في آخر الكشكول لبهاء الدين العاملي، الجزء الثاني، وقد نقل نسخة مصوّرة منها الشيخُ فقيه إيماني في كتابه المهدي عند أهل السُنّة 1/524وما بعدها.)

''معلوم رہے کہ یہ قصیدہ امام مہدی موعود کے بارے میں ہے کہ وہ آخری زمانے میں ظہور فرمائیں گے۔امامیہ کا مذہب ہے اور شاعر کا بھی یہی مسلک ہے کہ محمد بن حسن عسکری ان کی اپنی اصطلاح میں بارہویں امام ہیں، وہ بارہ ائمہ جو ان کے عقیدہ کے مطابق معصوم ہیں، وہ سرمن رأی کے ایک تہہ خانے میں روپوش ہیں، اور اس وقت تک رہیں گے جب تک ان کے ظہور کا وقت نہ آجائے۔لیکن یہ عقیدہ باطل ہے کیوں کہ محمد بن حسن عسکری کی اپنے والد کی زندگی میں ہی وفات ہوگئی تھی اور ان کے والد کی میراث ان کے چچا کو ملی تھی''۔

اس طرح مصنف کو امام محمد بن حسن کی ولادت کا اعتراف ہے، کاش وہ ان کی وفات اور وفات کی کیفیت کی بھی ہمیں خبر دیتے اور یہ بھی بتاتے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔

(22) سید عباس بن علی مکی (متوفی:1180ھ)

سیدعباس بن علی مکی اپنی کتاب'' نزهة الجليس ''میں لکھتے ہیں:

ترجمة الإمام المهدى المنتظر أبى القاسم محمّد بن الحسن العسكرى بن على الهادى بن محمّد الجواد بن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب عليهم السلام.

هو القائم المنتظر على رأى الإماميّة، وهو صاحب السرداب ... وللإماميّة فيه أقوال كثيرة، وهم ينتظرون خروجه آخر الزمان، كانت ولادته يوم الجمعة منتصف شعبان سنة :خمس وخمسين ومئتين، ولمّا تُوفِّى أبوه وقد تقدّم ذكره، كان عمره خمس سنين، واسم أُمّه نرجس...

إلى أنُ قال: والصحيح أنّ ولادته فى ثامن شعبان سنة:ست وخمسين ومئتين، ودخل السرداب سنة:خمس وسبعين ومئتين وعمره سبع عشرة سنة. (مَن هو المهدى لأبى طالب التجليل التبريزى، ص: 442 عن تاريخ الإسلام والرجال)

''ترجمہ امام مہدی منتظر ابی القاسم محمد بن حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام. امامیہ کے عقیدہ کے مطابق وہی قائم منتظر ہیں، وہی صاحب سرداب ہیں، امامیہ کے ان کے سلسلے میں بہت سے اقوال ہیں، وہ آخری زمانے میں ان کے ظہور کا انتظار کرر ہے ہیں۔ان کی ولادت جمعہ کے دن ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری کو ہوئی تھی، جب ان کے والد جن کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی اور ان کی والدہ کا نام نرجس تھا۔۔۔۔۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ ان کی ولادت ۸/شعبان سنہ ۲۵۶/ہجری کو ہوئی اور وہ سنہ ۲۷۵/

ہجری میں سرداب میں داخل ہوئے، اس کی وقت ان کی عمر سترہ (۱۷) سال کی تھی''۔

(23) شیخ عثمان عثمانی (متوفی:1200ھ)

شیخ عثمان عثمانی اپنی کتاب ''تاریخ الإسلام والرجال'' میں لکھتے ہیں:

الثانی عشر محمّد بن الحسن بن علی بن محمّد بن علی الرضا، یکنّی :أبا القاسم، وتلقّبه الإمامیّة :بالحجّة، والقائم،والمنتظر، وصاحب الزمان.إلی أنْ قال:وُلِدَ فی سرّ مَن رأی، فی الثالث والعشرین من رمضان، سنة :ثمان وخمسین ومئتین. (مَن هو المهدی لأبی طالب التجلیل التبریزی ، ص: 440 عن تاریخ الإسلام والرجال)

''بارہویں امام محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی رضا ہیں، ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، امامیہ نے ان کے القاب حجت، قائم، منتظر اور صاحب الزماں بتائے ہیں، وہ سر من رأی میں ۲۳ر رمضان سنہ ۲۵۸رہجری کو پیدا ہوئے''۔

(24) نسابہ ابوالفوز محمد امین سویدی (متوفی:1246ھ)

نسابہ ابوالفوز محمد امین سویدی اپنی کتاب ''سبائک الذهب'' میں لکھتے ہیں:

وکان عمره -أی محمّد بن الحسن العسکری علیهما السلام -عند وفاة أبیه خمس سنین، وکان مربوع القامة، حسن الشعر، أقنی الأنف، صبیح الجبهة. (سبائک الذهب فی معرفة قبائل العرب،ص:78)

''امام محمد بن حسن عسکری علیہما السلام کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ برس کی تھی، وہ معتدل القامت، خوبصورت زلفوں، ستواں ناک اور روشن پیشانی والے تھے''۔

(25) شیخ مومن بن حسن شبلنجی (متوفی:بعد1308ھ)

شیخ مومن بن حسن شبلنجی اپنی کتاب ''نور الأبصار'' میں لکھتے ہیں:

فصل:فی ذکر مناقب محمّد بن الحسن الخالص بن علی الهادی بن

محمّد الجواد بن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طالب رضى الله عنهم. (نور الأبصار، ص:185)

''فصل: محمد بن حسن خالص بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بیان میں''۔

(26) خیرالدین زرکلی (متوفی:1396ھ)

خیرالدین زرکلی اپنی کتاب'' الأعلام''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن الحسن العسكرى (الخالص)بن على الهادى، أبو القاسم: آخر الأئمّة الاثنى عشر عند الإماميّة،وهو المعروف عندهم بالمهدى،وصاحب الزمان،والمنتظر،والحجّة،وصاحب السرداب، وُلِدَ فى سامرّاء،ومات أبوه وله من العمر نحو خمس سنين،ولمّا بلغ التاسعة أو العاشرة أو التاسعة عشرة،دخل سرداباً فى دار أبيه ولم يخرج منه. (**الأعلام**6/80)

''محمد بن حسن عسکری (خالص) بن علی ہادی، ابوالقاسم امامیہ کے عقیدے کے مطابق بارہ اماموں میں سے بارہویں امام ہیں، ان کے یہاں وہ مہدی، صاحب زمان، منتظر، حجت، صاحب سرداب کے القاب سے مشہور ہیں، سامرا میں ان کی ولادت ہوئی، جب وہ پانچ سال کے تھے تو ان کے والد کی وفات ہوگئی، جب وہ نو یا دس سال یا انیس سال کے ہوئے تو اپنے والد کے گھر کے سرداب (تہہ خانہ) میں داخل ہوگئے اور پھر اس سے باہر نہیں آئے''۔

(27) شیخ علاءالدین احمد بن محمد سمانی

شیخ علاء الدین احمد بن محمد سمانی ابدال اور اقطاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد وصل إلى رتبة القطبية محمّد المهدى بن الحسن العسكرى، وهو إذْ اختفى دخل فى دائرة الأبدال متدرّجاً طبقة بعد طبقة، إلى أنْ صار سيّد الأبدال. (نقله العصامى فى تاريخه "سمط النجوم العوالى" 4/138)

''قطبیت کے مرتبہ تک محمد مہدی بن حسن عسکری پہنچے ہیں، جس وقت وہ روپوش ہوئے تو بہ تدریج ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ تک آگے بڑھتے ہوئے ابدال کے دائرے میں داخل ہوگئے، یہاں تک کہ سید الابدال بن گئے''۔

(28) عارف احمد عبد الغنی

عارف احمد عبد الغنی اپنی کتاب'' **الجوهر الشفّاف فى أنساب السادة الأشراف**'' میں امام عسکری علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو والد الإمام المهدى، ثانى عشر الأئمّة عند الإماميّة، وهو القائم المنتظر عندهم. (الجوهر الشفّاف فى أنساب السادة الأشراف 1/160-161)

''وہ امام مہدی کے والد محترم ہیں، وہ امام مہدی جو امامیہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں اور جو ان کی نظر میں قائم منتظر ہیں''۔

(29) شریف انس کتبی حسینی

شریف انس کتبی حسینی کتاب'' **تحفه الطالب**'' پر اپنی تحقیق میں جہاں صاحب کتاب نے محمد مہدی کا تذکرہ کیا ہے، اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

أقول: اختفى الإمام المهدى فى سنٍّ مبكّر، والأمر مسلَّم بين الشيعة والسُنّة على اختفائه وعدم ظهوره، وقد أثبتتْ لنا الكتب التاريخيّة أنّ المهدى دخل السرداب وهو صغير السن. (تحفة الطالب، ص:55)

''میں کہتا ہوں کہ امام مہدی بہت ہی ابتدائی عمر میں چھپ گئے تھے، ان کے چھپے

ہونے اور ظاہر نہ ہونے کی بات شیعہ اور اہل سنت کے درمیان تسلیم شدہ ہے ۔تاریخی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ امام مہدی سرداب میں اس وقت داخل ہوئے تھے جب ابھی وہ بہت چھوٹے تھے''۔

قسم دوم

ان کبار علمائے اہل سنت کے اقوال جو محمد بن حسن کی ولادت کے قائل ہیں اوران کو ہی مہدی منتظر علیہ السلام سمجھتے ہیں

(1) حافظ ابو محمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن ہاشم طوسی بلاذری (متوفی:339ھ)

حافظ ابو محمد احمد طوسی بلاذری نے امام محمد بن حسن سے ملاقات کی ہے اور بغیر کسی واسطہ کے ان سے روایت بیان کی ہے۔جیسا کہ شمس الدین جزری کی کتاب ''**أسنی المطالب في مناقب سيّدنا علي بن أبي طالب** ''میں مذکور ہے،انھوں نے اس میں ایک روایت نقل کی ہے جس کی سند متصلاً بلاذری سے ملتی ہے،جس میں وہ راست طور پر محمد بن حسن سے روایت نقل کرتے ہیں،مزید یہ کہ وہ ان کو امام عصر کا خطاب دیتے ہیں۔اس سے پہلے کہ ہم وہ روایت نقل کریں یہ اشارہ کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ شمس الدین جزری نے اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اس میں انھوں نے متواتر،صحیح یا حسن احادیث ہی ذکر کی ہیں،ایسی صورت میں ان کی نقل کردہ یہ روایت خصوصاً سند میں اس کے راویوں کے اوصاف کے پیش نظر معتبر ہے۔ذیل میں قارئین ان کی ذکر کردہ روایت ملاحظہ فرمائیں:شمس الدین جزری کہتے ہیں:

ہمیں خبر دی ہمارے شیخ اپنے زمانے کے زاہد امام جمال الدین محمد بن محمد جمالی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اپنے زمانے میں فارس کے محدث امام سعید الدین محمد بن

مسعود نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اپنے وقت کے عالم شیخ ظہیر الدین اسماعیل بن مظفر بن محمد شیرازی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اپنے زمانے کے حنفی محدث ابو طاہر عبدالسلام بن ابی ربیع حنفی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اپنے زمانے کے شیخ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن شاہور قلانسی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اپنے وقت کے امام ابومبارک عبدالعزیز بن محمد بن منصور آدمی ے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اپنے زمانے کے منفرد امام سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا اپنے وقت کے نادر امام ابو صالح احمد بن عبدالملک بن علی نیسابوری نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی اپنے زمانے کے یکتا ابو طاہر محمد بن محمد بن محمش زیادی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی اپنے زمانے کے حافظ ابو حامد احمد بن محمد بن ہاشم بلاذری نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی اپنے زمانے کے امام محمد بن حسن بن علی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو الحسن بن علی سید مجوب نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوعلی بن محمد ہادی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابومحمد بن علی جواد نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوعلی بن موسی رضا نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوموسی بن جعفر کاظم نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوجعفر بن محمد صادق نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابومحمد بن علی باقر نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوعلی بن حسین زین العابدین نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو الحسین بن علی سید الشہداء نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی علی بن ابی طالب سید الأولیاء رضی اللہ عنہم نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی سید الأنبیاء محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، نے ،آپ فرماتے ہیں:

أخبرني جبرائيل سيّد الملائكة، قال: قال الله تعالى سيّد السادات: إنّي أنا الله لا إله إلاّ أنا مَنْ أقرّ لي بالتوحيد دخل حُصْنِي، ومَن دخل حصني أمِنَ من عذابي. (أسنى المطالب في مناقب سيّدنا علي بن أبي طالب -86

(87.

''فرشتوں کے سردار جبرائیل نے مجھے خبر دی ،انھوں نے بتایا کہ سیدالسادات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبودنہیں ہے، جس نے میری رضا کے لیے توحید کا اقرار کیا، وہ میرے قلعے میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا، وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا''۔

شمس ابن جزری فرماتے ہیں:اسی طرح اس سیاق کے ساتھ سعید شخصیات کی مسلسلات سے یہ حدیث مروی ہے ،اس کی تمام تر ذمہ داری بلاذری پر ہے۔واللہ اعلم۔(أسنى المطالب في مناقب سيّدنا علي بن أبي طالب.87-86)

ملحق کتاب میں آگے بلاذری کا ترجمہ آرہا ہے،اس سے یہ پتا چلے گا ان کا شمار حفاظ حدیث اور ثقہ حضرات میں ہوتا ہے، وہ پوری صراحت اور وضاحت سے اعتراف کرتے ہیں کہ محمد بن حسن اپنے زمانے کے امام تھے، اور ٹھیک یہی بات امامیہ شیعہ کہتے ہیں۔

(2) حافظ محمد بن احمد بن ابی الفوارس ابوالفتح بغدادی (متوفی:412ھ)

حافظ محمد بن احمد بن ابی الفوارس ابوالفتح بغدادی اپنی اربعین میں حدیث نمبر ۴ اس طرح درج کرتے ہیں:

قال:أخبرنا محمود بن محمّد الهروي ...قال:أخبرنا أبو عبد الله محمّد بن عبد الله عن سعد بن عبد الله عن عبد الله بن جعفر الحميري، قال:حدّثنا محمّد بن عيسى الأشقري عن أبي حفص أحمد بن نافع البصري، قال:حدّثني أبي وكان خادماً للإمام أبي الحسن علي بن موسى الرضا عليهما السلام قال:حدّثني الرضا، قال:حدّثني أبي العبد الصالح موسى بن جعفر، قال:حدّثني أبي جعفر الصادق، قال:حدّثني أبي باقر علم الأنبياء محمّد بن علي، قال:حدّثني سيّد العابدين علي بن الحسين،

قـال: حـدّثـنـی أبـی سیّـد الشهداء الحسین بن علی، قال: حدّثنی أبی سیّد الأوصیاء علی بن أبی طالب(علیهم السلام)أنّه قال:

قـال لی أخی رسول الله (صـلّـی الله علیه وآله وسلّم): مَن أَحَبَّ أنْ یـلـقـی الـلـه عـزّ وجـلّ وهو مقبل علیه غیر مُعرض عنه فلیوالِ علیّاً (علیه السـلام). ومَـن سـرّه أنْ یـلـقی الله عزّ وجل وهو راضٍ عنه فلیوالِ ابنک الـحسـن (عـلیه السلام). ومَن أحبّ أنْ یلقی الله عزّ وجل ولا خوف علیه فـلیوالِ ابنک الحسین. ومَـن أحـبّ أنْ یـلـقی الله وهو تـمحّص عنه ذنوبه فـلیـوالِ عـلی بن الحسین علیهما السلام فإنّه کما قال الله تعالی: سِیمَاهُمْ فِـی وُجُـوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ . ومَن أحبّ أنْ یلقی الله عزّ وجل وهو قریر الـعیـن فلیوالِ محمّد بن علی علیهما السلام . ومَـن أحبّ أنْ یلقی الله عزّ وجـل فیـعـطیـه کتـابه بیمینه فلیوالِ جعفر بن محمّد علیهما السلام . ومَن أحـبّ أنْ یـلـقـی الـلـه طـاهراً مطهّراً فلیوالِ موسی بن جعفر النور الکاظم عـلیهما السلام. ومَـن أحـبّ أنْ یـلـقی الله وهو ضاحک فلیوالِ علی بن مـوسی الرضا علیهما السلام . ومَـن أحـبّ أنْ یلقی الله وقد رُفعتُ درجاته وبـدّلـت سیـئـاته حسنات فلیوالِ ابنه محمّد. ومَـن أحـبّ أنْ یلقی الله عزّ وجـل فیـحـاسبـه حسـابـاً یسیراً ویدخله جنّةً عرضها السموات والأرض فلیوالِ ابنه علی. ومَـن أحبّ أنْ یلقی الله عزّ وجل وهو من الفائزین فلیوالِ ابـنه الحسن العسکری. ومَـنْ أحـبّ أنْ یلقی الله وقد کمل إیمانه وحسن إسلامه فلیوالِ ابنه صاحب الزمان المهدی.

فهـؤلاء مـصـابیـح الـدُجی، وأئمّة الهدی، وأعلام التُقی، فَمَن أحبّهم ووالاهـم کنتُ ضامناً له علی الله الجنّة . (کشف الأستـار عن وجه الغائب عن الأبصار 60)

’’ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمود بن محمد ہروی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ عن سعد بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن عیسی اشقری نے ، وہ روایت کرتے ہیں ابو حفص احمد بن نافع بصری نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد نے جو خادم تھے ابوالحسن علی بن موسی رضا علیہما السلام کے ، وہ کہتے ہیں مجھ سے بیان کیا امام رضا نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا عبد صالح موسی بن جعفر نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد جعفر صادق نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد ابو باقر علم انبیاء محمد بن علی نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا سید العابدین علی بن حسین نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد سید شہداء حسین بن علی نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد سید الاوصیاء علی بن ابی طالب علیہم السلام نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے :

جو شخص اللہ عز وجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ وہ اس کی طرف نظر رحمت ڈالے ، اس سے منہ نہ پھیرے ، اسے چاہئے کہ علی علیہ السلام کو اپنا ولی سمجھے ۔

جو شخص اللہ عز وجل سے اس طرح ملاقات کر کے خوش ہونا چاہتا ہو کہ وہ اس سے راضی رہے تو اسے چاہئے کہ تمھارے بیٹے حسن علیہ السلام سے محبت کرے ۔

جو شخص اللہ عز وجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اس کے اوپر کسی قسم کا کوئی خوف نہ ہو تو اسے چاہئے کہ تمھارے بیٹے حسین علیہ السلام سے محبت کرے ۔

جو شخص اللہ عز وجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ وہ اس کے گناہوں کی تفتیش نہ کرے تو اسے چاہئے کہ علی بن حسین علیہما السلام سے محبت کرے ، وہ ٹھیک ویسے ہی تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے : ﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾ (ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات ہوتے ہیں)

جو شخص اللہ عز وجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی

ہوں تو اسے چاہیئے کہ محمد بن علی علیہما السلام سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دے تو اسے چاہیئے کہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ وہ پاک صاف ہو تو اسے چاہیئے کہ موسیٰ بن جعفر نور کاظم علیہما السلام سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ وہ ہنستا مسکراتا رہے تو اسے چاہیئے کہ علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اس کے درجات بلند کر دیے جائیں اور اس کے گناہ نیکیوں سے بدل دیے جائیں تو اسے چاہیئے کہ ان کے بیٹے محمد سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اس سے آسان حساب کتاب لیا جائے اور اسے ایسی جنت میں داخل کر دیا جائے جس کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے تو اسے چاہیئے کہ ان کے بیٹے علی سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اس کا شمار کامیاب ہونے والوں میں ہو تو اسے چاہیئے کہ ان کے بیٹے حسن عسکری سے محبت کرے۔

جو شخص اللہ عزوجل سے اس طرح ملاقات کرنا چاہتا ہو کہ اس کا ایمان کامل ہو اور اس کا اسلام خوبصورت تو اسے چاہیئے کہ ان کے بیٹے صاحب زمان مہدی سے محبت کرے۔

یہ حضرات شب دیجور کے روشن چراغ، امامان ہدایت، تقویٰ و زہد کے سرخیل ہیں، جو ان سے محبت کرے اور ان کو اپنا ولی سمجھے تو میں اللہ کے یہاں اس کی جنت کی ضمانت لیتا ہوں''۔

یہ بات تو واضح ہے کہ وہ اس حدیث کی صحت کے معتقد ہیں، ورنہ اسے اپنی اربعین

میں جگہ کیوں دیتے ، خاص طور پر جب وہ اپنے کلام کے آخر میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

وإنّما ملتُ إلى تفضيلهم -يعنى أهل البيت عليهم السلام -بعد أنْ تقدّمتُ مذاهب فعرفتها وبان لى الحقيقة فعرفتها وتبيّنت الطريقة فسلكتها بالشواهد اللائحة والأخبار الصحيحة الواضحة، ونبأت بها من الثقات وأهل الورع والديانات وكذلك أديناها حسب ما رويناها، قال رسول الله (صلّى الله عليه وآله وسلّم): مَن كذب علىّ متعمداً فليتبوّأ مقعده من النار. (كشف الأستار عن وجه الغائب عن الأبصار 61)

''میں اہل بیت علیہم کی تفضیل کی طرف تمام مذاہب اور مسالک کو پہچاننے کے بعد مائل ہوا اور میرے سامنے حقیقت آشکارا ہوگئی ، طریقہ صاف صاف نظر آنے لگا ، میں اس راہ پر روشن شواہد اور صحیح واضح روایات دیکھنے کے بعد آیا ، مجھے ثقہ حضرات ، اہل تقوی اور دین دار لوگوں نے بتایا جس پر میں نے اپنے دین و مذہب کی بنیاد رکھی ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو جان بوجھ کر میری طرف کسی جھوٹی بات کا انتساب کرے ، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''۔

(3) احمد بن حسن نامقی جامی (متوفی: 536ھ)

جیسا کہ کتاب '' **ينابيع المودّة** '' باب چھیاسی (۸۶) میں ہے جس میں قندوزی حنفی لکھتے ہیں:

وأمّا شيخ المشايخ العظام أعنى حضرة شيخ الإسلام أحمد الجامى النامقى، والشيخ عطّار النيشابورى، وشمس الدين التبريزى، وجلال الدين مولانا الرومى، والسيّد نعمة الله الولى، والسيّد النسيمى، وغيرهم (قدس الله أسرارهم) ووهب لنا عرفانهم وبركاتهم، ذكروا فى أشعارهم فى مدائح الأئمّة من أهل البيت الطيّبين (رضى الله عنهم) مدُح المهدى

فی آخرهم، متّصلاً بهم، فهذهِ أدلّة علی أنّ المهدی وُلِدَ أوّلاً (رضی الله عنه)، ومَن تتبّع آثار هؤلاء الکاملین العارفین یجد الأمر واضحاً عیان. (ینابیع المودّة566 /2)

''بڑے بڑے مشائخ کے شیخ یعنی حضرت شیخ الاسلام احمد جامی نامقی، شیخ عطار نیشابوری، شمس الدین تبریزی، جلال الدین مولانا رومی، سید نعمت اللہ ولی اور سید نسیمی وغیرہ(قدس الله أسرارهم)، انھوں نے ہمیں ہمیں عرفان اور اپنی برکات عطا فرمائیں، انھوں نے اپنے اشعار میں اہل بیت کے پاکیزہ ائمہ علیہم السلام اور آخر میں ان سے متصل امام مہدی علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوچکی ہے اور جو کوئی ان عارفین کاملین کے آثار کا مطالعہ کرے گا، معاملے اور مسئلے کو واضح اور کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا''۔

(4) یحیی بن سلامہ بن حسین بن ابی محمد عبداللہ دیار بکری طنزی حصکفی (متوفی:553ھ)

یحیی بن سلامہ بن حسین بن ابی محمد عبداللہ دیار بکری طنزی حصکفی نے اپنے ایک طویل قصیدے میں امام مہدی کی ولادت کا ذکر اس طرح کیا ہے:

وَسَائِلٌ عَنْ حُبِّ أَهْلِ البَيْتِ هَلْ
أُقِرُّ إِعْلاَنَاً بِهِ أَمْ أَجْحَدُ

''اہل بیت کی محبت کے سلسلے میں ایک سائل مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ میں ان کی محبت کا اقرار واعلان کرتا ہوں یا انکار کرتا ہوں''۔

هَيْهَاتَ مَمْزُوجٌ بِلَحْمِيْ وَدَمِيْ
حُبُّهُم وَهُوَ الهُدَى الرَشَدُ

''افسوس صد افسوس! ان کی محبت تو میرے گوشت اور میرے کون میں شامل ہے اور

یہی محبت رشد وہدایت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے‘‘۔

حَیْدَرَۃُ وَالحَسَنَانِ بَعْدَہُ

ثُمَّ عَلِیّ وَابْنُہ مُحَمَّدُ

’’علی حیدر اور ان کے بعد حسنین کریمین، ان کے بعد علی زین العابدین اور پھر ان کے بعد محمد علیہم السلام‘‘۔

وَجَعْفَرُ الصَادِق وابْنُ جَعْفَر

مُوْسَی وَیَتْلُوْہُ عَلِیُّ السَیِّدُ

’’اور امام جعفر صادق اور جعفر کے بیٹے موسیٰ کاظم اور ان کے بعد آتے ہیں، علی جو سید اور پیشوا اور رہنما ہیں‘‘۔

أَعْنِی الرِضَا ثُمّ ابْنُہُ مُحَمَّدُ

ثُمّ عَلِیّ وَابْنُہ المُسَدَّدُ

’’میری مراد امام رضا سے ہے اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے محمد اور پھر علی اور ان کے بیٹے جو صحیح اور درست راہ پر چلنے والے ہیں‘‘۔

الْحَسَنُ التَالِی وَیَتْلُوْ تِلْوَہُ

مُحَمَّد بُن الحَسَن المُفْتَقَدُ

’’ان کے بعد آتے ہیں امام حسن عسکری اور پھر ٹھیک ان کے پیچھے ہیں وہ محمد بن حسن جو امام غائب کے نام سے جانے جاتے ہیں‘‘۔

فَإِنَّھُمْ أَئِمَّتِی وَ سَادَتِی

وَإِنْ لَحَانِی مَعْشَرٌ وَفَنَّدُوا

’’یہ حضرات میرے امام اور میرے سردار اور پیشوا ہیں، خواہ میرے اس عقیدہ پر معاشرہ میری طرف اشارہ کرے اور مجھے ملامت کرے‘‘۔

یحیٰی بن سلامہ دیار بکری آگے لکھتے ہیں:

وَلَسْتُ أَهْوَاكُم بِبُغْضِ غَيْرِكُم
إِنِّى إِذَنْ أَشْقَى بِكُمْ لاَ أُسْعَدُ

''تمھارے ساتھ میری محبت کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ میں تمھارے علاوہ سے بغض رکھوں، اگر ایسا کروں تو میں خود تمھاری نظر میں بد بخت بن جاؤں گا، سعادت مندی مجھ سے کہیں دور چلی جائے گی''

فَلاَ يَظُنُّ رَافِضِىُ أَنَّنِى
وَافَقْتُهُ أَوْ خَارِجِىّ مُفْسِدُ

''کوئی رافضی اپنے دل میں یہ وسوسہ نہ پیدا کر لے کہ میں اس سے موافقت رکھتا ہوں، یا کسی فسادی خارجی سے میرا کوئی تعلق ہے''۔

مُحَمَّدٌ وَ الخُلَفَاءُ بَعْدَهُ
أَفْضَلُ خَلْقِ اللهِ فِيْمَا أَجِدُ

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفاء، جہاں تک میں سمجھتا ہوں ،اللہ کی مخلوق میں افضل ترین لوگ ہیں''۔

هَمْ أَسَّسُوا قَوَاعِدَ الدِّيْنِ لَنَا
وَهُمْ بَنَو أَرْكَانَهُ وَ شَيَّدُوا

''یہ وہی حضرات ہیں جنھوں نے ہمارے لیے دین کے اصولوں کی تاسیس فرمائی ،انھوں نے ہی دین کے ارکان کی تعمیر کی اور اسے مستحکم فرمایا''۔

وَمَنْ يَخُنْ أَحْمَدَ فِىْ أَصْحَابِهِ
فَخَصْمُهُ يَوْمَ المِعَادِ أَحْمَدُ

''جو کوئی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام کے بارے میں خیانت کا مرتکب ہوگا تو قیامت کے دن احمد ﷺ اس کی مخالفت میں کھڑے ہوں گے''۔

هَذَا اعْتِقَادِى فَالْزِمُوْهُ تُفْلِحُوا

هَذَا طَرِيْقِیْ فَاسْلُكُوْهُ تهدُوا

''یہی میرا عقیدہ ہے، اسی کو لازم پکڑ لو، کامیاب ہو جاؤ گے اور یہی میرا راستہ ہے، اسی پر چلو ہدایت پا جاؤ گے''۔

وَ الشَّافِعِیُّ مَذْهِبِی مَذْهَبُهُ
لِأَنَّه فِیْ قَوْلِهِ مُؤَيَّدُ

''اور امام شافعی کا مسلک ہی میرا مسلک ہے کیوں کہ اپنے اقوال اور اجتہادات میں باری تعالیٰ کی طرف سے ان کو تائید حاصل تھی''۔

تَبِعْتُهُ فِیْ الأَصْلِ وَالفَرْعِ مَعَاً
فَلْيَتَبَعْنِی الطَّالِبُ المُرْشِدُ

''اصول وفروع میں میں امام شافعی کی اقتدا اور تقلید کرتا ہوں، راہ حق کے طالب اور درستگی کے خواہش مند کو چاہیئے کہ میرے نقش قدم پر چلے''۔

إنِّی بِإذْنِ اللهِ نَاجٍ سَابِقٍ
إِذَا وَنَى الظَالِمُ ثُمَّ المُفْسِدُ

''میں اللہ کے حکم سے بحمد اللہ نجات پاؤں گا اور سابقون میں میرا شمار ہوگا جب کہ ظالم اور فساد برپا کرنے والے ناکام ونامراد ہوں گے''۔

(البداية والنهاية 12/297-298،تذكرة الخواص 327)

میں نے آخری مقطع اس لیے نقل کر دیا ہے تا کہ یہ پتا چل جائے کہ یہ صاحب شیعہ نہیں تھے جیسا کہ بعض حضرات نے تشیع کی طرف ان کی نسبت کی ہے۔

(5) علامہ ابو محمد بن خشاب عبد اللہ بن احمد بن احمد بن عبد اللہ بن نصر بغدادی نحوی محدث فقیہ حنبلی (متوفی: 567ھ)

علامہ ابو محمد بن خشاب عبد اللہ بن احمد بن احمد بن عبد اللہ بن نصر بغدادی نحوی محدث

فقیہ حنبلی اپنی کتاب ''تواریخ مواليد الأئمة ووفياتهم'' میں لکھتے ہیں:

حدّثنا صدقة بن موسى، حدّثنا أبى، عن الرضا (عليه السلام) قال: الخَلَف الصالح مِن ولد أبى محمّد الحسن بن على، وهو صاحب الزمان وهو المهدى.

وحدّثنى الجراح بن سفيان قال: حدّثنى أبو القاسم طاهر بن هارون بن موسى العلوى عن أبيه هارون عن أبيه موسى، قال: قال سيّدى جعفر بن محمّد عليهما السلام: الخَلَف الصالح مِن وُلْدِى، المهدى اسمه محمّد، كنيته أبو القاسم، يخرج فى آخر الزمان، يُقال لأُمِّه صيقل. قال لنا أبو بكر الدَرَّاع: وفى رواية أخرى بل أُمّه: حكيمة، وفى رواية أخرى ثالثة يُقال لها: نرجس، ويُقال بل: سوسن، والله أعلم بذلک، يُكنّى بأبى القاسم، وهو ذو الاسمَين خلف ومحمّد يظهر فى آخر الزمان على رأسه غمامة تظلّه من الشمس تدور معه حيث ما دار، تنادى بصوت فصيح هذا المهدى.

حدّثنى محمّد بن موسى الطوسى، قال: حدّثنا أبو السكين عن بعض أصحاب التاريخ: أنّ أمّ المنتظر يُقال لها حكيمة، حدّثنى عبيد الله بن محمّد عن الهشيم بن عدى قال: يُقال: كنيته الخَلَف الصالح أبو القاسم، وهو ذو الاسمَين صلّى الله عليه وآبائه أجمعين. (تاريخ مواليد الأئمّة: ص46 - 44)

''ہم سے حدیث بیان کی صدقہ بن موسیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے، وہ روایت کرتے ہیں امام رضا سے، انھوں نے فرمایا: خلف صالح، ابومحمد حسن بن علی کی اولاد میں سے ہیں، وہی صاحب زمان اور وہی مہدی ہیں''۔

''ہم سے حدیث بیان کی جراح بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا ابوالقاسم طاہر بن ہارون بن موسیٰ علوی نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد موسیٰ سے،

انھوں نے بیان کیا کہ میرے سردار جعفر بن محمد علیہما السلام نے بیان کیا: خلف صالح میری اولاد میں سے ہیں، وہ مہدی ہیں، ان کا نام محمد ہے، ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، وہ آخری زمانے میں ظہور فرمائیں گے، ان کی والدہ کا نام صیقل تھا۔ ابوبکر دراع نے ہمیں بتایا کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کی والدہ کا نام حکیمہ تھا، ایک تیسری رایت کے مطابق ان کا نام سرجس اور ایک روایت کے مطابق سوسن تھا۔ واللہ اعلم۔ ان کی کنیت ابوالقاسم تھی، ان کے دو نام تھے: خلف اور محمد جو آخری زمانے میں اس طرح ظاہر ہوں گے کہ ان کے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا ہوگا جو انھیں دھوپ سے بچائے گا اور ان کے ساتھ ساتھ چلے گا اور فصیح آواز میں پکارے گا کہ یہی امام مہدی ہیں۔

مجھ سے بیان کیا محمد بن موسی طوسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا ابوسکین نے، وہ روایت کرتے ہیں بعض مورخین سے کہ امام منتظر کا نام حکیمہ تھا، مجھ سے عبیداللہ بن محمد نے ہشیم بن عدی کے واسطہ سے بیان کیا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی کنیت خلف صالح ابوالقاسم ہے، ان کے دو نام ہیں، اللہ کی ان پر اور ان کے تمام آباء واجداد اللہ کی رحمتیں نازل ہوں''۔

(6) ابوالموید موفق بن احمد مکی اخطب خوارزم (متوفی: 568ھ)

موصوف نے اپنی کتاب میں امام مہدی کی ولادت پر بعض احادیث بغیر کسی تنقید اور تبصرے کے نقل کی ہیں۔ (مقتل الخوارزمی، الفصل السادس، فی فضائل الحسن والحسین، حدیث رقم، 21 ص145-144، وحدیث 23 :ص146، ینابیع المودّة 2/534)

(7) فریدالدین عطار نیشابوری (متوفی: 627ھ)

جیسا کہ کتاب '' ینابیع المودّة '' باب چھیاسی (۸۶) میں ہے جس میں قندوزی حنفی لکھتے ہیں:

وأمّـا شيـخ المشايخ العظام أعنى حضرة شيخ الإسلام أحمد الجامى الـنـامـقـى، والشيـخ النيشابورى، وشمس الدين التبريزى، وجلال الدين مـولانـا الـرومـى، والسيّـد نعمة الله الولى، والسيّد النسيمى، وغيرهم، (قدّس الله أسرارهم) ووهـب لنا عرفانهم وبركاتهم، ذكروا فى أشعارهم فى مدائح الأئمّة من أهل البيت الطيّبين (رضى الله عنهم) مدُح المهدى فـى آخـرهم متّصلاً بهم، فهذه أدلّة على أنّ المهدى وُلِدَ أوّلاً (رضى الله عـنه) ومَن تتبّـع آثـار هـؤلاء الـكـامـليـن العـارفين يجد الأمر واضحـاً عيان. (ينابيع المودّة566 /2)

''بڑے بڑے مشائخ کے شیخ یعنی حضرت شیخ الاسلام احمد جامی نامقی، شیخ عطار نیشابوری، شمس الدین تبریزی، جلال الدین مولانا رومی، سید نعمت اللہ ولی اور سید نسیمی وغیرہ(**قـدس الـلـه أسـرارهـم**)، انھوں نے ہمیں ہمیں عرفان اور اپنی برکات عطا فرمائیں، انھوں نے اپنے اشعار میں اہل بیت کے پاکیزہ ائمہ علیہم السلام اور آخر میں ان سے متصل امام مہدی علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوچکی ہے اور جو کوئی ان عارفین کاملین کے آثار کا مطالعہ کرے گا، معاملے اور مسئلے کو واضح اور کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا''۔

اس کے بعد انھوں نے باب ستاسی (۸۷) میں فارسی زبان میں شیخ عطار نیشابوری کے بعض اشعار نقل کیے ہیں، اور لکھا ہے کہ شیخ عطار نیشابوری نے اپنی کتاب مظہر الصفات میں اپنے جن کلمات، اپنے علوم اور اپنی برکات سے مستفید کیا ہے، ان کی چند جھلکیاں یہ ہیں:

مصطفی ختم رسل شد در جهان
مرتضی ختم ولایت در عیان

''مصطفی ﷺ دنیا میں ختم رسل ہیں، اور علی مرتضی علانیہ طور پر ختم ولایت ہیں''۔

جملة فرزندان حیدر أولیا

جمله یک نورند حق کرد این ندا

''حیدر کی تمام اولاد کو اولیاء کا مقام حاصل ہے، سب ایک ہی نور کے نمایندہ ہیں، یہ آواز حق تعالیٰ نے دی ہے''۔

گیارہ اماموں کو شمار کرنے کے بعد کہتے ہیں:

صد هزاران اولیاء روی زمین

از خدا خواهند مهدی را یقین

''زمین پر اللہ کے ہزاروں اولیاء، اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کے ظہور کا مطالبہ کرتے ہیں''۔

یا إلهی مهدیم از غیب آر

تا جهان عدل گردد آشکار

''اے اللہ! پردۂ غیب سے ہمارے امام مہدی کو باہر لے آ تا کہ دنیا میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو جائے''۔

مهدی هادیست تاج اتقیا

بهترین خلق برج أولیاء

''امام مہدی ہادی ہیں، امام مہدی اتقیاء کا تاج ہیں، امام مہدی مخلوق میں سب سے افضل ہیں اور اولیاء کی سب سے اونچا مینار ہیں''۔

(ينابيع المودّة 2/567)

(8) شیخ محیی الدین محمد بن علی معروف بابن عربی طائی اندلسی (متوفی:638ھ)

شیخ محیی الدین محمد بن علی معروف بابن عربی طائی اندلسی اپنی کتاب فتوحات مکیہ کے

باب نمبر۳٦٦/میں لکھتے ہیں:

واعلموا أنّه لا بدّ من خروج المهدی (علیه السلام)، لکن لا یخرج حتّی تمتلیء الأرض جوراً وظلماً فیملؤها قسطاً وعدلاً، ولو لم یکن من الدنیا إلاّ یوم واحد طوّل الله تعالی ذلک الیوم حتّی یلی ذلک الخلیفة، وهو من عترة رسول الله صلّی الله علیه وسلّم، مِن وُلْد فاطمة رضی الله عنها، جدّه الحسین بن علی بن أبی طالب، ووالده حسن العسکری ابن الإمام علی النقی -بالنون -ابن محمّد التقی -بالتاء -ابن الإمام علی الرضا ابن الإمام موسی الکاظم ابن الإمام جعفر الصادق ابن الإمام محمّد الباقر ابن الإمام زین العابدین علی بن الإمام الحسین ابن الإمام علی بن أبی طالب رضی الله عنه.

’’یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور یقینی ہے لیکن ان کا ظہور اس وقت ہوگا جب دنیا ظلم وناانصافی سے بھر جائے گی، پھر امام اپنے ظہور کے بعد اس میں عدل وانصاف قائم کریں گے، یہ ہوکر رہے گا خواہ اس وقت دنیا کی عمر میں صرف ایک دن ہی کیوں نہ بچا ہو۔اللہ اس دن کو طویل کردے گا تاکہ اس خلیفہ کی کارکردگی سامنے آجائے۔ان کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی عترت سے ہوگا، وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، ان کے جدامجد حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کے والد حسن عسکری بن امام علی نقی بن محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسی کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین علی بن امام حسین بن امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں‘‘۔

(ابن عربی کی اس عبارت کے لیے ملاحظہ فرمائیں: **عبد الوهاب الشعرانی فی الجزء الثانی من کتاب: الیواقیت والجواهر ،المهدی عند أهل السُنّة 1/410 ،الصبّان الشافعی فی إسعاف الراغبین المطبوع فی هامش نور الأبصار 154** ، جو حضرات اس

بات کے مدعی ہیں کہ وہ اسلامی تراث کی اشاعت میں امانت داری برتتے ہیں،افسوس کی بات ہے کہ انھوں نے فتوحات مکیہ کے متداول نسخے سے یہ عبارت حذف کردی ہے۔)

(9) شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (متوفی:652ھ)

شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب ''مطالب السؤول ''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن الحسن الخالص بن علی المتوکّل بن محمّد القانع بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الزکی بن علی المرتضی أمیر المؤمنین بن أبی طالب، المھدی الحجّة الخَلَف الصالح المنتظر، علیھم السلام ورحمة الله وبرکاته.

''محمد بن حسن خالص بن علی متوکل بن محمد قانع بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین زکی بن علی مرتضیٰ امیر المومنین بن ابی طالب، جومہدی ہیں، حجت ہیں،خلف صالح ہیں،امام منتظر ہیں۔ان پر اللہ کی سلامتی ،رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں''۔

اس کے بعد انھوں نے امام کی مدح میں اشعار کہے ہیں،ان کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

فَهَذَا الخَلَفُ الحُجَّةُ قَدْ أَيَّدَهُ اللهُ

هُدَاهُ مَنْهَجُ الحَقِّ وَآتَاهُ سَجَايَاهُ

''یہ خلف صالح حجت ہیں،اللہ نے ان کی تائید فرمائی ہے،انھیں منہج حق کی ہدایت فرمائی ہے اور انھیں تمام اوصاف وکمالات سے نوازا ہے''۔

اس کے بعد بہت ہی خوبصورت الفاظ اور کلمات میں امام کی مدح وثنا کی ہے اور پھر لکھا ہے کہ ان کی ولادت سر من رأی میں ۲۳/رمضان سنہ ۲۵۸/ہجری میں ہوئی۔(**مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول**2/152)

(10) علامہ یوسف بن فرغلی معروف بہ سبط ابن جوزی حنفی (متوفی: 654ھ)

علامہ یوسف بن فرغلی معروف بسبط ابن جوزی حنفی اپنی کتاب '' تذکرة الخواص ''میں لکھتے ہیں:

فصل في ذكر الحجّة المهدی: هو محمّد بن الحسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسی الرضا بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب (علیه السلام)، وكنيته: أبو عبد الله، وأبو القاسم، وهو الخَلَف، الحجّة، صاحب الزمان، القائم المنتظر، والتالی، وهو آخر الأئمّة. (تذکرة الخواص 325)

''فصل: حجت مہدی کے ذکر میں اور وہ ہیں: محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی رضا بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام، ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالقاسم ہے، وہی خلف، حجت، صاحب الزمان، قائم منتظر، تالی اور آخری امام ہیں''۔

(11) شیخ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی (متوفی: 658ھ)

شیخ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے اپنی کتاب ''كفاية الطالب '' کے ان ابواب میں جن کا تعلق فضائل سے ہے اور جسے انھوں نے ملحق کیا ہے، اس کے آٹھوین باب میں امیرالمومنین علیہ السلام کی اولاد میں سے جو امام ہوئے ہیں، ان کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وخلف -يعنی علی الهادی (عليه السلام) - من الولد أبا محمّد الحسن ابنه.

''اور خلف یعنی علی ہادی علیہ السلام جو ابومحمد حسن کی اولاد میں سے ہیں، ان کے بیٹے ہیں''۔

اس کے بعد ان کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ودُفن فی داره بسرّ مَن رأی، فی البیت الذی دُفن فیه أبوه، وخلّف ابنه وهو الإمام المنتظر صلوات الله علیه ونختم الکتاب بذکره مفرداً انتهی. (كفاية الطالب فی مناقب أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب312)

''اور وہ سر من رأی کے اپنے گھر میں جس میں ان کے والد مدفون ہیں، دفن کیے گئے ۔اپنے پیچھے انھوں نے اپنا بیٹا چھوڑا جو امام منتظر صلوات اللہ علیہ ہیں۔ہم ان کے تذکرہ پر کتاب کو ختم کرتے ہیں''۔

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

ویتلوه ذکر الإمام المهدی(علیه السلام)فی کتاب مفرد وَسَمُتُهُ بـ :(البیان فی أخبار صاحب الزمان).

''اس کے بعد امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ ایک مستقل کتاب میں ہوگا جس کا نام:''**البیان فی أخبار صاحب الزمان**''ہے۔''

وہ اپنی کتاب'' **البیان فی أخبار صاحب الزمان** ''کے پچیسویں باب میں جو آخری باب ہے جو کچھ لکھتے ہیں،اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام مہدی زندہ ہیں اور اپنی غیبوبت سے لے کر آج تک باقی ہیں، لکھتے ہیں:

ولا امتناع فی بقائه؛ بدلیل بقاء عیسی، وإلیاس، والخضر، من أولیاء الله تعالی، وبقاء الدجّال وإبلیس الملعونَین من أعداء الله تعالی ...(البیان فی أخبار صاحب الزمان :ص148)

''ان کے زندہ اور باقی رہنے میں کوئی اشکال اور امتناع نہیں ہے ۔اس کی دلیل عیسی ،الیاس،خضر جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہیں،کا زندہ اور باقی رہنا ہے ۔اورتو اور جو اللہ کے دشمن ہیں،یعنی دجال اور ابلیس لعین وہ بھی باقی اور زندہ ہیں۔''

(12) شیخ جلال الدین رومی (متوفی:672ھ)

شیخ جلال الدین رومی کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے کہ قندوزی حنفی نے اپنی کتاب کے باب نمبر چھیاسی (٨٦) کے آخر میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

یہاں ہم یہ اضافہ کرنا چاہیں گے کہ انھوں نے کتاب کے باب(٨٧) میں فارسی کے اشعار لکھے ہیں جو اس بات کا فائدہ دیتے ہیں کہ ان کا عقیدہ بھی وہی تھا۔(ینابیع المودّة 568 /2)

(13) شیخ عارف عامر بن بصری (متوفی:696ھ)

شیخ عارف عامر بن بصری اپنے تائیہ قصیدے میں جس کا نام ذات الانوار ہے، لکھتے ہیں:(یہ قصیدہ" کشف الأستار عن وجه الغائب عن الأبصار "کے مصنف نے (ص: 88)پر نقل کیا ہے۔)

إِمَامَ الهُدَى حَتّى مَتَى أَنتَ غَائِب
فَمُنَّ عَلَيْنَا يَا أَبَانَا بِأَوْبَةِ

"اے ہدایت کے امام! آپ کب تک غائب رہیں گے، اے ہمارے روحانی پیشوا! ظہار فرما کر ہمارے اوپر احسان فرمائیں"۔

تَرَاءَتْ لَنَا رَايَاتُ جَيْشِكَ قَادِمًا
فَفَاحَتْ لَنَا مِنهَا رَوَايِحُ مِسْكَةِ

"ہمیں آپ کی فوج کے علم آنکھوں کے سامنے دکھائی دے رہے ہیں، اس سے ہمیں مشک کی خوشبو آ رہی ہے"۔

وَبُشِّرَتُ الدُنيَا بِذَلِكَ فَاغْتَدَتْ
مَبَاسِمُهَا مفترّة عَنْ مَسَرَّةِ

"آپ کی اس آمد اور ظہور سے دنیا بشارتوں سے بھر جائے گی اور ایک طویل وقفے

کے بعد خوشی سے اس کی باچھیں کھل جائیں گی''۔

مَلَلْنَا وَطَالَ الانتِظَارُ فَجِدْ لَنَا
بِرَبِّکَ یَا قُطْبَ الوُجُوْدِ بِلُقْیَةِ

''ہم تھک کر مایوس ہو چکے ہیں، انتظار کی گھڑیاں طویل ہو چکی ہیں، اے کائنات کے قطب! اپنے رب سے کہہ کر ذرا جلدی کریں تاکہ ملاقات کا شرف حاصل ہو''۔

(14) محدث کبیر ابراہیم بن محمد بن موید جوینی شافعی (متوفی: 722ھ)

محدث کبیر ابراہیم بن محمد بن موید جوینی شافعی نے اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے ۳۲ویں باب میں مختلف الفاظ میں حدیث لوح کی تخریج کی ہے اور اس میں ایک ایک کرکے بارہ اماموں کا تذکرہ کیا ہے اور سب کے آخر میں انھوں نے امام قائم، مہدی منتظر بن حسن عسکری علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے۔(فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والأئمّة من ذرّیّتهم علیهم السلام 2/136-141: رقم (432-435).

اسی طرح انھوں نے اپنی سند سے دعبل خزاعی کی یہ روایت نقل کی ہے، وہ روایت بیان کرتے ہیں امام رضا علیہ السلام سے، امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

یا دعبل، الإمام بعدی محمّد ابنی، وبعد محمّد ابنه علی، وبعد علی ابنه الحسن، وبعد الحسن ابنه الحجّة، القائم المنتظر فی غیبته، المطاع فی ظهوره. (فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والأئمّة من ذرّیّتهم علیهم السلام 2/337: رقم.(591)

''اے دعبل! میرے بعد امام میرے بیٹے محمد ہوں گے، محمد کے بعد امام ان کے بیٹے علی ہوں گے، علی کے بعد امام ان کے بیٹے حسن ہوں گے، حسن کے بعد امام ان کے بیٹے حجت ہوں گے، جو قائم ہیں، جن کی غیبوبت میں ان کا انتظار کیا جا رہا ہے اور ظہور کے

بعد جن کی اطاعت کی جائے گی''۔

(15) شیخ شمس الدین محمد بن یوسف زرندی (متوفی:747ھ)

شیخ شمس الدین محمد بن یوسف زرندی اپنی کتاب'' **معراج الوصول إلی معرفة فضل آل الرسول** ''میں لکھتے ہیں:

الإمام الثانی عشر، صاحب الکرامات المشتهر الذی عظم قدره بالعالم واتّباع الحقّ والأثر، القائم -مولده علی ما نقلته الشیعة لیلة الجمعة من شعبان سنة: خمس وخمسین -بالحقّ، والداعی إلی منهج الحقّ، الإمام أبو القاسم محمّد بن الحسن، وکان بسرّ مَن رأی فی زمان المعتمد، وأمّه نرجس بنت قیصر الرومیّة أُمُّ وَلَد. (أئمّتنا لمحمّد علی دخیل.2/435)

''بارہویں امام، مشہور صاحب کرامات جن کی دنیا بھر میں بڑی قدر و منزلت ہے جو حق اور احادیث کے متبع ہوں گے، وہ قائم بالحق ہیں، ان کی ولادت جیسا کہ شیعہ حضرات نے نقل کیا ہے، ماہ شعبان، شب جمعہ سنہ ۲۵۵ر ہجری میں ہوئی۔ وہ منہج حق کے داعی ہیں، ان کا اسم گرامی ہے: امام ابوالقاسم محمد بن حسن، وہ خلیفہ عباسی معتمد کے زمانے میں سر من رأی میں تھے، ان کی والدہ قیصر روم کی بیٹی نرجس ام ولد تھیں''۔

(16) علی بن محمد بن شہاب ہمدانی (متوفی:786ھ)

علی بن محمد بن شہاب ہمدانی نے اپنی کتاب'' **مودّة القربی** ''میں جہاں دسویں مودۃ میں ائمہ کی تعداد کے عنوان سے ائمہ کا تذکرہ کیا ہے، وہیں انھوں نے امام مہدی علیہ السلام کو ان میں سے ایک شمار کیا ہے اور بغیر کسی تعلیق اور تبصرے کے وہ روایات نقل کی ہیں جو ان کی ولادت پر دلالت کرتی ہیں، تنقید نہ کرنے کا صاف مطلب ہے کہ وہ روایات ان کی نظر میں قابل قبول ہیں۔ (ینابیع المودّة: ج1، من ص.317-288)

(17) محمد بن محمد بن محمود بخاری معروف بہ خواجہ بارسا نقشبندی (متوفی:822ھ)

محمد بن محمد بن محمود بخاری معروف بہ خواجہ بارسا نقشبندی اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں لکھتے ہیں:

وكانت مدّة بقاء الحسن العسكرى بعد أبيه (رضى الله عنهما) ستّ سنين ولم يخلف ولداً غير أبى القاسم محمّد المنتظر المسمّى بالقائم، والحجّة، والمهدى، وصاحب الزمان، وخاتمة الأئمّة الاثنى عشر عند الإماميّة، وكان مولده ليلة النصف من شعبان سنة: خمس وخمسين ومئتين. وأمّه أُمّ ولد، يُقال لها نرجس، تُوفِّى أبوه -رضى الله عنه -وهو ابن خمس سنين، فاختفى إلى الآن (رضى الله عنه).

وهو محمّد المنتظر وَلَد الحسن العسكرى (رضى الله عنهما) معلوم عند خاصّة أصحابه وثقات أهله. وقالوا: آتاه الله تبارك وتعالى الحكمة وفصل الخطاب، وجعله آية للعالمين، كما قال: يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيّاً ، وقال تعالى: قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيّا ، وطوّل الله تبارك وتعالى عمره كما طوّل عمر الخضر وإلياس عليهما السلام.

وقال بعض كبراء العارفين يعنى الشيخ محيى الدين العربى (قدّس الله سره) فى المهدى (رضى الله عنه) فإنّه يكون معه ثلاثمئة وستّون رجلاً من رجال الله الكاملين يبايعونه بين الركن والمقام، أسعد الناس به أهل الكوفة، ويقسّم المال بالسويّة، ويعدل فى الرعيّة، ويفصل فى القضيّة.

(ينابيع المودّة 465-2/464)

''امام حسن عسکری اپنے والد رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد چھ سال حیات رہے اور انھوں نے اپنے پیچھے صرف ایک بیٹا چھوڑا اور وہ ہیں: ابوالقاسم محمد منتظر جن کو قائم، حجت، مہدی، صاحب زمان اور امامیہ کے نزدیک آخری بارھواں امام کہا جاتا ہے۔ان کی ولادت ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری میں ہوئی۔ان کی والدہ ام ولد تھیں، جن کا نام نرجس تھا۔جس وقت ان کے والد کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی، اس وقت سے لے کر آج تک وہ روپوش ہیں۔

وہ ہیں محمد منتظر، امام حسن عسکری رضی اللہ عنہما کے بیٹے، جو اپنے خاص اصحاب اور اپنے گھر کے ثقہ حضرات کے نزدیک معلوم ومعروف تھے۔لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت اور فصل خطاب سے نوازا تھا اور انھیں عالمین کے لیے ایک نشانی بنایا تھا جیسا کہ اللہ نے یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيّاً﴾ (اے یحیٰ مضبوطی سے کتاب کو تھامیں اور ہم نے انھیں بچپن میں ہی حکمت عطا کی تھی)، اللہ نے ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيّا﴾ (لوگوں نے کہا: ہم کیسے اس بچے سے بات کریں جو ابھی ماں کی گود میں نوزائیدہ ہے)۔اللہ نے امام مہدی کو اسی طرح طویل عمر عطا فرمائی ہے جس طرح اس نے حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کو طویل عمر عطا فرمائی ہے۔

بعض بڑے عارفین جیسے شیخ محی الدین عربی (قدس اللہ سرہ) نے امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی معیت میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) اللہ والے کاملین ہوں گے جو ان کے ہاتھ پر رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے۔ان کے ذریعے اہل کوفہ کو سعادت نصیب ہوگی، وہ مال برابر سرابر تقسیم کریں گے، رعایہ میں عدل وانصاف قائم کریں گے اور مقدمات کا صحیح فیصلہ فرمائیں گے''۔

(18) شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر ہندی معروف بہ ملک العلماء (متوفی: 849ھ)

شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر ہندی معروف بہ ملک العلماء اپنی کتاب "هداية السعداء" میں لکھتے ہیں:

ويقول أهل السُنّة: إنّ خلافة الخلفاء الأربعة ثابتة بالنص، كذا فى عقيدة الحافظيّة، قال النبى (صلّى الله عليه وآله وسلّم): خلافتى ثلاثون سنة، وقد تمّت بعلى، وكذا خلافة الأئمّة الاثنى عشر:

أوّلهم: الإمام على كرّم الله وجهه، وفى خلافته ورد حديث: الخلافة ثلاثون سنة.

والثانى: الإمام الشاه حسن (رضى الله عنه)، قال (صلّى الله عليه وآله وسلّم): هذا ابنى سيّد سيصلح بين المسلمين.

والثالث: الإمام الشاه حسين (عليه السلام)، قال (صلّى الله عليه وآله وسلّم): هذا ابنى ستقتله الباغية وتسعة مِن وُلْد الشاه حسين، قال: (صلّى الله عليه وآله وسلّم): بعد الحسين بن على كانوا من أبنائه تسعة أئمّة آخرهم القائم.

وقال جابر بن عبد الله الأنصارى: دخلتُ على فاطمة بنت رسول الله (صلّى الله عليه وآله وسلّم) وبين يديها ألواح فيها أسماء أئمّة مِن ولدها، فعدّدتُ أحد عشر اسماً آخرهم القائم، ثمّ أورد على نفسه سؤالاً أنّه لم يدع زين العابدين الخلافة؟ فأجاب عنه بكلام طويل حاصله: أنّه رأى ما فُعل بجدّه أمير المؤمنين وأبيه عليهما السلام من الخروج والقتل والظلم، وسمع أنّ النبى (صلّى الله عليه وآله وسلّم) رأى فى منامه أنّ

أجرية الكلاب تصعد على منبره وتعوى، فحزن فنزل عليه جبرائيل بالآية: (لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ)وهى مدّة ملك بنى أميّة وتَسلّطهم على عباد الله، فخاف وسكت إلى أنْ يظهر المهدى من ولده فيرفع الألوية ويُخرج السيف فيملأ الأرض عدلاً وقسط.

''اہل سنت کہتے ہیں کہ خلفائے اربعہ کی خلافت نص اور دلیل سے ثابت ہے، اسی طرح عقیدہ حافظیہ میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری خلافت تیس سالوں تک چلے گی جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پوری ہوگئی۔ اسی طرح بارہ اماموں کی خلافت بھی ہے۔

پہلے امام: امام علی کرم اللہ وجہہ ہیں، ان کی خلافت کے بارے میں حدیث آئی ہے کہ خلافت تیس سالوں تک چلے گی۔

دوسرے امام: امام شاہ حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے، مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

تیسرے امام: امام شاہ حسین علیہ السلام ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور شاہ حسین کے نو بیٹوں کو بھی شہید کرے گا۔ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ حسین بن علی کے بعد ان کے بیٹوں میں سے یکے بعد دیگرے نو امام ہوں گے۔ آخری امام قائم ہوں گے۔

جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت ان کے سامنے تختیاں رکھی تھیں جن میں ان کی نسل کے اماموں کے نام تھے۔ میں نے شمار کیا تو ان کی تعداد گیارہ ہوئی۔ ان میں آخری امام قائم تھے۔ پھر ان سے ایک سوال پوچھا گیا کہ آخر امام زین العابدین نے خلافت کیوں چھوڑ دی؟ انھوں نے اس سوال کا طویل جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے دادا اور اپنے والد کی زندگی میں دیکھا تھا کہ کس طرح ان کے خلاف بغاوت ہوئی، قتل وخوں ریزی کا بازار گرم ہوا اور ظلم کے پہاڑ توڑے گئے اور انھوں

نے اپنے کانوں سے یہ سن رکھا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک خواب میں دیکھا تھا کہ کس طرح کتے آپ کے منبر پر اچھل کود مچا رہے ہیں،اس پر آپ کو شدید غم لاحق ہوا۔جبرائیل تشریف لائے اورقرآن مجید کی یہ آیت سنائی: ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ (شب قدر ہزار مہینوں کی رات سے افضل ہے)۔یہی ہزار مہینے بنوامیہ کی کل مدت خلافت اور اللہ کے بندوں پر ان کے مسلط رہنے کی مدت ہے تو وہ یعنی امام زین العابدین ڈر گئے اور خاموشی اختیار کر لی تا آنکہ ان کی اولاد میں سے امام مہدی کا ظہور ہو، پھر خلافت ان کے ہاتھ میں آئے جو اس کے حق دار ہیں،وہ تلوار نکالیں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

وہ آگے لکھتے ہیں:

وأوّلهم الإمام زين العابدين، والثاني الإمام محمّد الباقر، والثالث الإمام جعفر الصادق عليهم السلام، والرابع الإمام موسى الكاظم ابنه، والخامس على الرضا ابنه، والسادس الإمام محمّد التقى ابنه، والسابع الإمام على النقى ابنه، والثامن الإمام الحسن العسكرى ابنه، والتاسع الإمام حجّة الله القائم الإمام المهدى ابنه، وهو غائب وله عمر طويل، كما بين المؤمنين عيسى وإلياس وخضر، وفى الكافرين الدجّال والسامرى. (إلزام الناصب للشيخ على اليزدى الحائرى 1/297)

پہلے امام ،امام زین العابدین ہیں،دوسرے امام محمد باقر ہیں،تیسرے امام جعفر صادق علیہم السلام ہیں، چوتھے ان کے بیٹے امام موسیٰ کاظم ہیں، پانچویں ان کے بیٹے امام علی رضا ہیں، چھٹے ان کے بیٹے امام محمد تقی ہیں،ساتویں ان کے بیٹے امام علی نقی ہیں، آٹھویں ان کے بیٹے امام حسن عسکری ہیں اور نویں ان کے بیٹے حجۃ اللہ،قائم ،امام مہدی ہیں، جو غائب ہیں،ان کو بڑی طویل عمر ملی ہوئی ہے جیسا اہل ایمان میں عیسیٰ ،الیاس اور خضر کو اور کافروں میں دجال اور سامری کو ملی ہوئی ہے''۔

(19) نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی (متوفی:855ھ)

نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی نے اپنی کتاب ''الفصول المهمّة فی معرفة الأئمّة'' کی ایک خاص فصل میں امام مہدی کا تذکرہ کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

وُلِد أبو القاسم محمّد الحجّة بن الحسن الخالص بسرّ مَن رأی لیلة النصف من شعبان سنة :خمس وخمسین ومئتین للهجرة، وأمّا نسبه أباً وأمّاً فهو :أبو القاسم محمّد الحجّة، بن الحسن الخالص، بن علی الهادی، بن محمّد الجواد، بن علی الرضا، بن موسی الکاظم، بن جعفر الصادق، بن محمّد الباقر، بن علی زین العابدین، بن الحسین، بن علی، بن أبی طالب، صلوات الله علیهم أجمعین ...وأمّا لقبه:فالحجّة، والمهدی، والخَلَف الصالح، والقائم المنتظر، وصاحب الزمان، وأشهرها :المهدی ...) (الفصول المهمّة فی معرفة أحوال الأئمّة283 - 282 :).

''ابوالقاسم محمد حجۃ بن حسن خالص کی ولادت سرمن رأی میں ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری میں ہوئی ۔ان کا نسب یہ ہے:ابوالقاسم محمد حجۃ بن حسن خالص بن علی ہادی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم اجمعین ۔ان کے القاب یہ ہیں: حجۃ، مہدی، خلف صالح، قائم منتظر، صاحب زمان لیکن ان میں سب سے مشہور لقب مہدی ہے''۔

(20) شیخ ابوالمعالی محمد سراج الدین رفاعی (متوفی:885ھ)

شیخ ابوالمعالی محمد سراج الدین رفاعی اپنی کتاب'' صحاح الأخبار فی نَسَب السادة الفاطمیّة الأخیار ''میں ابوالحسن ہادی علیہ السلام کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

وأمّا الإمام علی الهادی ابن الإمام محمّد الجواد ولقبه التقی، والعالِم، والفقیه، والأمیر، والدلیل، والعسکری، والنجیب ولد فی

المدينة سنة: اثنتي عشر ومئتين من الهجرة، وتُوفّي شهيداً بالسمّ في خلافة المعتز العبّاسي يوم الاثنين بسرّ مَن رأى لثلاث ليالٍ خلون من رجب سنة: أربع وخمسين ومئتين، وكان له خمسة أولاد: الإمام الحسن العسكري، والحسين، ومحمّد، وجعفر، وعائشة.

فالحسن العسكري أعقب صاحب السرداب الحجّة المنتظر وليّ الله الإمام محمّد المهدي عليه السلام. (صحاح الأخبار في نسب السادة الفاطميّة الأخيار 56-55)

''امام علی ہادی بن امام محمد جواد کا لقب تقی ہے، وہ عالم، فقیہ، امیر، دلیل، عسکری اور نجیب وغیرہ کے القاب اورنسبتوں سے معروف ہیں۔ان کی ولادت مدینہ منورہ میں سنہ ۲۱۲ر ہجری میں ہوئی، معتز عباسی کی خلافت کے زمانے میں وہ سر من رأی میں ۳ر رجب سنہ ۲۵۴ر ہجری کو زہر خورانی سے شہید کردیے گئے۔ان کی پانچ اولاد تھی: امام حسن عسکری، حسین، محمد، جعفر اور عائشہ۔امام حسن عسکری نے اپنے پیچھے صرف ایک بیٹا چھوڑا جو صاحب سرداب، حجۃ، منتظر، ولی اللہ، امام محمد مہدی علیہ السلام ہیں''۔

(21) محمد بن داود نسیمی (متوفی: 901ھ)

'' ینابیع المودّة ''میں وہ عبارت گزر چکی ہے جس میں موصوف کا نام ان حضرات میں شامل ہے جو عقیدۂ مہدویت کے قائل ہیں۔

(22) فضل بن روزبہان (متوفی: 909ھ)

فضل بن روزبہان اپنی کتاب '' إبطال الباطل ''میں لکھتے ہیں:

ما ذكر من فضائل فاطمة صلوات الله على أبيها وعليها وعلى سائر آل محمّد والسلام، أمر لا يُنكر، فإنّ الإنكار على البحر برحمته، وعلى البَرّ بسعته، وعلى الشمس بنورها، وعلى الأنوار بظهورها، وعلى

السحاب بجوده، وعلى الملك بسجوده، إنكار لا يزيد المُنْكِر إلاّ الاستهزاء به، ومَن هو قادر على أنْ يُنْكِر على جماعة هم أهل السداد، وخُزّان معدن النبوّة، وحفّاظ آداب الفتوة، صلوات الله وسلامه عليهم.

سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علی ابیہا وعلیہا اور علی سائر آل محمد والسلام، کے فضائل میں جو کچھ ذکر کیا گیا، وہ ایک ایسا مضمون ہے جس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا، کیوں کہ ان کے فضائل کا انکار سمندر کی رحمت، زمین کی وسعت، سورج کی روشنی، کائنات پر اس کی روشنی کے ظہور، بادلوں کی سخاوت، فرشتوں کے سجود کے انکار کے مترادف ہے۔ یہ ایسا انکار ہوگا کہ انکار کرنے والا مذاق بن جائے گا، اسی طرح کس کے اندر طاقت ہے کہ وہ ایسی جماعت کا انکار کردے جو منہج مستقیم پر چلنے والی تھی، نبوت کی کان اور اس کا خزانہ تھی، اور جواں مردی کے آداب کی محافظ تھی۔ ان تمام حضرات پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی نازل ہو"۔

میں نے ان کی شان وعظمت میں جو نظم لکھی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں:

سلام على المصطفى المجتبى

سلام على السيّد المرتضى

''اللہ کی سلامتی نازل ہو مصطفی ﷺ پر کو اللہ کے منتخب کیے ہوئے ہیں، ''اللہ کی سلامتی نازل ہو ہمارے آقا علی مرتضی علیہ السلام پر''۔

سلام على ستّنا فاطمة

مَن اختارها الله خير النسا

''اللہ کی سلامتی نازل ہو ہماری سیدہ فاطمہ زہراء علیہ السلام پر جن کو اللہ نے تمام خواتین میں افضل ترین کی حیثیت سے منتخب کیا ہے''۔

سلام على المسک أنفاسه

على الحسن الألمعي الرضا

''اللہ کی سلامتی نازل ہوامام حسن علیہ السلام پر جن کی سانسوں میں خوشبوبسی تھی، جو ذہین، زیرک اور راضی بہ رضائے الٰہی تھے''۔

سلام علی الأورعی الحسین

شهید یری جسمه کربلا

''اللہ کی سلامتی نازل ہوامام حسین علیہ السلام پر جو متقیوں کے امام اور ایسے شہید ہیں جن کے جسم اطہر کو میدان کربلا نے دیکھا ہے''۔

سلام علی سیّد العابدین

علی بن الحسین المجتبی

''اللہ کی سلامتی نازل ہو دنیا کے سب سے بڑے عابد اور عابدوں کے سردار امام علی بن حسین علیہ السلام پر جو منتخب کیے ہوئے ہیں''۔

سلام علی الباقر المهتدی

سلام علی الصادق المقتدی

''اللہ کی سلامتی نازل ہوامام علی باقر علیہ السلام پر جو ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ کی سلامتی نازل ہوامام صادق علیہ السلام پر جو مقتدی ہیں''۔

سلام علی الکاظم الممتحَن

رضی السجایا إمامِ التُقی

''اللہ کی سلامتی نازل ہوامام کاظم علیہ السلام پر جن کو آزمائشوں سے دوچار کیا گیا، وہ اوصاف وکمالات اور بے پناہ خوبیوں کے مالک اور تقوی میں امام تھے''۔

سلام علی الثامن المؤتَمَن

علی الرضا سیّد الأصفیا

''اللہ کی سلامتی نازل ہو آٹھویں امام علی رضا علیہ السلام پر جو امانت داری میں ممتاز اور اصفیاء کے سردار ہیں''۔

سلام علی المتّقی التقی

محمّد الطیّب المرتجی

''اللہ کی سلامتی نازل ہوا امام محمد تقی علیہ السلام پر جو زہد و تقوی میں ممتاز، پاکیزہ اور امیدوں کا مرکز ہیں''۔

سلام علی الاریحی النقی

علی المکرّم هادی الوری

''اللہ کی سلامتی نازل ہوا امام علی نقی علیہ السلام پر جو راحت جان ہیں، مکرم ہیں اور خلق خدا کے رہنما اور ہادی ہیں''۔

سلام علی السیّد العسکری

إمام یجهز جیش الصفا

''اللہ کی سلامتی نازل ہوا امام سید عسکری علیہ السلام پر جو پیشوا ہیں اور جیش صفا کی صف آراء کرنے والے ہیں''۔

سلام علی القائم المنتظر

أبی القاسم القرم نور الهدی

''اللہ کی سلامتی نازل ہوا امام ابوالقاسم جو قائم و منتظر ہیں، جو سردار اور عظیم ہیں اور ہدایت کی روشنی ہیں''۔

سیطلع کالشمس فی غاسق

ینجیه من سیفه المنتقی

''وہ اسی طرح سے ظہور فرمائیں گے جیسے رات کی تاریکی کا پردہ چاک کر کے سورج طلوع ہوتا ہے، ان کی تلوار کی وجہ سے اشراف نجات پائیں گے''۔

تری یملأ الأرض من عدله

کما مُلئت جور أهل الهوی

''تم دیکھو گے کہ ان کے ظہور کے بعد زمین اسی طرح عدل وانصاف سے بھر جائے گی جس طرح وہ ہوا پرستوں کے ظلم ونا انصافی سے بھری ہوئی تھی''۔

سلام علیه و آبائه
و أنصاره ما تدوم السما

''اللہ کی سلامتی نازل ہوان پر اوران کے آباء واجداد پر، اسی طرح اللہ کی سلامتی نازل ہوان کے انصار پر جب تک یہ آسمان باقی ہے''۔

(إحقاق الحق لنور الله التستری، ص: 209، کشف الأستار عن وجه الغائب عن الأبصار 75-73)

اس طرح انھوں نے بغیر کسی شک وتردد کے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ بارہویں امام مہدی موعود ہی ہیں جو قائم اور منتظر ہیں اور جن کا تعلق ان ائمہ سے ہے جو روشن چہرہ والے، بابرکت اور موتیوں کی طرح ہیں۔ان سب پر اللہ کی سلامتی نازل ہو۔

(23) شیخ حسن عراقی (متوفی:958ھ)

شیخ حسن عراقی جو مصر میں کوم ریش کے قریب مدفون ہیں، کئی ایک کتابوں میں صراحت ملتی ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے جیسا کہ شعرانی کی کتاب'' الیواقیت والجواهر ''میں ہے۔اس حوالہ ہمیں شیخ صبان کی کتاب''إسعاف الراغبین ''میں بھی ملتا ہے جو نوا الابصار [ص:154] کے حاشیہ پر مطبوع ہے۔شعرانی کی دوسری کتاب طبقات کبری جس کا دوسرا نام''لواقح الأنوار ''ہے، اس میں بھی یہی مرقوم ہے۔(الطبقات الکبری المسمّاة بـ لواقح الأنوار 2/190)

(24) شیخ علی خواص استاذ شیخ شعرانی (متوفی:بعد958ھ)

شیخ علی خواص استاذ شیخ شعرانی کا بھی عقیدۂ مہدویت یہی ہے جیسا کہ شیخ شعرانی کی کتاب''الیواقیت والجواهر ''میں ہے۔(إسعاف الراغبین للشیخُ الصّبان،

المطبوع بهامش نورالأبصار 154).

(25)احمد رملی (متوفی:971ھ)

دیارحضرمیہ کے مفتی اپنی کتاب'' بغیة المسترشدین ''میں لکھتے ہیں:

احمد رملی نے اور اسی طرح شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ امام مہدی موجود اور حیات ہیں''۔ (مَن هو المهدی للشیخ أبو طالب التجلیل التبریزی441-440)

(26)عبدالوہاب بن احمد شعرانی شافعی (متوفی:973ھ)

عبدالوہاب بن احمد شعرانی شافعی نے اپنی کتاب'' الیـواقیت والجواهر ''کے مبحث پینسٹھ(٦٥) میں قیامت کی علامتوں کا ذکر کیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے جن جن علامات کا ذکر کیا ہے، قیامت سے پہلے ان کا وقوع اور ظہور برحق ہے،اسی سلسلے میں آگے لکھتے ہیں:

وذلک کخروج المهدی ثمّ الدجال ...قال الشیخ تقی الدین بن أبی منصور فی عقیدته، وکلّ هذهِ الآیات تقع فی المئة الأخیرة من الیوم الذی وَعَدَ به رسول الله صلّی الله علیه وسلّم أمّته بقوله:إنّ صلحت أمّتی فلها یوم وإنْ فسدت فلها نصف یوم،یعنی من أیّام الرب المشار إلیها بقوله تعالی:وإِنَّ یَوْمَاً عِنْدَ رَبِّکَ کَأَلْفِ سَنَةٍ مِمّا تَعُدُّونَ،قال بعض العارفین وأوّل الألف محسوب من وفاة علی بن أبی طالب رضی الله تعالی عنه ... ثمّ تأخذ فی ابتداء الاضمحلال إلی أنْ یصیر الدین غریباً کما بدأ، وذلک الاضمحلال یکون بدایته من مضی ثلاثین سنة فی القرن الحادی عشر، فهناک یُتَرقّب خروج المهدی(علیه السلام)وهو من أولاد الإمام حسن العسکری، ومولده(علیه السلام)لیلة النصف من شعبان سنة :خمس وخمسین ومئتین، وهو باقٍ إلی أنْ یجتمع بعیسی بن مریم(علیه

السلام)،فيكون عمره إلى وقتنا هذا وهو سنة :ثمان وخمسين وتسعمئة.سبعمئة سنة وستّ سنين، هكذا أخبرني الشيخ حسن العراقي، المدفون فوق كوم الريش المطلّ على بركة الرطل بمصر المحروسة، عن الإمام المهدي حين اجتمع به ووافقه على ذلک سيّدي علي الخواص رحمهما الله تعالى.

''قیامت کی علامتوں میں سے جیسے امام مہدی کا ظہور اور پھر دجال کا خروج ہے۔ شیخ تقی الدین بن ابومنصور اپنے ''عقیدہ'' میں لکھتے ہیں: یہ تمام علامتیں اس دن کی آخری صدی میں وقوع پذیر ہوں گی جس کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں کیا ہے: ''**إنّ صلحت أمّتي فلها يوم وإنْ فسدت فلها نصف يوم**''(اگر میری امت ٹھیک ٹھاک رہی تو اس ے لیے ایک دن ہے،اور اگر بگڑ گئی تو اس کے لیے آدھا دن ہے ،رب تعالیٰ کے اس دن کے حساب سے جس کا تذکرہ اس نے اس ارشاد میں کیا ہے: ﴿**وإنَّ يَوْمَاً عِنْدَ رَبِّکَ كَألْفِ سَنَةٍ مِمّا تَعُدُّون**﴾(اور تمھارے رب کے نزدیک ایک دن تمھارے اپنے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے)۔بعض عارفین نے کہا ہے کہ ہزار سال کی ابتدا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد اضمحلال اور کمزوری کا آغاز ہوگا یہاں تک کہ وہ اسی طرح اجنبی بن جائے گا جس طرح پہلے دن تھا۔اور اس اضمحلال اور کمزوری کی ابتداء گیارہویں صدی ہجری میں تیس سال گزرنے کے بعد ہوگی۔پھر یہیں سے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار ہوگا۔وہ امام حسن عسکری کی اولاد میں سے ہیں،ان کی ولادت ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری میں ہوئی ہے اور وہ عیسی علیہ السلام کے ساتھ جمع ہونے تک باقی رہیں گے۔ان کی عمر آج ہمارے دور تک جب سنہ ۹۵۸/ہجری چل رہا ہے،۷۰۶/سال کی ہے۔شیخ حسن عراقی نے اسی طرح ہمیں اطلاع دی ہے جو مصر میں کوم ریش کے بالائی حصہ پر مدفون ہیں،انھوں نے یہ خبر امام مہدی کے واسطے سے دی ہے،جب ان کے ساتھ ان کی

ملاقات ہوئی تھی ۔اس بات سے ہمارے سردار علی خواص رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اتفاق ظاہر کیا ہے''۔

شیخ محی الدین کی عبارت فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۶۶/ میں یہ ہے:

واعلموا أنّه لا بدّ من خروج المهدی ....(المهدی عند أهل السنّة 1/410)

''یاد رہے کہ امام مہدی کا ظہور لازمی ہے....''

نمبر ۸ پر شیخ محی الدین کا یہ کلام پیچھے گزر چکا ہے۔اسے ایک بار پھر ملاحظہ فرمالیں۔

(27) سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ شیرازی نیشابوری (متوفی:1000ھ)

سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ شیرازی نیشابوری اپنی کتاب'' روضة الأحباب ''میں لکھتے ہیں:

کلام در بیان إمام دوازدهم م ح م د ابن الحسن علیهما السلام، تولّد همایون آن در درج ولایت وجوهر معدن هدایت، یقول أکثر أهل روایت در منتصف شعبان سنة:دویست وبنجاه وبنج در سامرة اتفاق افتاد وگفتة شده در بیست وسیم از شهر رمضان دویست وبنجاه وهشت، ومادر آن عالی گهر أم ولد بود، ومسمّاة بصیقل، یا سوسن، وقیل :نرجس، وقیل :حکیمة.

وآن إمام ذوی الاحترام در کنیت ونام با حضرت خیر الأنام علیه وآله تحفّ الصلاة والسلام موافقت دارد، ومهدی منتظر، والخلف الصالح، وصاحب الزمان، در ألقاب أو منتظم است، در وقت بدر بزرگوار بروایت که بصحّت أقربست :بنج ساله بود، وبقول ثانی:دو

ساله، وحضرت واهب العطايا آن شكوفه گلزار را مانند يحيى زكريا سلام الله عليهما در حالت طفوليّت حكمت كرامت فرموده، ودر وقت صبا بمرتبة بلند امامت رسانيده، وصاحب الزمان يعنى مهدى دوران در زمان معتمد خليفة در سنة :دويست وشصت وبنج يا شصت وشش على اختلاف القولين در سردابه سرّ مَن رأى از نظر فرق برايا غايب شد. (نقله صاحب كشف الأستار :ص 65 -64)

''کلام بارہویں امام م ح م د بن حسن علیہما السلام کے بارے میں،ان کی ولادت اکثر روایات کے مطابق درج ولایت اور جو ہر معد ہدایت میں ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۸/ ہجری میں ہوئی ،ان کی جلیل القدر والدہ ام ولد تھیں ،ان کا نام باختلاف روایات صیقل، سوسن،نرجس یا حکیمہ تھا۔

یہ امام مکرم اپنی کنیت اور نام میں خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور کنیت سے مشابہ تھے۔ان کے القاب مہدی منتظر،خلف صالح اور صاحب زمان علیہ السلام تھے ۔پہلی روایت کے مطابق جو صحت کے زیادہ قریب ہے،ان کی عمران کے والد علیہ السلام کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی جب کہ دوسری روایت کے مطابق دو سال کی تھی ۔ عطا اور بخشش کا فیضان کرنے والی ذات نے یحی بن زکریا سلام اللہ علیہما کی طرح ان کو بھی بچپن میں ہی حیران کرنے والا نور عطا فرمایا تھا۔بچپن میں ہی وہ امامت کے بلند ترین مقام پر فائز کردیے گئے تھے خلیفہ عباسی معتمد کے زمانے میں صاحب زمان یعنی امام مہدی سنہ ۲۶۵/ یا سنہ ۲۶۶/ہجری میں خرق عادت کے طور پر سر من رأی کے سرداب میں مخلوق کی نگاہوں سے روپوش ہوگئے تھے''۔

(28)صوفی شیخ عارف عبدالرحمان چشتی (متوفی:1045ھ)

صوفی شیخ عارف عبدالرحمان چشتی اپنی کتاب''مرآة الأسرار ''میں لکھتے ہیں:

ذكـر آن آفتـاب ديـن ودولت آن هادى جميع ملّت ودولت آن قائم مـقـام بـاک أحـمـدى إمام بر حقّ أبو القاسم م ح م د بن الحسن المهدى رضـى الـلـه عـنه، وى امام دوازدهم است أز أئمّة أهل بيت، مادرش أُمّ لد بـود، نـرجـس نـام داشت، ولادتش شب جمعه بانزدهم ماه رمضان سنة : خـمـس وخـمسيـن ومئتين وبرواية(شواهد النبوّة)بتاريخ ثلاث وعشرين مـن شهر رمضان سنة :ثـمـان وخمسين در سرّ مَن رأى عرف سامرّه واقع شـد، وامام دوازدهم در كنيت ونام حضرت رسالت بناهى(عليه السلام) موافقت دارد، ألقاب شريفش:مهدى، وحجّت، وقائم، ومنتظر، وصاحب الزمان(عليه السلام).

در وقـت وفـاة بدر خود إمام حسن عسكرى(عليه السلام)بنج ساله بـود كـه بـر مسـنـد امامت نشست، چنانچه حق تعالى حضرت يحيى بن زكـريـا عـليهـمـا السـلام را در حـال طـفـوليّت حكمت كرامت فرمود، وعيسـى بـن مـريـم(عـليــه السـلام)را وقـت صبــا بمرتبـه بلند رسـانيد، وهـمـچـنيـن أو را در ايـن صـغـر سن إمام گردانيد وخوارق عادات أو نه چندانست كه در اين مختصر گنجايش دارد.(كشف الأستار 81 ـ 82)

’’ذکر شمس الدین والدولہ ہادی الملۃ والدولہ، جو مقام مطہری احمدی میں قائم ہیں، وہ ہیں امام برحق ابوالقاسم محمد بن حسن مہدی رضی اللہ عنہ۔ وہ اہل بیت کے اماموں میں سے بارہویں امام ہیں، ان کی والدہ ام ولد تھیں، ان کا نام نرجس تھا۔ ان کی ولادت جمعہ کی رات ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری میں ہوئی تھی۔ شواہد نبوۃ کی روایت کے مطابق ان کی ولادت ۲۳/رمضان سنہ ۲۵۸/ہجری کو سامراء کے معروف مقام سرمن رأی میں ہوئی تھی۔

ان کا نام اور ان کی کنیت وہی تھی جو نبی اکرم ﷺ کی تھی، ان کے القاب: مہدی،

حجت، قائم، منتظر اور صاحب زمان تھے۔ان کے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی، اور اسی عمر میں وہ مسند امامت پر فائز کردیے گئے تھے، ان کی مثال یحی بن زکریا جیسی تھی جن کو اللہ نے عہد طفولیت میں ہی حکمت وکرامت سے نوازا تھا۔اور عیسی بن مریم جیسی تھی جن کو اللہ صغرسن میں ہی نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ٹھیک اسی طرح مہدی کو اللہ نے صغرسن میں ہی امام بنا دیا تھا اور ان کے ہاتھ پر جن کرامات کا ظہار ہوا، وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ یہاں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے"۔

(29) مولوی علی اکبر بن اسد اللہ المودودی (متوفی:1210ھ)

مولوی علی اکبر بن اسد اللہ المودودی اپنی کتاب" المکاشفات" جسے انھوں نے مولی عبدالرحمٰن جامی کی کتاب"النفحات"پر بطور حاشیہ تحریر فرمایا ہے، انھوں نے اس کتاب میں عصمت انبیاء کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے علی بن سہل بن ازہر اصبہانی سے مروی کلمات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فبهذا صحّ مذهب مَن ذهب إلى كون غير النبى(صلّى الله عليه وآله وسلّم)معصوماً، ومَن قيّد العصمة فى زمرة معدودة ونفاها عن غير تلك الزمرة فقد سلك مسلكاً آخر. وله أيضاً وجه يعلمه من علمه، فإنّ الحكم بكون المهدى الموعود رضى الله عنه موجوداً وهو كان قطباً بعد أبيه الحسن العسكرى -كما كان هو قطباً بعد أبيه إلى الإمام على بن أبى طالب كرّمنا الله بوجوههم -يُشير إلى صحّة حصر تلك الرتبة فى وجوداتهم من حين كان القطبيّة فى وجود جدّه على بن أبى طالب(عليه السلام)إلى أنْ تتمّ فيه لا قبل ذلك. فكلّ قطب فرد يكون على تلك الرتبة نيابة عنه لغيبوبته من أعين العوام والخواص لا عن أعين أخصّ الخواص. وقد ذكر ذلك عن الشيخ صاحب اليواقيت وعن غيره أيضاً

رضـی الـلـه عـنـه وعنهم. فلا بدّ أنْ یکون لکلّ إمام من الأئمّة الاثنی عشر عصمة، خذ هذهِ الفائدة.

قـال الشیـخ عبد الوهاب الشعرانی، فی المبحث الخامس والستّین: قـال الشیـخ تـقی الدین بن أبی المنصور فی عقیدته بعد ذکر تعیین السَنَة لـلـقیـامة: فهـنـاک یُتَـرقّب خروج المهدی(علیه السلام)، وهو من أولاد الإمـام حسن العسکری علیه السلام. (ان کے کلام کو کشف الاستار [ص:81-79] کے مصنف نے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے)

''اس اعتبار سے ان حضرات کا مسلک درست ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ بھی معصوم ہو سکتے ہیں، جن حضرات نے عصمت کو گنے چنے زمرے میں شمار کیا ہے اور اس زمرے سے باہر عصمت کی نفی کی ہے، وہ دوسرے مسلک پر چل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ اور بھی ہے جسے اصحاب علم ہی جانتے ہیں۔ مہدی موعود رضی اللہ عنہ کے موجود ہونے کا حکم جو اپنے والد امام حسن عسکری کی وفات کے بعد ایک قطب کی طرح تھی جس طرح وہ اپنے والد کی وفات کے بعد ایک قطب کی حیثیت سے تھے، اور اسی طرح امام علی بن ابی طالب کرمنا بو جوہمتک تمام ائمہ اپنے اپنے دور میں قطب کی حیثیت سے تھے، وہ اشارہ کرتا ہے اس بات کی طرف کہ یہ مقام ان کے وجود کے ساتھ تھا جس طرح یہ مقام ان کے جد امجد علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ان کے یہاں ہی اس کی تکمیل ہوئی، اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اس طرح ہر قطب ایک ایسا فرد ہے جو اس مقام پر سیدنا علی علیہ السلام کی عام اور خاص لوگوں کی نظروں میں غیبو بت کے دوران نیابتاً موجود ہوتا ہے جب کہ اخص الخواص کی نظروں میں وہ کبھی غائب نہیں ہوتا۔ یہ بات شیخ صاحب ''الیو اقیت'' وغیرہ رضی اللہ عنہ وعنہم کے حوالے سے ذکر کی جاتی ہے، لہذا ان بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لیے عصمت لازمی ہے۔ ایک مفید بات یہ بھی سمجھ لیں: شیخ عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب کے مبحث نمبر ۶۵ میں لکھتے

ہیں: شیخ تقی الدین بن ابوالمنصو راپنے عقیدہ میں قیامت کے سال کی تعیین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہیں سے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کیا جانا چاہئے جو امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں''۔

(30) قاضی جواد بن ابراہیم بن محمد ساباط قاضی حنفی (متوفی: 1250ھ)

قاضی جواد بن ابراہیم بن محمد ساباط قاضی حنفی اپنی کتاب'' **البراهين الساباطيّة** '' میں ان باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جن سے ملت محمدیہ کے ستون مستحکم رہ سکتے ہیں، کتاب'' **شعيا** '' سے نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

وستخرج من قِنُسِ الأسى ينبت من عروقه غصن، وستستقرّ عليه روح الربّ أعني:روح الحكمة والمعرفة، وروح الشورى والعدل، وروح العلم وخشية الله، ويجعله ذا فكرة وقّادة، مستقيماً فى خشية الربّ، فلا يُقضى كذا بلجامات الوجوه ولا يدين بالسمع .

''قنس اسی سے ایک پودا اگے گا، جس کے تنوں سے ایسی شاخیں نکلیں گی جن پر رب کی روح جلوہ افروز ہوگی یعنی حکمت ومعرفت کی روح، شوریٰ اور عدل کی روح، علم اور خشیت الٰہی کی روح، جو اسے صاحب فکر اور صاحب قیادت بنادے گی، خشیت الٰہی میں وہ راہ مستقیم پر ہوگا، وہ چہروں کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کرے گا اور نہ محض سن کر کسی دینی کام کو انجام دے گا''۔

اس کے بعد یہود ونصاریٰ نے اس قول کی جو تاویل کی ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فيكون المنصوص عليه هو المهدى رضى الله عنه بعينه بصريح قوله ولا يدين بمجرّد السمع؛ لأنّ المسلمين أجمعوا على أنّه -رضى الله عنه -لا يحكم بمجرّد السمع والحاضر، بل لا يلاحظ إلاّ الباطن، ولم يتّفق

ذلک لأحد من الأنبیاء والأوصیاء.

''یہاں اس عبارت کے عین مصداق امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا یہ کہنا کہ وہ محض سن کر کوئی دینی کام نہیں کریں گی، اس کی واضح اور صاف دلیل ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ محض سن کر کے یا کسی کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ نہیں کریں گے، بلکہ ان کے تمام فیصلے باطن میں جھانک کر کیے جائیں گے اور یہ امتیاز کسی نبی اور وصی کو حاصل نہیں ہے''۔

موصوف آگے لکھتے ہیں:

وقد اختلف المسلمون فی المهدی رضی الله عنه، فقال أصحابنا من أهل السُنّة والجماعة :إنّه رجل من أولاد فاطمة یکون اسمه محمّداً، واسم أبیه عبد الله، وأُمّه آمنة، وقال الإمامیّون :بل، إنّه هو محمّد بن الحسن العسکری رضی الله عنهما، وکان قد تولّد سنة 255 :مِن فتاةٍ للحسن العسکری رضی الله عنه اسمها نرجس، فی سرّ مَن رأی بزمن المعتمد، ثمّ غاب سنة، ثمّ ظهر، ثمّ غاب وهی الغیبة الکبری، ولا یؤوب بعدها إلاّ إذا شاء الله. ولمّا کان قولهم أقرب لتناول هذا النص، وکان غرضی الذبّ عن ملة محمّد(صلّی الله علیه وآله وسلّم)مع قطع النظر عن التعصّب فی المذهب ذکرتُ لک مطابقة ما یدّعیه الإمامیّون. (ان کے کلام کو کشف الاستار [ص:85-84] کے مصنف نے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے)

''امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ وہ سیدہ فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے، ان کا نام محمد ہوگا، ان کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ امامیہ کہتے ہیں کہ وہ محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ ہیں جو سنہ ۲۵۵ ہجری میں حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی ام ولد سے معتمد کے زمانے میں سر من رأی میں پیدا ہو چکے ہیں۔ ولادت کے بعد ایک سال

کے لیے غائب ہوگئے، پھر ان کا ظہور ہوا اور اس کے بعد پھر غائب ہوگئے۔ یہ ان کی غیبوبت کبری ہے، اب جب اللہ چاہے گا، وہ دوبارہ ظہور فرمائیں گے، چوں کہ امامیہ کا یہ قول نقل کردہ نص کے زیادہ قریب ہے اور یہاں میرا مقصد ملت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع ہے، اس سلسلے میں تعصب سے قطع نظر میں نے آپ کے سامنے وہ حقیقت بیان کردی ہے جس کا دعوی امامیہ کرتے ہیں''۔

(31) عبدالرحمان بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی مفتی الدیار حضرمیہ (متوفی: 1251ھ)

عبدالرحمان بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی مفتی الدیار حضرمیہ اپنی کتاب ''**بغیة المسترشدین** ''مطبوعہ مصر، ص:296 میں لکھتے ہیں:

نقل السیوطی عن شیخه العراقی أنّ المهدی وُلِدَ سنة 255 :، قال: ووافقه الشیخ علی الخواص، فیکون عمره -فی وقتنا -سنة 703 :958: سنة. وذکر أحمد الرملی أنّ المهدی موجود، وکذلک الشعرانی ،من خط الحبیب علوی بن أحمد الحدّاد، وعلی هذا یکون عمره فی سنة: 1046 :1301 سنة . (ان کا کلام شیخ ابوطالب تجلیل تبریزی نے اپنی کتاب ''**مَن هو المهدی**''[ص:441-440] میں نقل کیا ہے)

''سیوطی نے اپنے شیخ عراقی سے نقل کیا ہے کہ امام مہدی کی ولادت ۲۵۵ر ہجری میں ہوئی ہے۔انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بات سے شیخ علی خواص نے بھی اتفاق کیا ہے۔اس حساب سے ہمارے اس وقت یعنی سنہ ۹۵۸ر ہجری میں ان کی عمر ۷۰۳ر سال کی ہوگی۔احمد رملی نے ذکر کیا ہے کہ امام مہدی موجود ہیں۔اسی طرح ان کی موجودگی کا ذکر شعرانی نے بھی کیا ہے۔یہ تحریر حبیب علوی بن احمد حداد کی ہے۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو آج ۱۳۰۱ر ہجری میں ان کی عمر ۱۰۴۶ر سال کی ہوئی ہے''۔

(32) سلیمان بن ابراہیم معروف بہ قندوزی حنفی (متوفی:1294ھ)

سلیمان بن ابراہیم معروف بہ قندوزی حنفی اپنی کتاب ''ینابیع المودّة'' میں لکھتے ہیں:

فالخبر المعلوم المحقّق عند الثقات أنّ ولادة القائم(علیه السلام) کانت لیلة الخامس عشر من شعبان سنة: خمس وخمسین ومئتین فی بلدة سامرّاء. (ینابیع المودّة543 /2 :، آخر الباب79)

''یہ روایت ثقہ حضرات کے یہاں معلوم ومحقق ہے کہ امام قائم علیہ السلام کی ولادت ۱۵/شعبان سنہ ۲۵۵/ہجری میں شہر سامراء میں ہوئی''۔

اسی طرح جو شخص کتاب ''ینابیع المودّة '' کے ابواب79، 80، 82، 83، 84، 85، 86 وغیرہ کا جو امام مہدی کے لیے خاص ہیں، مطالعہ اور مراجعہ کرے گا، اس کے سامنے ہر چیز واضح اور صاف ہوجائے گی۔

(33) شیخ نجم الدین شافعی

شیخ نجم الدین شافعی اپنی کتاب'' منال الطالب''[مخطوط] میں لکھتے ہیں:

القسم الثانی فی ذکر المعانی التی ذکر اختصاصهم بها وهی الإمامة الثابتة لکلّ واحد منهم، وکون عددهم مختصراً فی اثنی عشر إماماً، فأمّا ثبوت الإمامة لکلّ واحد منهم فإنّه حصل ذلک لکلّ واحد مِن قَبله، فحصلتُ للحسن التقی(علیه السلام)من أبیه علی بن أبی طالب (علیه السلام)، وحصلتُ بعده لأخیه الحسین الزکی منه، وحصلتُ بعد الحسین لابنه علی زین العابدین منه، وحصلتُ بعد زین العابدین لولده محمّد الباقر، وحصلتُ بعد الباقر لولده جعفر الصادق منه، وحصلتُ بعد الصادق لولده موسی الکاظم منه، وحصلت بعد الکاظم لولده علی الرضا منه، وحصلت بعد الرضا لولده محمّد القانع منه، وحصلت بعد القانع

لولـده علی المتوكّل منه، وحصلتُ بعد المتوكّل لولده الحسن الخالص منـه، وحصـلـت بـعد الخالص لولده محمّد الحجّة المهدی. (ان کا کلام شیخ ابوطالب تجلیل تبریزی نے اپنی کتاب'' مَن هو المهدی ''[ص:443-442] میں نقل کیا ہے)

''قسم دوم ان معانی ومفاہیم کے ذکر میں جوان حضرات ائمہ کا اختصاص ہیں اور وہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک کو مقام امامت حاصل ہے۔اور ان کی تعداد بارہ اماموں میں منحصر ہے۔جہاں تک سوال ہے ان میں سے ہر ایک کے لیے امامت کے ثبوت کی بات تو ہر ایک کو یہ امامت اپنے پیش رو سے حاصل ہوئی ہے۔حسن تقی علیہ السلام کو امامت اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے حاصل ہوئی ہے،اس کے بعد امامت ان سے ان کے بھائی حسین زکی کو، پھر ان سے ان کے بیٹے علی زین العابدین کو، پھر زین العابدین کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر کو،اور باقر کے بعد ان سے ان کے بیٹے جعفر صادق کو،صادق کے بعد ان سے ان کے بیٹے موسیٰ کاظم کو، کاظم کے بعد ان سے ان کے بیٹے علی رضا کو،رضا کے بعد ان سے ان کے بیٹے محمد قانع کو، قانع کے بعد ان سے ان کے بیٹے علی متوکل کو،متوکل کے بعد ان سے ان کے بیٹے حسن خالص کو اور خالص کے بعد ان کے بیٹے محمد حجۃ مہدی کو حاصل ہوئی''۔

(34) شمس الدین تبریزی

جیسا کہ'' ینابیع المودّة ''میں ہے۔

(35) سید نعمت اللہ ولی

جیسا کہ'' ینابیع المودّة ''میں ہے۔

(36) عبداللہ بن محمد مطیری شافعی

عبداللہ بن محمد مطیری شافعی اپنی کتاب'' **الـرياض الزاهرة فی فضل آل بيت الـنبـی وعتـرته الطاهرة صلوات الله عليهم** ''میں لکھتے ہیں جیسا کہ محدث نوری نے اپنی کتاب'' **كشف الأستـــار** ''میں نقل کیا ہے کہ مولف نے اپنی کتاب کے آغاز

میں امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''إحیاء المیت بفضائل أهل البیت علیهم السلام '' کو مکمل نقل کیا ہے جو ساٹھ (۶۰) احادیث پر مشتمل ہے، ان ساٹھ احادیث کو مکمل نقل کرنے کے بعد انھوں نے اس کی تعداد ایک سو اکیاون (۱۵۱) تک پہنچائی ہے ، وہ آخری حدیث درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روایت بیان کی جاتی ہے:

أنّ من ذرِّيَّة الحسين بن علی -رضی الله عنه -المهدی المبعوث فی آخر الزمان.

''حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل میں مہدی ہوں گے جن کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا''۔

آگے لکھتے ہیں:

وجميع نسل الحسين وذرِّيَّته يعودون إلى إمام الأئمّة المحقّق المُجمَع على جلالته وغزارة علمه وزهده، وورعه وكماله، سلالة الأنبياء والمرسلين، وسلالة خير المخلوقين زين العابدين على بن الحسين رضی الله عنه وأرضاه.

''حسین کی تمام نسل اور ذریت کا مرجع امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ ہیں جو حقیقت میں امام الائمہ ہیں، جن کی جلالت، جن کی علمی غزارت، جن کے زہد، ورع اور کمال پر اجماع ہے جو انبیاء و مرسلین اور مخلوق میں سب سے افضل کی نسل سے ہیں''۔

اس کے بعد انھوں نے ان کے بعض فضائل کا ذکر کیا ہے، ان کی نسل کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے اور ان کی فضیلت میں کئی ایک خوابوں کا تذکرہ کیا ہے، پھر وہ پہلے امام کی حیثیت سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہیں، اور باقی اماموں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الحادی عشر :ابنه الحسن العسكری رضی الله عنه، الثانی عشر :ابنه محمّد القائم المهدی رضی الله عنه، وقد سبق النص عليه فی ملّة الإسلام من النبی محمّد(صلّى الله عليه وآله وسلّم)وكذا مِن جدّه

علی بن أبی طالب رضی الله عنه و من بقيّة آبائه أهل الشرف و المراتب، وهو صاحب السيف القائم المنتظر كما ورد ذلک فی صحيح الخبر، وله قبل قيامه غيبتان.

''گیارہویں امام ان کے بیٹے حسن عسکری رضی اللہ عنہ ہیں اور بارہویں امام ان کے بیٹے محمد قائم مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔اسلامی ملت میں ان کے سلسلے میں نبی محمدﷺ کی طرف سے،اسی طرح ان کے جدامجد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اوران کے باقی اجداد کی طرف سے جو اہل شرف ومراتب تھے، یہ بات ثابت ہے کہ وہ صاحب سیف ،قائم منتظر ہیں جیسا کہ صحیح خبر میں یہ بات منقول ہے،ظہور سے پہلے انھیں دوغیبوبت حاصل ہوگی''۔

پھر آگے انھوں نے بہت سی باتیں لکھی ہیں۔اس کے بعد محدث نوری نے اس میں کچھ اضافے کیے ہیں۔جونسخہ میرے ہاتھ آیا تھا،وہ بہت قدیم تھا،اس کے مولف کے اپنے قلم سے کتاب کے سرورق پر یہ عبارت لکھی تھی:

''**كتاب الرياض الزاهرة فی فضل آل بيت النبی وعترته الطاهرة**'': تالیف فقیرالی اللہ تعالیٰ عبداللہ محمد بہ لحاظ شہرت مطیری،مقیم حال کے لحاظ سے مدنی،مسلک کے اعتبار سے شافعی،عقیدہ کے اعتبار سے اشعری اورسلوک وطریقت کے اعتبار سے نقشبندی،اللہ ان سب کی برکتوں سے ہمیں نفع پہنچائے۔آمین۔

(كشف الأستار عن وجه الغائب عن الأبصار 94-93)

(37) دکتورعبدالسلام ترمانینی

دکتورعبدالسلام ترمانینی اپنی کتاب''**أحداث التاريخ الإسلامی**''میں لکھتے ہیں:

الحسن العسكری ...أبو محمّد الإمام الحادی عشر من أئمّة الشيعة الإماميّة، وهو والد محمّد(المهدی)الإمام المنتظر الذی دخل السرداب فی سامرّاء واختفی. (أحداث التاريخ الإسلامی: ج 2، مجلّد 1،

ص 171)

''حسن عسکری............امام ابومحمد امامیہ شیعہ کے اماموں میں سے گیارہویں امام ہیں، وہ محمد مہدی امام منتظر کے والد گرامی ہیں جو سامراء کے سرداب میں داخل ہوئے اور روپوش ہو گئے''۔

(38) یونس احمد سامرائی

یونس احمد سامرائی اپنی کتاب''سامراء فی أدب القرن الثالث ''میں جو بغداد یونیورسٹی کے تعاون سے شائع ہوئی ہے، سامراء کی طرف عسکری کی نسبت سے متعلق لکھتے ہیں:

فالعسكرى نسبة إلى العسكر وهو كما مرّ بنا من أسماء سامرّاء ... وقد حمل هذهِ النسبة جماعة من الأجلاّء منهم أبو الحسن على الهادى بن محمّد الجواد العسكرى وابنه الحسن العسكرى وأبو القاسم محمّد بن الحسن العسكرى وهو المهدى المنتظر. (سامراء فى أدب القرن الثالث الهجرى46)

''عسکری نسبت ہے عسکر کی طرف ،جیسا کہ بیان ہوچکا ہے ،وہ سامراء کا دوسرا نام ہے۔اس نسبت کا شرف کئی ایک جلیل القدر شخصیات کو حاصل ہے جیسے ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد عسکری،ان کے بیٹے حسن عسکری اور ابوالقاسم محمد بن حسن عسکری،اور یہی مہدی منتظر ہیں''۔

كما تُوفِّى فيها ودُفن عدد غير قليل من الأفاضل والعلماء المحدّثين والقضاة واللغويّين و ...منهم أبو الحسن على بن محمّد العسكرى وابنه أبو محمّد الحسن بن على العسكرى والد المنتظر. (سامراء فى أدب القرن الثالث الهجرى70)

''اسی طرح یہاں کئی ایک افاضل،علماء،محدثین،قضاۃ اور ماہرین لغت کی وفات ہوئی اور اسی سرزمین میں وہ دفن کیے گئے ۔ان میں نمایاں حضرات یہ ہیں:ابوالحسن علی بن

محمد عسکری، اوران کے بیٹے ابو محمد حسن بن علی عسکری جو امام منتظر کے والد گرامی ہیں‘‘۔

کبار علمائے اہل سنت کے اقوال وکلمات کا سلسلہ اب ہم یہیں ختم کرتے ہیں، قارئین پر مزید بار نہیں ڈالنا چاہتے۔ ہم نے اب تک جو کچھ اس سلسلے میں ذکر کر دیا ہے، وہ ان بناوٹی باتوں اور گمانوں کو رد کرنے کے لیے کافی ہے جن کے ذریعے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ امام حسن عسکری کی وفات اس طرح ہوئی کہ انھوں نے اپنے پیچھے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا۔

قارئین کرام! آپ نے مورخین اور اس موضوع کے ماہرین اور اہل معرفت کی عبارتیں دیکھیں، سب اس بات کی وضاحت کر رہی ہیں کہ محمد بن حسن کی ولادت ہو چکی ہے، اور آپ کے ملاحظہ میں یہ چیز بھی آئی کہ ان میں سے بعض حضرات ان کی مہدویت کے قائل ہیں، بعض ان کی ولادت کے تو قائل ہیں لیکن وفات کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کرتے۔ سوائے ان بعض اٹکل پچو باتوں کے جو وہ ان کی وفات کے تعلق سے کرتے ہیں، اس سے صراحتاً اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ امام حجت نظروں سے غائب ہیں۔

ایسی صورت میں ہر زبان جو چاہے جھوٹ اور باطل کا اعلان واظہار کرے اور اس طرح کے منہ اسلامی تاریخ میں کھلے رہے ہیں جنھوں نے تلبیس اور بہتان سے کام لیا ہے۔ ان تمام سعی نامسعود کے باوجود سورج روشن ہے، چاند چمک رہا ہے اور نور حقیقت کی تابانیاں امامت کے نور کو روشنی فراہم کر رہی ہیں۔ آل محمد سے تعلق رکھنے والے امام مہدی کی ولادت ہو چکی ہے تاکہ ظالموں اور جابروں کی سرکوبی ہو سکے اور اللہ کی زمین ظلم وستم اور ناانصافی سے بھر جانے کے بعد عدل وانصاف اور مساوات سے ایک بار پھر انسانیت کو امن وسکون فراہم کر سکے۔

والحمد الله ربّ العالمین.

☆☆☆☆☆

خاتمۂ کتاب

خاتمۂ کتاب میں مجھے دو باتوں پر گفتگو کرنی ہے:

گزشتہ مباحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امت اسلامیہ مکمل طور پر اہل بیت علیہم السلام کی بزرگی اور عظمت پر متفق ہے۔ہم نے یہ بھی جانا کہ قرآنی آیات اور احادیث ان کی اتباع ،ان کے منہج سے تمسک اور ان کے چشمۂ صافی سے سیرابی حاصل کرنے کو واجب قرار دیتی ہیں۔اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اہل سنت کی کتابیں ان کی مدح وثنا سے بھری ہوئی ہیں، بلکہ ہم نے یہ بھی پڑھا کہ اہل سنت کے عوام ہی نہیں بلکہ ان کے علماء بھی ائمۂ اہل بیت کے مزارات کی زیارت کو جاتے رہے ہیں اور اپنی حاجت براری کے لیے اللہ کے حضور ان کا وسیلہ لیتے رہے ہیں۔(گزشتہ صفحات میں امام شافعی،ابوعلی خلال،سمعانی،ابن حبان اور ذہبی کے اقوال ملاحظہ فرمائیں)

اسی سے یہ چیز واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی امت کی زندگی میں اہل بیت کو امتیازی مقام حاصل ہے اور جو شریعت حقہ نبی اکرم ﷺ لے کر آئے تھے،اس کے احیاء میں ان کا مرکزی کردار ہے، بنابریں یہاں دو باتوں پر تنبیہ ضروری ہے:

امر اول:

گزشتہ مباحث پر ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس ایسا وسیع علمی تراث موجود ہے جس نے ساری دنیا کو بھر دیا ہے۔ہم نے پڑھا ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام علم رسول اللہ ﷺ کے شہر کا دروازہ ہیں اور آپ کے علم کے وارث ہیں۔(فصل اول کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں)

قارئین ذی احترام پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام کو صحابہ کرام کے درمیان خاص علمی مقام حاصل ہے۔سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں:

قال عمر :عليٌّ أقضانا.

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان سب سے بڑے قاضی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں''۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كنّا نتحدّث أنّ أقضى أهل المدينة علي.

''ہم باہم یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے بڑے قاضی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں''۔

سیدنا ابن مسیّب بیان کرتے ہیں:

قال عمر: أعوذ بالله من معضلة ليس لها أبو حسن.

''ہم کسی ایسے پیچیدہ مسئلہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو حل کرنے کے لیے ابوحسن (کنیت سیدنا علیؓ) موجود نہ ہوں''۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إذا حدّثنا ثقة بفتيا عن علي لم نتجاوزه.

''جب کوئی ثقہ شخص ہم سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کوئی فتوی نقل کرتا تھا تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے''۔

(امام ذہبی نے یہ تمام اقوال ایک تسلیم شدہ حقیقت کے طور پر ذکر کیے ہیں: ملاحظہ ہو: تاریخ **الإسلام: وفيات** 40 - 11) :هـ، ص: 638)

سیدنا علی علیہ السلام فتوی، قضا اور دین اور دنیا سے متعلق تمام معاملات میں ایک مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں:

لم يكن أحدٌ من الصحابة يقول: سلوني إلاّ علي. (تاريخ الإسلام: وفيات 40 -11هـ، ص: 638)

''سیدنا علیؓ کے سوا صحابہ میں کوئی ایسا نہیں تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے جو بھی اور جس قسم کا بھی سوال کرنا چاہو، کر سکتے ہو''۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے سیدنا علیؑ سے کافی سیرابی حاصل کی ہے، ابن اثیر سیدنا علی علیہ السلام کے علم سے متعلق گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولو ذكرنا ما سأله الصحابة -مثل عمر وغيره رضى الله عنهم - لأطلنا. (أُسدُ الغابة4/110)

''اگر ہم یہ ذکر کرنے بیٹھ جائیں کہ صحابہ کرام جیسے عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سیدنا علیؑ سے کیا کیا سوالات پوچھے تو بات بڑی لمبی ہو جائے گی''۔

معلوم ہوا کہ سیدنا علی علیہ السلام کا علم کسی پر مخفی نہیں تھا، یہی حال اہل بیت سے تعلق رکھنے والی ان کی طاہر اولاد کا بھی ہے، سب کے سب بڑے جلیل القدر اور علمائے اکابرین میں سے تھے جیسا کہ ان حضرات کے سلسلے میں گزشتہ صفحات میں بیان کیے گئے اقوال اور کلمات سے آپ کو معلوم ہوا۔

جہاں تک سوال سیدنا حسن اور حسین علیہما السلام کا ہے تو ان کی قدر و منزلت اور علمی عظمت کسی مسلمان پوشیدہ نہیں ہے۔

امام زین العابدین اپنے دور میں مدینہ منورہ کے سب سے بڑے فقیہ اور سب سے افضل بزرگ تھے۔

امام باقر علیہ السلام نے تو سارے علم کو پھاڑ کر رکھ دیا تھا اور اس میں بڑی وسعت اور گہرائی پیدا کی تھی۔

امام صادق علیہ السلام کا شمار بڑے علماء میں ہوتا ہے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ ان سے جو علوم سیکھے گئے، ان کو قافلوں نے دور دور تک پہنچایا اور ان کی شہرت تمام شہروں میں پہنچ گئی۔

یہی حال امام کاظم، امام رضا، امام جواد، امام ہادی اور امام عسکری علیہم السلام کا بھی ہے۔ یہ سب کے سب بڑے علماء اور اکابرین ملت میں سے تھے بلکہ ان میں سے بعض حضرات تو مسجد نبوی میں فتوے بھی دیا کرتے تھے۔

رہا سوال امام مہدی منتظر کا تو وہ علم نبوی کے وارث ہیں، جو اسلامی حکومت قائم کریں گے اور زمین پر عدل وانصاف اس وقت قائم کریں گے جب وہ ظلم اور ناانصافی سے بھر چکی ہوگی۔

ایسی صورت میں آپ جہاں بھی اپنا ہاتھ رکھیں گے تو وہ علم ومعرفت کے خزانے پر ہی پڑے گا۔اہل بیت علیہم السلام بابرکت علوم محمدیہ کے حامل تھے اور مسلم معاشرے میں ان کا فیض عام کرتے تھے۔

آج ہر قاری کے ذہن میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

اہل سنت کی کتابوں میں اہل بیت کی میراث کہاں ہے؟

ہر ایک کی اپنی انفرادی فقاہت کا سرمایہ کہاں ہے؟

کیا اس فقہی سرمایے پر عمل کیا گیا اور ان ائمہ سے اسے حاصل کیا گیا؟

اہل سنت کی تمام حدیثی اور فقہی وغیرہ کتابوں کا تفصیلی جائزہ اور مطالعہ اس کا جو واضح جواب دے گا، وہ یہ ہے:

برادران اہل سنت نے اس شیریں چشمہ سے سیرابی نہیں حاصل کی جس کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا، آپ ان کی کتابوں کے صفحات میں بہت کم ایسی دینی باتیں پائیں گے جن کو انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کی طرف منسوب کیا ہو۔

بلکہ اس کے برعکس آپ ان کے بعض علماء کو دیکھیں گے کہ وہ واضح طور پر اس بابرکت گھرانے پر حملہ آور ہیں، ایسا لگے گا کہ گویا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعلق سے امت کو کوئی اچھی وصیت نہیں کی تھی۔ یہ ہیں قاضی جو ابن خلدون مالکی کے نام سے مشہور ہیں اور ''تاریخ ابن خلدون'' کے نام سے معروف کتاب کے مصنف ہیں، اس اصلی محمدی مسلک پر حملہ کرتے ہیں اور اسے شذوذ سے متصف کرتے ہیں، چنانچہ اپنی تاریخ میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

وشذّ أهل البيت بمذاهب ابتدعوها وفقهٍ انفردوا به. (تاريخ ابن خلدون1/446)

''اہل بیت نے شاذ طریقے اختیار کیے ہیں، جو ان کی طبع زاد ہیں اور فقہ کے بہت سے مسائل میں وہ عام امت سے الگ تھلگ ہیں''۔

رسول ﷺ نے جن باتوں کا حکم دیا وہ اب خلدون کی نظر میں شذوذ کے زمرے میں داخل ہے!!!

سیدنا علیؓ نے جو علم نبی اکرم ﷺ سے وراثت میں حاصل کی، وہ بدعت ہے!!!

اسی سلسلے میں اا پ ابن تیمیہ (شیخ الاسلام) کو دیکھیں گے جو جی جان سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ائمہؒ اربعہ اور اہل سنت کے تمام فقہاء نے سیدنا علی علیہ السلام سے کوئی علم نہیں حاصل کیا اور نہ ان کی طاہر اولاد سے ان کا کوئی علمی سلسلہ رہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فليس في الأئمّة الأربعة -ولا غيرهم مِن أئمّة الفقهاء -مَن يرجع إليه (إلى علي)في فقهه:

أمّا مالك:فإنّ علمه عن أهل المدينة، وأهل المدينة لا يكادون يأخذون بقول علي، بل أخذوا فقههم عن الفقهاء السبعة، عن :زيد، وعمر، وابن عمر ونحوهم.

أمّا الشافعي:فإنّه تفقّه أوّلاً على المكّيين، أصحاب ابن جريج كسعيد بن سالم القدّاح، ومسلم بن خالد الزنجي، وابن جريج أخذ ذلك عن أصحاب ابن عبّاس، كعطاء وغيره، وابن عبّاس كان مجتهداً مستقلاًّ، وكان إذا أفتى بقول الصحابة أفتى بقول أبي بكر وعمر، لا بقول علي، وكان يُنكِر على علي أشياء .

ثمّ، إنّ الشافعي أخذ عن مالك، ثمّ كتب كُتب أهل العراق، وأخذ

مذاهب أهل الحديث، واختار لنفسه.

وأمّا أبو حنيفة: فشيخه الذی اختص به حمّاد بن أبی سليمان، وحمّاد عن إبراهيم، وإبراهيم عن علقمة، وعلقمة عن ابن مسعود، وقد أخذ أبو حنيفة عن عطاء وغيره.

وأمّا الإمام أحمد: فكان على مذهب أهل الحديث، أخذ عن ابن عُيَيْنَة، وابن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابن عبّاس وابن عمر، وأخذ عن هشام بن بشير، وهشام عن أصحاب الحسن وإبراهيم النخعی، وأخذ عن عبد الرحمان بن مهدی ووكيع بن الجراح وأمثالهما، وجالس الشافعی، وأخذ عن أبی يوسف واختار لنفسه قولاً، وكذلک إسحاق بن راهويه، وأبو عبيد ونحوهم، والأوزاعی والليث أكثر فقههما عن أهل المدينة وأمثالهم، لا عن الكوفيّين.

''ائمہ اربعہ اوران کے علاوہ دوسرے ائمہ فقہ میں کوئی ایسانہیں جواپنی فقہ میں سیدنا علیؓ کی طرف رجوع کرتا ہو۔

امام مالک کو دیکھیں: انھوں نے اہل مدینہ سے علم حاصل کیا اور اہل مدینہ بہت کم سیدنا علیؓ کے قول کو اختیار کرتے ہیں بلکہ انھوں نے فقہ کا علم فقہائے سبعہ جیسے زید، عمر اور ابن عمر اوران جیسوں سے حاصل کیا ہے۔

امام شافعی نے پہلے فقہ کی تعلیم مکیوں سے حاصل کی جیسے ابن جریج کے تلامذہ مثلاً سعید بن سالم قداح اور مسلم بن خالد زنجی اور خود ابن جریج نے ابن عباس کے تلامذہ سے علم حاصل کیا تھا جیسے عطاء وغیرہ اور ابن عباس اپنے آپ میں مجتہد تھے، جب وہ کسی صحابی کے قول کی بنید پر فتوی دیتے تھے تو ابوبکر وعمر کے قول پر فتوی دیتے تھے نہ کہ علیؓ کے قول پر بلکہ ابن عباس تو بعض مسائل میں سیدنا علیؓ پر نکیر کرتے تھے۔

پھر شافعی نے مالک سے اکتساب فیض کیا ،اس کے بعد انھوں نے اہل عراق کی

کتابوں کو نقل کیا اور اہل حدیث مسلک کی تعلیم حاصل کی اور اسی مسلک کو اپنے لیا پسند کیا۔

امام ابوحنیفہ کے خاص استاذ حماد بن ابی سلیمان تھے، حماد نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے اور علقمہ نے ابن مسعود سے علم حاصل کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے عطاء وغیرہ سے بھی علم کی تحصیل کی ہے۔

امام احمد اہل الحدیث کے مسلک پر تھے۔ انھوں نے ابن عیینہ سے علم حاصل کیا ہے جب کہ ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے اور عمرو بن دینار نے ابن عباس اور ابن عمر سے علم حاصل کیا ہے۔ اسی طرح امام احمد نے ہشام بن بشیر سے علم حاصل کیا ہے اور ہشام بن بشیر نے حسن اور ابراہیم نخعی سے علم سیکھا ہے۔ امام احمد کے اساتذہ میں عبدالرحمٰن بن مہدی اور وکیع بن جراح جیسے حضرات بھی ہیں، انھوں نے امام شافعی کی بھی صحبت اٹھائی ہے اور ابویوسف سے بھی کسب فیض کیا ہے لیکن انھوں نے اپنے لیے ایک قول کو اختیار کیا۔ اسی طرح ان کے اساتذہ میں اسحاق بن راہویہ اور ابوعبید جیسے حضرات بھی شامل ہیں۔

امام اوزاعی اور امام لیث نے اپنے اکثر فقہی مسائل اہل مدینہ اور ان کے جیسے لوگوں سے حاصل کیے ہین، نہ کہ کوفیوں سے''۔

چند سطروں کے بعد ابن تیمیہ آگے لکھتے ہیں:

فهذا موطّأ مالک ليس فيه عنه ولا عن أحد أولاده إلاّ قليل جدّاً، وجمهور ما فيه عن غيرهم، فيه عن جعفر تسعة أحاديث، ولم يروِ مالک عن أحد من ذرِّيَّته إلاّ عن جعفر، وكذلک الأحاديث التي في الصِحَاح والسنن والمسانيد، منها قليل عن ولده وجمهور ما فيها عن غيرهم. (منهاج السنّة 531-7/529)

''یہ موطا امام مالک ہے، اس میں سیدنا علی اور ان کی اولاد میں سے کسی سے بہت کم روایات موجود ہیں، زیادہ تر روایات دوسروں سے ہیں، اس میں جعفر سے کل نو احادیث مروی ہیں، علی کی ذریت میں سے صرف جعفر سے امام مالک روایت نقل کرتے ہیں۔ یہی

حال صحاح ،سنن اور مسانید میں مروی احادیث کا بھی ہے،ان میں بہت کم روایات سیدنا علی کی اولاد کی ہیں جب کہ زیادہ تر احادیث ان کے علاوہ دوسروں کی ہیں''۔

اس طرح شیخ الاسلام نے خود کوتھکایا ہے، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اہل سنت نے ائمہ اہل بیت سے احادیث قبول نہیں کی ہیں،شاید ابن تیمیہ یہ بات بھول گئے کہ یہ اہل بیت کی تنقیص میں شمار نہیں ہوتا بلکہ اس سے نقص واقع ہوتا ہے ان فقہاء پر جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو پشت کے پیچھے ڈال دیا۔

ابن تیمیہ کے اس کلام سے یہ لازم آتا ہے کہ جمہور فقہاء نے رسول اکرم ﷺ کی اس وصیت کی مخالفت کی ہے جس میں آپ ﷺ نے ثقلین یعنی قرآن اور عترہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنے کی تاکید فرمائی ہے ،اسی طرح وہ علم نبی کے شہر کے دروازے میں داخل نہیں ہوئے جسے اللہ نے اسی کام کے لیے بنایا ہے اور نہ انھوں نے سیدنا علی علیہ السلام کے اس علم سے سیرابی حاصل کی جو ان کو نبی اکرم ﷺ سے میراث میں ملی تھی، جو کہ صحیح نہیں ہے۔اہل سنت کے چاروں ائمہ اہل بیت کے براہ راست یا بالواسطہ شاگرد تھے، یہ ہم پیچھے ثابت کر چکے ہیں۔

☆امر ثانی

علمائے اہل سنت کی بڑی تعداد اپنے عملی رویے کی وجہ سے اہل بیت سے دوری بنائے ہوئے ہے۔مزید یہ کہ انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کے علوم کے چشمے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، آپ دیکھیں گے کہ وہ خود کو ان سے دور کیے ہوئے ہیں خواہ اس سے نبی اکرم ﷺ کی مخالفت ہی کیوں نہ لازم آئے۔ان کی کتب احادیث میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا وہ طریقہ جو نبی ﷺ نے سکھایا ہے، اس میں آل محمد پر بھی درود بھیجنا شامل ہے ۔(صحیح مسلم 1/305) لیکن آپ دیکھیں گے کہ ان کے علماء کا سواد اعظم نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے ساتھ آل نبی پر درود نہیں بھیجتا۔اہل سنت کی کتابیں ہمارے ہاتھوں

میں ہیں، ہر قاری ان کا مراجعہ صاف صاف کرسکتا ہے۔سوال یہ ہے کہ ہم نے آل نبی پر درود بھیجنا کیوں چھوڑ دیا۔ یہاں نبیﷺ کی مخالفت کے سلسلے میں کوئی صفائی پیش کی جاسکتی ہے؟

مزید یہ کہ جان بوجھ کر اہل بیت علیہم السلام کو عملی زندگی سے غائب کر دیا گیا ہے، آپ ان کے خطبات، محاضرات اور مواعظ میں اہل بیت علیہم السلام سے متعلق کوئی چیز نہیں دیکھیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ امت اسلامیہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ گروہ جیسے طلبہ، اساتذہ اور سند یافتہ حضرات کے ذہنوں سے یہ منتخب جماعت غائب ہوگئی۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج وہ نہیں جانتے کہ زین العابدین کون ہیں، باقر کون ہیں، صادق کون ہیں، اسی طرح اور دوسرے ائمہ کے بارے میں ان کی معلومات صفر ہیں۔ کیوں کہ انھیں اپنے علماء سے ان بابرکت اسماء کے سننے کی عادت نہیں رہی ہے جب کہ ان کے علماء کا دعوی یہ ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے محبت کرتے ہیں۔

علامہ سقاف جو معاصر علمائے اہل سنت میں سے ہیں، لکھتے ہیں:

وقد نصّ على محبّة العترة جمهورُ أهل السُنّة والجماعة، لكنّها بقيت مسألة نظريّة لم يطبّقها كثيرون، فهي مفقودة حقيقة في أرض الواقع، وهذا ممّا يؤسَف له جدُّ الأسف. وقد حاول النواصب -وهم المبغضون لسيّدنا علي رضوان الله عليه ولذرّيّته: وهم عترة النبي صلّى الله عليه وآله وسلّم الأطهار -أنْ يصرفوا الناس عن محبّة آل البيت التي هي قربة من القرب، فوضعوا أحاديث في ذلک وبَنَو عليها أقوالاً فاسدة منها -: أنّهم وضعوا حديث: "آل محمّد كلّ تقي" و "أنا جَدّ كلّ تقي" ونحو هذه الأحاديث التي هي كذب من موضوعات أعداء أهل البيت النبوي. (صحيح شرح العقيدة الطحاويّة656)

"جمہور اہل سنت نے عترہ کی محبت پر دلیل دی ہے لیکن یہاں مسئلہ نظریاتی نہیں

بلکہ عملی ہے کہ بہت سے حضرات نے اس کو تطبیق کا جامہ نہیں پہنایا۔حقیقت کی زمین پر اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔اس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔سیدنا علی رضوان اللہ علیہ اوران کی ذریت- جو نبی اکرم ﷺ کی عترت پاک ہے-یعنی آل بیت نبوی کی محبت سے لوگوں کی توجہ ہٹائی گئی ہے جو قربت الٰہی کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔اس کے لیے انھوں نے احادیث وضع کیں اور ان پر اپنے فاسد خیالات کی بنیاد کھڑی کی ۔مثلاً یہ حدیث:''آل محمّد کلّ تقی ''(ہر متقی محمد کی آل ہے)،اسی طرح دوسری حدیث:''أنا جدّ کلّ تقی ''(میں ہر متقی کا جدامجد ہوں)۔اس طرح کی اور بھی احادیث دشمنان اہل بیت نے وضع کیں''۔

اسی طرح انھوں نے ان باتوں کو چھپایا جن کا اللہ نے حکم دیا تھا اور جن کو ہر شخص کو جاننا چاہئے۔وہ اپنے منبروں سے حدیث ثقلین کا ذکر''وسنتی'' کے الفاظ سے کرتے ہیں، بھول کر بھی حدیث ثقلین کا ذکر لفظ''وعترتی'' سے نہیں کرتے جب کہ موخرالذکر حدیث کی سند صحیح ہے ۔اس کے بعض طرق کا پیچھے ذکر آچکا ہے۔جب کہ''وسنتی'' کے الفاظ کے ساتھ حدیث کی سند ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے،اس پر علامہ سقاف کی گفتگو پیچھے گزر چکی ہے۔

حدیث ثقلین کو لفظ''وعترتی'' کے ساتھ علمائے اہل سنت کے اس کتمان کے سلسلے میں مشہور وہابی عالم محمد علی البار اپنی کتاب''**الإمام علی الرضا ورسالته الطبّيّة**''میں ''حدیث الثقلین'' کے عنوان کے تحت حدیث ثقلین کو لفظ''وعترتی'' کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والغريب حقّاً أنّ حديث الثقلين هذا -رغم وروده فی صحيح مسلم، وفی سنن الترمذی و - ...إلاّ أنّ معظم المعاصرين من العلماء والخطباء يجهله، أو يتجاهله ويوردون بدلاً عنه حديث:''إنّی تارک فيكم ما إنْ تمسّكتم به لن تضلّوا بعدی أبدا :كتاب الله، وسنّتی ''، وهی فی

موطّأ الإمام مالک، وفی سنده ضعف وانقطاع، وإنْ کان متنه ومعناه صحیحاً، وکان من الواجب إیراد الحدیثَین کلاهما معاً لأهمّیَّتهما فی الباب، أمّا کتمان هذا الحدیث الشریف الصحیح فهو من کتمان العلم الذی هدّد الله ورسوله فاعله.

''حقیقت میں یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ یہ حدیث ثقلین باوجود اس کے کہ صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں موجود ہے، بیشتر معاصر علماء اور خطباء اس سے ناواقف ہیں، یا اس کو دانستہ نظر انداز کرتے ہیں، اس کے بدلے حدیث ''**إنّی تارک فیکم ما إنْ تمسّکتم به لن تضلّوا بعدی أبدا : کتاب الله، وسنّتی** ''بیاب کرتے ہیں جو موطا امام مالک میں ہے اور جس کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔ اگر چہ اس کا معنی اور متن صحیح ہے۔ واجب تھا کہ دونوں حدیثیں ایک ساتھ بیان کی جائیں کیوں کہ اس باب میں اہمیت دونوں کی ہے۔ اس صحیح حدیث شریف کا کتمان، علم کے کتمان کے مترادف ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے''۔

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کے فضائل پر جھگڑے کرنا اور ان کی تضعیف کی کوشش کرنے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے لیے مختلف ہتھکنڈے اپنائے جاتے ہیں مثلاً ان کے ناشرین کو مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے یا ان کے قتل وغیرہ کی دھمکی دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک سنی سعودی عالم حسن بن فرحان مالکی لکھتے ہیں:

ولکنّ الذی یهمّنا هنا أنْ نُبیّن بإنصاف أنّ فضائل علی حُوربتْ مِن بعده وطُورد ناشروها، وقُتل بعضهم، وکان لعلماء الشام والبصرة نفور من الشیعة بمبارکة من السلطة الأمویّة ثمّ العبّاسیّة. (قراءة فی کتب العقائد:المذهب الحنبلی نموذجاً81)

''لیکن جو چیز ہمارے لیے انصاف کے ساتھ بیان کردینا یہاں اہم ہے، وہ یہ کہ

سیدنا علی کے فضائل سے ساتھ ان کے بعد چھیڑ خانی کی گئی اور ان فضائل کی اشاعت کرنے والوں کو دھمکایا گیا، شہر بدر کیا گیا اور بعض تو قتل کر دیے گئے۔ اموی اور عباسی اقتدار کے غلبہ کی وجہ سے شام اور بصرہ کے علماء میں شیعہ سے کافی نفرت پھیل گئی تھی''۔

حسن بن فرحان مالکی ابن تیمیہ کی تردید میں ابن حجر کے کلمات کا ذکر کرتے ہیں، وہ ابن تیمیہ جو اپنی طرف سے بڑی کوشش کرتے ہیں کہ فضائل علی علیہ السلام سے متعلق احادیث کی تضعیف کی جائے اور ان پر حاشیہ لگایا جائے، چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

طالعتُ کتاب ابن تیمیة فی الردّ علی الرافضی، فوجدتُه شدید التحامل فی ردّ أحادیث جیاد.

'' رافضی کی تردید میں میں نے ابن تیمیہ کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے، میں نے یہ پایا ہے کہ وہ جید احادیث پر بھی سخت حملہ کرتے ہیں''۔

یہ وہ احادیث ہیں جن کا تعلق سیدنا علی کے فضائل سے ہے۔ وہ ان پر اکثر بڑے سخت حملے کرتے ہیں، البانی نے ''**السلسلة الصحیحة**'' میں اس سلسلے میں بڑا اچھا بیان دیا ہے۔ (گزشتہ صفحات میں حدیث موالاۃ پر البانی کی گفتگو ملاحظہ فرمالیں)

ابن حجر نے ''**لسان المیزان**'' میں لکھا ہے:

کم من موطن بالغ ابن تیمیة فیه فی الردّ علی الرافضی أدّته إلی تنقص علی رضی الله عنه !!

'' کتنے ہی مقامات پر ابن تیمیہ نے رافضی کی تردید میں ایسی مبالغہ آرائی کی ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص تک پہنچ گئے ہیں''۔ اسی وجہ سے خلیجی ممالک میں عموماً اور مملکت سعودیہ میں خصوصاً یہ عام فضا بنائی گئی ہے کہ شیعہ حضرات میں بیشتر یہود و نصاریٰ کی صفات پائی جاتی ہیں اور یہ کہ وہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ یہاں تک کہ اس سلسلے میں کتابیں لکھی گئیں، علمی رسائل جامعات میں تیار کرائے گئے اور ان کا مناقشہ ہوا۔ حالانکہ یہ سب کچھ ہم نے ابن تیمیہ کی کتاب ''منہاج السنۃ'' کے مقدمہ سے اخذ کیا ہے اور

اس سلسلے میں ہم نے اس جھوٹی روایت پر اعتماد کیا ہے جسے ایک جھوٹے راوی عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول نے اپنے والد شعبی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ جب کہ مالک بن مغول اور شعبی دونوں اس روایت سے بری الذمہ ہیں۔(**قراءة فی کتب العقائد: المذهب الحنبلی نموذجاً**.177)

فضائل علی علیہ السلام کے ساتھ تشدد اور چھیڑ خانی کی ایک نمایاں مثال وہ اقدام ہے جو مصر کے ایک عالم اور فقیہ لیث بن سعد نے کیا، وہ عبداللہ بن لہیعہ کا معاصر تھا اور عبداللہ بن لہیعہ علم کا سمندر تھے۔ ان بے چاروں کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ سیدنا علی علیہ السلام کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو ضعیف قرار دے دیا گیا، ان کا شمار ضعفاء میں کیا جانے لگا اور ان پر یہ الزام لگا دیا گیا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو منکر روایات بیان کرتے ہیں۔

امام ذہبی ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

عبد الله بن لهيعة بن عقبة بن فرعان بن ربيعة بن ثوبان، القاضی الإمام العلاّمة، محدّث ديار مصر مع الليث.

''وہ ہیں: عبداللہ بن لہیعہ بن عقبہ بن فرعان بن ربیعہ بن ثوبان، قاضی تھے، امام تھے، علامہ تھے، اور لیث کے ساتھ دیار مصر کے محدث تھے''۔

ذہبی یہ بھی لکھتے ہیں:

كان من بحور العلم على لين فی حديثه.

''علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے، باوجود اس کے حدیث میں لین (کمزور) تھے''۔

ذہبی آگے لکھتے ہیں:

قال أحمد بن حنبل: مَن كان مثل ابن لهيعة بمصر، فی كثرة حديثه وضبطه وإتقانه ....

وقال أبو داود: سمعتُ أحمد بن حنبل يقول: ما كان محدّث مصر إلاّ ابن لهيعة.

وقال أحمد بن صالح: كان ابن لهيعة صحيح الكتاب طَلاّباً للعلم.

وقال زيد بن الحباب: قال سفيان الثوری: عند ابن لهيعة الأصول وعندنا الفروع.

وقال عثمان بن صالح السهمی: احترقت دار ابن لهيعة، وكتبه وسلمتُ أصوله، كتبتُ كتاب عمارة بن غزية من أصله. ولمّا مات ابن لهيعة قال الليث: ما خُلّف مثله.

''امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: کثرت حدیث، ضبط اور اتقان میں بھلا مصر میں ابن لہیعہ جیسا کون ہوسکتا ہے۔

ابوداود فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے سنا کہ مصر کا محدث ابن لہیعہ کے سوا کون ہوسکتا ہے۔

احمد بن صالح کہتے ہیں: ابن لہیعہ صحیح کتاب کے حامل اور علم کے بڑے طالب علم تھے۔

زید بن حباب کہتے ہیں: سفیان ثوری نے فرمایا: ابن لہیعہ کے پاس اصول تھے اور ہمارے پاس فروع ہیں۔

عثمان بن صالح سہمی کہتے ہیں: ابن لہیعہ کے گھر میں آگ لگ گئی تھی، ان کی کتابیں بھی جل گئی تھیں لیکن ان کے اصول محفوظ تھے۔ میں نے عمارہ بن غزیہ کی کتاب ان کی اصل سے نقل کی تھی۔ جب ابن لہیعہ کی وفات ہوگئی تو لیث نے کہا: انھوں نے اپنے پیچھے اپنے جیسا نہیں چھوڑا۔

ذہبی آگے مزید لکھتے ہیں:

لا ريب أنّ ابن لهيعة كان عالِم الديار المصريّة، هو والليث معاً، كما كان الإمام مالک فی ذلک العصر عالِم المدينة، والأوزاعی عالِم الشام،

ومعمر عالِم اليمن، وشعبة والثوری عالما العراق، وإبراهيم بن طهمان عالِم خراسان، وكما قلنا فإنّ ابن لهيعة كان يكثر من فضائل علی، فكتب علی نفسه أنْ يكون من الضعفاء ، أو مِمَّن يروی المناكير.

''بلا شبہ ابن لہیعہ دیار مصریہ کے عالم تھے،وہ اورلیث ایک ساتھ کے تھے،جیسے اس دور میں مدینہ کے عالم امام مالک،شام کے عالم اوزاعی،یمن کے عالم معمر،عراق کے عالم شعبہ اور ثوری،خراسان کے عالم ابراہیم بن طہمان تھے۔لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ وہ علی کے فضائل بہت بیان کرتے تھے،اس طرح انھوں نے خود کو ضعفاء میں ڈال لیا یا منکر روایات بیان کرنے والوں کے زمرے میں آ گئے''۔

ذہبی اس سلسلے میں آگے لکھتے ہیں:

ولكنّ ابن لهيعة تهاون بالإتقان، وروی مناكير، فانحطّ عن رتبة الاحتجاج عندهم. (سير أعلام النبلاء 14-8/11)

لیکن ابن لہیعہ نے اتقان کے ساتھ تساہلی سے کام لیا،مناکیر روایت کرنے لگے ،اس طرح ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں حجت لیے جانے کے مرتبے سے نیچے گر گئے''۔

لیکن ان تمام باتوں کو غور سے دیکھنے والے پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ ابن لہیعہ محض اس وجہ سے قابل حجت نہیں رہ گئے کیوں کہ وہ علی علیہ السلام کے فضائل سے متعلق احادیث بیان کرتے تھے۔لیث کا کردار جس کا ذکر ہم آگے کر رہے ہیں،اس کی ایک بڑی شہادت ہے۔

لیث بن سعد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی فضیلت کے تعلق سے کثرت روایت کے باب میں عبداللہ بن لہیعہ سے بہت پیچھے تھے۔جب عبداللہ کے گھر میں آگ لگ گئی تو لیث نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور یہ مطالبہ کیا کہ فضائل علی علیہ السلام کے سلسلے کی روایت بیان کرنا چھوڑ دیں۔ابن زولاق نے اپنی کتاب ''فضائل مصر'' میں لکھا ہے:

كان الليث بن سعد فقيه مصر، لمّا أحرقت دار عبد الله بن لهيعة، أرسل إليه الليث بألف دينار وقال:استعن بهذهِ واعفنا من فضائل علی بن

أبـي طـالـب، فـأخـذهـا عبد الله بن لهيعة وأنفذ إليه حديثاً من فضائل علي رضـي الـله عنه ليغيظ به الليث. (فـضـائل مصر وأخبارها وخواصّها لابن زولاق 48)

”لیث بن سعد مصر کے فقیہ تھے، جب عبداللہ بن لہیعہ کا گھر جل گیا تو لیث نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہا: اس سے اپنی ضرورت پوری کریں اور ہمیں علی بن ابی طالب کے فضائل کی احادیث سے معاف رکھیں۔ عبداللہ بن لہیعہ نے وہ ہزار دینا قبول کر لیے اور علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق حدیث پھینک دی تا کہ لیث کا غصہ کم ہو جائے“۔

اس طرح فضائل علی سے تشدد روا رکھا گیا اور مختلف طریقوں سے اسے نیست ونابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کی مثالیں اور شواہد بہت ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد اس بحث کو طول دینا اور تمام چیزوں کا احاطہ کرنا نہیں ہے بلکہ ہم قارئین کرام کو صرف اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں آج اہل بیت علیہم السلام کی کوئی مدح اگر پائی بھی جاتی ہے لیکن یہ مدح اپنے مقصد سے دور ہے، صرف کتابوں میں ایک نظریاتی مسئلہ باقی ہے، حقیقت میں عملی زندگی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اسی لیے ہم دعوت دیتے ہیں ہر زندہ ضمیر کو، حقیقت کی معرفت کے لیے پیاسے دل کو، کہ وہ اپنے قلبی رجحانات کا ازسرنو جائزہ لے اور کشادہ دلی کے ساتھ، گروہی تعصب سے ہٹ کر اور موروثی فکر کی گرفت سے آزاد ہو کر تراث اسلامی پر غور کرے، اس کے بعد صحیح اصول جس طرف لے جائیں، اس طرف مائل ہو اور صحیح بنیادوں پر مبنی منطق اس کے اجتہاد کو جس طرف پھیرے، اس طرف پھر جائے

والله هو الهادي إلى سبيل الرشاد. وما التوفيق إلاّ من عند الله. والحمد لله ربّ العالمين.

ملحق

یہ ملحق ان علماء کے تعارف پر مشتمل ہے جو امام محمد بن حسن کی ولادت کے قائل ہیں یا جنھوں نے ان کی مہدویت کا اقرار کیا ہے۔

اس ملحق میں ہم ان علماء کا مختصر تعارف کرا رہے ہیں جن کے اقوال امام مہدی (اللہ جلد ہی ان کا ظہور فرمائے) سے متعلق فصل میں نقل کر چکے ہیں، ان کی ترتیب میں فصل ہی کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔

قسم اول میں پہلے ہم ان علماء کا مختصر خاکہ پیش کر رہے ہیں جو امام محمد بن حسن علیہما السلام کی ولادت کے معترف ہیں لیکن ان کی مہدویت کے سلسلے میں انھوں نے سکوت اختیار کیا ہے۔ ترتیب میں سنین وفات کا خیال کیا گیا ہے۔

قسم ثانی میں ان علماء کا ذکر خیر ہے جو امام محمد بن حسن علیہما السلام کی مہدویت کے قائل ہیں، یہاں بھی ترتیب میں سنین وفات کی رعایت کی گئی ہے۔

کتاب کی طباعت میں چوں کہ جلدی تھی، اس لیے تمام شخصیات کے تراجم شامل نہیں ہو سکے ہیں البتہ اکثر علماء کا تذکرہ ہو گیا ہے، اگر اللہ نے کتاب کی دوسری طباعت کی توفیق بخشی تو ان شاء اللہ تمام شخصیات کے تراجم شامل کتاب کیے جائیں گے۔

قسم اول

امام محمد بن حسن کی ولادت کے قائلین لیکن ان کی مہدویت کے مسئلے میں سکوت اختیار کرنے والے علماء

(1) احمد بن یوسف بن علی بن ازرق

زرکلی نے اپنی کتاب ''الأعـــلام'' میں احمد بن یوسف بن علی بن ازرق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

أحـمـد بن يوسف بن علي بن الأزرق الفارقي:مؤرّخ رَحّالة، من أهل ميّـافـارقين.وُلِدَ وتعلّم بها، ثمّ ببغداد.وقام برحلات إلى بلاد فارس(إيران)والـعراق والجزيرة وأرمينيّة والشام.وتولّى مناصب، منها:الإشراف على الأوقاف بظاهر ميّافارقين(سنة: 543)، ونظارة حصن كيفا(562)وصنّف كتابه (تـاريخ ميّافارقين وآمد)المسمّى(تاريخ الفارقي) ط .قسم الدولة الـمـروانيّة مـنـه، فـذكر مشاهداته في بغداد (سنة:534)وزيـاراته لآمد والـموصل(544)هــ) ومـاردين ودمشق(565) و (566)، كـمـا زار بلد الـروم وأخـلاط، والـري وبرجيس، وبركري ونوشهر، وتبريز، وحمص، وحـمـاه، وحـلـب، ومـنبج، وحرّان، ورأس العين، ودير صليبا، والمدائن. ومِـن أهـمّ رحـلاتـه زيـارتُـه لـمـملكة جورجيا وإيراده حوادث جرتْ بين مـلـك جـورجيـا وبـعـض مـلوك المسلمين .وفـي سنة 548) :هــ) مرّ بتـفليس وأقام فيها مدّة، وفي(549 هـ) كان في دربند.وتحدّث عن كثير ممّا رأى وسمع في رحلاته.ولم يُظفر بتاريخ وفاته.(الأعلام 1/273)

''احمد بن یوسف بن علی بن ازرق فارقی مورخ ہیں، بہ کثرت علمی اسفار کرنے والے ہیں،ان کا تعلق میا فارقین سے ہے۔یہیں پیدا ہوئے اور تعلیم حاصل کی، پھر بغداد میں تعلیم پائی،ایران ،عراق ،جزیرہ،ارمینیہ اور شام کا سفر کیا،کئی ایک عہدوں پر فائز کیے گئے جیسے سنہ ۵۴۳ہجری میں میا فارقین میں اوقاف کے سر پرستمقرر کیے گئے اور سنہ ۵۶۲رہجری میں کیفا کے قلعہ کے نگراں مقرر کیے گئے ۔انھوں نے اپنی کتاب ’**تـاریـخ میّـافارقین وآمد**‘‘ لکھی جس کا دوسرا نام ’**تـاریخ الفارقی**‘‘ بھی ہے،دولت مروانیہ اسی کا ایک حصہ ہے۔انھوں نے سنہ ۵۳۴رہجری میں بغداد میں اپنے مشاہدات کا تذکرہ کیا ہے۔اسی طرح انھوں نے سنہ ۵۴۴رہجری میں آمد اور موصل کی اور سنہ ۵۶۵رہجری اور سنہ ۵۶۶رہجری میں ماردین اور دمشق کی زیارت کا تذکرہ کیا ہے۔اسی طرح انھوں

نے روم اور اخلاط کے شہروں، ری، برجیس، برکری، نوشہر، تبریز، حمص، حماہ، حلب، منبج، حران، رأس العین، دیر صلیبا، مدائن کی بھی زیارت کی۔ان کا ایک بڑا اہم سفر سلطنت جورجیا کا تھا۔انھوں نے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو جورجیا کے بادشاہ اور بعض مسلم بادشاہوں کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔سنہ ۵۴۸ھ/ہجری میں ان کا گزر تفلیس سے ہوا جہاں انھوں نے ایک عرصے تک قیام کیا، سنہ ۵۴۹ھ/ہجری میں وہ دربند میں تھے، اپنے ان اسفار میں جن جن اہل علم سے ان کی ملاقات ہوئی، ان سے انھوں نے جو کچھ سنا، اسے بیان کیا ہے۔افسوس ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہوسکا''۔

(2) یاقوت حموی (متوفی: 626ھ)

یاقوت حموی کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں:

الأديب الأوحد شهاب الدين الرومی، مولی عسكر الحموی، السفار النحوی الأخباری المؤرّخ ...(سير أعلام النبلاء 22/312)

''یکتا اور بے مثل ادیب شہاب الدین رومی، عسکر حموی کا غلام تھا، بہ کثرت سفر کرنے والا، نحوی، اخباری اور مورخ تھا''۔

یاقوت حموی کے بارے میں یافعی لکھتے ہیں:

الأديب الأخباری صاحب التصانيف الأدبيّة فی التاريخ والأنساب والبلدان وغير ذلک. صنّف كتاباً سمّاه: إرشاد الألبّاء إلی معرفة الأدباء، فی أربع مجلّدات، وكتاباً فی أخبار الشعراء المتأخّرين والقدماء، وكتباً أخری عديدة، وكانت له همّة عالية فی تحصيل المعارف. (مرآة الجنان 4/48)

''وہ ادیب اور اخباری تھے، تاریخ، انساب اور بلدان وغیرہ پر کئی ایک ادبی تصانیف کے مصنف تھے، انھوں نے ایک کتاب چار مجلدات میں لکھی جس کا نام ہے: ''إرشاد

الألبّاء إلى معرفة الأدباء ''،اسی طرح ایک دوسری کتاب متاخرین اورقدیم شعراء پر لکھی ہے،ان کے علاوہ اور کئی ایک تصانیف ہیں ۔حصول معارف کے میدان میں ان کی ہمت بلند اور قابل تحسین تھی''۔

لیکن یاقوت حموی کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا پائے گا کہ وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام سے بغض رکھتا تھا اور ناصبی تھا۔لجاتے اور شرماتے ہوئے ذہبی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے:

وتكلّم في بعض الصحابة فأُهين، وهرب إلى حلب. (سير أعلام النبلاء 22/312)

''اس نے بعض صحابہ کے بارے میں بات کی تو اس کی توہین کی گئی جس کی وجہ سے یہ حلب کی طرف بھاگ کر چلا گیا''۔

البتہ ابن خلکان نے اس حقیقت سے کھل کر پردہ اٹھایا ہے،وہ لکھتے ہیں:

وكان متعصّباً على علي بن أبي طالب، رضي الله عنه، وكان قد طالع شيئاً من كتب الخوارج، فاشتبك في ذهنه منه طرفٌ قوي، وتوجّه إلى دمشق في سنة :ثلاث عشرة وستّمئة وقعد في بعض أسواقها، وناظر بعض مَنْ يتعصب لعلي رضي الله عنه، وجرى بينهما كلام أدّى إلى ذكره عليّاً -رضي الله عنه -بما لا يسوغ، فثار الناس عليه ثورة كادوا يقتلونه، فسَلِم منهم. (وفيات الأعيان5/104)

وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بڑا تعصب رکھتا تھا۔اس نے خوارج کی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا تھا،ان کی باتیں اس کے دماغ میں بیٹھ گئی تھیں،۶۱۳ رہجری میں وہ دمشق گیا،وہاں کسی بازار میں ان لوگوں سے مناظرہ کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار تھے۔ان کے درمیان گفتگو کے دوران بات علی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی اور اس نے کوئی غیر مناسب بات کہہ دی،جس سے لوگ اس پر پل پڑے اور قریب تھا کہ اسے قتل

کردیتے لیکن ان سے اس کی جان بچ گئی''۔
ناصبی ہونے کے باوجود یہ شخص امام محمد بن حسن علیہ السلام کی ولادت کو تسلیم کرتا ہے۔

(3)ابن اثیر جزری(متوفی:630ھ)

ابن اثیر جزری کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں:

كـان إماماً فى حفظ الحديث ومعرفته وما يتعلّق به، وحافظاً للتواريخ المتقدّمة والمتأخّرة، وخبيراً بأنساب العرب وأخبارهم وأيّامهم ووقائعهم، صنّف فى التاريخ كتاباً كبيراً سمّاه (الكامل)، ابتدأ فيه من أوّل الزمان إلى آخر سنة :ثمان وعشرين وستّمئة، وهو من خيار التواريخ. (وفيات الأعيان3/304)

''حفظ حدیث، معرفت حدیث اور متعلقات حدیث میں وہ امام تھے، قدیم وجدید تاریخ کے حافظ تھے، عربوں کے انساب، اخبار، ایام اور ان کے واقعات سے باخبر تھے، تاریخ کے موضوع پر انھوں نے ایک بڑی کتاب'' الکامل'' کے نام سے لکھی۔ جس میں انھوں نے ابتدائی زمانے سے ۶۲۸ ہجری کے آخر تک کے احوال لکھے، یہ کتاب تاریخ میں ایک بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے''۔

ابن اثیر جزری کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں:

الشيخ الإمام العلاّمة المحدّث الأديب النسّابة عزّ الدين أبو الحسن على بن محمّد بن محمّد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الجزرى الشيبانى، ابن الشيخ الأثير أبى الكرم، مصنّف(التاريخ الكبير)الملقّب بـ (الكامل)، ومصنّف كتاب(معرفة الصحابة)مولده بجزيرة ابن عمر فى سنة:خمس وخمسين، ونشأ هو بها وأخواه. (سير أعلام النبلاء 22/353)

''شیخ، امام، علامہ، محدث، ادیب اور ماہر انساب عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن

محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد جزری شیبانی ابن شیخ اثیرابی الکرم ''التاریخ الکبیر ''جو ''الکامل '' کے نام سے مشہور ہے،اس کے مصنف ہیں۔اسی طرح انھوں نے کتاب'' معرفة الصحابة ''تصنیف کی ہے۔ان کی ولادت جزیرہ ابن عمر میں سنہ۵۵۵ہجری میں ہوئی۔اسی جزیرے پرانھوں نے اوران کے بھائیوں نے نشوونما پائی''۔

(4)ابن خلکان(متوفی:681ھ)

ابن خلکان کے بارے میں ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

ابن خِلّكان قاضی القضاة شمس الدين أبو العبّاس أحمد بن محمّد بن إبراهيم بن أبی بكر بن خِلّكان الأربلی الشافعی، أحد الأئمّة الفضلاء ، والسادة العلماء ، والصدور الرؤساء. (البداية والنهاية13/352)

''ابن خلکان قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان اربلی شافعی ،ائمہ فضلاء میں سے ایک تھے،ان کا شمار سرخیل علماء میں اور بڑے رؤسا میں ہوتا تھا''۔

(5) ابوالفداء(متوفی:732ھ)

ابوالفداء کے بارے میں ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

المؤيّد صاحب حماه عماد الدين إسماعيل، بن الملک الأفضل نور الدين علی، بن الملک المظفّر تقی الدين محمود، بن الملک المنصور ناصر الدين محمّد، بن الملک المظفّر تقی الدين عمر، بن شاهنشاه، بن أيّوب، كانت له فضائل كثيرة فی علوم متعدّدة من الفقه والهيئة والطبّ وغير ذلک، وله مصنّفات عديدة، منها:تاريخ حافل فی مجلّدين كبيرين، وله (نظم الحاوی)وغير ذلک، وكان يحبّ العلماء ويشاركهم فی فنون كثيرة، وكان من فضلاء بنی أيّوب. (البداية

والنهاية.14/182)

''موید صاحب حماہ عمادالدین اسماعیل بن ملک افضل نورالدین علی بن ملک مظفرتقی الدین محمود بن ملک منصور ناصرالدین محمد بن ملک مظفرتقی الدین عمر بن شاہنشاہ بن ایوب، کو فقہ، ہیئت اور طب وغیرہ متعدد علوم میں بڑی مہارت حاصل تھی،ان کی بہت سی تصانیف ہیں،ان میں سے ایک تاریخ ہے جو دو بڑی جلدوں میں ہے اور ان کی ایک کتاب''نظم الحاوی''ہے،ان کے علاوہ بھی کئی کتابیں ہیں۔وہ علماء سے بڑی محبت کرتے تھے اور مختلف فنون میں انھیں شریک رکھتے تھے،ان کا شمار بنوایوب کے فضلاء میں ہوتا تھا''۔

ابوالفداء کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

أبو الفداء،إسماعيل بن علي بن محمود بن محمّد بن عمر بن شاهنشاه بن أيوب:الملک المؤيّد، صاحب حماه.مؤرّخ جغرافي، قرأ التاريخ والأدب وأصول الدين، واطّلع على كتب كثيرة في الفلسفة والطبّ، وعلم الهيئة .ونظم الشعر وليس بشاعر، وأجاد الموشّحات، له (المختصر في أخبار البشر -ط) ويعرف بتاريخ أبي الفداء ، تُرجم إلى الفرنسيّة واللاتينيّة وقسم منه إلى الانكليزيّة، وله (تقويم البلدان -ط) في مجلّدين، ترجمه إلى الفرنسيّة المستشرق رينو...، و (تاريخ الدولة الخوارزميّة -ط) و (نوادر العلم)مجلّدان، (والكناش -خ) في النحو والصرف، و (الموازين) وغير ذلک. (الأعلام1/319)

''ابوالفداء،اسماعیل بن علی بن محمود بن محمد بن عمر بن شاہنشاہ بن ایوب: ملک موید، صاحب حماہ،مورخ اور جغرافیہ داں تھے،انھوں نے تاریخ،ادب اور اصول دین کی تعلیم حاصل کی تھی ،فلسفہ،طب اور علم ہیئت میں انھیں خصوصی مہارت حاصل تھی،انھوں نے اشعار مرتب کیے لیکن خود شاعر نہیں تھے،ان کی موشحات بہت اچھی ہیں(موشح:اشعار کی

ایک قسم جو خاص اوزان اور قوافی پر نظم کیے جاتے ہیں، مگر اس میں ناظم ایک ہی قافیہ کا پابند نہیں ہوتا اور یہ اندلسی شعراء کا اختراع ہے)، ان کی ایک کتاب جس کا نام ''المختصر فی أخبار البشر'' ہے اور جو مطبوع ہے، تاریخ ابی الفداء کے نام سے جانی جاتی ہے، اس کا ترجمہ فرانسیسی، لاطینی اور ایک حصہ کا انگریزی زبان میں کیا گیا ہے۔ان کی ایک کتاب کا نام'' تقویم البلدان'' ہے جو دو جلدوں میں مطبوع ہے، اس کا فرانسیسی ترجمہ مستشرق رینو نے کیا ہے۔ان کے علاوہ ان کتابیں''تاریخ الدولة الخوارزمیّة''،'' نوادر العلم'' دو جلدوں میں، نحو صرف میں'' والکناش [،مخطوطه]''اور''الموازين''وغیرہ ہیں''۔

(6) محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی:748ھ)

محمد بن احمد بن عثمان ذہبی کے بارے میں ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

وفی ليلة الاثنين ثالث شهر ذی القعدة تُوفِّی الشيخ الحافظ الكبير مؤرّخ الإسلام وشيخ المحدّثين شمس الدين أبو عبد الله محمّد بن عثمان الذهبی بتربة أُمّ الصالح وصُلّی عليه يوم الاثنين صلاة الظهر فی جامع دمشق ودُفن بباب الصغير، وقد خُتم به شيوخ الحديث وحفّاظه، رحمه الله. (البداية والنهاية260-14/259)

''پیر کی شب ۳/ذی قعدہ کو شیخ، حافظ کبیر، مورخ اسلام، شیخ المحد ثین، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عثمان ذہبی کی وفات تربت ام صالح میں ہوئی۔پیر کے دن ظہر کی نماز میں جامع دمشق میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور باب صغیر پر دفن کیے گئے۔ان کی وفات سے حدیث کے شیوخ اور حفاظ حدیث کا خاتمہ ہو گیا''۔

محمد بن احمد بن عثمان ذہبی کے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

الإمام الحافظ شمس الدين أبو عبد الله محمّد بن أحمد بن عثمان

بـن قـايـمـاز التـركـماني الذهبي، قال التاج السبكي في(طبقاته الكبرى) شيخنا وأستاذنا محدّث العصر .(شذرات الذهب في أخبار مَن ذهب6/335)

''امام حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ترکمانی ذہبی کے بارے میں تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں لکھا ہے کہ وہ ہمارے شیخ، ہمارے استاذ اور محدث عصر تھے''۔

(7)ابن وردی (متوفی: 749ھ)

ابن وردی کے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

زيـن الـديـن عـمـر بـن مـظفّر بن عمر بن محمّد بن أبي الفوارس بن الوردي المعرّي الحلبي الشافعي .كـان إماماً بارعاً في اللغة والفقه والنحو والأدب، مُـفَـنَّـنـاً في العلم ونظمه في الذروة العالية والطبقة القصوى، وله فضائل مشهورة.(شذرات الذهب في أخبار مَن ذهب6/343)

''زین الدین عمر بن مظفر بن عمر بن محمد بن ابوالفوارس بن وردی معری حلبی شافعی لغت،فقہ،نحو اور ادب کے ماہر امام تھے،کئی ایک علوم میں مہارت رکھتے تھے،ان کی نظم بلندیوں کو چھوتی تھی،ان کے فضائل معروف ومشہور ہیں''۔

(8)صفدی (متوفی:764ھ)

صفدی کے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

صـلاح الـديـن أبـو الـصـفـا خـلـيـل بن أيبک بن عبد الله الصفدي الشـافـعـي، مولده بصفد في سنة :سـت أو سبـع وتسعين وستّمئة، وسمع الكثير، وقرأ الحديث، وكتب بعض الطبّاق، وأخذ عن القاضي بدر الدين بـن جـمـاعة، وأبي الفتح بن سيّد الناس، والتقي السبكي، والحافظين أبي الـحـجّـاج الـمِـزِّيّ، وأبي عبد الله الذهبي، وغيرهم، وقرأ طرفاً من الفقه،

وأخذ النحو عن أبی حیّان، والأدب عن ابن نباتة والشهاب محمود ولازمه، ومهر فی فنّ الأدب، وکتب الخطّ الملیح، وقال النظم الرائق، وألّف المؤلّفات الفائقة ...ذکره شیخه الذهبی فی (المعجم المختص) فقال :الإمام العالم الأدیب البلیغ الأکمل، طلب العلم وشارک فی الفضائل وساد فی علم الرسائل وجمع وصنّف.(شذرات الذهب فی أخبار مَن ذهب6/393)

''صلاح الدین ابوالصفا خیل بن ایبک بن عبداللہ صفدی شافعی کی ولادت صفد میں سنہ ٦٩٦ ر یا ٦٩٧ رہجری میں ہوئی ،انھوں نے خوب خوب حدیث کا سماع کیا،حدیث پڑھی اورکئی ایک کتابیں لکھیں،ان کے اساتذہ میں قاضی بدرالدین جماعہ،ابوالفتح بن سید الناس،تقی سبکی،حافظ ابوالحجاج مزی اور ابوعبداللہ ذہبی وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔انھوں نے فقہ کے چند اطراف پڑھے،نحو کی تعلیم ابوحیان سے،ادب کی ابن نباتہ اورشہاب محمود سے حاصل کی،شہاب محمود سےتو وہ چمٹ کررہ گئے تھے۔فن ادب میں بڑی مہارت حاصل کی تھی،ان کا خط بہت خوبصورت اور دیدہ زیب تھا،بڑی خوبصورت نظمیں انھوں نے لکھی ہیں،بڑی عمدہ کتابیں انھوں نے لکھی ہیں۔ان کے استاذ ذہبی نے'' **المعجم المختص** ''میں ان کے بارے میں لکھا ہے:امام،عالم،ادیب۔بلیغ،اکمل،انھوں نے علم حاصل کیا،فضائل میں شریک بنےعلم رسائل میں سیادت کی،جمع وتدوین کا کام کیا اور کتابیں بھی لکھیں''۔

(9)ابن حجرعسقلانی(متوفی:852ھ)

ابن حجرعسقلانی کے بارے میں ابن عماد لکھتے ہیں:

فیها (أی سنة 852 :) تُوفِّی شیخ الإسلام عَلَم الأعلام أمیر المؤمنین فی الحدیث حافظ العصر، شهاب الدین أبو الفضل أحمد بن علی ...)

.(شذرات الذهب فی أخبار مَن ذهب7/407)

''سنہ۸۵۲ھ ہجری میں شیخ الاسلام،علم الاعلام،امیرالمومنین فی الحدیث،حافظ عصر شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی کی وفات ہوئی''۔

(10)عبدالرحمان بن احمد جامی(متوفی:898ھ)

عبدالرحمان بن احمد جامی لے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

وفیھا(أی فی تلک السنة تُوفّی)الإمام العارف بالله تعالی عبد الرحمان بن أحمد الجامی، وُلِد بجام من قصبات خراسان، واشتغل بالعلوم العقليّة، والشرعيّة، فأتقنها، ثمّ صحب مشايخ الصوفيّة، وتلقّن الذکر من الشيخ سعد الدين کاشغری، وصحب خواجة عبيد الله السّمرقندی، وانتسب إليه أتمّ الانتساب.وکان يذکر فی کثير من تصانيفه أوصاف خواجة عبيد الله، ويذکر محبّته له، وکان مشتهراً بالفضائل.وبلغ صيت فضله الآفاق، وسارت بعلومه الرکبان).

''اوراسی سنہ میں امام عارف باللہ تعالی عبدالرحمٰن بن احمد جامی نے وفات پائی۔ان کی ولادت جام میں ہوئی تھی جوخراسان کا ایک قصبہ ہے۔انھوں نے علوم نقلیہ اورشرعیہ دونوں کی تحصیل کی اور دونوں میں مہارت حاصل کی۔اس کے بعد انھوں نے صوفیاء کی مصاحبت اختیار کی اور ذکر کی تلقین شیخ سعد الدین کاشغری سے پائی ،اس کے بعد خواجہ عبیداللہ سمرقندی کی صحبت اختیار کی اوران کی ہی طرف مکمل طور پر منسوب ہوگئے ،وہ اپنی بیشتر تصانیف میں خواجہ عبیداللہ کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ خواجہ عبیداللہ ان سے بہت محبت کرتے تھے،اپنے فضائل کی وجہ سے بہت شہرت پائی اوران کی فضیلت کا چرچا چاروں طرف پھیلا اورقافلوں نے ان کے علوم کودوردورتک پہنچایا''۔

آگے لکھتے ہیں:

وله كتاب(شواهد النبوّة)بالفارسيّة، وكتاب(نفحات الأنس) بالفارسيّة أيضاً، وكتاب(سلسلة الذهب)حط فيه على الرافضة ...وله غير ذلك، وكلّ تصانيفه مقبولة. (شذرات الذهب في أخبار مَن ذهب24-8/23)

''ان کی بعض تصانیف یہ ہے:''شواهد النبوّة'' فارسی زبان میں،''نفحات الأنس '' یہ بھی فارسی زبان میں ہے۔''سلسلة الذهب ''اس کتاب میں موصوف نے روافض پر تنقید کی ہے۔ان کے علاوہ بھی ان کی کتابیں ہیں اور سب مقبول ہیں''۔

(11)ابن طولون (متوفی:953ھ)

ابن طولون کے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

وفيها (أي في تلك السنة تُوفِّي) شمس الدين أبو عبد الله محمّد بن علي بن محمّد الشهير بابن طولون الدمشقي الصالحي الحنفي، الإمام العلاّمة المسند المؤرّخ ...كان ماهراً في النحو، علاّمة في الفقه، مشهوراً بالحديث، وولي تدريس الحنفيّة بمدرسة شيخ الإسلام أبي عمر ...)

(شذرات الذهب في أخبار مَن ذهب352-8/351).

''اوراسی سنہ میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد معروف بہ ابن طولون دمشقی صالحی حنفی کی وفات ہوئی۔وہ امام،علامہ،مسند اور مورخ تھے۔علم نحو میں انھیں بڑا کمال حاصل تھا،فقہ میں تو علامہ تھے،حدیث میں بھی ان کی شہرت تھی،مدرسہ شیخ الاسلام ابوعمر میں فقہ حنفی کی تدریس پر مامور تھے''۔

(12)حسین بن محمد دیاربکری(متوفی:966ھ)

حسین بن محمد دیاربکری کے بارے میں خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

حسين بن محمّد بن الحسن الديار بكري:مؤرّخ، نسبته إلى ديار بكر .وَلِيَ قضاء مكّة وتُوفِّي فيها.له(تاريخ الخميس -ط) مجلّدان، أجمل

به السيرة النبويّة وتاريخ الخلفاء والملوك. (الأعلام2/256)

''حسین بن محمد بن حسن دیاربکری ایک مورخ ہیں، دیاربکر کی طرف ان کی نسبت ہے، مکہ مکرمہ میں منصب قضا پر فائز تھے اور مکہ میں ہی وفات پائی۔ان کی ایک کتاب'''' دو جلدوں میں ہے جس میں انھوں نے اجمال کے ساتھ سیرت نبویہ اور خلفاء وملوک کی تاریخ بیان کی ہے''۔

(13) احمد بن حجر ہیتمی (متوفی:974ھ)

احمد بن حجر ہیتمی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

أحمد بن محمّد بن علی بن حجر الهيتمي السعدی الأنصاری، شهاب الدين شيخ الإسلام، أبو العبّاس: فقيه باحث مصری، مولده فی محلّة أبی الهيتم (من إقليم الغربيّة بمصر) وإليها نسبته... تلقّی العلم فی الأزهر، ومات بمكّة. له تصانيف كثيرة، منها: (مبلغ الأرب فی فضائل العرب -ط) و (الجوهر المنظم -ط) رحلة إلی المدينة، و (الصواعق المحرقة علی أهل البدع والضلال والزندقة -ط) و (تحفة المحتاج لشرح المنهاج -ط) فی فقه الشافعيّة. (الأعلام1/234)

'' احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی سعدی انصاری، شہاب الدین شیخ الاسلام، ابو العباس، فقیہ اور مصری محقق تھے، محلّہ ابی الہیتم میں جو مصر مغربی علاقے میں ہے، پیدا ہوئے اور اسی کی طرف ان کی نسبت ہے، تعلیم ازہر میں حاصل کی اور وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ان کی کئی ایک کتابیں ہیں جیسے: ''**مبلغ الأرب فی فضائل العرب**''، ''**الجوهر المنظم** ''، یہ مدینہ کا سفرنامہ ہے، ''**الصواعق المحرقة علی أهل البدع والضلال والزندقة**''، ''**تحفة المحتاج لشرح المنهاج** ''، یہ کتاب فقہ شافعی میں ہے''۔

(14) محمد بن حسین سمرقندی مدنی (متوفی:996ھ)

محمد بن حسین سمرقندی مدنی کے بارے میں خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

محمّد بن حسین بن عبد الله السّمرقندی: کاتب من آل الحسینی، من أهل المدینة المنوّرة، ووفاته بها. کان یَعرف کثیراً من اللغات، مثل: العربیّة والفارسیّة والرومیّة والهندیّة والحبشیّة. وله علم بالأنساب. صنّف (تحفة الطالب - خ) فی نسب بعض الطالبیّین 77ورقة فی مکتبة الحسینی بتریم. (الأعلام6/102)

''محمد بن حسین بن عبداللہ سمرقندی ایک کاتب تھے، جن کا تعلق آل حسینی سے تھا، وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، اور مدینہ منورہ میں ہی ان کی وفات ہوئی، وہ کئی ایک زبانوں جیسے عربی، فارسی، رومی، ہندی اور حبشی کے ماہر تھے۔ انھیں انساب کا بھی اچھا علم تھا، اس موضوع پر ان کی کتاب'' تحفة الطالب ''ہے، جس میں انھوں نے بعض طالبین کے انساب بیان کیے ہیں۔ تریم کے مکتبہ حسینی میں اس کتاب کا مخطوطہ موجود ہے جو ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے''۔

(15) شیخ ملا علی قاری (متوفی:1014ھ)

شیخ ملا علی قاری خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

علی بن (سلطان) محمّد، نور الدین الملاّ الهروی القاری: فقیه حنفی، من صدور العلم فی عصره. وُلِدَ فی هراة، وسکن مکّة وتُوفِّی بها ... وصنّف کتباً کثیرة، منها: (تفسیر القرآن - خ) ثلاثة مجلّدات، و (الأثمار الجنیّة فی أسماء الحنفیّة) و (الفصول المهمّة - خ) فقه، و (بدایة السالک - خ) مناسک، و (شرح مشکاة المصابیح - ط) و (شرح مشکلات الموطأ - خ. (الأعلام1/275)

’’علی بن سلطان محمد،نور الدین ملا ہروی قاری ایک حنفی فقیہ ہیں۔اپنے دور میں علمی صدارت کا منصب رکھتے تھے،ولادت ہرات میں ہوئی لیکن سکونت مکہ مکرمہ میں اختیار کر لی تھی اور پھر وہیں وفات پا گئے۔انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں،جن میں سے بعض یہ ہیں:(تفسیر القرآن –خ) تین جلدوں میں، (الأثمار الجنيّة فی أسماء الحنفيّة)،(الفصول المهمّة -خ)فقہ میں، (بداية السالک -خ)حج وعمرہ کے بیان میں، (شرح مشكاة المصابيح -ط)اور(شرح مشكلات الموطأ -خ).

(16)احمد بن یوسف قرمانی (متوفی:1019ھ)

احمد بن یوسف قرمانی کے بارے میں خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

أحمد بن يوسف بن أحمد بن سنان القرمانی الدمشقی:مؤرّخ منشیء، حسن المحاضرة، رقيق المعاشرة.وُلِدَ ونشأ فی دمشق وتولّی فيها النظر فی وقف الحَرَمَين .له التاريخ المعروف بتاريخ القرمانی واسمه (أخبار الدول وآثار الأول -ط)و(الروض النسيم فی مناقب السلطان إبراهيم -خ)، ومات فی دمشق. (الأعلام5/12)

’’احمد بن یوسف بن احمد بن سنان قرمانی دمشقی،مورخ،منشی،اچھے مقرر اور حسن معاشرت کی صفت سے متصف تھے۔دمشق میں ولادت ہوئی اور وہیں نشوونما پائی اور دمشق میں موجود اوقاف حرمین کے ناظر بھی تھے۔تاریخ قرمانی ان کی ایک کتاب ہے جو بڑی مشہور ہے اور جس کا نام’’أخبار الدول وآثار الأول ‘‘ ہے۔اس کے علاوہ ان کی ایک دوسری کتاب’’الروض النسيم فی مناقب السلطان إبراهيم ‘‘ بھی ہے۔ان کی وفات دمشق میں ہوئی‘‘۔

(17)عبدالحق دہلوی (متوفی:1052ھ)

عبدالحق دہلوی کے بارے میں خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

عبد الحقّ بن سيف الدين الدهلوى :فقيه حنفى، من أهل دهلى (بالهند) كان محدّث الهند فى عصره ...قيل:بلغت مصنّفاته مئة مجلّد، بالعربيّة والفارسيّة ...(الأعلام3/280)

''عبدالحق بن سیف الدین دہلوی ایک حنفی فقیہ تھے، ہندوستان میں دہلی کے رہنے والے تھے،اپنے دور میں محدث ہند تھے۔بیان کیا جاتا ہے کہ عربی اور فارسی زبان میں ان کی کتابوں کی تعداد ایک سو ہے''۔

(18)ابن عماد حنبلی (متوفی:1089ھ)

ابن عماد حنبلی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

عبد الحی بن أحمد بن محمّد ابن العماد العكرى الحنبلى، أبو الفلاح:مؤرّخ، فقيه، عالم بالأدب.وُلِدَ فى صالحيّة دمشق، وأقام فى القاهرة مدّة طويلة، ومات بمكّة حاجّاً.له(شذرات الذهب فى أخبار مَن ذهب -ط) ثمانية أجزاء ، و(شرح متن المنتهى)فى فقه الحنابلة.(الأعلام3/290)

''عبدالحئ بن احمد بن محمد بن عماد عکری حنبلی ،ابوالفلاح ایک مورخ ،فقیہ اورادب کے عالم ہیں،دمشق کے صالحیہ میں ان کی ولادت ہوئی ،ایک طویل مدت تک قاہرہ میں مقیم رہے،دوران حج مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔آٹھ جلدوں میں ان کی کتاب''شذرات الذهب في أخبار مَن ذهب ''بہت مشہور ہے،اسی طرح فقہ حنبلی میں انھوں نے ''شرح متن المنتهى ''لکھی ہے''۔

(19)عبدالملک عصامی (متوفی:1111ھ)

عبدالملک عصامی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

عبد الملك بن حسين بن عبد الملك المكّى العصامى، مؤرّخ،

مـن أهـل مكّة مولده ووفاته فيها .لـه كتـب، منها:(قيد الأوابد من الفوائد والعوائد -خ) بخطّه، و(سمط النجوم العوالى فى أنباء الأوائل والتوالى - ط) فى 4مجلّدات، و(الغرر البهيّة -خ)و(شرح الخزرجيّة فى العروض -خ) فـى دار الـكتـب.وهـو حـفيـد الملاّ عصام، عبد الملـك بن جمال الدين. (الأعلام4/157)

''عبدالملک بن حسین بن عبدالملک مکی عصامی ایک مورخ ہیں،مکہ سے تعلق تھا،مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں وفات پائی۔ان کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں: قید الاوابد من الفوائد والعوائد،سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی،چار جلدوں میں، الغرر البہیّۃ،شرح الخزرجیّۃ فی العروض۔وہ ملا عصام عبدالملک بن جمال الدین کے پوتے تھے''۔

(20)عبداللہ شبراوی(متوفی:1171ھ)

عبداللہ شبراوی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

عبـد الـلـه بـن محمّد بن عامر الشبراوی:فقيه مصری، له نظم.تولّى مشيـخة الأزهـر.من كتبه(شرح الصدر فى غزوة بدر -ط)، وديوان شعر سـمّـاه(مـنائح الألطاف فى مدائح الأشراف -ط)، و(عنوان البيان -ط) نصائح وحكم، و(الإتحاف بحبّ الأشراف -ط) (الأعلام4/130)

''عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی ایک مصری فقیہ ہیں،انھوں نے نظم بھی لکھی ہے ۔ازہر میں مشیخت کے منصب پر فائز تھے۔ان کی بعض کتابیں یہ ہیں:شرح الصدر فی غزوۃ بدر،شاعری کا دیوان جس کا نام ہے:منائح الالطاف فی مدائح الاشراف،نصیحتوں اور حکمتوں پر مشتمل کتاب:عنوان البیان ہے۔ان کی ایک اہم کتاب:الاتحاف بحب الاشراف ہے''۔

(21)ابوالنجاح منینی (متوفی:1172ھ)

ابوالنجاح منینی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

أحمد بن علی بن عمر بن صالح، شهاب الدين، أبو النجاح المنينی: أديب من علماء دمشق، مولده فی منين(من قُرَاهَا)ومنشأه ووفاته فی دمشق، وأصله من إحدى قرى طرابلس. له(الفتح الوهبی -ط)فی شرح تاريخ العتبی، مجلّدان، و(الإعلام بفضائل الشام -ط)، و(فتح القريب -خ) شرح منظومة فی الخصائص النبويّة، و(الفرائد السنّية فی الفوائد النحويّة -خ) وله شعر فيه جودة.(الأعلام1/181)

''احمد بن علی بن عمر بن صالح شہاب الدین، ابوالنجاح منینی ایک ادیب ہیں، علمائے دمشق سے تعلق رکھتے ہیں،دمشق کے ایک گاؤں منین میں پیدا ہوئے ،ان کی نشوونما اور وفات دمشق ہی میں ہوئی۔ان کے اجداد کا تعلق طرابلس کے ایک گاؤں سے تھا،ان کی کئی ایک کتابیں ہیں جیسے:الفتح الوہبی فی شرح تاریخ العتبی (دوجلدوں میں)، الاعلام بفضائل الشام، نبی ﷺ کی خصوصیات میں ایک منظوم کتاب:فتح القریب،الفرائد السنیہ فی الفوائدالنحویہ،ان کے اشعار بہت عمدہ ہوتے ہیں''۔

(22)عباس مکی(متوفی:1180ھ)

عباس مکی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

عبّاس بن علی بن نور الدين بن أبی الحسن المكّی الحسينیّ الموسوی:أديب رَحّالة، غزير العلم بالأخبار واللطائف.وُلِدَ وعاش بمكّة، وعُرضت له أمور آذاه فيها أقاربه وأصحابه، فرحل سائحاً فی العراق والهند واليمن من سنة 1131 :إلى 1142هـ، وكان يعود فيحجّ فی أكثر السنين .وانتهى مطافه بالتردّد بين بندر المخا ومكّة .ثم استقرّ فی المخا

سنة 1145 :هـ ورتّب له والِيُها الفقيه أحمد بن يحيى الخزندار ...ما يعيش بـه، فـانـصـرف إلـى جـمـع مـا تـفرّق من أوراقه، فألّف منها كتابه (نزهة الـجليس ومنية الأديب الأنيس -ط) فـي مـجلّدين، انتهى منه في 4شوال 1148وجعله هديّته إلى الوالي الخزندار. (الأعلام3/263)

''عباس بن علی بن نورالدین بن ابی الحسن مکی حسینی موسوی ایک ادیب، بہ کثرت علمی اسفار کرنے والے، اخبار ولطائف کا بھرپور علم رکھنے والے تھے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں ہی زندگی گزاری۔ کئی ایک معاملات زندگی میں ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے انھیں اپنے قریبی عزیزوں اور ساتھیوں سے تکلیف پہنچی۔ اسی لیے ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۴۲ھ تک عراق، ہند اور یمن میں رہے، اس درمیان ہر سال حج کے لیے بھی آتے رہے، بندر مخا اور مکہ کے درمیان انتخاب میں انھیں تردد رہا، آ کر انھوں نے ۱۱۴۵ھ میں مخا میں مقیم رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ مخا کے والی فقیہ احمد بن یحیٰ خزندار نے ان کی گزر بسر کے لیے وظیفہ مقرر کردیا۔ فرصت اور فراغت پانے کے بعد انھوں نے اپنے منتشر اوراق جمع کیے اور ان سے ایک کتا**نزهة الـجليس ومنية الأديب الأنيس**'' مرتب کی جو دو جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب ۴/شوال ۱۱۴۸ھ کو مکمل ہوئی اور موصوف نے اس کا انتساب والی خزندار کے نام کیا''۔

(23) محمد امین سویدی (متوفی:1246ھ)

محمد امین سویدی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

مـحـمّـد أمين بن علي بن محمّد سعيد السويدي العبّاسي البغدادي، أبـو الفوز: باحث، من علماء العراق، وُلِدَ ببغداد، وتُوفِّي في بريدة (بنجد) عائداً من الحجّ، من كتبه(سبائك الذهب في معرفة أنساب العرب -ط)، و(قـلائـد الـدرر في شرح رسالة ابن حجر -خ) فـي فـقه الشافعيّة، و (الـجواهر واليواقيت في معرفة القبلة والمواقيت -خ)اثنا عشر فصلاً، و (

قلائد الفرائد -خ) فی شرح المقاصد للنووی، فقه، و(الصارم الحدید - خ) مجلّدان، فی الردّ علی کتاب(سلاسل الحدید فی تقیید ابن أبی الحدید)لیوسف بن أحمد البحرانی، انتصر السویدی فیه لابن أبی الحدید .(الأعلام 42 /6)

''محمد امین بن علی بن محمد سعید سویدی عباسی بغدادی ابوالفوز ایک محقق ہیں، علمائے عراق سے تعلق رکھتے ہیں، بغداد میں ولادت ہوئی اور بریدہ (نجد) میں حج سے واپس آتے ہوئے وفات ہوئی۔ ان کی بعض کتابیں یہ ہیں: سبائک الذہب فی معرفۃ انساب العرب (مطبوع)، قلائد الدرر فی شرح رسالۃ ابن حجر (مخطوط) فقہ شافعی میں، الجواہر والیواقیت فی معرفۃ القبلۃ والمواقیت (مخطوط) اس میں بارہ فصلیں ہیں، قلائد الفرائد فی شرح المقاصد للنووی (مخطوط) ، فقہ میں، الصارم الحدید (مخطوط) دو جلدوں میں، اس میں یوسف بن احمد بحرانی کی کتاب: سلاسل الحدید فی تقیید ابن ابی الحدید، کی تردید کی گئی ہے۔ سویدی نے ابن ابی الحدید کی حمایت کی ہے۔

(24) مومن شبلنجی (متوفی:1308ھ)

مومن شبلنجی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

مؤمن بن حسن مؤمن الشبلنجی:فاضل، من أهل شبلنجة(من قری مصر، قرب بنها العسل) تعلّم فی الأزهر وأقام فی جواره .وکان یمیل إلی العزلة .من کتبه(نور الأبصار فی مناقب آل بیت النبی المختار -ط)، و (فتح المنّان)فی تفسیر غریب القرآن، و(مختصر الجبرتی)فی جزأین صغیرین. (الأعلام7/334)

''مومن بن حسن مومن شبلنجی ایک فاضل شخصیت ہیں، مصر کی ایک بستی شبلنجہ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ شبلنجہ مصر میں نہا العسل سے قریب ہے۔ انھوں نے ازہر میں تعلیم پائی اور اسی

کے قرب وجوار میں آباد ہوگئے۔طبعی طور پر گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے۔ان کی بعض کتابیں یہ ہیں: نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار(مخطوطہ)، فتح المنان فی تفسیر غریب القرآن، اور مختصر الجبرتی) دو چھوٹے حصوں میں۔

(25) خیرالدین زرکلی (متوفی:1396ھ)

خیرالدین زرکلی کے بارے میں محمد خیر رمضان یوسف اپنی کتاب" **تکملة معجم المؤلّفین**" میں لکھتے ہیں:

مؤرّخ، دبلوماسی، شاعر، ترجم لنفسه فی آخر جزء من الأعلام -إلی أنْ قال-وکان قد أهدی مکتبته القیّمة إلی جامعة الریاض، فخصّصت له قسماً مستقلًّا وأصدرتُ فهرساً لها بعنوان: فهرس مکتبة خیر الدین الزرکلی -الریاض ـعمادة شؤون المکتبات. وأمّا مؤلّفاته فهی"الوجیز فی سیرة الملک عبد العزیز. (الأعلام) ما رأیت وما سمعت وغیرها،

وواضح من ترجمته لنفسه فی الأعلام، أنّه کان ممّن ترعاه الحکومة السعودیّة، کما أنّه قد شغل مناصب سیاسیّة ودبلوماسیّة لتلک الحکومة

(تکملة معجم المؤلّفین178-177)

''مورخ، ڈپلومیٹ، شاعر، انھوں نے اپنی کتاب اعلام کے آخر میں اپنا ترجمہ خود لکھا ہے۔ان کا گراں قدر مکتبہ جامعہ ریاض کو منتقل ہوگیا تھا۔اس کے لیے ایک گوشہ خاص کیا گیا اوراس کی ایک فہرست اس عنوان: ''**فهرس مکتبة خیر الدین الزرکلیلریاض ـعمادة شؤون المکتبات** '' کے ساتھ شائع کی گئی۔ان کی کتابوں میں اعلام کے علاوہ ''الوجیز فی سیرۃ الملک عبدالعزیز'' بھی ہے۔اعلام میں ان کی خودنوشت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے، سعودی حکومت جن کا خیال رکھتی تھی۔اسی طرح وہ اس

حکومت کے کئی ایک سیاسی مناصب پر فائز رہے اور ایک ڈپلومیٹ کا کردار ادا کیا۔

(26) علاء الدین سمانی

علاء الدین سمانی کا ذکر دیار بکری نے ''تاریخ الخمیس'' میں کیا ہے، ہمیں ان کے احوال زندگی نہیں مل سکے لیکن دیار بکری نے ان کے جو کلمات نقل کیے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ علمائے تصوف میں سے تھے۔

(27) عارف احمد عبد الغنی

عارف احمد عبد الغنی ایک معاصر مولف اور محقق ہیں، ان کی کئی ایک کتابیں ہیں جیسے :**تاریخ أمراء المدینة،تاریخ أمراء مکّة المکرّمة ،تاریخ الحیرة فی الجاهلیّة و الإسلام،الجوهر الشفّاف فی أنساب السادة الأشراف**. انھوں نے ایک اور کتاب ''**سلوک المالک فی تدبیر الممالک**'' کی تحقیق کی ہے۔

(28) شریف انس کتبی

شریف انس کتبی ایک معاصر مولف اور محقق ہیں، عارف احمف عبد الغنی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں انساب کے سب سے بڑے عالم ہیں، علامہ سمرقندی (متوفی:966ھ) کی کتاب ''**تحفة الطالب**'' کی انھوں نے تحقیق کی ہے۔

(تاریخ أمراء المدینة لعارف عبد الغنی9)

قسم ثانی

امام محمد بن حسن عسکری علیہما السلام کی مہدویت کے قائلین

(1) بلاذری طوسی (متوفی:339ھ)

بلاذری طوسی کے بارے میں سمعانی لکھتے ہیں:

اس نسبت سے ابو محمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن ہاشم مذکر طوسی بلاذری، حافظ، واعظ مشہور ہیں۔اہل طوس میں سے تھے۔حدیث کے حافظ، فاضل، صاحب بصیرت اور عارف تھے۔

انھوں نے حدیث کی سماعت طوس میں ابراہیم بن اسماعیل عنبری اور تمیم بن محمد طوسی سے ،نیسابور میں عبداللہ بن شیرویہ اور جعفر بن احمد حافظ سے، ری میں محمد بن ایوب اور حسن بن احمد بن لیث سے، بغداد میں یوسف بن یعقوب قاضی سے، کوفہ میں محمد بن عبداللہ بن سلیمان حضرمی اور ان کے معاصرین سے کی۔ بلاذری طوسی سے حدیث کا سماع حاکم ابوعبداللہ حافظ نے کیا۔

حافظ ابوعبداللہ کہتے ہیں:

أبو محمّد البلاذری الواعظ الطوسی، كان واحد عصره فی الحفظ والوعظ ومن أحسن الناس عشرة وأكثرهم فائدة، وكان يكثر المقام بنيسابور، ويكون له فی كلّ أسبوع مجلسان عند شيخی البلد أبی الحسن المحمی وأبی نصر العبدوی، وكان أبو علی الحافظ ومشايخنا يحضرون مجالسه ويفرحون بما يذكره علی رؤوس الملأ من الأسانيد، ولم أرهم-قط -غمزوه فی إسناد أو اسم أو حديث، وكتب بمكّة عن إمام أهل البيت أبی محمّد الحسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسی الرضا.

''ابو محمد بلاذری واعظ طوسی ،اپنے دور میں حفظ ووعظ،حسن معاشرت اور دوسروں کے مستفید کرنے کے باب میں یکتا تھے۔ان کا زیادہ تر قیام نیسابور میں رہا،شہر کے دو بڑے مشائخ ابوالحسن محمی اور ابونصر عبدوی کے پاس ہر ہفتہ ان کی دو مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں،ابوعلی حافظ اور ہمارے مشائخ ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے،اور مجمع عام میں وہ جو اسانید بیان کرتے تھے،ان سے خوش ہوتے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی انھوں

نے ان کی بیان کردہ کسی سند، کسی راوی اور کسی حدیث پر کوئی تنقید کی ہو، انھوں نے مکہ مکرمہ میں اہل بیت کے امام ابومحمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی رضا سے حدیث املاء کی''۔

ابوالولید فقیہ کہتے ہیں:

كان أبو محمّد البلاذري يسمع كتاب الجهاد من محمّد بن إسحاق وأمّه عليلة بطوس، وكان المجلس غداة الخميس، وكان أبو محمّد يخرج من الطبران غداة الأربعاء فيحضر غداة الخميس المجلس، ثمّ ينصرف إلى الطابران فيشهد الجمعة بها. وحكى عن أبي محمّد البلاذري أنّه قال: لم تكن لي همّة في سماع الحديث أكبر من التخريج على كتاب مسلم، فلمّا انصرفت من الرحلة أخذتُ في التخريج عليه وأفنيت عمري في جمعه.

''ابومحمد بلاذری، محمد بن اسحاق سے کتاب الجہاد کی سماعت اس وقت بھی کر رہے تھے جب ان کی والدہ طوس میں علیل تھیں، مجلس جمعرات کی صبح منعقد ہوتی تھی اور ابومحمد طبران سے بدھ کی صبح کو روانہ ہوکر جمعرات کی صبح کی مجلس میں حاضر ہوجاتے تھے اور پھر وہاں سے طبران واپس آ کر جمعہ کی نماز میں حاضر ہوجایا کرتے تھے۔ ابومحمد بلاذری کی یہ بات ان کی زبانی نقل کی جاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی تخریج کے علاوہ سماع حدیث کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ جب میں علمی اسفار سے واپس آتا تو تخریج کے کام میں مصروف ہوجاتا، میں نے اس بڑے علمی کام میں اپنی زندگی لگادی''۔

امام حاکم کہتے ہیں:

واستشهد بالطابران سنة: تسع وثلاثين وثلاثمئة. وابنه أبو زكريّا يحيى بن أبي محمّد البلاذري، سمع بطوس أبا عبد الله بن أيّوب وأبا محمّد الحسن بن أبي خراسان، وبنيسابور أبا حامد أحمد بن محمّد بن

يـحيـى بن بلال البزّاز وأبا بكر محمّد بن الحسين القطان وطبقتهم، سمع منه الحاكم أبو عبد الله الحافظ وذكره فى التاريخ فقال:تُوفِّى بالنوقان فى شهر رمضان سنة :سبع وثمانين وثلاثمئة.(أنساب السمعانی1/423)

''بلاذری طوسی سنہ ۳۳۹ رہجری میں اپنے بیٹے ابوزکریا یحی بن ابومحمد بلاذری کے ساتھ طابران تشریف لائے۔انھوں نے حدیث کا سماع طوس میں ابوعبداللہ بن ایوب اور ابومحمد حسن بن ابی خراسان سے،نیسا بور میں ابوحامداحمد بن محمد بن یحی بن بلال بزاز اور ابوبکرمحمد بن حسین قطان اوران کے طبقے سے کی۔ان سے حدیث کا سماع حاکم ابوعبداللہ حافظ نے کیا۔انھوں نے ان کا تذکرہ تاریخ میں کیا ہےاورلکھا ہے کہ ان کی وفات نوقان میں ماہ رمضان سنہ ۳۸۷ رہجری میں ہوئی''۔

بلاذری کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

البـلاذرى، الإمـام الـحـافـظ، الـمـفـيـد الـواعظ، شيخ الجماعة، أبو مـحـمّد، أحمد بن محمّد بن إبراهيم الطوسى البلاذرى.سمع من:محمّد بـن أيوب بن الضريس، وتميم بن محمّد الحافظ، وعبد الله بن محمّد بن شيرويه، وطبقتهم .قـال أبو عبد الله الحاكم:كان أوحد عصره فى الحفظ والـوعـظ، وكـان شيـخـنـا الحافظ أبو على ومشايخنا يحضرون مجلسه، ويـفـرحـون بـمـا يذكره على رؤوس الملأ من الأسانيد.ولم أرهم -قط- غـمـزوه فـى إسـنـاد أو اسم أو حديث .سـمـع جـمـاعة كثيـرة بـالعراق وخـراسـان .وخـرج (صـحـيـحـاً)عـلـى وضـع(صـحـيـح)مسلم، إلى أنْ قـال:واستشهـد بـالـطـابـران وهى مرتحله من نيسابور سنة:تسع وثلاثين وثلاث مئة. (سير أعلام النبلاء 16/36)

''بلاذری،امام حافظ،مفید واعظ،شیخ جماعت ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم طوسی بلاذری، انھوں نے حدیث کا سماع محمد بن ایوب بن ضریس،تمیم حمد حافظ،عبداللہ بن محمد بن شیرویہ

اوران کے طبقے سے کی۔ابوعبداللہ حاکم کہتے ہیں کہ وی حفظ ووعظ میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ہمارے شیخ ابوعلی اور بعض دوسرے ہمارے شیوخ ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے،اور مجمع عام میں وہ جواسانید بیان کرتے تھے،ان سے خوش ہوتے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی انھوں نے ان کی بیان کردہ کسی سند،کسی راوی اور کسی حدیث پر کوئی تنقید کی ہو۔عراق اورخراسان میں ان سے کئی ایک جماعتوں نے حدیث کا سماع کیا،انھون نے صحیح مسلم کی شرط پر اس کی ایک مستخرج تیار کی ۔نیسابور سے لوٹتے ہوئے وہ سنہ ۳۳۹ رہجری میں طابران تشریف لائے''۔

(2)ابوالفتح بغدادی(متوفی:412ھ)

ابوالفتح بغدادی کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

ابن أبی الفوارس، الإمام الحافظ المحقّق الرّحال، أبو الفتح، محمّد بـن أحـمـد بن محمّد بن فارس ابن أبی الفوارس سهل، البغدادی ...وکان مشهوراً بالحفظ والصلاح والمعرفة. (سیر أعلام النبلاء 17/223)

''ابن ابی الفوارس،امام حافظ،محقق، بہ کثرت علمی اسفار کرنے والے ابوالفتح محمد بن احمد بن محمد بن فارس ابن ابی الفوارس سہل،بغدادی حفظ،صلاحیت اور معرفت میں مشہور تھے''۔

(3)احمد جامی(متوفی:536ھ)

ہم ان کے سلسلے میں اسی بات پر ایک نظر ڈالنے کے لیے کہیں گے جو ہم قندوزی حنفی کے حوالے سے گیارہویں فصل میں لکھ چکے ہیں۔قندوزی حنفی نے انھیں شیخ المشائخ لکھا ہے اوران کا شمار عارفین کاملین میں کیا ہے۔(سیر أعلام النبلاء 17/388)

(4)یحی بن سلامہ حصکفی(متوفی:553ھ)

یحی بن سلامہ حصکفی کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں؛

الحصكفي، الإمام العلاّمة الخطيب، ذو الفنون، معين الدين، أبو الفضل، يحيى بن سلامة بن حسين بن أبی محمّد عبد الله الديار بكری الطنزی الحصكفی، نزيل ميّافارقين. تأدّب ببغداد علی الخطيب أبی زكريّا التبريزی، وبرع فی مذهب الشافعی، وفی الفضائل. مولده فی سنة: ستّين وأربع مئة تقريباً. وَوَلِيَ خطابة ميّافارقين، وتصدّر للفتوی، وصنّف التصانيف، وله ديوان خطب، وديوان نظُم وترسل. ذكره العماد فی(الخريدة)،فقال: كان علاّمة الزمان فی علمه، ومَعَرِّيّ العصر فی نثره ونظمه، له الترصيع البديع، والتجنيس النفيس، والتطبيق والتحقيق، واللفظ الجزل الرقيق، والمعنی السهل العميق، والتقسيم المستقيم. (سير أعلام النبلاء 20/320)

''حصکفی، امام، علامہ، خطیب، صاحب فنون، معین الدین، ابوالفضل، یحی بن سلامہ بن حسین بن ابومحمد عبداللہ دیاربکری طنزی حصکفی، میافارقین میں آباد ہو گئے تھے۔ بغداد میں خطیب ابوزکریا تبریزی سے علم وادب میں مہارت حاصل کی، مسلک شافعی اور فضائل کے باب میں نام پیدا کیا، ان کی ولادت سنہ ۴۶۰ھ ہجری (تقریباً) میں ہوئی، میا فارقین کی مسند خطابت کو زینت بخشی، مسند افتاء پر بھی فائز ہوئے، انھوں نے کئی ایک کتابیں تصنیف کیں، ان کے خطبات کا ایک دیوان بھی ہے، اسی طرح نظم اور مراسلات کا بھی ان کا دیوان ہے، عماد نے خیریہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ علم میں علامۂ زماں تھے، نثر ونظم میں اپنے وقت کے معری تھے، انھیں ترصیع بدیع، تجنیس نفیس، تطبیق وتحقیق میں کمال حاصل تھا، ان کی تحریر میں خوبصورت الفاظ اور گہرے لیکن آسان معانی اور مناسب تقسیم پائی جاتی ہے''۔

(5) عبداللہ بن خشاب (متوفی: 567ھ)

عبداللہ بن خشاب کے بارے میں عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:

عبد الله بن أحمد بن أحمد بن أحمد بن عبد الله بن نصر البغدادی ، أبـو محمّد، ابن الخشاب ،نحوی، لغوی، أديب، محدّث، فقيه، مشارک فـی:الـمـنـطـق، والـفـلسفة، والحساب، والهندسة، والتفسير، والنسب، والفرائض. (معجم المؤلّفين6/20)

''عبداللہ بن احمد بن احمد بن احمد بن عبداللہ بن نصر بغدادی ،کی کنیت ابومحمد ہے اور وہ ابن خشاب کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، وہ لغوی،ادیب،محدث،فقیہ تھے،منطق ، فلسفہ،حساب، ہندسہ،تفسیر،نسب اور فرائض میں بھی ان کی حصہ داری تھی''۔

(6) موفق بن احمد خوارزمی (متوفی:568ھ)

موفق بن احمد خوارزمی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

الـمـوفّـق بـن أحـمـد الـمكّی الخوارزمی، أبو المؤيّد:مؤلّف(مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة-ط) و(مـناقب أمير المؤمنين علی بن أبی طالب - ط.) كـان فـقيهـاً أديبـاً، لـه خـطـب وشـعـر. أصله من مكّة. أخذ العربيّة عن الزمخشری بخوارزم، وتولّى الخطابة بجامعها. (الأعلام 7/333)

موفق بن احمد مکی خوارزمی کی کنیت ابوالموید ہے،وہ دو اہم کتابوں:(**مـناقب الإمام الأعـظم أبی حنيفة -ط**) اور(**مـنـاقـب أميـر الـمؤمنين علی بن أبی طالب - ط.**) کے مولف ہیں، وہ فقیہ تھے،ادیب تھے،ان کے خطبات اور اشعار مشہور ہیں،ان کی اصل مکہ سے ہے،انھوں نے عربی زبان وادب کی تعلیم خوارزم میں زمخشری سے حاصل کی اور جامع خوارزم میں میں منبر خطابت ان کے حصے میں آیا''۔

(7) فریدالدین عطار نیشابوری (متوفی:627ھ)

فرید الدین عطار نیشابوری کے بارے میں ہم یہی لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ

''الينابيع'' کے مصنف نے ان کا شمار عارفین کاملین میں کیا ہے۔(الأعلام 391/7)

(8) محیی الدین بن عربی (متوفی:638ھ)

محیی الدین بن عربی کے بارے میں شعرانی لکھتے ہیں:

الشيخ العارف الكامل المحقّق المدقّق، أحد أكابر العارفين بالله سيّدى محيى الدين بن عربى، أجمع المحقّقون من أهل الله عزّ وجلّ على جلالته فى سائر العلوم، كما يشهد لذلک كتبه، وما أنكر مَن أنكر عليه إلاّ لدقّة كلامه لا غير، فأنكروا على مَن يطالع كلامه من غير سلوک طريق الرياضة (ترويض النفوس)خوفاً من حصول شبهة فى معتقده يموت عليها لا يهتدى لتأويلها على مراد الشيخ.

''شیخ ، عارف کامل، محقق ، مدقق ، کبار عارفین باللہ میں سے تھے،سیدی محی الدین بن عربی ، تمام اہل اللہ محققین کا اجماع ہے کہ وہ تمام علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے، ان کی کتابیں اس کی شہادت دیتی ہیں، جن حضرات نے ان کا انکار کیا ہے، وہ محض ان کے کلام کے دقیق ہونے کی وجہ سے، جو لوگ راہ سلوک سے واقف نہیں ہیں، اندیشہ ہے کہ کہیں ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ان کے عقیدہ میں خرابی نہ آجائے ، ان کے کلام کی صحیح تاویل کرنے پر بیشتر لوگ قادر نہیں ہیں''۔

وقد ترجمه الشيخ صفىّ الدين بن أبى منصور وغيره بالولاية الكبرى والصلاح والعرفان والعلم، فقال:هو الشيخ الإمام المحقّق، رأس أجلاّء العارفين والمقرّبين، صاحب الإشارات الملكوتيّة والنفحات القدسيّة والأنفاس الروحانيّة، والفتح المونق والكشف المشرق، والبصائر الخارقة والسرائر الصادقة، والمعارف الباهرة والحقائق الزاهرة، له (المحلّ الأرفع من مراتب القرب فى منازل الأنس) و (

المورد العذب فی مناهل الوصل) و (الطول الأعلی من معارج الدنو) و (القدم الراسخ فی التمکین من أحوال النهایة) و (الباع الطویل فی التصرّف فی أحکام الآیة)، وهو أحد أرکان هذه الطریق، رضی الله عنه، وکذا ترجمه الشیخ العارف بالله سیّدی محمّد بن أسعد الیافعی رضی الله عنه، وذکره بالعرفان والولایة، ولقّبه الشیخ أبو مدین رضی الله عنه بسلطان العارفین، وکلام الرجل أدلّ دلیل علی مقامه الباطن وکتبه مشهورة بین الناس. (الطبقات الکبری للشعرانی 1/260-261، ترجمة 288)

''شیخ صفی الدین بن ابومنصور وغیرہ نے انھیں ولایت کبری، صلاح، عرفان اور علم کا حامل قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شیخ، امام اور محقق تھے، عارفین اور مقربین کے سرخیل تھے، صاحب اشارات ملکوتیہ، نفحات قدسیہ، انفاس روحانیہ، فتح مونق، کشف مشرق، بصائر خارقہ، سرائر صادقہ، معارف باہرہ اور حقائق زاہرہ تھے، ان کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں: ''المحلّ الأرفع من مراتب القرب فی منازل الأنس''، ''المورد العذب فی مناهل الوصل''، ''الطول الأعلی من معارج الدنو''، ''القدم الراسخ فی التمکین من أحوال النهایة'' اور ''الباع الطویل فی التصرّف فی أحکام الآیة''۔ وہ مشرب تصوف کے ایک اہم رکن تھے، اللہ ان سے راضی ہو۔ اسی طرح ان کا ترجمہ شیخ، عارف باللہ، سیدی محمد بن اسعد یافعی رضی اللہ عنہ نے بھی لکھا ہے اور ان کے عرفان اور ولایت کا ذکر کیا ہے۔ شیخ ابومدین رضی اللہ عنہ نے انھیں سلطان العارفین کا لقب دیا ہے۔ آدمی کا اپنا کلام اس کے مقام باطن کی سب سے بڑی دلیل ہے، ان کی کتابیں لوگوں کے درمیان مشہور ہیں''۔

(9) محمد بن طلحہ شافعی (متوفی: 652ھ)

محمد بن طلحہ شافعی کے بارے میں تاج الدین سبکی لکھتے ہیں:

تفقّه وبرّع في المذهب، وسمع الحديث بنيسابور من المؤيّد الطوسي وزينب الشعريّة، وحدّث بحلب ودمشق .روى عنه الحافظ الدِّمياطي ومجدُ الدين بن العَديم .وكان من صدور الناس، وَلي الوزارة بدمشق يومَين، وتركها، وخرج عمّا يملكه من ملبوس ومَمْلوك وغيره وتزَهَّد.(طبقات الشافعيّة الكبرى8/63)

مسلک میں تفقہ حاصل کیا،اور ممتاز قرار پائے ،حدیث کی سماعت نیسابور میں موید طوسی اور زینب شعریہ سے کی ،حلب اور دمشق میں احادیث بیان کیں،ان سے روایت کرنے والوں میں حافظ دمیاطی اور مجد الدین عدیم ہیں،صف اول کے لوگوں میں ان کا شمار تھا،منصب وزات سنبھالی لیکن دو روز بعد مستعفی ہوگئے۔بعد میں لباس اور ملکیت کی تمام چیزوں سے دست بردار ہوکر زاہدانہ زندگی اختیار کرلی''۔

اسنوی اپنی کتاب'' طبقات الشافعيّة ''میں لکھتے ہیں:

كان إماماً بارعاً في الفقه، والخلاف، عالماً بالأصلين، رئيساً كبيراً معظّماً، ترسل عن الملوك، وأقام بدمشق بالمدرسة الأمينيّة.(طبقات الشافعيّة418، ترجمة 1200)

''فقہ اوراختلافی مسائل میں امام اور بڑی مہارت رکھتے تھے،کتاب وسنت کے عالم تھے،رئیس آدمی تھے اور قابل تعظیم تھے،بادشاہوں کی طرف سے بلاوا آتا تھا،ان کا قیام دمشق کے مدرسہ امینیہ میں رہا''۔

ان کے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

وفيها(أي تُوفِّي في تلك السَنَة)الكمال محمّد بن طلحة بن محمّد بن الحسن كمال الدين أبو سالم القرشي العدوي النصيبي الشافعي المفتي الرحّال مصنّف كتاب(العقد الفريد)وأحد الصدور والرؤساء المعظّمين ...سمع بنيسابور من المؤيّد وزينب الشعرية وتفقّه، فبرع في

الـفـقه، والأصول، والخلاف.وترسل عن الملوک، وساد وتقدّم وحدّث ببلاد کثیرة.(شذرات الذهب5/389)

''اوراسی سنہ میں کمال محمد بن طلحہ بن محمد بن حسن کمال الدین ابوسالم قرشی عدوی نصیبی شافعی نے وفات پائی۔وہ مفتی بھی تھے اور کثرت سے علمی اسفار بھی کرتے تھے،العقد الفرید ان کی مشہور کتاب ہے۔سف اول کے لوگوں میں سے تھے اور بڑے روساء میں ان کا شما تھا۔انھوں نے نیسابور میں حدیث کی سماعت موید اور زینب شعریہ سے کی اور فقہ میں مہارت حاصل کی ،فقہ،اصول اور علم الخلاف میں ید طولی رکھتے تھے،بادشاہوں کی طرف سے پیغامات ملتے تھے،انھوں نے سیادت کی ،آگے بڑے اور کئی ایک شہروں میں پہنچ کر حدیث بیان کی''۔

(10) سبط ابن جوزی (متوفی:654ھ)

سبط ابن جوزی کے بارے میں ابن خلکان ان کے نانا کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

وکـان سبـطـه شـمـس الـدیـن أبو المظفّر یوسف بن قُزغلی الواعظ الـمشهـور، حنفی المذهب، وله صیت وسمعة فی مجالس وعُظه، وقبول عند الملوک وغیرهم.(وفیات الأعیان3/118)

ابن جوزی کے نواسے شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزغلی مشہور واعظ تھے،مسلکاً حنفی تھے ،ان کے وعظ کی مجلسیں کافی مشہور تھیں اور ان کو بڑی شہرت حاصل تھی،وہ بادشاہوں اور دوسروں کے یہاں مقبول تھے''۔

امام ذہبی ان کے بارے میں اپنی کتاب''تاریخ الإسلام''میں لکھتے ہیں:

الإمـام الـواعـظ الـمـؤرّخ شـمـــس الـدیـن، أبـو المظفّر الترکی، ثمّ البـغـدادی الـعـونـی، الـحـنـفـی، سبـط الإمام جمال الدین أبی الفَرَج ابن الجوزیّ، نزیل دمشق .وُلِدَ سنة :إحـدی وثمانین وخمسمئة، وسمع مِن

جدّه، وعبد المنعم بن كُلَيب، وعبد الله بن أبى المجد الحربى. وبالموصل من أبى طاهر أحمد وعبد المحسن ابنى الخطيب عبد الله بن أحمد الطوسى وبدمشق من عمر بن طَبَرْزَد، وأبى اليُمن الكندى وأبى عمر بن قدامة وغيرهم .روى عنه المعزّ عبد الحافظ الشُّروطى والزّين عبد الرحمان بن عُبَيد والنجم موسى الشَّقراوى، والعز أبو بكر بن عبّاس بن الشّائب، والشمس محمّد بن الزرّاد، والعماد محمّد بن البالسى وجماعة .وكان إماماً فقيهاً واعظاً وحيداً فى الوعظ، علاّمة فى التاريخ والسير، وافر الحرمة، محبّباً إلى الناس، حُلو الوعظ، لطيف الشمائل، صاحب قبولٍ تامّ.(تاريخ الإسلام:حوادث وفيات ،660-651ص183)

''امام واعظ مورخ شمس الدین ابوالمظفر ترکی ،بغدادی ،عونی،حنفی ،امام جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی کے نواسے تھے۔دمشق میں آکر آباد ہوگئے تھے ۔ان کی ولادت سنہ۵۸۱ھجری میں ہوئی ،انھوں نے حدیث کا سماع اپنے نانا،عبدالمنعم بن کلیب ، عبداللہ بن ابوالمجد حربی سے کیا،موصل میں حدیث کا سماع ابوطاہر احمد،عبدالمحسن (دونوں بیٹے ہیں خطیب عبداللہ بن احمد طوسی کے)سے کیا۔دمشق میں عمر بن طبرزد،ابوالیمن کندی اور ابوعمر بن قدامہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ان سے روایت کرنے والوں میں معز عبدالحافظ شروطی ،زین عبدالرحمٰن بن عبید،نجم موسی شقراوی،عزابوبکر بن عباس بن شائب، شمس محمد بن زراد،عماد محمد بن بالسی اور ایک جماعت شامل ہے۔وہ امام ،فقیہ،واعظ اور وعظ کہنے میں منفرد تھے ،تاریخ وسیر میں علامہ تھے، بے پناہ حرمت وتقدس کے حامل تھے ،لوگوں کی نظر میں بڑے محبوب تھے،وعظ میں بڑی مٹھاس تھی ،بہت سی خوبیوں کے مالک تھےاورانھیں عوام میں قبول عام کا درجہ حاصل تھا''۔

(11) کنجی شافعی (متوفی:658ھ)

حاجی خلیفہ نے انھیں شیخ اور حافظ کی صفات سے متصف کیا ہے، (کشف الظنون 2/1497)

ان کے بارے میں عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:

محمّد بن یوسف الکنجی(أبو عبد الله)فاضل،من آثاره:البیان فی أخبار صاحب الزمان،کفایة الطالب فی مناقب أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب.وله شعر .(معجم المؤلّفین134 /12)

''محمد بن یوسف کنجی، ابوعبداللہ فاضل شخصیت تھے، ان کی تصانیف میں: (۱) البیان فی أخبار صاحب الزمان، (۲) کفایة الطالب فی مناقب أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب، بہت مشہور ہیں، ان کے اشعار بھی ہیں''۔

ان کے بارے میں قندوزی حنفی لکھتے ہیں:

الشیخ المحدّث الفقیه أبو عبد الله محمّد بن یوسف بن محمّد الکنجی الشافعی رحمه الله.(ینابیع المودّة2/565)

''شیخ محدث فقیہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد کنجی شافعی رحمہ اللہ''۔

(12) جلال الدین الرومی (متوفی: 672ھ)

''ہم جلال الدین رومی کے بارے میں صرف اسی بات کو لکھنے پر اکتفا کریں گے جو صاحب ینابیع نے لکھا ہے کہ وہ عارفین کاملین میں سے تھے''۔(ینابیع المودّة2/388)

(13) عامر بصری (متوفی: 696ھ)

عامر بصری کہتے ہیں: عمر رضا کحالہ کہتے ہیں:

عامر بن عامر البصری (أبو المظفّر)حکیم، أدیب.من آثاره:التائیّة المسمّاة بذات الأنوار.(معجم المؤلّفین54 /5)

''عامر بن عامر بصری ابوالمظفر حکیم اور ادیب تھے، ان کے علمی آثار میں ''التائیّة

''ہے جسے''ذات الأنوار'' کے نام سے جانا جاتا ہے''۔

(14) ابراہیم بن محمد جوینی (متوفی:722ھ)

ابراہیم بن محمد جوینی کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

إبراهيم بن محمّد بن المؤيّد بن عبد الله بن على بن محمّد بن حمويه الإمام الكبير المحدّث شيخ المشايخ صدر الدين أبو المجامع الخراساني الجويني الصوفي. (معجم المحدّثين1/65)

''ابراہیم بن محمد بن موید بن عبداللہ بن علی بن محمد بن حمویہ، ایک بڑے امام اور محدث تھے، شیخ المشائخ کہے جاتے تھے، صدرالدین خطاب اور ابوالمجامع کنیت تھی جب کہ خراسانی، جوینی اور صوفی نسبتیں تھیں''۔

(15) شیخ شمس الدین محمد بن یوسف زرندی (متوفی:747ھ)

شیخ شمس الدین محمد بن یوسف زرندی کی کتاب'' **درر السمطين في فضائل المصطفى والمرتضى والسبطين** ''کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

محدّث الحرم النبوی. (كشف الظنون1/747)

''وہ حرم نبوی کے محدث تھے''۔

مناوی ان کی کتابوں سے اخذ واستفادہ کرتے ہوئے انھیں حافظ کی صفت سے متصف کرتے ہیں۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير 1/256، 2/220)

حافظ ابن حجر ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

محمّد بن يوسف بن الحسن بن محمّد بن محمود بن الحسن الزرندى المدنى الحنفى شمس الدين أخو نور الدين على، قرأتُ في مشيخة الجنيد البلياني تخريج الحافظ شمس الدين الجزرى الدمشقي

نـزيـل شيـراز أنّـه كان عالماً وأرّخ مولده سنة 693 :ووفـاته بشيراز سنة : بـضـع وخـمسيـن وسبعـمـئة، وذكر أنه صنّف''درر السمطين فی مناقب السبطين''، و''بغية المرتاح''جمع فيها أربعين حديثاً بأسانيدها وشرحها..

''محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن محمود بن حسن زرندی مدنی حنفی شمس الدین، نورالدین علی کے بھائی تھے۔ بلبانی کی مشیخۃ الجنید میں میں نے حافظ شمس الدین جزری دمشقی ،نزیل شیراز کی تخریج میں پڑھا ہے کہ وہ عالم تھے،ان کی تاریخ ولادت انھوں نے سنہ۶۹۳ہجری بتائی ہے۔ان کی وفات شیراز میں سنہ۷۵۹رہجری میں ہوئی ۔یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے''درر السـمـطيـن فـی مـنـاقب السبطين ''لکھی اوران کی ایک کتاب''بـغية الـمرتاح ''ہےجس میں انھوں نے چالیس احادیث سندوں کے ساتھ جمع کر کے ان کی شرح لکھی ہے''۔

آ گے ابن حجر مزید لکھتے ہیں:

ورأس(أی الـزرنـدی)بـعد أبيه بالمدينة وصنّف كتباً عديدة ودرس فـی الـفقه والحديث، ثمّ رحل إلی شيراز فَوُلِّیَ القضاء بها حتّی مات سنة : سبع أو ثمان وأربعين ذكره ابن فرحون.(الدرر الكامنة6/50)

''زرندی مدینہ میں اپنے والد کے بعد سرخیل تھے،انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں،فقہ اور حدیث کا درس دیا ہے،اس کے بعد انھوں نے شیراز کا سفر کیا جہاں انھیں منصب قضا پر فائز کیا گیا اور پھر وہیں سنہ۷۴۷ر یا ۷۴۸رہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ بات ابن فرحون نے ذکر کی ہے''۔

زرکلی نے اپنی کتاب'' الأعلام ''میں لکھا ہے:

محمّد بن يوسف بن الحسن، شمس الدين الزرندی :فقيه حنفی، من الـعـلـمـاء بالحديث.من أهل المدينة.تولّی التدريس فيها بعد أبيه، ورحل إلی شيراز بعد سنة 742 فَـوُلِّیَ القضاء بها حتّی مات.له كتب، منها:''درر

السمطين فی مناقب السبطین''.(الأعلام7/152)

''محمد بن یوسف بن حسن شمس الدین زرندی ایک حنفی فقیہ تھے،ان کا تعلق علمائے حدیث سے تھا،مدینہ میں رہتے تھے،وہیں اپنے والد کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی، سنہ۷۴۲ھ/ہجری کے بعد شیراز چلے گئے اور وہاں منصب قضا پر فائز ہوئے اور تادم واپسیں وہیں رہے۔ان کی کئی ایک کتابیں ہیں،ایک کتاب کا نام''**درر السمطین فی مناقب السبطین**''ہے۔

عمر رضا کحالہ اپنی کتاب''**معجم المؤلّفین**''میں لکھتے ہیں:

محمّد بن یوسف بن الحسن بن محمّد بن محمود بن الحسن الزرندی، المدنی، الأنصاری الحنفی(شمس الدین)محدّث، مسند، راویة، فقیه، ناظم .حدّث بحرم رسول الله صلّی الله علیه وسلّم بالمدینة، وقدم شیراز فدرّس ونشر الحدیث، وَوُلِّیَ بها القضاء ، وتُوفِّی بها .من آثاره:"بغیة المرتاح إلی طلب الأرباح"، "مولد النبی صلّی الله علیه وسلّم "، "نظم درر السمطین فی فضائل المصطفی والمرتضی والبتول والسبطین"، و "معارج الوصول إلی معرفة آل الرسول ". (معجم المؤلّفین12/124)

''محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن محمود بن حسن زرندی، مدنی، انصاری حنفی (شمس الدین) محدث، مسند، راوی، فقیہ، ناظم تھے۔مدینہ منورہ حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انھوں نے حدیث بیان کی ،وہاں سے شیراز منتقل ہوگئے ،وہاں پہنچ کر درس دیا اور حدیث نبوی کی اشاعت کی،شیراز ہی میں منصب قضا پر فائز کیے گئے اور وہیں وفات پائی۔ان کے علمی آثار میں"**بغیة المرتاح إلی طلب الأرباح**"، "**مولد النبی صلّی الله علیه وسلّم** "، "**نظم درر السمطین فی فضائل المصطفی والمرتضی والبتول والسبطین**"، و "**معارج الوصول إلی معرفة آل**

الرسول ''، وغیرہ ہیں''۔

(16) علی بن محمد ہمدانی (متوفی: 786ھ)

اپنی کتاب'' مودّۃ القربی '' کے لیے نقل کرتے ہوئے قندوزی حنفی، علی بن محمد ہمدانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الكتاب للولى الكامل وصاحب الكشف والكرامات، زبدة السادات، وقدوة العارفين، مولانا ومقتدانا أمير سيّد على بن شهاب الهمدانى قدّس الله أسراره ووهب لنا بركاته وأنواره. (ينابيع المودّة 1/288.)

''یہ کتاب ولی کامل، صاحب کشف وکرامات، زبدۂ سادات، قدوۂ عارفین مولانا اور ہمارے مقتدا امیر سید علی بن شہاب ہمدانی کی، اللہ ان کے اسرار پاکیزہ رکھے اور ہمیں ان کی برکات وانوار سے مستفید فرمائے''۔

سید حامد نقوی کی کتاب ''**تلخيص عبقات الأنوار**'' میں ہے:

السيّد على الهمدانى من أكابر علماء أهل السُنّة، ومن مشاهير عرفائهم، وقد أثنى عليه علماؤهم مثل عبد الرحمان بن أحمد الجامى فى كتاب (نفحات الأنس من حضرات القدس)، ومحمود بن سليمان الكفوى فى كتاب(كتائب الأعلام الأخيار من فقهاء مذهب النعمان المختار)، ونور الدين جعفر البدخشانى فى كتاب(خلاصة المناقب)، والشيخ أحمد القشاشى فى كتاب(السمط المجيد فى سلاسل أهل التوحيد)، وشاه ولى الله الدهلوى فى كتاب(الانتباه فى سلاسل أولياء الله). وقد تُوفِّى السيّد على الهمدانى فى السادس من ذى الحجّة سنة : ست وثمانين وسبعمئة.

''سید علی ہمدانی اکابرین علمائے اہل سنت میں سے تھے، ان کا شمار اہل سنت کے عارفین میں ہوتا ہے، اہل سنت کے کئی ایک علماء نے ان کی تعریف کی ہے جیسے عبدالرحمان بن احمد جامی نے اپنی کتاب(**نفحات الأنس من حضرات القدس**) میں، محمود بن سلیمان کفوی نے اپنی کتاب(**کتائب الأعلام الأخیار من فقهاء مذهب النعمان المختار**) میں، نورالدین جعفر بدخشانی نے اپنی کتاب(**خلاصة المناقب**) میں، شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب(**السمط المجید فی سلاسل أهل التوحید**) میں، اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب(**الانتباه فی سلاسل أولیاء الله**) میں اور سید علی ہمدانی کی وفات ٦ رذی الحجہ سنہ ٧٨٦ رہجری میں ہوئی''۔

کفوی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

لسان العصر سیّد الوقت ...الشیخ العارف الربّانی والعالم الصمدانی أمیر سیّد علی بن شهاب بن محمّد بن محمّد الهمدانی قدّس الله تعالی سرّه .کان جامعاً بین العلوم الظاهرة والباطنة وله مصنّفات کثیرة فی علم التصوّف .(خلاصة عبقات الأنوار .182-9/181)

''لسان عصر، سید وقت، شیخ عارف ربانی، عالم صمدانی امیر سید علی بن شہاب بن محمد بن محمد ہمدانی (**قدّس الله تعالی سرّه**) ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے۔ علم تصوف میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں''۔

(17) محمد بن محمد بن محمود بخاری
معروف بہ خواجہ بارسا نقشبندی (متوفی:822ھ)

ان کے بارے میں حاجی خلیفہ نے لکھا ہے:

هو الشیخ الفاضل محمّد بن محمود الحافظی البخاری المُتَوَفّی سنة: 822 (کشف الظنون1/447)

''وہ ہیں شیخ فاضل محمد بن محمود حافظی بخاری، ان کی وفات سنہ ۸۲۲ ہجری میں ہوئی''۔

كما نعته أيضاً بـ (الحافظ الزاهد. (كشف الظنون 2/1260)

''اسی طرح انھوں نے حافظ اور زاہد کے الفاظ سے ان کی تعریف کی ہے''۔

ان کے بارے میں قندوزی حنفی نے کتاب ''**فصل الخطاب**'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

فی إيراد ما فی فصل الخطاب من الفضائل للسيّد الكامل المحدّث العالِم العامل محمّد خواجه بارساى البخارى أسبق خلفاء خواجه محمّد البخارى شاه نقشبند(قدّس الله سرّهما)ورفع درجاتهما ووهب لنا فيوضهما وبركاتهما. (ينابيع المودّة 2/442)

''اب بیان ہورہا ہے ان فضائل کا جو فصل الخطاب میں ہے۔ یہ کتاب ہے سدکامل، محدث، عالم، عامل محمد خواجہ پارسا بخاری کی، خواجہ محمد بخاری کے پہلے خلفاء میں شاہ نقشبند کا شمار ہوتا ہے۔ (**قدّس الله سرّهما**) اللہ دونوں کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض وبرکات سے مستفید فرمائے''۔

خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

محمّد بن محمّد بن محمود بن محمّد بن محمّد بن مودود، شمس الدين الجعفرى البخارى:فقيه حنفى، عالِم بالتفسير.من أهل بخارى، جاور بمكّة، ومات بها، أو بالمدينة.له كتب، منها:فصل الخطاب لوصل الأحباب -خ،فی المحاضرات، و الفصول الستّة-خ)فی أصول الفقه، و (أربعون حديثاً -خ)، و(تفسير القرآن العظيم)فی مئة مجلّد . (الأعلام: 7/44)

''محمد بن محمد بن محمود بن محمد بن محمد بن مودود، شمس الدین جعفری بخاری ایک حنفی فقیہ تھے۔ تفسیر کے عالم تھے، اہل بخاری سے تعلق تھا، مکہ میں جا کر آباد ہوگئے تھے اور وہیں

وفات پائی۔ایک دوسرے قول کے مطابق ان کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ان کی کئی ایک کتابیں ہیں: جیسے''فصل الخطاب لوصل الأحباب ''،[خ]محاضرات میں،'' الفصول الستّة ''[خ]اصول فقہ میں،''أربعون حديثاً ''[خ]اور''تفسير القرآن العظيم''سومجلدات میں''۔

(18)ابن صباغ مالکی(متوفی:855ھ)

ابن صباغ مالکی کے بارے میں قندوزی حنفی لکھتے ہیں:

الشيخ المحدّث الفقيه نور الدين على بن محمّد المالكى. (ينابيع المودّة 565 /2)

''وہ ہیں شیخ محدث فقیہ نورالدین علی بن محمد مالکی''۔

علامہ نقوی نے ابن صباغ مالکی کا ترجمہ لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے:

نور الدين على بن محمّد بن أحمد المعروف بابن الصبّاغ المالكى المكّى المتوفّى سنة 855 ، كان من الفقهاء المالكيّة، ومن العلماء المعتمدين، ترجم له الحافظ السخاوى وأثنى عليه وقال:أجاز لى. (خلاصة عبقات الأنوار 4/75:عن الضوء اللامع لأهل القرن التاسع5/283)

''نورالدین علی بن محمد بن احمد معروف بہ ابن صباغ مالکی مکی (متوفی:855ھ) فقہائے مالکیہ میں سے تھے،معتمد علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔امام سخاوی نے ان کا ترجمہ لکھا ہے،ان کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ان سے مجھے اجازہ حاصل ہے''۔

وكتابه(الفصول المهمّة)من المصادر المعتبرة عندهم، فقد نقل عنه الأعلام كالحلبى صاحب(السيرة)والسمهودى فى(جواهر العقدَين) وكثير ممّن ألّف فى فضائل أهل البيت كالصبّان والحمزاوى والشبلنجى .(خلاصة عبقات الأنوار4/75-76)

''ان کی تصنیف ''الفصول المهمّة '' کا شمار ان کے یہاں معتبر کتابوں میں ہوتا ہے۔اس سے بڑے بڑے علماء نے نقل کیا ہے جیسے ''السیـــــرة'' کے مصنف حلبی نے،''جواهر العقدَین '' کے مصنف سمہودی نے اور ان کے علاوہ صبان،حمزاوی اور شبلنجی جیسے کئی ایک مصنفین نے جنھوں نے اہل بیت کے فضائل پر کتابیں لکھی ہیں''۔

(19)سراج الدین رفاعی(متوفی:885ھ)

سراج الدین رفاعی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

محمّد بن عبد الله بن محمّد المخزومي الرفاعي الحسيني، سراج الدين:شيخ الإسلام في عصره.وُلِدَ بواسط(في العراق)ورحل إلى الشام ومصر.وتُوفِّي ببغداد.له مؤلّفات، منها:البيان في تفسير القرآن)، و (صحاح الأخبار في نسب السادة الفاطميّة الأخيار -ط)، ردّ فيه على ابن الأثير في قوله إنّ خالد بن الوليد انقرض عقبه، و(جلاء القلب الحزين) تصوّف، و(رحيق الكوثر -ط)من كلام الشيخ الرفاعي، رسالة، و(سلاح المؤمن)حديث، و(النسخة الكبرى)فيما خاض به أهل علم الحرف.وله شعر .وإليه تُنسب(محلّة الشيخ سراج الدين)ببغداد. (الأعلام6/238)

''محمد بن عبد اللہ بن محمد مخزومی رفاعی حسینی، سراج الدین،اپنے زمانے میں شیخ الاسلام تھے،عراق کے شہر واسط میں پیدا ہوئے،شام اور مصر کے اسفار کیے اور بغداد میں وفات پائی۔ان کی کئی ایک تصانیف ہیں:جیسے''البیـان فـی تـفسیـر الـقـرآن ''،'' صحاح الأخبار في نسب السادة الفاطميّة الأخيار ''اس میں انھوں نے اس بات پر ابن اثیر کی تردید کی ہے کہ خالد بن ولید کی نسل ختم ہوگئی تھی۔اور تصوف میں''جلاء القلب الحزين''اور ''رحيق الكوثر'' جو شیخ رفاعی کے کلام پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ ان کی کتابیں:رسالہ،سلاح مومن،حدیث میں،اور''الـنـسـخة

الـكبـرى فيـمـا خـاص به أهل علم الحرف ''،انھوں نے شاعری بھی کی ہےاور بغداد میں محلّہ شیخ سراج الدین ان کی طرف ہی منسوب ہے''۔

(20)محمد بن داود نسیمی (متوفی:901ھ)

محمد بن داود نسیمی کے بارے میں ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

الشيـخ الـصـالـح، أحـد الـمتـمسّكين بالسُنّة المحمّديّة فی أقوالهم وأفعـالهـم، ألّف رسـالة سمّاها(طريقة الفقر المحمّدی)،ضبط فيها أقوال الـنبـی صـلّـی الـلـه عـليـه وسلّم وأفعاله وأحواله التی ظهرتْ لأُمَّته، وكان يـقـول:ليـس لـنـا شيـخ إلاّ رسـول الـلـه صـلّی الله عليه وسلّم. (شذرات الذهب 8/41)

''شیخ صالح،ان کا شماران حضرات میں ہوتا تھا جو اپنے تمام اقوال اور افعال میں سنت محمدیہ کو بہت مضبوطی کے ساتھ تھامنے والے تھے۔انھوں نے ایک رسالہ'''' کے نام سے لکھا ہے جس میں انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے وہ اقوال،افعال اور احوال تحریر فرمائے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنی امت کے لیے ظاہر فرمائے ہیں۔وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہمارا کوئی شیخ نہیں ہے''۔

(21)فضل بن روز بہان (متوفی:909ھ)

فضل بن روز بہان کے متعلق عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:

الـفـضـل بـن روزبهـان بـن فـضل الله الخنجی، الأصبهانی، الشهير بـخواجه مولانا.مؤرّخ، مشارک فی بعض العلوم.من آثاره:إبطال المنهج البـاطـل فـی الـردّ علی ابن المطهّر،بديع الزمان فی قصّة حیّ بن يقظان، و شرح الوصايا لعبد الخالق الغجدوانی.(معجم المؤلّفين 8/68)

''فضل بن روز بہان بن فضل اللہ خنجی ،اصبہانی جو خواجہ مولانا کے نام سے معروف

ہیں۔وہ ایک مورخ ہیں۔بعض علوم میں ان کی خاص حصہ داری رہی ہے۔ان کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:(۱)إبطال المنهج الباطل فی الردّ علی ابن المطهّر،(۲)بدیع الزمان فی قصّة حیّ بن یقظان، (۳)شرح الوصایا لعبد الخالق الغجدوانی''.

وہ شیعہ امامیہ سے بڑا تعصب رکھتے تھے۔اس کا ثبوت ان کی کتاب''إبطال المنهج الباطل فی الردّ علی ابن المطهّر''ہے''۔

(22) شیخ حسن عراقی (متوفی:بعد 930ھ)

شیخ حسن عراقی،شیخ عبدالوہاب شعرانی جن کا ترجمہ آگے آرہا ہے،کے استاذ تھے۔ شیخ شعرانی کا وصف وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

الشیخ العارف بالله تعالی، سیّدی حسن العراقی رحمه الله تعالی

.(الطبقات الکبری للشعرانی2/190 ، ترجمة 25)

''شیخ،اللہ کی معرفت میں کامل،میرے پیشوا حسن عراقی تھے،اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے''۔

(23) شیخ علی خواص (متوفی:بعد 958ھ)

شیخ علی خواص،شیخ عبدالوہاب شعرانی جن کا ترجمہ آگے آرہا ہے،کے استاذ تھے۔ شیخ علی خواص کے بارے میں شعرانی لکھتے ہیں:

شیخی وأستاذی سیّدی علی الخواص البرلسی رضی الله تعالی عنه ورحمه، ...کان رضی الله عنه یتکلّم علی معانی القرآن العظیم والسُنّة المشرّفة کلاماً نفیساً تحیّر فیه العلماء. (الطبقات الکبری للشعرانی 2/205، ترجمة 63)

''وہ ہیں میرے شیخ،استاذ،میرے رہنما علی خواص برلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ۔وہ

قرآن عظیم اور سنت مشرفہ کے معانی پر گفتگو کرتے ہوئے جو نفیس کلام استعمال کرتے تھے ،اس سے علماء حیرت میں پڑ جاتے تھے''۔

(24)عبدالوہاب شعرانی (متوفی:973ھ)

عبدالوہاب شعرانی کے بارے میں شیخ عبدالرؤوف مُنَاوِی اپنی طبقات میں لکھتے ہیں:

هو شيخنا الإمام، العالِم، العامِل، العابد، الزاهد، الفقيه، المحدّث، الأصولي، الصوفي، المربِّي المسلِّك، من ذرِّيَّة محمّد بن الحنفيّة. (شذرات الذهب 8/437)

''وہ ہیں ہمارے شیخ ،امام، عالم، عامل، عابد، زاہد، فقیہ، محدث، اصولی، صوفی ،مربی مسلک، آپ کا تعلق محمد بن حنفیہ کی ذریت سے تھا''۔

(25)عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (متوفی: 1000ھ)

عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی کے بارے میں عمر کحالہ لکھتے ہیں:

عطاء الله بن فضل الله الشيرازى، الدستكى، الحسينى(جمال الدين) مؤرّخ .من آثاره:روضة الأحباب فى سيرة النبى والآل والأصحاب .(معجم المؤلّفين6/285)

''عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ،دشتکی، حسینی (جمال الدین)ایک مورخ ہیں۔ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب ''**روضة الأحباب فى سيرة النبى والآل والأصحاب**'' ہے''۔

كما عدّ القاضى الديار بكرى كتابَه من الكتب المعتمدة وذلك فى أوّل كتابه:تأريخ الخميس. (تاريخ الخميس3)

''قاضی دیار بکری نے اپنی کتاب تاریخ خمیس کے آغاز میں ان کی کتاب ''**روضة الأحباب فى سيرة النبى والآل والأصحاب**'' کو معتمد کتابوں میں شمار کیا ہے''۔

(26) عبدالرحمان بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی (متوفی: بعد 1251ھ)

عبدالرحمان بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

عبد الرحمان بن محمّد بن حسين بن عمر باعلوی: مفتی حضرموت، من فقهاء الشافعيّة، له(بغية المسترشدين فی تلخيص فتاوی بعض الأئمّة من العلماء المتأخّرين -ط)فرغ من تأليفه سنة : 1251هـ
(الأعلام3/333)

''عبدالرحمٰن بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی، حضرموت کے مفتی تھے، شافعی فقہاء میں ان کا شمار تھا، ان کی ایک کتاب کا نام ہے: ''**بغية المسترشدين فی تلخيص فتاوی بعض الأئمّة من العلماء المتأخّرين**''۔ یہ کتاب مطبوع ہے، اس کی تالیف سے وہ ۱۲۵۱ھ ہجری میں فارغ ہوئے''۔

(27) قندوزی حنفی (متوفی: 1294ھ)

قندوزی حنفی کے بارے میں عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:

سليمان بن إبراهيم القندوزی، البلخی الحسينی، صوفی، من تصانيفه: أجمع الفوائد ،مشرق الأكوان،ينابيع المودّة لذوی القربی(معجم المؤلّفين4/252)

''سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی حسینی ایک صوفی مشرب شخصیت تھے۔ ان کی بعض تصانیف یہ ہیں: (۱)**أجمع الفوائد** ،(۲)**مشرق الأكوان**،(۳)**ينابيع المودّة لذوی القربی**''.

قندوزی حنفی کے بارے میں زرکلی لکھتے ہیں:

سليمان بن خوجه إبراهيم قبلان الحسينی الحنفی النقشبندی القندوزی: فاضل، من أهل بلخ، مات فی القسطنطينيّة. له :ينابيع المودّة -

ط) فـي شـمـائـل الـرسـول صلّـي اللـه عـليـه وسلّم وأهل البيـت .

(الأعلام3/125)

''سلیمان بن خوجہ ابراہیم قبلان حسینی حنفی نقشبندی قندوزی ایک فاضل شخصیت تھے۔ بلخ سے ان کا تعلق تھا۔ ان کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی۔ رسول ﷺ اور اہل بیت کے شمائل پر ان کی تصنیف ''ینابیع المودّة'' مطبوع اور مشہور ہے''۔

(28) شمس الدین تبریزی

شمس الدین تبریزی کو قندوزی حنفی نے عارفین کاملین میں شمار کیا ہے''۔(الأعلام 388 3/)

(29) سید نعمۃ اللہ ولی

سید نعمۃ اللہ ولی کو قندوزی حنفی نے عارفین کاملین میں شمار کیا ہے''۔(الأعـلام 3/ 388)

(30) عبدالسلام ترمانینی

ہمیں کہیں ترمانینی کا ترجمہ نہیں مل سکا۔ ہاں انھوں نے اپنی کتاب ''أحـداث التـاريـخ الإسلامی '' کے مقدمہ میں کچھ باتیں تحریر کی ہیں جن سے ان کی شخصیت اور علمی تگ وتاز کا علم ہوتا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں:

ولـعلّ سائلاً يسأل ما لرجل القانون ينصرف إلى مثل هذا العمل يعنى كتـابتـه التـاريـخ ؟إنّـه هـوى قـديـم، نـزعـت إليه نفسى مع حبّى للقانون، وصـرفـنـى إلى تفكير يلازمنى فى ماضى أُمّتى ومستقبلها، فقد أمضيتُ فى مـمارسة القانون وتدريسه فى كلّيّات الحقوق بجامعات: حَلَب، ودمشق، والـكويت، خمسة وثلاثين سنة، كنت أمضى وقت فراغى خلالها فى قراء ـة التـاريـخ الإسـلامـى، وقـد أمـدّنى القانون بفهم أعمق لأحداث التاريخ

واستخلاص نتائجها، وألزمني الحِيَاد في الحكم عليها. (مقدّمة أحداث التاريخ الإسلامي: مجلّد/1 ج /1ص 15)

''شاید کوئی یہ سوال کرے کہ قانون کا ایک شخص اس طرح کے موضوع یعنی تاریخ نویسی کی طرف کیسے متوجہ ہوا۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑی پرانی خواہش تھی ،قانون سے دلچسپی رکھنے کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی میرا میلان ہوا۔ مجھے امت کے ماضی اور اس کے مستقبل پر غور وفکر کرنے کی فکر ہوئی، میں نے حلب، دمشق اور کویت کی جامعات میں قانون کی ممارست اور تدریس میں ۳۵رسال صرف کیے ہیں،اس درمیان میں اپنی فرصت کے اوقات اسلامی تاریخ پڑھنے میں صرف کرتا تھا۔قانون نے میری مدد کی کہ میں تاریخ کے بڑے واقعات پر گہرائی سے نظر ڈال سکتا تھا اور اس سے نتائج حاصل کر سکتا تھا اور اس سے مجھے واقعات اور حادثات پر حکم لگانے میں مدد مل رہی تھی''۔

☆☆☆☆☆

مصادر ومراجع

(1) القرآن الكريم.

(2)الآحـاد والـمثـانـى، الـضـحّـاك، دار الـدراية، الرياض، الطبعة الأولى، 1411هـ 1991 -م.

(3) أئـمّتـنـا، مـحـمّد على دخيل، دار المرتضى، بيروت، الطبعة السادسة 1402هـ 1982 -م.

(4) الأئـمّة الاثـنا عشر، شمس الدين محمّد بن طولون، منشورات الرضى المصوّرة على طبعة دار صادر، بيروت، لبنان.

(5) الإتـحـاف بـحـبّ الأشـراف، عبـد الـلـه الشبراوى، منشورات الرضى المصوّرة على طبعة المطبعة الأدبية بمصر، الطبعة الثانية.

(6) إتـحـاف الخيرة المهرة، الحافظ أحمد بن أبى بكر البوصيرى، مكتبة الرشيد، الرياض، الطبعة الأولى، 1419هـ 1988 -م.

(7) أحـداث التـاريـخ الإسـلامـى بتـرتيـب السـنين، الدكتور عبد السلام الترمانينى، تلاسدار، دمشق، الطبعة الأولى، 1411هـ 1991 -م.

(8) إحقاق الحقّ، نور الله التسترى.

(9) أحكام القرآن، الجصّاص، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ .1994 -

(10) أخبـار الـدول وآثار الأول، أحمد بن يوسف القرمانى، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى، 1412هـ 1992 -م.

(11) الأدب المفرد، البخارى، مؤسّسة الكتب الثقافيّة، الطبعة الأولى، 1406هـ 1986 -م.

(12) الأربعين فى مناقب أمّهات المؤمنين، ابن عساكر الشافعى، دار الفكر، بيروت.

(13) الإرشاد، الشيخ المفيد، مؤسّسة آل البيت، قم، الطبعة الأولى، 1413هـ.

(14) إرواء الغليل، الألبانى، المكتب الإسلامى، بيروت، الطبعة الثانية، 1405هـ 1985 -م.

(15) أسباب النزول، الواحدى، دار الكتاب العربى، بيروت، الطبعة السابعة، 1419هـ 1999 -م.

(16) استجلاب ارتقاء الغرف بحبّ أقرباء الرسول وذوى الشرف، الحافظ السخاوى، تحقيق خالد بن أحمد الصمى، دار البشائر الإسلاميّة، بيروت، 1421هـ 2000 -م.

(17) الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، ابن عبد البرّ، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى، 1412هـ 1992 -م.

(18) أُسد الغابة، ابن الأثير، دار إحياء التراث العربى، الطبعة الأولى، 1417هـ 1996 -م.

(19) إسعاف الراغبين المطبوع على هامش نور الأبصار، ابن الصبّان الشافعى، دار الفكر، المصوّرة على الطبعة المصريّة، 1948م.

(20) أسمى المناقب فى تهذيب أسنى المطالب، محمّد باقر المحمودى، 1403هـ 1983 -م.

(21) أسنى المطالب فى مناقب سيّدنا على بن أبى طالب، شمس الدين

الجزرى، مكتبة الإمام أمير المؤمنين (عليه السلام) العامّة، أصفهان، إيران.

(22)الإصـابة فـى تمييز الصحابة، ابن حجر العسقلانى، طبعة دار الفكر، بيروت، وطبعة دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ.

(23) أصـول الـحديث، د .مـحـمّـد عـجـاج الـخـطيب، دار الفكر، بيروت، 1421هـ 2001 -م.

(24) أصـول الـكـافى، الشيخ الكلينى، دار التعارف للمطبوعات، بيروت، 1411هـ 1990 -م.

(25) الأعـلام، خيـر الـديـن الـزركلى، دار العلم للملايين، بيروت، لبنان، الطبعة الرابعة عشرة، شباط 1999م.

(26) إعـلام الـورى بـأعـلام الهـدى، الـطبـرسى، مؤسّسة آل البيت، قم، الطبعة الأولى، 1417هـ.

(27) إلـزام الـنـاصـب، الشيـخ عـلـى اليزدى الحائرى، تحقيق السيّد على عاشور.

(28) الإمـام الـصـادق والمذاهب الأربعة، أسد حيدر، دار الكتاب العربى، بيروت، الطبعة الثانية، 1390هـ 1969 -م.

(29) الأنسـاب، السـمـعـانـى، دار الـجنان، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1408هـ 1988 -م.

(30) الأوائل، ابن أبى عاصم، دار الخلفاء للكتاب الإسلامى، الكويت.

(31) الأوائـل، الـطبـرانى، تحقيق محمّد شكور، مؤسّسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1403هـ.

(32) بحار الأنوار، المجلسى، دار إحياء التراث العربى.

(33) البـداية والـنهـاية، ابـن كثيـر، طبـعة مـؤسّسة التاريخ العربى، ودار

إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى، 1408هـ 1988 -م.

(34) البرهان المؤيّد، الشيخ أحمد الرفاعى الشافعى، نشر دار الكتاب النفيس، بيروت، الطبعة الأولى، 1408هـ.

(35) البيان فى أخبار صاحب الزمان، محمّد بن يوسف الكنجى الشافعى، توزيع دار التعارف للمطبوعات.

(36) تاج العروس، محمّد بن محمّد الزبيدى، نشر مكتبة الحياة، بيروت.

(37) تاريخ ابن خلدون، ابن خلدون، دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الرابعة.

(38) تاريخ ابن الوردى، ابن الوردى، منشورات المطبعة الحيدريّة فى النجف الأشرف.

(39) تاريخ الإسلام، الذهبى، دار الكتاب العربى، الطبعة الثانية، 1418هـ 1998 -م.

(40)تاريخ أمراء المدينة، عارف عبد الغنىّ، دار الإقليم.

(41) تاريخ بغداد، الخطيب البغدادى، دار الكتب العلميّة، بيروت.

(42) تاريخ الخلفاء، جلال الدين السيوطى، طبعة دار الكتاب العربى، الطبعة الثانية، 1420هـ 1999 -م، وطبعة دار المعرفة، بيروت، لبنان.

(43) تاريخ الخميس، الديار بكرى، دار صادر، الطبعة المصوّرة على الطبعة الوهبيّة بمصر، سنة 1183هـ.

(44) التاريخ الكبير، البخارى، المكتبة الإسلاميّة، ديار بكر.

(45) تاريخ مدينة دمشق، ابن عساكر، دار الفكر، بيروت.

(46) تاريخ مواليد الأئمّة، ابن الخشّاب، مطبعة الصدر، نشر مكتبة المرعشى.

(47) تـاريـخ ميـافـارقيـن، أحـمد بن الأزرق، تحقيق الدكتور بدوى عبد اللطيف.

(48) تـحـفة الأحـوذى، المباركفورى، دار الكتب العلمية، بّيروت، الطبعة الأولى، 1410هـ.

(49) تـحـفة الـطــالـب بـمعـرفة مـن يـنتَسـب إلى عبد الـلـه وأبى طـالب، السّمرقندى، دار المجتبى للتوزيع.

(50) تـدريـب الـراوى، جـلال الـدين السيوطى، مكتبة الرياض الحديثة، الرياض، تحقيق عبد الوهاب عبد اللطيف.

(51) التدوين فى أخبار قزوين، عبد الكريم الرافعى.

(52) تـذكـرة الـحفّاظ، الذهبى، مكتبة الحرم المكّى، إعانة وزارة معارف الحكومة العالية الهنديّة.

(53) تذكرة الخواص، سبط ابن الجوزى، مؤسّسة أهل البيت، بيروت.

(54) تذكرة الموضوعات، محمّد بن طاهر الفتنى.

(55) تعجيل المنفعة، ابن حجر العسقلانى، دار الكتاب العربى، بيروت.

(56) تـفسيـر ابـن كثيـر، ابـن كثيـر، دار الـجيـل، بيروت، ودار المعرفة، بيروت، 1412هـ.

(57) تـفسيـر الثـعلبى (الـكشف والبيـان)، الثـعـلبـى، دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى، 1422هـ 2002 -م.

(58)تفسير روح المعانى، الآلوسى، دار إحياء التراث العربى، بيروت.

(59) تفسير الفخر الرازى، الفخر الرازى، دار الفكر، 1415هـ 1995 -م.

(60) تـفسيـر الـقـرطبـى، الـقـرطبى، دار الكتاب العربى، بيروت، الطبعة الرابعة، 1422هـ 2001 -م.

(61) تـفسيـر الـكشّـاف، الـزمـخشرى، منشورات البلاغة، الطبعة الثانية، 1415هـ.

(62) تـقـريـب التهـذيـب، ابن حجر العسقلانى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ 1995 -م.

(63) تكملة معجم المؤلّفين، محمّد خير رمضان يوسف، دار ابن حزم.

(64) تـلـخيـص مستـدرك الـحـاكم، الذهبى، دار المعرفة، بيروت، مطبوع بهامش المستدرك.

(65) تـنـاقـضـات الألبـانـى الواضحات، السيّد حسن السقّاف، دار الإمام النووى، الطبعة الرابعة، 1412هـ 1992 -م.

(66) تهـذيـب الأسـمـاء والـلـغـات، الـنـووى، دار الـفكر للطباعة والنشر، بيروت، الطبعة الأولى، 1996م.

(67) تهـذيـب التهـذيـب، ابن حجر العسقلانى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ 1995 -م.

(68) تهذيب خصائص الإمام على، النسائى، تحقيق الحوينى الأثرى، دار الكتب العلميّة، بيروت.

(69) تهـذيـب الـكـمـال، المِزِّىّ، مؤسّسة الرسالة، بيروت، الطبعة الرابعة، 1406هـ 1985 -م.

(70) الثـقـات، ابـن حِبَّان، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانيّة بحيدر آباد الدكن، الهند، نشر مؤسّسة الكتب الثقافيّة، الطبعة الأولى، 1393ه.

(71) جـامع البيان، ابن جرير الطبرى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1421هـ 2001 -م.

(72) الـجـامع الصغير، جلال الدين السيوطى، دار الفكر، بيروت، الطبعة

الأولى، 1411هـ.

(73) جامع كرامات الأولياء، يوسف النبهاني، طبعة المكتبة الشعبيّة، بيروت لبنان، وطبعة دار الفكر، بيروت.

(74) الجرح والتعديل، ابن أبي حاتم الرازي، دار الفكر، بيروت، مصوّرة على طبعة مجلس دائرة المعارف العثمانيّة بحيدر آباد الدكن، الهند، الطبعة الأولى.

(75) الجمع بين رجال الصحيحَين، محمّد بن طاهر المقدسي، دار الكتب العلميّة.

(76) جواهر العقدين، السمهودي، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ 1995 -م.

(77) الجوهر الشفّاف في أنساب السادة الأشراف، أحمد عارف عبد الغني، دار كتاب للطباعة والنشر.

(78) حلية الأولياء، أبو نعيم الأصفهاني، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى، 1421هـ 2001 -م.

(79) حياة الإمام الباقر، باقر شريف القرشي، دار البلاغة، بيروت، الطبعة الأولى، 1409هـ 1988 -م.

(80) حياة الإمام الحسن العسكري، باقر شريف القرشي، دار الأضواء، بيروت، الطبعة الأولى، 1409هـ 1988 -م.

(81) حياة الإمام الرضا، باقر شريف القرشي، انتشارات سعيد بن جبير، قم، الطبعة الأولى.

(82) حياة الإمام موسى بن جعفر، باقر شريف القرشي.

(83) خصائص أمير المؤمنين علي بن أبي طالب، النسائي، تحقيق آل

زهوى، المكتبة العصريّة للطباعة والنشر، 1422هـ 2001 -م.

(84) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، صفىّ الدين الخزرجى، طبعة دار البشائر المصوّرة على الطبعة البولاقيّة فى القاهرة.

(85) خلاصة عبقات الأنوار، حامد النقوى، مطبعة سيّد الشهداء ، قم، 1406هـ.

(86) دراسات فى منهاج السنة لمعرفة ابن تيمية، السيّد الميلانى، طبعة ياران، الأولى، 1419هـ.

(87) الدُرَر السَنِيَّة فى الردّ على الوهابيّة، أحمد زينى دحلان، مكتبة إيشيق، إسلامبول.

(88) الدرر الكامنة، ابن حجر العسقلانى، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانيّة، حيدر آباد، الهند، الطبعة الثانية، 1972م.

(89) الدرّ المنثور، جلال الدين السيوطى، طبعة الفتح، جدّة، الطبعة الأولى، 1365هـ، وطبعة دار الفكر، بيروت، 1414هـ 1993 -م.

(90) الدرّ النظيم، كمال الدين الشامى، مؤسّسة النشر الإسلامى التابعة لجماعة المدرّسين، قم، الطبعة الأولى، 1420هـ.

(91) الدّروس، الشهيد الأوّل، مؤسّسة النشر الإسلامى، التابعة لجماعة المدرّسين، قم، الطبعة الأولى، 1412هـ.

(92) الديباج على مسلم، جلال الدين السيوطى، دار ابن عفّان، المملكة العربيّة السعوديّة، الطبعة الأولى، 1416هـ.

(93) ذخائر العُقبى، أحمد بن عبد الله الطبرى.

(94) الذُرِّيَّة الطاهرة النبويّة، الدولابى، الدار السلفيّة، الكويت، الطبعة الأولى، 1407هـ.

(95) ذيـل تـاريـخ بـغداد، ابن النجّار، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى 1417هـ.

(96) رجال مسلم، أحمد بن على بن منجويه الأصبهانى، دار المعرفة.

(97) رجـال النجاشى، النجاشى، مؤسّسة النشر الإسلامى التابعة لجماعة المدرّسين، قم.

(98) الردّ على الألبانى المبتدع، عبد الله بن الصدّيق الغُمَارِىّ.

(99) رسـائل الـجـاحظ، الجاحظ، جمع ونشر حسن السندوبى، المطبعة الـرحـمـانيّة بـمـصر، توزيع المكتبة التجاريّة الكبرى، الطبعة الأولى، 1352هـ - 1933م.

(100) زاد الـمسيـر، ابـن الـجـوزى، دار الـفـكـر، بيـروت، الطبعة الأولى، 1407هـ.

(101) الـزهـرـة الـعـطـرـة فـى حـديـث العترة، أبو المنذر سامى بن أنور المصرى الشافعى، دار الفقيه، مصر.

(102) سـامـرّاء فـى أدب الـقرن الثالث الهجرى، يونس السامرّائى، مطبعة الإرشاد، بغداد.

(103) سبـائك الـذهـب فـى مـعـرفة قبـائـل الـعرب، أبو الفوز محمّد أمين السويدى، المكتبة العلميّة.

(104) سـلسـلة الأحـاديـث الصحيحة، محمّد ناصر الدين الألبانى، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، 1415هـ 1995 -م.

(105) سـلسـلة الأحـاديـث الـضـعيـفة، الألبـانـى، مـكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، 1420هـ 2000 -م.

(106) سـمـط الـنـجـوم الـعـوالـى فـى أنبـــاء الأوائل والتوالى، عبد الملك

العصامى، المكتبة السلفيّة، القاهرة.

(107) سنن ابن ماجه، ابن ماجه القزوينى، طبعة مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، (بتعليق الألبانى) الرياض، الطبعة الأولى، 1419هـ 1998 -م، وطبعة دار الفكر، بيروت.

(108) سنن أبى داود، أبو داود السجستانى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1410هـ 1990 -م.

(109) سنن الترمذى، الترمذى، طبعة دار الفكر، بيروت، تحقيق عبد الوهاب عبد اللطيف، وطبعة دار إحياء التراث العربى، بيروت، تحقيق وشرح أحمد محمّد شاكر.

(110) السنن الكبرى، النسائى، طبعة دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1348هـ 1930 -م.

(111) السُنّة، ابن أبى عاصم، تحقيق الألبانى، المكتب الإسلامى، بيروت، الطبعة الثالثة، 1413هـ 1993 -م.

(112) سير أعلام النبلاء، الذهبى، مؤسّسة الرسالة، بيروت، الطبعة التاسعة، 1413هـ 1993 -م.

(113) شذرات الذهب فى أخبار من ذهَب، ابن العماد الحنبلى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1419هـ 1998 -م.

(114) شرح إحقاق الحقّ، المرعشى، منشورات مكتبة السيّد المرعشى، قم.

(115) شرح الزرقانى على موطّأ مالك، محمّد بن عبد الباقى الزرقانى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1411هـ.

(116) شرح الشفاء، ملاّ على القارى، دار الكتب العلميّة.

(117) شـرح صـحيـح مسـلم، النووى، مؤسّسة المختار للنشر والتوزيع، القاهرة، الطبعة الأولى، 2001م، ودار الكتاب العربى، الطبعة الثانية، 1407هـ.

(118) شـرح نهـج البـلاغة، ابـن أبـى الـحـديد المعتزلى، طبعة دار الكتب العـلميّة المصوّرة على طبعة دار إحياء الكتب العربيّة، الطبعة الأولى، 1378هـ - 1959م.

(119) الشـفا بتعريف حقوق المصطفى، القاضى عِيَاض، طبعة دار الفكر، بيروت، 1409هـ.

(120) شـواهد التنزيل، الحاكم الحسكانى، مؤسّسة الأعلمى للمطبوعات، بيروت، الطبعة الأولى، 1393هـ 1974 -م.

(121) شواهد النبوّة، عبد الرحمان الجامى الحنفى، انتشارات وحيد.

(122) صـحـاح الأخبار فى نسب الفاطميّة الأخيار، محمّد بن سراج الدين الرفاعى، الركابى للتوزيع، المصوّرة على طبعة نخبة الأخبار فى الهند.

(123) صـحيـح ابـن حِبَّـان، ابـن حِبّان البستى، مؤسّسة الرسالة، الطبعة الثانية، 1414هـ 1993 -م.

(124) صـحيـح ابـن خزيمة، محمّد بن إسحاق بن خزيمة السلمى، المكتب الإسلامى، الطبعة الثانية، 1412هـ.

(125) صحيح البخارى، البخارى، دار الفكر، بيروت، 1401هـ 1981 -م.

(126) صـحيـح الـجـامـع الـصـغيـر، الألبـانى، المكتب الإسلامى، دمشق، الطبعة الثالثة، 1408هـ 1988 -م.

(127) صـحيـح سنن الترمذى، الألبانى، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية للطبعة الجديدة، 1422هـ 2002 -م.

(128) صـحيـح سنن النسائى، الألبانى، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع،

الرياض، الطبعة الأولى للطبعة الجديدة، 1419هـ 1998 -م.

(129) صحيح شرح العقيدة الطحاويّة، السيّد حسن السقّاف، دار الإمام النووى، الأردن، الطبعة الأولى، 1416ه.

(130) صحيح مسلم، مسلم النيسابورى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1419هـ 1999 -م.

(131) الصحيح المسند من فضائل الصحابة، مصطفى بن العدوى، دار ابن عفّان، السعوديّة، الطبعة الثانية، 1419هـ 1998 -م.

(132) صحيح موارد الظمآن، الألبانى، دار الصميعى للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الأولى، 1422هـ 2002 -م.

(133) صفة الصفوة أو (صفوة الصفوة)، ابن الجوزى، دار المعرفة، بيروت، حقّقه وعلّق عليه محمود فاخورى.

(134) الصواعق المحرقة، ابن حجر الهيتمى، دار الكتب العلميّة، بيروت، 1420هـ 1999 -م.

(135) طبقات الحفّاظ، السيوطى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1403هـ.

(136) طبقات الشافعيّة، جمال الدين، عبد الرحمان الإسنوى، دار الفكر، الطبعة الأولى، 1416هـ 1996 -م.

(137) طبقات الشافعيّة الكبرى، السبكى، تحقيق محمود محمّد الطناحى وعبد الفتّاح محمّد الحلو.

(138)طبقات الفقهاء، أبو إسحاق الشيرازى، دار القلم، بيروت.

(139) الطبقات الكبرى، الشعرانى، دار الفكر المصوّرة على دار الرشاد الحديثة، الدار البيضاء، المغرب، الطبعة الأولى، 1419هـ 1999 -م.

(140)العبر فی أخبار مَن غبر، الذهبی، طبعة دار الكتب العلميّة، بيروت، وطبعة مطبعة حكومة الكويت، سنة 1948م.

(141) عمدة الطالب، ابن عنبة، مطبعة الحيدريّة فی النجف الأشرف، الطبعة الثالثة، 1380هـ 1961 -م.

(142) عيون أخبار الرضا، الصدوق، منشورات الشريف الرضیّ، مطبعة أمير، قم، الطبعة الأولی.

(143) عيون المعجزات، الشيخ حسين عبد الوهاب، المطبعة الحيدريّة، النجف الأشرف.

(144) غاية المأمول شرح التاج الجامع للأصول، منصور علی ناصف، المطبوع بحاشية التاج الجامع للأصول، دار الكتب العلميّة، بيروت.

(145)الغدير، الأمينی، دار الكتاب العربی، بيروت، الطبعة الرابعة، 1397هـ 1977 -م.

(146) الغيبة، الطوسی، مؤسّسة المعارف الإسلاميّة، قم، الطبعة الأولی، 1411ه.

(147) الفايق فی غريب الحديث، الزمخشری، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولی، 1417هـ.

(148)فتح البارى شرح صحيح البخارى، ابن حجر العسقلانی، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية.

(149) فتح الملك العلی بصحّة حديث باب مدينة العلم علی، الحافظ أحمد بن الصدّيق المغربی، مكتبة أمير المؤمنين، أصفهان، إيران.

(150) فرائد السمطين، الجوينی، مؤسّسة المحمودی للطباعة والنشر.

(151) الفصول المهمّة، ابن الصبّاغ المالكی، دار الأضواء، الطبعة الثانية،

1409هـ 1988 -م.

(152) فضائل سيّدة النساء، عمر بن شاهين، مكتبة التربية الإسلاميّة، القاهرة، الطبعة الأولى، 1411هـ.

(153) فضائل الصحابة، أحمد بن حنبل، مؤسّسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1403هـ 1983 -م.

(154) فضائل مصر وأخبارها وخواصّها، ابن زولاق، نشر مكتبة الخانجى بالقاهرة.

(155) فيض القدير شرح الجامع الصغير، محمّد عبد الرؤوف المُنَاوِىّ، دار الكتب العلميّة، الطبعة الأولى، 1415هـ 1994 -م.

(156)قادتنا كيف نعرفهم، الميلانى، الطبعة الثانية، قم، 1413هـ.

(157) القاموس المحيط، محمّد بن يعقوب الفيروز آبادى.

(158) قراءة فى كتب العقائد :المذهب الحنبلى نموذجاً، حسن بن فرحان المالكى، مركز الدراسات التاريخية، عمّان، الأردن.

(159) الكاشف، الذهبى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1418هـ - 1997م.

(160) الكامل فى التاريخ، ابن الأثير، دار الفكر، المصوّرة على طبعة دار صادر، بيروت.

(161) الكامل فى الضعفاء، ابن عدى الجرجانى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثالثة، 1409هـ.

(162)كشف الأستار عن وجه الغائب عن الأبصار، المحدّث النورى، مكتبة نينوى الحديثة، طهران.

(163) كشف الخفاء، العجلونى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة

الثانية، 1408هـ.

(164) كشف الظنون، حاجى خليفة، دار إحياء التراث العربى، بيروت.

(165) كشف الغمّة، الأربلى، منشورات الشريف الرضىّ، مطبعة شريعت، قم، الطبعة الأولى، 1421هـ.

(166) كفاية الطالب فى مناقب أمير المؤمنين، الكنجى الشافعى، مطبعة الغرى، النجف الأشرف.

(167)كمال الدين وتمام النعمة، الصدوق، مؤسّسة النشر الإسلامى التابعة لجماعة المدرّسين، 1405هـ.

(168)كنز العمال، المتّقى الهندى، مؤسّسة الرسالة، بيروت، الطبعة الخامسة، 1405هـ 1985 -م.

(169) الكواكب الدرّيّة، المُنَاوِىّ، وورسة تجليد الأنوار، مصر، الطبعة الأولى، 1357هـ 1938 -م.

(170) اللباب فى تهذيب الأنساب، عزّ الدين ابن الأثير الجزرى، دار الفكر، طبعة جديدة ومنقّحة بإشراف مكتب البحوث والدراسات فى دار الفكر، الطبعة الأولى، 1423هـ 2002 -م.

(171) لباب النقول، جلال الدين السيوطى، دار الكتب العلميّة، بيروت.

(172) لسان العرب، ابن منظور، طبعة دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى، 1405هـ، وطبعة دار صادر، بيروت، الطبعة الأولى، 1410هـ - 1990م.

(173) لسان الميزان، ابن حجر، مؤسّسة الأعلمى للمطبوعات، بيروت، الطبعة الثالثة، 1406هـ 1986 -م.

(174) مجمع الزوائد، الهيثمى، دار الكتب العلميّة، بيروت، 1408هـ -

1988م.

(175) مختصر تاريخ دمشق، ابن منظور، دار الفكر، دمشق، سوريا، الطبعة الأولى، 1404هـ 1984 -م.

(176) مختصر التحفة الاثنى عشريّة، محمود شكرى الآلوسى، المطبعة السلفيّة، القاهرة.

(177) المختصر فى أخبار البشر المعروف بتاريخ أبى الفداء، مكتبة المتنبّى، القاهرة.

(178) مرآة الجنان وعبرة اليقظان، اليافعى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1417هـ 1997 -م.

(179) مرقاة المفاتيح، ملاّ على القارى، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1422هـ 2002 -م.

(180) المستدرك على الصحيحَين، الحاكم النيسابورى، دار المعرفة، بيروت، 1406هـ.

(181) مسند ابن راهويه، إسحاق بن راهويه، مكتبة الإيمان، المدينة المنوّرة، الطبعة الأولى، 1412هـ 1991 -م.

(182) مسند أبى حنيفة، أبو نعيم الأصبهانى، مكتبة الكوثر، الرياض، الطبعة الأولى، 1415هـ.

(183) مسند أبى داود الطيالسى، أبو داود الطيالسى، دار الحديث، بيروت.

(184) مسند أبى يعلى الموصلى، الحافظ أحمد بن على التميمى، دار المأمون للتراث، دمشق.

(185) مسند أحمد، أحمد بن حنبل، تحقيق أحمد محمّد شاكر، طبعة دار

الحديث القاهرة، الطبعة الأولى، 1416هـ 1995 -م، وطبعة دار صادر، بيروت.

(186) مسند البزّار، البزّار، نشر مؤسّسة علوم القرآن، بيروت، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنوّرة، الطبعة الأولى، 1409هـ.

(187) مسند الرويانى، الرويانى، مؤسّسة قرطبة، القاهرة، الطبعة الأولى، 1416هـ.

(188) مسند الشاميّين، الطبرانى، مؤسّسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية، 1417هـ 1996 -م.

(189) مشاهير علماء الأمصار، أبو حاتم محمّد بن حِبّان البستى، دار الكتب العلميّة، بيروت.

(190) مشكلة المصابيح، الخطيب التبريزى، تحقيق الألبانى، طبع المكتب الإسلامى، بيروت، الطبعة الثالثة، سنة 1985م.

(191) مشكل الآثار، الطحاوى، دار صادر، بيروت.

(192) مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه، المطبوع بحاشية السنن لابن ماجة مع تعليقات الألبانى، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، 1419هـ 1998 -م.

(193) المصنّف، ابن أبى شيبة، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1409هـ.

(194) المصنّف، عبد الرزاق الصنعانى، نشر المجلس العلمى.

(195) مطالب السؤول فى مناقب آل الرسول، محمّد بن طلحة الشافعى، مؤسّسة أم القرى، بيروت، الطبعة الأولى 1420هـ.

(196) المطالب العالية، ابن حجر العسقلانى، دار المعرفة، بيروت، 1414هـ 1993 -م.

(197) المعتصر من المختصر من مشكل الآثار، قاضى القضاة أبو المحاسن يوسف بن موسى الحنفى، عالَم الكتب.

(198) المعجم الأوسط، الطبرانى، دار الحَرَمَين، القاهرة، 1415هـ - 1995م.

(199) معجم البلدان، ياقوت الحموى، دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى، 1417هـ 1997 -م.

(200) معجم شيوخ أبى بكر الإسماعيلى، مكتبة العلوم والحكم.

(201) المعجم الصغير، الطبرانى، دار الكتب العلميّة، بيروت.

(202) المعجم الكبير، الطبرانى، طبعة دار إحياء التراث العربى، نشر مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة الثانية.

(203) معجم المؤلّفين، عمر رضا كحالة، دار إحياء التراث العربى، بيروت.

(204) معجم المحدّثين، الذهبى، نشر مكتبة الصدّيق، الطائف، الطبعة الأولى، 1408هـ.

(205)المعجم الوسيط، مجمع اللغة العربيّة.

(206) معرفة الثقات، الحافظ أحمد بن عبد الله العجلى، مكتبة الدار، المدينة المنوّرة، الطبعة الأولى، 1405هـ 1985 -م.

(207) معرفة علوم الحديث، الحاكم النيسابورى، دار الآفاق الجديدة، بيروت، الطبعة الرابعة، 1400هـ.

(208) المعيار والموازنة، أبو جعفر الإسكافى، تحقيق محمّد باقر المحمودى، الطبعة الأولى، 1401هـ 1981 -م.

(209) المفهم لِمَا أشكل من كتاب مسلم، القرطبى، دار ابن كثير، دمشق،

الطبعة الثانية، 1420هـ 1999 -م.

(210) مـقتـل الحسين، الخوارزمی، نشر أنوار الهدى، قم، الطبعة الأولى، 1418هـ.

(211) الـمـلـل والـنحل، أبو الفتح محمّد بن عبد الكريم الشهرستانی، دار المعرفة، بيروت، 1404هـ.

(212)مـنـاقـب آل أبـی طـالـب، ابـن شهر آشوب، دار الأضواء، بيروت، 1405هـ 1985 -م.

(213) مـنتـخـب مسـنـد عبـد بـن حـميد، أبو محمّد عبد بن حميد، مكتبة النهضة العربيّة، الطبعة الأولى، 1408هـ 1988 -م.

(214)الـمـنتـظـم، جـمـال الدين أبو فرج ابن الجوزی، المؤسّسة المصريّة الـعـامّة للتأليف والترجمة والطباعة والنشر، وطبعة دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1412هـ 1992 -م.

(215)مـنهاج السنّة، ابن تيمية، تحقيق الدكتور محمّد رشاد سالم، الطبعة الأولى، 1406هـ 1986 -م.

(216) مَن هو المهدی، التجليل التبريزی، مؤسّسة النشر الإسلامی التابعة لجماعة المدرّسين، قم، الطبعة الثانية، 1409هـ.

(217) الـمهـدی عـند أهل السُنّة، فقيه إيمانی، مكتبة الإمام أمير المؤمنين العامّة، أصفهان، إيران.

(218) مـوارد الـظمآن، الهيثمی، دار الكتب العلميّة، بيروت، تحقيق محمّد عبد الرزاق حمزة.

(219) مـوسـوعة الإمـام الـجـواد، الـلـجـنة العلميّة فی مؤسّسة ولیّ عصر للدراسات، قم، الطبعة الأولى، 1419هـ.

(220) ميزان الاعتدال، الذهبى، دار الفكر، تحقيق على محمّد البجاوى.

(221)النجم الثاقب فى أحوال الحجّة الغائب، المحدّث النورى، طبعة مهر، قم، الطبعة الأولى، 1415هـ.

(222) النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة، جمال الدين أبو المحاسن يوسف بن تغرى الأتابكى، نشر المؤسّسة المصريّة العامّة للتأليف والترجمة والطباعة والنشر، وزارة الثقافة والإرشاد القومى.

(223) نظم دُرَر السمطين، الزرندى الحنفى، سلسلة من مخطوطات مكتبة أمير المؤمنين العامّة، الطبعة الأولى، 1377هـ 1958 -م.

(224) نَظْم المتناثر من الحديث المتواتر، الكتانى، دار الكتب السلفيّة، مصر، الطبعة الثانية.

(225) النهاية فى غريب الحديث، ابن الأثير، المكتبة الإسلاميّة.

(226) نور الأبصار فى مناقب آل النبى المختار، طبعة دار الفكر المصوّرة على الطبعة المصريّة، 1948م.

(227) الوافى بالوفيات، الصفدى، دار النشر :فرانز شتايز، شتوتغارت، 1411هـ 1991 -م.

(228) وفيات الأعيان وأنباء الزمان، ابن خِلّكان، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطبعة الأولى، 1419هـ 1998 -م.

(229) ينابيع المودّة، القندوزى الحنفى، منشورات الشريف الرضىّ، المصوّرة على طبعة المكتبة الحيدريّة، الطبعة السابعة، 1384هـ 1965 -م.

(230) اليواقيت والجواهر، الشعرانى، دار المعرفة للطباعة والنشر.

☆☆☆☆☆☆